ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

سوم

محمد قاسم فرشتہ

ترجمہ
عبدالحئی خواجہ (مشفق خواجہ)

المیزان

ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

محمد قاسم فرشتہ

سوم

ترجمہ: عبدالحیٔ خواجہ (مشفق خواجہ)

المیزان ناشران و تاجران کتب

الکریم مارکیٹ اُردو بازار، لاہور پاکستان فون: ۷۲۱۲۷۶۲، ۷۱۲۲۹۸۱-۰۴۲

المیزان

عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ

سلسلہ مطبوعات۔ ۰۲۲/۲

سن اشاعت ۲۰۰۸ء

محمد شاہد عادل نے

حاجی حنیف پرنٹرز سے چھپواکر

المیزان اُردو بازار لاہور سے شائع کی۔

فہرست جلد سوم

تذکرہ سلاطین بیجاپور یعنی سلطان عادل شاہ 29

یوسف عادل شاہ 30

اسماعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ 53

ملو عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ 78

ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ 80

ابوالمظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ

ابراہیم عادل شاہ ثانی

فرمانروایان احمد نگر یعنی سلاطین نظام شاہی 163

احمد نظام شاہ 164

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ 203

مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ المشہور بہ دیوانہ 222

مرتضیٰ نظام شاہ بن شاہ علی برہان شاہ اول

تذکرہ

سلاطین بیجاپور

یعنی

سلاطین عادل شاہ

یوسف عادل شاہ

ابتدائی حالات

مورخین کا بیان ہے کہ عادل شاہی خاندان کا بانی ابوالمظفر سلطان یوسف عادل شاہ سلاطین روم یعنی آل عثمان کی نسل سے تھا۔ اس فرمانروا کے حالات یوں بیان کیے جاتے ہیں کہ قسطنطنیہ کے فرمانروا امراء کا ۸۵۴ھ میں انتقال ہو گیا۔ اور سلطان کا بڑا بیٹا سلطان محمد باپ کا جانشین ہوا۔ سلطان محمد کی علم دوستی اور ہنرپروری تمام دنیا میں ضرب المثل کی طرح مشہور ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر مولانا عبدالرحمٰن جامی نے بھی اس عظیم المرتبت بادشاہ کی تعریف میں چند قصیدے لکھے تھے۔

سلطان محمد

سلطان محمد کی تخت نشینی کے بعد ارکان دولت نے بادشاہ سے عرض کیا۔ سلطان مراد مرحوم کے عہد حکومت میں ایک شخص گزرا ہے جو سلطنت کا دعویدار تھا۔ وہ اپنے آپ کو یلدرم بایزید کا بیٹا بتا کر ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرنے کا خواہاں تھا۔ سلطنت کے اس جھوٹے دعویدار کی وجہ سے حکومت کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئیں آخر کار بڑی مشکلوں سے اس فتنے کو فرو کیا گیا۔ اس لیے اب مناسب یہی ہے کہ ولی عہد کے علاوہ تمام عثمانی شہزادوں کو تہ تیغ کر دیا جائے' تاکہ ملک میں کوئی فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔

شہزادہ یوسف کے قتل کا حکم

سلطان محمد کو ارا کین دولت کا یہ مشورہ معقول و مناسب معلوم ہوا' لہٰذا اس نے اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ یوسف کے قتل کی اجازت دے دی۔ درباری امراء شاہی حرم سرا کے دروازے پر آئے تاکہ بے گناہ یوسف کو قتل کر کے اس کی لاش کو باہر لائیں اور رعایا کو یہ بتائیں کہ شاہ وقت کے بعد ولی عہد کے علاوہ کوئی ایسا شخص موجود نہیں رہا کہ جس کی رگوں میں عثمانی خون دوڑ رہا ہو اور جو سلطنت کا دعویدار ہو سکے۔

ملکہ کی التجا

سلطان محمد کی ماں کو اپنے چھوٹے بیٹے یوسف سے بہت محبت تھی' بیگم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ حرم سرا کے دروازے پر آئی۔ اس نے بڑی عاجزی اور منت سماجت سے امراء سے کہا اس معصوم اور کمسن شہزادے کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اگر مصلحت اسی میں ہے تو ایک دن کی مہلت دی جائے تاکہ میں رات بھر ہمیشہ کے لیے جدا ہونے والے جگر گوشے کو دیکھتی رہوں" امیروں نے ملکہ کی درخواست کو منظور کرنے میں کوئی قباحت نہ دیکھی اور شہزادہ یوسف کے قتل کو اس دن کی بجائے دوسرے دن پر اٹھا رکھا اور حرم سرا کے دروازے سے لوٹ آئے۔

ملکہ کی تدبیر

امیروں کے چلے جانے کے بعد ملکہ نے خواجہ عماد الدین محمود گرجستانی ساکن ساوہ کو بلایا۔ خواجہ عماد ایک مشہور سوداگر تھا جو ایران سے بیش قیمت اشیاء لا کر عثمانی حرم سرا میں فروخت کیا کرتا تھا۔ ملکہ نے اس سے کہا۔ "اگر تمہارے پاس چند ایسے غلام ہوں جو قابل فروخت ہوں تو انہیں میرے پاس لے آؤ۔" خواجہ عماد نے پانچ گرجی اور دو چرکسی غلام ملکہ کی خدمت میں پیش کیے۔ چرکسی غلاموں میں سے ایک شہزادہ یوسف سے بڑی مشابہت رکھتا تھا ملکہ [illegible]

شہزادہ یوسف کی بلاد عجم کو روانگی

اس کے بعد ملکہ نے خواجہ عماد کو تمام واقعہ سنایا اور کہا اگر تمہیں حقوق نمک کا کچھ احساس ہے تو تم میری مدد کرو۔ شہزادے یوسف کو غلاموں کے گروہ میں شامل کر کے اسے جلد از جلد بلاد عجم میں پہنچادو۔ میں اس خدمت کے صلہ میں تمہیں مالا مال کر دوں گی۔ خواجہ عماد نے حق نمک یا مال و دولت کے خیال سے اس خدمت کو انجام دینے کی ہامی بھرلی۔ اس نے شہزادہ یوسف کو اپنے ہمراہ لیا اور راتوں رات ایک قافلے کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔

خواجہ عماد نے یہ منت مانی کہ اگر وہ شہزادہ یوسف کو لے کر صحیح و سلامت بلاد عجم کی سرحد تک پہنچ جائے گا تو اپنے مال کا پانچواں حصہ حضرت شیخ صفی کے مزار اور خانقاہ کے مصارف کے لیے نذر کر دے گا۔ دوسرے روز دولت عثمانیہ کے امیر وعدے کے مطابق شاہی حرم سرا کے دروازے پر آئے اور انہوں نے ملکہ سے شہزادہ یوسف کو طلب کیا۔ ملکہ نے ان امیروں میں سے ایک کو انعام و اکرام دینے کی نیت سے اپنا بنا کر حرم سرا کے اندر بلایا۔ اس امیر نے اس غلام کو جسے ملکہ نے خواجہ عماد سے خریدا تھا یوسف کی جگہ قتل کیا۔ لاش کو شاہی رسوم کے مطابق کفنا کر حرام سرا سے باہر لایا گیا۔ جس امیر نے فرضی شہزادہ یوسف کو قتل کیا تھا چونکہ وہ قابل اعتبار اور بلند پایہ امیر تھا اس لیے باقی امراء نے اصل صورت حال کی تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی اور غلام کی لاش کو شہزادے کی لاش سمجھ کر دفن کر دیا۔

شہزادہ یوسف کی تعلیم و تربیت

خواجہ عماد شہزادہ یوسف کو ہمراہ لے کر اردبیل پہنچا' اس نے یہاں اپنی منت پوری کی شہزادہ یوسف کو بھی ہمیشہ کے لیے شیخ صفی کا معتقد بنایا اور اس مقام سے ساوہ آیا۔ خواجہ نے شہزادہ یوسف کو اخفائے راز کی سختی سے تاکید کی اور اپنے بیٹوں کے ساتھ اسے بھی مکتب میں داخل کروا دیا۔ دوسرے سال ملکہ جب بیٹے کی جدائی سے بہت بے قرار ہوئی تو اس نے اپنے ایک قابل اعتبار ملازم کو شہزادے کے حالات سے باخبر ہونے کے لیے ساوہ روانہ کیا۔

ملکہ کا ملازم ساوہ پہنچا اس نے شہزادہ کو آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا۔ شہزادے کی تعلیم و تربیت اور صحت کی عمدگی کے بارے میں ملکہ کو خوشخبری سنانے کے لیے واپس روانہ ہوا۔ جب یہ ملازم اسکندریہ پہنچا تو وہاں ایک مرض میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہو گیا وہ تقریباً ڈیڑھ سال تک اسکندریہ میں رہا۔ تیسرے سال یہ قاصد قسطنطنیہ پہنچا اور ملکہ کو اس نے شہزادہ یوسف کے حالات سے باخبر کیا ملکہ اپنے جگر گوشے کے حالات سن کر بے انتہا خوش ہوئی اس نے بارگاہ خداوندی میں نیاز مندانہ سجدہ ریزی کی اور مستحقین اور بزرگوں کو صدقے اور نذریں روانہ کیں۔

افشائے راز

اس کے بعد ملکہ نے شہزادہ یوسف کی دائی' اس کے بیٹے غضنفر آقا اور بیٹی دلشاد آقا کو گراں قدر ساز و سامان اور اعلیٰ و نفیس تحفے تحائف کے ساتھ چوری چھپے اپنے بیٹے کے پاس ساوہ کی طرف روانہ کیا۔ ان دنوں خواجہ اپنے تاجرانہ کاروبار کے سلسلے میں ہندوستان گیا تھا اس لیے "راز" کی پوری طرح حفاظت نہ ہو سکتی تھی۔ عماد کے گھر والوں نے غضنفر آقا اور اس کی بہن کی باتوں اور اعمال سے اصل معاملے کو بھانپ لیا اور اتنے عرصے کا پوشیدہ راز لمحوں میں فاش ہو گیا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر ساوہ کے حاکم تک پہنچی جس کا نام آقا تو یلو تر کمانی تھا۔

حاکم ساوہ نے مال و دولت کے لالچ میں غضنفر آقا وغیرہ سے چار سو تومان حاصل کیے اس واقعہ سے کچھ دنوں پہلے شہزادہ یوسف اور ساوہ کے حاکم کے ایک رشتہ دار میں ایک سنار کے لڑکے کی وجہ سے کچھ رنجش پیدا ہو گئی تھی۔ ان دونوں وجوہات کی بنا پر شہزادہ یوسف نے بلدہ میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور "قم" نامی شہر میں چلا گیا۔ اس نے یہ عہد کیا کہ ساوہ میں جب تک موجودہ حکمران صاحب اقتدار

رہے گا وہ اس شہر میں نہ جائے گا۔ شہزادہ یوسف کاشان اور اصفہان کی سیر کرتا ہوا شیراز پہنچا۔ کچھ دنوں تک اس نے شیراز کے فطری مناظر سے دل بہلایا' اسی دوران میں اسے خبر ملی کہ سادہ کا حکمران معزول کر دیا گیا ہے یہ خبر سن کر شہزادے نے سادہ جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک رات اس نے خواب میں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا۔

حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت

حضرت خضر علیہ السلام نے شہزادے سے خواب میں فرمایا کہ تم اپنے وطن جانے کا خیال نکال دو اور ابھی کچھ روز اور غریب الوطنی میں بسر کرو۔ عزیزوں اور دوستوں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرو' خدا کی رحمت اور مدد پر بھروسہ کر کے ہندوستان کا سفر اختیار کرو' ہندوستان پہنچ کر تمہارے اچھے دن آئیں گے اور تم قعر مذلت سے نکل کر تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو گے۔

یوسف کا عزم ہندوستان

شہزادے کی جب آنکھ کھلی تو اس نے وطن جانے کا ارادہ ترک کیا اور ۸۶۴ھ میں بحری راستے سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ جہاز مصطفیٰ آباد لوایل میں لنگر انداز ہوا' شہزادہ جہاز سے اترا اور بندرگاہ میں قیام پذیر ہوا۔ وہ روزانہ بندرگاہ کے باغات اور سبزہ زاروں میں گھوم پھر کر وقت گزارنے لگا۔ ایک روز اتفاقاً اس کی ملاقات ایک بوڑھے شخص سے ہوئی اس بزرگ نے اس کی احوال پرسی کی' شہزادے نے اپنی تمام سرگزشت اسے سنائی۔ بوڑھے نے شربت کا ایک پیالہ شہزادے کو عنایت کیا' شکریہ ادا کر کے شہزادے نے پیالہ لے لیا اور شربت پینے لگا۔

احمد آباد بیدر کو روانگی

جونہی شہزادے نے شربت کے پیالے کو منہ لگایا وہ بوڑھا شخص ایک دم غائب ہو گیا شہزادہ سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو یہ بزرگ خضر علیہ السلام ہی تھے۔ الغرض خواب اور بیداری' دونوں عالم میں خضر علیہ السلام کی زیارت سے فیض یاب ہو کر شہزادہ خواجہ عماد کے ہمراہ احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا۔

گرجستھان چونکہ گیلان کے مضافات میں ہے اس لیے خواجہ عماد اور خواجہ محمود کاواں کی دیرینہ شناسائی تھی۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑی محبت کرتے تھے' جب شہزادہ یوسف احمد آباد بیدر پہنچا تو اس وقت اس کی عمر سترہ برس کی تھی ابھی اس کے چہرے پر داڑی کے بال نکلے نہ تھے' بیدر پہنچنے کے بعد شہزادے کو معلوم ہوا کہ بادشاہ پر ترکی غلاموں کا بہت زیادہ اثر ہے اور سلطنت کے تمام امور انہیں کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں۔ یوسف نے خواجہ عماد سے درخواست کی کہ اسے بھی بادشاہ کے ترکی غلاموں کے گروہ میں داخل کروا دیا جائے۔ خواجہ نے پہلے تو یوسف کی اس درخواست کو نامنظور کیا' لیکن جب اس کا اصرار حد سے زیادہ بڑھ گیا تو خواجہ عماد نے ساری بات محمود کاواں کے گوش گذار کی۔

یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں

محمود کاواں نے شہزادہ یوسف کو اپنے پاس بلوایا اور اس کے حسن صورت و سیرت' مہارت موسیقی اور کمال فن سپاہ گری کو دیکھتے ہوئے اس نے نظام شاہ بہمنی اور اس کی والدہ مخدومہ جہاں سے یوسف کا ذکر کیا۔ اس کے بعد شہزادہ یوسف کو خواجہ عماد سے خریدا گیا اور یوں یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔

مندرجہ بالا واقعات مرزا محمد سادہ نے یوں بیان کیے ہیں۔ اس نے یہ سب کچھ اپنے باپ اور یوسف عادل شاہ کے وزیر غیاث الدین محمد سے سنا تھا' شاہ جمال الدین حسین بن شاہ حسن انجو نے یوسف عادل شاہ کے جو حالات لکھے ہیں ان سے بھی متذکرہ بالا روداد کی تصدیق ہوتی ہے۔

جواہر نامی ضعیفہ کی روایت

شاہ حسین نے تحریر کیا ہے کہ جواہر نامی ایک بوڑھی عورت (جو ماں کی طرف سے سلاطین بہمنیہ اور باپ کی طرف سے شاہ نعمت اللہ ولی کی نسل سے ہیں) نے بیان کیا ہے۔ کہ "میں اپنی جوانی کے زمانے میں ایک مرتبہ احمد آباد بیدر میں یوسف عادل شاہ کی بیٹی بی بی ستی کی مجلس میں حاضر تھی' بی بی ستی احمد شاہ بہمنی کی بیوی تھی۔ اور ملکہ جہاں کے نام سے پکاری جاتی تھی اس مجلس میں بہت بڑا جشن ہوا تھا اور بہمنیہ خاندان کی تمام شہزادیاں موجود تھیں۔ اس خاندان میں یہ رواج تھا کہ بادشاہ کی بیوی جو ملکہ جہاں کے نام سے مخاطب کی جاتی تھی وہ عیدین اور دیگر تہواروں کے موقعوں پر ایک خاص قسم کا زیور پہنا کرتی تھی۔

اس زیور کی ہیئت یہ تھی کہ موتیوں کی چند لڑیوں کو یک جا کر کے ان پر سونے کا ایک قبہ جس میں گراں قدر جواہرات جڑے ہوتے تھے نصب کیا جاتا تھا۔ ملکہ جہان دیگر شہزادیوں اور حرم سرا کی عورتوں میں اپنے آپ کو ممتاز اور نمایاں کرنے کے لیے اس زیور کو اس طرح پہنتی تھی کہ قبہ تو سر پر نصب ہو جاتا تھا اور موتیوں کی لڑیاں ماتھے اور سر کی دونوں اطراف میں لٹکا کرتی تھیں۔ بی بی ستی نے بھی حسب دستور یہ زیور پہنا اور جشن کی مجلس میں آ کر دوسری عورتوں سے ممتاز جگہ پر بیٹھ گئی حاضرین مجلس میں سے ایک بہمنی شہزادی بی بی ستی کو اس نمایاں طریقے سے بیٹھی دیکھ کر جل گئی اور کہنے لگی۔ "یہ بھی خدا کی شاہ ہے کہ یوسف عادل شاہ کی بیٹی کو ایسا بلند مرتبہ ملا اور وہ بہمنی شہزادیوں میں سب سے اعلیٰ و برتر منصب پر فائز ہوئی۔"

بی بی ستی نے شہزادی کی یہ بات سنی اور یوں جواب دیا۔ "یہ طنز' یہ گفتگو بالکل بے معنی ہے اگر تم سب شہزادیاں ہو تو میں تم سے بڑھ کر شہزادی ہوں یہ مانا کہ تم سلطان دکن کی بیٹیاں ہو' لیکن میں بھی تو فرماں روائے روم کی پوتی ہوں۔" یہ کہنے کے بعد بی بی ستی نے اپنے باپ یوسف عادل شاہ کا سارا قصہ بیان کیا۔ یہ قصہ وہی تھا جو سطور بالا میں رقم کیا جا چکا ہے' بی بی ستی کی یہ گفتگو امیر قاسم برید نے بھی سنی یہ امیر عادل شاہی خاندان سے بہت حسد کرتا تھا اور اس خاندان کی مخالفت کو اس نے اپنی فطرت ثانی بنا رکھا تھا۔ بی بی ستی کی گفتگو سن کر اس نے کہا "ملکہ جہاں نے اپنے نسب کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کی تحقیق کرنا بہت آسان ہے۔

یوسف عادل شاہ کے نسب کی تحقیق

امیر قاسم برید نے اپنے ایک قابل اعتبار شخص کو تجارت کے بہانے سے روم روانہ کیا تاکہ وہ ملکہ جہاں کے بیان کی تحقیق کرے۔ یہ شخص قسطنطنیہ پہنچا اور اس نے شاہی حرم سرا کی ضعیف العمر عورتوں سے سلطان محمد کے بھائیوں کے بارے میں پوچھا۔ ان تمام عورتوں نے جو کچھ کہا اس سے بی بی ستی کے بیان کی لفظ بہ لفظ تصدیق ہوتی تھی اس طرح یہ بات ثابت ہو گئی کہ یوسف عادل شاہ سلطان مراد کا بیٹا ہے۔ ان تمام روایتوں کے علاوہ یوسف کے رومی النسل ہونے کا اس امر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اور اس کا بیٹا اسمٰعیل دونوں رومیوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ اپنے اپنے عہد حکومت میں انہوں نے رومیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کیا۔

لفظ "سوائی" کی تحقیق

یوسف عادل شاہ کا لقب "سوائی" تھا اس کی اصل "سادی" ہے۔ چونکہ یوسف نے سادہ نامی شہر میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی اس نسبت سے اسے "سادی" کہا جاتا تھا۔ جاہل لوگوں نے "سادی" سے "سوائی" بنا لیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے "سوائی" (۱۱/۴) سے بنا ہے۔ چونکہ یوسف عادل اور اس کے ہم عصر دکنی فرماں رواؤں کی سلطنت میں ایک اور ۱۱/۴ کی نسبت تھی۔ اس لیے یوسف "سوائی" کے لقب سے مشہور ہوا راقم "فرشتہ" کے نزدیک یہ توجیہ غلط ہے' پہلی روایت زیادہ قرین قیاس اور صحیح ہے۔ جس طرح شاہ "بحروی" کو عوام نے "بحری" بنا لیا اسی طرح "سادی" سے "سوائی" بن گیا۔

یوسف کا امیر آخور مقرر ہونا

الغرض جب یوسف شاہی ترکی غلاموں کی جماعت میں شامل ہو گیا تو محمود کاواں نے دو تین ماہ کے بعد مخدومہ جہاں کے مشورے سے اسے عبد العزیز خاں امیر آخور کے سپرد کیا۔ عبد العزیز بہمنی بارگاہ کے ترکوں میں بڑا اعلیٰ مرتبہ رکھتا تھا وہ شاہی اصطبل کا داروغہ تھا۔ محمود کاواں نے عبد العزیز سے یوسف کی بہت تعریف اور سفارش کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبد العزیز نے اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے امیر آخوری کے تمام فرائض یوسف کے سپرد کر دیئے اور خود آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرنے لگا۔ یوسف عادل نے اپنے اس مربی کی زندگی ہی میں شاہی مزاج میں بہت دخل حاصل کر لیا اور اصطبل کے معاملات کے سلسلے میں عبد العزیز کے بغیر وہ خود براہ راست محمد شاہ سے ملنے جلنے لگا۔ اسی زمانے میں عبد العزیز نے داعی اجل کو لبیک کہا' محمد کاواں کی سفارش سے یوسف کو سہ صدی منصب دار اور عبد العزیز کا جانشین یعنی امیر آخور مقرر کیا گیا۔

نظام الملک سے وابستگی

اس خدمت کو انجام دیتے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ یوسف کی بہمن نامی ایک شخص سے جو امیر آخوری کا عہدیدار تھا شکر رنجی ہو گئی۔ یوسف نے اس خدمت سے استعفیٰ دے دیا اور ترکوں کے سب سے بڑے امیر نظام الملک سے وابستہ ہو گیا۔ یوسف عادل نے اپنے حسن سلوک سے نظام الملک پر ایسا جادو کیا کہ وہ اسے اپنا بھائی کہنے لگا اور ہر وقت اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا اسی زمانے میں نظام الملک کو برار کا طرف دار مقرر کیا گیا۔ اس نے یوسف کے مرتبے میں اضافہ کر دیا اور اس کی سفارش سے یوسف کو "عادل خاں" کا خطاب شاہی بارگاہ سے عنایت ہوا۔ نظام الملک جب برار روانہ ہوا تو یوسف اس کے ساتھ ہی روانہ ہوا۔

منصب امارت

نظام الملک نے برار پہنچ کر قلعہ کھرکہ کا محاصرہ کر لیا اور ایک سال کی پیہم کوششوں کے بعد اس قلعہ کو ہندو راجہ کے قبضے سے نکال لیا۔ جس روز فتح ہوئی اسی روز ایک راجپوت سپاہی کے ہاتھوں نظام الملک مارا گیا نظام الملک کی موت کی وجہ سے بہمنی لشکر میں سخت بے چینی پھیل گئی' لیکن یوسف عادل نے ہمت نہ ہاری اور حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اس نے ہندوؤں کے گروہ کو تہس نہس کر دیا۔ قلعے کو مضبوط اور مستحکم کیا اور تمام مال غنیمت ہاتھی اور گھوڑے وغیرہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمد شاہ نے یوسف عادل کی بڑی عزت افزائی کی اور منصب یک ہزاری پر سرفراز کر کے بہمنی امراء کی جماعت میں شامل کر لیا۔

طرف داری بیجاپور

اس کے بعد یوسف عادل کی قسمت کا ستارہ روز بروز درخشاں ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کا شمار خاص الخاص ارکین سلطنت میں ہونے لگا اور اسے بیجاپور کا طرفدار مقرر کیا گیا۔ اس عہدے پر فائز ہونے کے بعد یوسف نے ملک کا انتظام بڑی عمدگی سے کیا اس نے اپنے گرد ایک لشکر جرار جمع کر لیا۔ اس زمانے میں محمد شاہ بہمنی نے رحلت کی اور پایہ تخت میں سخت انتشار پیدا ہو گیا اور فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا۔ یوسف عادل نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے لشکر کو پہلے سے کہیں زیادہ منظم و مرتب کیا۔ سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ کیا' بہت سے ترک اور مغل امراء کو عہدوں اور آئندہ ترقی کے وعدوں پر احمد آباد و بیدر سے اپنے پاس بیجاپور بلا لیا۔

یوسف کی خود مختاری

الغرض یوسف عادل نے فوجی قوت میں بہت حد تک اضافہ کر لیا مثل مشہور ہے کہ "جو مارے اسی کی تلوار اور جو غالب ہو اسی کا ملک" کے مطابق ۸۹۵ھ یا ۸۹۶ھ میں اس نے بیجاپور میں خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور چتر شاہی سر پر رکھا' تقریباً پانچ ہزار ترکی اور آفاقی اشخاص نے اس کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا۔ یوسف ... [illegible]

میں تھے اپنے قبضے میں کر لیا' نیز دریائے بھورہ سے بیجاپور اور دریائے کشتہ سے رائچور تک کا علاقہ اس کی تحویل میں آ گیا- یوسف نے اپنے لقب میں "خان" کی جگہ "شاہ" کا لفظ رکھا اور اپنے آپ کو "یوسف عادل شاہ" کے نام سے مشہور کیا- یہی وجہ ہے کہ اس خاندان کا ہر بادشاہ "عادل شاہ" کے لقب سے پکارا جاتا تھا-

قاسم برید کا حسد

یوسف عادل شاہ کے اعلان بادشاہت کے بعد احمد پور بیدر سے اکثر نامی گرامی امراء اس کے پاس آ گئے اور اس کے دربار کی رونق بڑھ گئی- یوسف کا یہ بلند مرتبہ دیکھ کر امیر قاسم برید حسد کی آگ میں جلنے لگا- قاسم خود بیجاپور میں حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا' لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی' بلکہ اس کا حریف کامیاب ہو گیا یہ امیر قاسم کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھا- اس لیے وہ یوسف عادل شاہ کی تباہی' بربادی کی تجویزیں سوچنے لگا-

قاسم برید کی سازشیں

قاسم برید نے یہ چال چلی کہ رام راج کے باپ تمراج کو (جس نے قاسم ہی کی طرح اپنے آقا شیو رائے کے فرزند کو برائے نام راجہ بنا رکھا تھا اور تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے) ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا "سلطان محمود شاہ بہمنی نے رائچور اور مدگل کا قلعہ مع اس کے مضافات کے تمہارے حوالے کر رکھا تھا- اب یوسف عادل نے ان پر قبضہ کر لیا ہے اس لیے تمہارا فرض ہے کہ تم فوج کشی کرو اور ان علاقوں کو دوبارہ قبضے میں لے آؤ-"

تمراج اور بہادر گیلانی کے ہنگامے

قاسم نے تمراج کے علاوہ بہادر گیلانی کو بھی یوسف عادل کے خلاف بھڑکایا- بہادر ان دنوں بندر کووہ اور دریا پار کے علاقے پر جسے اہل دکن "کوکن" کہتے ہیں حکمران تھا- تمراج کو جب قاسم برید کا خط ملا تو اس نے فوراً اپنا لشکر اکٹھا کیا اور شیو رائے کے لڑکے کو ساتھ لے کر آگے بڑھا- اس نے تمندرہ کو عبور کر کے رائچور اور مدگل کے قلعوں پر قبضہ کر لیا اور بڑی بے رحمی اور سفاکی سے ان علاقوں کو تباہ و برباد کیا- بہادر گیلانی نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا اور جام کھنڈی کے قلعے پر قابض ہو گیا-

تمراج اور بہادر گیلانی کے ان ہنگاموں اور دست درازیوں کی اطلاع بیجاپور پہنچی درباریوں کی ایک جماعت نے بادشاہ کو دشمن کے ناپاک ارادوں سے باخبر کیا- یوسف عادل شاہ نے ان درباریوں سے کہا- "میں ہر معاملے میں بزرگان دین کی مقدس ارواح سے مدد کا طالب ہوتا ہوں- مجھے پوری پوری امید ہے کہ آئمہ دین اور حضرت شیخ صفیؒ کی برکات سے میں دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رہوں گا-" یوسف نے اسی وقت یہ عہد بھی کیا کہ میں اپنے دشمنوں پر غالب آ گیا تو بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کر کے انہیں حضرات کا کلمہ پڑھوں گا اور شیعہ مذہب کو اپنے ملک میں رائج کرا دوں گا-

قاسم برید کی سرزنش کا خیال

یوسف عادل شاہ نے ایک عجیب چال یہ چلی کہ اس نے مدگل اور رائچور کے قلعوں کا خیال کچھ عرصے کے لیے ترک کیا اور تمراج اور رائے زادہ سے صلح کر لی- تمراج جب واپس چلا گیا تو یوسف بہادر گیلانی کو اپنے علاقے سے باہر نکال دیا لیکن مصلحت وقت کے پیش نظر جام کھنڈی کے قلعے کی واپسی کے لیے جدوجہد نہ کی بلکہ اس نے سب سے پہلے امیر قاسم برید کی سرکوبی کا بیڑا اٹھایا تاکہ اس دشمن کو اپنی راہ سے ہٹا دے- یوسف آٹھ ہزار ترکی اور مغل سپاہیوں کا ایک لشکر لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا' قاسم برید کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بہت ہی عاجزی سے احمد نظام الملک بحری سے مدد چاہی-

احمد نظام الملک نے قاسم برید کی درخواست منظور کی اور پرندہ کے حاکم خواجہ جہاں کو ہمراہ لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا-

قاسم برید، محمود شاہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلا اور اپنے مددگاروں سے جا ملا- اس نے احمد نظام اور خواجہ جہاں کے ساتھ مل کر اپنے لشکر کا میمنہ اور میسرہ درست کیا اور یوسف عادل شاہ کی طرف پیش قدمی کی جو احمد آباد بیدر سے پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھا- یوسف عادل شاہ نے بھی اپنی فوج کو منظم و مرتب کیا، میمنہ اور میسرہ پر بالترتیب دریا خاں اور فخر الملک ترک کو مقرر کیا اور خود قلب لشکر میں مقیم ہوا- نیز اپنے رضاعی بھائی غضنفر آقا کو جو حال ہی میں شہر سادہ سے وارد ہوا تھا ایک ہزار مغل تیراندازوں کا سردار مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ لشکر کا جو حصہ دشمن سے مقابلہ کرتے وقت کمزور نظر آئے وہ فوراً اس کی مدد کو پہنچ جائے-

معرکہ آرائی

فریقین کے لشکر آمنے سامنے آئے اور جنگ شروع ہو گئی- یوسف عادل شاہ نے دشمن کے میسرہ اور قلب کے لشکر کو تہس نہس کر دیا- احمد نظام الملک نے عادل کے میسرہ کو پریشان کیا، فخر الملک زخمی ہوا اور میدان جنگ سے باہر نکل گیا، یوسف عادل شاہ نے اپنی فوج کا یہ حال دیکھا تو اس نے احمد نظام الملک سے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کیا لیکن غضنفر نے اس سے کہا- "جنگ کا اصل سبب قاسم برید ہے اس وقت وہ یہاں موجود نہیں ہے اس لیے خواہ مخواہ لڑائی کر کے اپنی طاقت کو کم کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے- میری رائے تو یہ ہے کہ اس وقت جنگ ملتوی کر دی جائے اور جس طرح بھی ہو صلح کر لی جائے-" یوسف نے غضنفر کی رائے پر عمل کیا اور فریقین میں صلح ہو گئی-

مولوی عالی کا بیان

مولوی عالی نے اپنی مشہور مثنوی "عادل نامہ" میں یوسف عادل شاہ کے حالات بیان کیے ہیں- اس نے لکھا ہے کہ "تلدرک" کے قریب یہ لڑائی ہوئی اور ملک نظام اس لڑائی میں موجود نہ تھا نیز اس لڑائی میں قاسم برید کو فتح حاصل ہوئی- یوسف عادل شاہ بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا اور اس نے احمد نظام اور بہادر گیلانی سے صلح کر لی- اس صلح کی اصل وجہ بیجانگر کے پایہ تخت کے ہنگامے اور طوائف الملوکی تھی جس کے پیش نظر یوسف عادل شاہ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر تمراج کی طرف متوجہ ہو گیا تھا-

بزم عیش و عشرت

یوسف عادل شاہ نے جلد از جلد اپنی فوج تیار کی اور انتقام کی خاطر بیجانگر کی طرف روانہ ہوا- راستے میں اس نے تقریباً دس روز سیرو شکار میں بسر کیے آخر کار دریائے کشنہ کے کنارے اس نے اپنے خیمے گاڑھے اور دن رات داد عیش دینے لگا- شراب نوشی اور نغمہ نوازی سے جی بہلانے لگا- اس محفل عیش و عشرت میں گانے بجانے والے دو مشہور اور مستند استاد گیلانی اور حسین قزوینی بھی موجود تھے- ان استادوں نے فارسی کی ایک غزل بڑے اعلیٰ انداز سے گا کر سنائی جس کا ایک شعر یہ ہے-

بوئے پیراہن یوسف زجہاں گم شدہ بود
عاقبت سرز گریباں تو بیروں آورد

یوسف عادل کی بیماری

یوسف عادل شاہ نے اس غزل کو بہت پسند کیا اور گانے والے استادوں کو چھ ہزار ہون (جو تین سو سات عراقی تومان کے برابر ہوتے ہیں) شاہی خزانے سے انعام دیئے- بادشاہ نے اس حد تک عیش پرستی کی کہ اس کی صحت پر برا اثر پڑا- اس بے اعتدالی کی وجہ سے اسے کھانسی اور بخار بھی رہنے لگا اس بیماری نے طول کھینچا اور یوسف عادل پورے دو ماہ تک اسی جگہ یعنی دریائے کشنہ کے کنارے صاحب فراش رہا- وہ خود تو سراپردۂ شاہی کے اندر رہتا اور غضنفر آقا دیوان خانہ میں بیٹھ کر امور سلطنت کو انجام دیتا-

تمراج کی رائچور کی لشکر کشی

بادشاہ کے صاحب فراش ہونے کی وجہ سے بدخواہوں کو انتشار پھیلانے کا موقع مل گیا اور ساری فوج میں یوسف عادل کی موت کی خبر پھیل گئی۔ یہ افواہ تمراج تک بھی پہنچی اور وہ اس کی تحقیق کیے بغیر ہی خوشی کے شادیانے بجانے لگا' اس نے دیگر حاکموں کے صلاح مشورے سے رائے زادہ کو ساتھ لے کر رائچور کا سفر اختیار کیا۔ یہ واقعہ ۸۹۸ھ کا ہے اس کے ہمراہ بیس ہزار سوار اور پیادے اور بیس ہزار ہاتھیوں کا لشکر جرار تھا۔

یوسف عادل کی صحت یابی

تمام مسلمان امراء اور فوجی سردار جن میں غضنفر بیگ آقا بھی شامل تھا یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوئے' سب لوگوں نے سچے دل سے بادشاہ کی صحت یابی کے لیے دعا کی۔ بارگاہ خداوندی میں یہ دعا قبول ہوئی اور کچھ ہی دنوں میں یوسف عادل شاہ پوری طرح صحت یاب ہو گیا۔ اس نے خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور شاہی خزانے کے دروازے کھول دیئے۔ اس نے مدینہ منورہ' کربلائے معلی اور نجف اشرف کے ان علماء اور سادات کو جو شاہی لشکر میں مقیم تھے اور اس کے لیے دعا گو تھے' بیس ہزار ہون عنایت کیے; خواجہ عبدالعزیز ہروی کو بھی بیس ہزار ہون عطا کیے گئے۔ خواجہ عبد اللہ' یوسف عادل شاہ کے ساتھ ایک ہی کشتی میں سوار ہو کر سادہ سے دکن آیا تھا۔ یوسف نے عبد اللہ کو فوراً سادہ جانے کا حکم دیا تاکہ وہاں جاکر وہ شہر میں ایک مسجد اور مینار تعمیر کروائے' نیز شہر کے بیچوں بیچ ایک نہر کھدوائے۔

تمراج سے مقابلے کی تیاری

یوسف عادل شاہ ابھی روانہ بھی نہ ہوا تھا کہ مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ تمراج دریائے تمہندرا کو عبور کر کے شاہی لشکر گاہ کی طرف آ رہا ہے تاکہ بادشاہ سے مقابلہ کرے۔ یہ خبر سن کر یوسف عادل نے فوج کے افسروں کو حکم دیا کہ وہ مسلح ہو کر ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی گئی جب لشکر میدان میں یکجا ہوا تو یوسف عادل کو معلوم ہوا کہ فوج آٹھ ہزار دو اسپہ اور سہ اسپہ سواروں اور دو سو ہاتھیوں پر مشتمل ہے۔ یوسف نے غضنفر بیگ آقا' مرزا جہانگیر' حیدر بیگ' داؤد خاں اور دیگر بہادروں سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ موجودہ لشکر دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔" ان لوگوں نے بادشاہ کے خیال کی تائید کی اور شاہی لشکر دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔

معرکہ آرائی

یوسف عادل شاہ نے دشمن کے لشکر سے کچھ فاصلے پر اپنے خیمے گاڑھے اور میدان جنگ کو اپنے امیروں میں تقسیم کر دیا تاکہ خندق کھودنے میں آسانی رہے۔ تمام لشکریوں نے بڑی احتیاط اور خوش اسلوبی کے ساتھ بارہ روز اسی جگہ قیام کیا' لیکن جب لڑائی کا موقع آیا تو یہ احتیاط اور خوش اسلوبی باقی نہ رہی۔ ہوا یوں کہ ماہ رجب ۸۹۸ھ کو ہفتے کے روز جب فریقین میں جنگ شروع ہوئی تو پہلے ہی حملے میں بجائے ہندوؤں کے مسلمان لشکری میدان جنگ سے منہ موڑنے لگے۔

مسلمانوں کے تقریباً پانچ سو سپاہی مارے گئے' یوسف عادل شاہ نے اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھی تو اس نے حکم دیا کہ نقارہ بجا کر منتشر سپاہیوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی نقارے کی آواز سنتے ہی سب سے پہلے مرزا جہانگیر قمی پانچ سو مغل سواروں کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے بعد داؤد خاں بھی سات ہزار افغان اور راجپوت لشکریوں کے ساتھ آ پہنچا۔ ان لشکریوں کے آ جانے سے یوسف عادل شاہ کو بڑی تقویت پہنچی اور وہ آئندہ کے لیے لائحہ عمل بنانے میں مصروف ہو گیا۔ وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ سلاحداروں کا سردار جس کا نام سوئے چک تھا اس کے پاس آیا اور کہا۔

"میں لڑائی کے دوران میں دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا دشمنوں نے میرا تمام مال و اسباب' ہتھیار اور گھوڑا وغیرہ

چھین لیے۔ میں پیادہ پا ہی ادھر ادھر گھوم رہا تھا کہ دفعتاً میرے قریب ہی دشمن کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ میں نے فوراً گھوڑا اپنے قابو میں کر لیا اور اس پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے پیش نظر عرض ہے کہ دشمن اس وقت اپنے آپ کو فاتح سمجھ کر غارت گری میں مصروف ہے' مناسب یہی ہے کہ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور خداوند تعالیٰ پر بھروسا کر کے ایک اور حملہ کرنا چاہیے۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ اس بار کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

تمراج کی شکست

یوسف عادل شاہ نے سوئے چک کی گفتگو کو بہت غور سے سنا اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد اس نے ساڑھے تین ہزار (۳۵۰۰) تجربہ کار سواروں کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ تمراج کا لشکر اس وقت غارت گری میں مصروف تھا اسے فوج کو جمع کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ وہ سات آٹھ ہزار سواروں' کچھ پیادوں' بندوق چلانے والوں اور تین سو (۳۰۰) ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ یوسف عادل شاہ کے مقابلے پر آ گیا فریقین میں معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ یوسف نے جی کھول کر بہادری کے جوہر دکھائے' مسلمانوں لشکریوں نے بھی مردانہ وار جنگ کی' ہندو بھی اگرچہ جی توڑ کر لڑے' لیکن وہ میدان جنگ میں جم نہ سکے اور یوسف عادل شاہ کو فتح نصیب ہوئی۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سامال غنیمت آیا جو دو سو ہاتھیوں' ایک ہزار گھوڑوں' تین کروڑ ہون' جواہرات اور بہت سی دوسری گراں قدر اشیاء پر مشتمل تھا۔ رائے زادہ انتہائی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں بیجانگر کی طرف چلا گیا۔ میدان کارزار میں اسے ایک کاری زخم لگا تھا وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا اور راستے ہی میں مر گیا۔ تمراج نے بیجانگر پر قبضہ کر لیا مگر وہاں کے امراء نے اس کی حکومت کو تسلیم نہ کیا اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

یوسف عادل شاہ نے بیجانگر کی خانہ جنگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تھوڑے سے عرصے میں رائچور اور مدگل کے قلعوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکال لیا۔ ان قلعوں کو فتح کرنے کے بعد' یوسف عادل' کامران و کامیاب واپس آیا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ایک ضعیف العمر امیر شاہ میر دستور خاں' جو اسمٰعیل عادل شاہ کا مشیر تھا۔ سنا ہے کہ جب یوسف عادل شاہ نے رائے بیجانگر سے شکست کھائی تو اس نے میدان جنگ کے قریب ہی ایک ٹیلے پر چڑھ کر طبل جنگ بجایا۔ نقارے کی آواز سنتے ہی تین ہزار ترکی اور دوسرے سوار بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے ایک چال چلی اور تمراج کو یہ پیغام بھجوایا۔ فرمانروائے بیجاپور کی عظمت مسلم ہے' میں اپنی نادانی اور حماقت پر بے حد پریشان ہوں۔ اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور راجہ مجھے اپنے بہی خواہی میں شمار کر کے یہ علاقہ میرے سپرد کر دے تو میں ہمیشہ اس کا مطیع و فرماں بردار رہوں گا۔ تمراج' یوسف عادل شاہ کے فریب میں آ گیا اور اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ صلح اور عہد و پیمان کے بعد تمراج' رائے زادہ کو لے کر مع تین ہزار سواروں کے لشکر سے جدا ہوا اور دریا کے کنارے ایک جگہ خیمہ زن ہو گیا۔

یوسف عادل شاہ چار سو تجربہ کار اور جنگجو سواروں کو ساتھ لے کر تمراج سے ملنے کے لیے گیا وہاں اس سے صلح کی گفتگو کی اور تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھ کر اٹھا' اس کے بعد اس نے طبل جنگ بجوا دیا' یہ آواز سن کر اس کے سواروں نے نیاموں سے تلواریں نکال لیں اور تمراج کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ تمراج کی طرح بیجانگر کے دیگر امراء بھی یوسف عادل شاہ کی نیت اور کارروائی سے قطعاً بے خبر تھے۔ ان امراء نے تمراج اور رائے زادہ کو وہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا اور خود لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ ہر امیر کے ساتھ گنتی کے سپاہی تھے اس لیے یوسف عادل شاہ کا پلہ بھاری رہا اس نے دشمن کے ستر امیروں کو تہ تیغ کیا۔ عادل شاہ کے سواروں نے ہمت و مردانگی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

چھین لیے۔ میں پیادہ پا ہی ادھر ادھر گھوم رہا تھا کہ دفعتاً میرے قریب ہی دشمن کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ میں نے فوراً گھوڑا اپنے قابو میں کر لیا اور اس پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے پیش نظر عرض ہے کہ دشمن اس وقت اپنے آپ کو فاتح سمجھ کر غارت گری میں مصروف ہے' مناسب یہی ہے کہ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور خداوند تعالیٰ پر بھروسا کر کے ایک اور حملہ کرنا چاہیے۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ اس بار کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

تمراج کی شکست

یوسف عادل شاہ نے سوئے چک کی گفتگو کو بہت غور سے سنا اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد اس نے ساڑھے تین ہزار (۳۵۰۰) تجربہ کار سواروں کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ تمراج کا لشکر اس وقت غارت گری میں مصروف تھا اسے فوج کو جمع کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ وہ سات آٹھ ہزار سواروں' کچھ پیادوں' بندوق چلانے والوں اور تین سو (۳۰۰) ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ یوسف عادل شاہ کے مقابلے پر آ گیا فریقین میں معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ یوسف نے جی کھول کر بہادری کے جوہر دکھائے' مسلمانوں لشکریوں نے بھی مردانہ وار جنگ کی' ہندو بھی اگرچہ جی توڑ کر لڑے' لیکن وہ میدان جنگ میں جم نہ سکے اور یوسف عادل شاہ کو فتح نصیب ہوئی۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا جو دو سو ہاتھیوں' ایک ہزار گھوڑوں' تین کروڑ ہون' جواہرات اور بہت سی دوسری گراں قدر اشیاء پر مشتمل تھا۔ رائے زادہ انتہائی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں بیجانگر کی طرف چلا گیا۔ میدان کارزار میں اسے ایک کاری زخم لگا تھا وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا اور راستے ہی میں مر گیا۔ تمراج نے بیجانگر پر قبضہ کر لیا مگر وہاں کے امراء نے اس کی حکومت کو تسلیم نہ کیا اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

یوسف عادل شاہ نے بیجانگر کی خانہ جنگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تھوڑے سے عرصے میں رائچور اور مدگل کے قلعوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکال لیا۔ ان قلعوں کو فتح کرنے کے بعد' یوسف عادل' کامران و کامیاب واپس آیا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ایک ضعیف العمر امیر شاہ میر دستور خاں' جو اسمٰعیل عادل شاہ کا مشیر تھا۔ سنا ہے کہ جب یوسف عادل شاہ نے رائے بیجانگر سے شکست کھائی تو اس نے میدان جنگ کے قریب ہی ایک ٹیلے پر چڑھ کر طبل جنگ بجایا۔ نقارے کی آواز سنتے ہی تین ہزار ترکی اور دوسرے سوار بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے ایک چال چلی اور تمراج کو یہ پیغام بھجوایا۔ فرمانروائے بیجاپور کی عظمت مسلم ہے' میں اپنی نادانی اور حماقت پر بے حد پریشان ہوں۔ اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور راجہ مجھے اپنے بہی خواہی میں شمار کر کے یہ علاقہ میرے سپرد کر دے تو میں ہمیشہ اس کا مطیع و فرماں بردار رہوں گا۔ تمراج' یوسف عادل شاہ کے فریب میں آ گیا اور اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ صلح اور عہد و پیمان کے بعد تمراج' رائے زادہ کو لے کر مع تین ہزار سواروں کے لشکر سے جدا ہوا اور دریا کے کنارے ایک جگہ خیمہ زن ہو گیا۔

یوسف عادل شاہ چار سو تجربہ کار اور جنگجو سواروں کو ساتھ لے کر تمراج سے ملنے کے لیے گیا وہاں اس سے صلح کی گفتگو کی اور تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھ کر اٹھا' اس کے بعد اس نے طبل جنگ بجوا دیا' یہ آواز سن کر اس کے سواروں نے نیاموں سے تلواریں نکال لیں اور تمراج کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ تمراج کی طرح بیجانگر کے دیگر امراء بھی یوسف عادل شاہ کی نیت اور کارروائی سے قطعاً بے خبر تھے۔ ان امراء نے تمراج اور رائے زادہ کو وہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا اور خود لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ ہر امیر کے ساتھ گنتی کے سپاہی تھے اس لیے یوسف عادل شاہ کا پلہ بھاری رہا اس نے دشمن کے ستر امیروں کو تہ تیغ کیا۔ عادل شاہ کے سواروں نے ہمت و مردانگی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

مدگل اور رائچور کی فتح

ہندوؤں کو شکست ہوئی اور ان کا تمام مال و اسباب اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ یوسف عادل شاہ کے ہاتھ آ گئے اس نے اسی دن سوئے چک کو درجہ امارت پر فائز کر کے "بہادر خاں" کا خطاب دیا اور پچاس ہاتھی اور ایک لاکھ ہون اسے عطا کیے۔ سوئے چک کو رائچور اور مدگل کے قلعے کی فتح کے لیے روانہ کیا گیا۔ سوئے چک نے بڑی عمدگی سے چالیس دن کے اندر اندر قلعہ فتح کر لیا' یوسف عادل شاہ ان واقعات کے بعد اپنے ملک میں واپس آ گیا۔

بہادر گیلانی کی ہنگامہ خیزی

یوسف عادل شاہ نے مال غنیمت میں سے چند تحفے (ایک زربفت کا مرصع حاشیوں والا ٹکڑہ' چار گھوڑے اور دیگر سامان) سلطان محمود شاہ بہمنی کی خدمت میں روانہ کیے۔ بیجانگر کی فتح کے بعد یوسف عادل شاہ نے بہادر گیلانی کی سرزنش اور قلعہ جام کھنڈی قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یوسف اس مہم پر روانہ ہونے ہی والا تھا کہ محمود شاہ گجراتی کا ایک قاصد بہادر گیلانی کی شکایت لے کر محمود شاہ بہمنی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ شکایت یہ تھی کہ بہادر گیلانی کے ملازموں نے گجرات کے ایک جہاز کو جو مکہ معظمہ کی طرف جا رہا تھا لوٹ لیا۔

محمود شاہ بہمنی کی مدد

محمود گجراتی نے اپنے ہم نام بہمنی فرماں روا کو یہ پیغام بھجوایا "اگر تم ان لٹیروں کو راہ راست پر نہیں لا سکتے ہو تو پھر ہم سب سے درخواست کرو ہم اپنے ایک سردار کو بھیج کر ان لٹیروں کا نام و نشان تک مٹا دیں گے۔ محمود بہمنی نے قاسم برید ترک کے مشورے سے امیر عبد الملک شستری کو یوسف عادل شاہ کے پاس بھیجا اور بہادر گیلانی کی سرزنش کے لیے اس سے مدد کی درخواست کی۔ یوسف عادل تو یہی چاہتا تھا اس نے فوراً اس درخواست کو منظور کر لیا' اس کے دو فائدے تھے ایک تو یہی کہ بہادر گیلانی کا خاتمہ ہو جائے جس کا وہ پہلے ہی خواہاں تھا' دوسرے یہ کہ محمود بہمنی اس کا ممنون کرم ہوتا' یوسف نے پانچ ہزار تجربہ کار سواروں کو سردار کمال خاں دکنی کی نگرانی میں محمود بہمنی کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

بہادر گیلانی کا فرار

بہادر گیلانی یوسف عادل شاہ کے ارادوں سے باخبر تھا اس لیے وہ جام کھنڈی کے قریب ہی اپنے لشکر کے ساتھ قیام پذیر تھا۔ محمود بہمنی نے دریا کو پار کر کے اس پر حملہ کر دیا بہادر گیلانی بادشاہ کا مقابلہ نہ کر سکا اور نلگواں کی طرف بھاگ گیا' محمود نے جام کھنڈی کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ کو جب دو تین ماہ گزر گئے تو اہل قلعہ نے تنگ آ کر پناہ مانگی اور اس طرح یہ قلعہ بہمنی حکومت کے قبضے میں آ گیا۔

جام کھنڈی پر عادل شاہی حکومت

محمود بہمنی نے اس قلعے کو قطب الملک خواجہ جہاں ہمدانی کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا لیکن قاسم برید نے بادشاہ کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے عرض کیا۔ "یہ قلعہ ہمیشہ یوسف عادل شاہ سے متعلق رہا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کی دل جوئی کے لیے اس قلعہ کو عادل شاہی حکمرانوں کے حوالے کر دیا جائے۔" محمود شاہ نے قاسم برید کی اس رائے کو بہت پسند کیا اور جام کھنڈی کا قلعہ کمال خاں دکنی کے حوالے کر دیا۔

بہادر گیلانی کی موت

بہادر گیلانی کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یوسف عادل شاہ دوسری طرف سے اس کے علاقے پر حملہ آور نہ ہو لہٰذا اس نے قصبہ کلنگر

میں قیام کیا، لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ محمود بہمنی اس کی سرکوبی کے لیے آ رہا ہے تو وہ مجبوراً کلبر اور پنالہ کی طرف چلا گیا اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا۔ محمود شاہ بہادر گیلانی کے صدر مقام پہنچا اور وہاں لڑائی شروع کر دی۔ گیلانی کے بہت سے امیروں نے محمود شاہ کی اطاعت کا دم بھرا اور اپنے آقا سے منہ موڑ کر محمود سے مل گئے۔ اسی دوران میں بہادر گیلانی جو بارہ سال سے اپنی بہادری کا ڈنکا بجا رہا تھا راہی ملک عدم ہوا۔

محمود بہمنی کی بیجاپور میں آمد

محمود بہمنی دریا کے کنارے کنارے سیر کرتا ہوا بیجاپور کی حدود میں پہنچا، یوسف عادل شاہ نے غضنفر بیگ اور دیگر امراء کے گروہ کو محمود کے پاس بھیجا اور اس سے بیجاپور آنے کی درخواست کی، محمود نے یہ درخواست منظور کرلی۔ اس نے قاسم برید کے مشورے سے اپنے لشکر کو تو احمد آباد بیدر روانہ کر دیا اور خود مخصوص اراکین سلطنت کے ساتھ بیجاپور روانہ ہوا۔ یوسف عادل شاہ نے محمود کا استقبال کیا اور اسے بڑی عزت و احترام کے ساتھ شہر میں لایا۔

قاسم برید کی شکایت

محمود شاہ نے ارک کے قلعے میں جو حال ہی میں بنایا گیا تھا قیام کیا، یوسف عادل شاہ نے دس روز تک بڑے شاہانہ طریقے سے محمود کی مہمان نوازی کی۔ نیز بیس ہاتھی، پچاس گھوڑے اور بہت سے دوسرے قیمتی تحفے اس کی خدمت میں پیش کیے۔ محمود نے صرف ایک ہاتھی قبول کیا اور باقی تمام چیزیں واپس کر دیں۔ محمود نے خفیہ طور پر یوسف عادل شاہ کو کہلا بھیجا "میں تمہارے تحائف قبول کرتا ہوں لیکن ان کو میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ بیدر پہنچتے ہی قاسم برید ان پر قبضہ کرے گا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم فی الحال ان تحفوں کو اپنے پاس ہی رکھو اور مجھے قاسم برید کے پنجے سے نجات دلانے کی کوشش کرو اس کے بعد یہ چیزیں میں تم سے لے لوں گا۔"

محمود شاہ کی روانگی

یوسف عادل شاہ کو یہ پیغام ملا اگر وہ چاہتا تو اسی وقت قاسم برید کو ختم کر سکتا تھا کیونکہ وہ اس وقت اس کے علاقے میں تھا لیکن یوسف نے سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا اس نے محمود شاہ کو یہ جواب بھیجا۔ "قاسم برید کو ختم کرنا بغیر فتح اللہ عماد الملک اور احمد نظام۔ بحری کی مدد کے مشکل ہے، میں تنہا کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ اس وقت تو اپنے پایہ تخت کو تشریف لے جائیں میں ان دونوں امراء کو ہموار کر کے بیدر میں جلد ہی حاضر ہوں گا۔" یوسف عادل شاہ نے خفیہ طور پر پچاس ہزار ہون محمود کو بھجوا دیئے نیز قاسم برید اور قطب الملک ہمدانی کو بیش قیمت تحفوں سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد محمود اپنے پایہ تخت کی طرف روانہ ہو گیا۔

دستور دینار حبشی خواجہ سرا کے ارادے

۹۰۱ھ میں دستور دینار حبشی خواجہ سرا نے بھی حکمرانی کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے، اس نے حسن آباد، گلبرگہ، ساغرا مینکر، النداور کنجوتی وغیرہ تمام قلعوں اور پرگنوں پر جو اس کے زیر اثر تھے مستقل طور پر قبضہ کر لیا اور خود مختار حکومت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ دستور دینار کی اصل خواہش یہ تھی کہ دکن کے سکہ اشرفی پر حبش کی سیاہی چڑھائی جائے اور وہ صاحب سکہ ہو جائے، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے نظام الملک۔ بحری سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور اسے یہ پیغام بھیجا۔

دستور کی خود مختاری

فتح اللہ عماد الملک نے یوسف عادل شاہ کی مدد سے برار پر قبضہ کر لیا ہے اور وہاں خود مختار حکومت قائم کر لی ہے۔ اسی طرح اگر میں بھی آپ کی عنایت سے شاہانہ حکومت قائم کر لوں تو کوئی تعجب کی بات نہ ہو گی۔" نظام الملک دستور دینار حبشی کو منہ بولا بیٹا بنا چکا تھا اس لیے مجبوراً اس نے دستور کا خیال کیا اور اسے ملک میں اپنا سکہ اور خطبہ جاری کرنے کی اجازت دے دی۔ دستور نے اپنے نام کا خطبہ و

سکہ جاری کرنے کے بعد قاسم برید کے عاملوں کو ملک سے نکال دیا اور بہت سے ایسے حصوں پر بھی قبضہ کر لیا جو بیدر کے زیر حکومت تھے۔

یہ عالم دیکھ کر قاسم برید بہت پریشان ہوا اس نے محمود شاہ کو یوسف عادل شاہ سے مدد حاصل کرنے کے لیے مجبور کیا' محمود شاہ نے اس رائے پر عمل کیا اور یوسف عادل کو مدد کے لیے پیغام بھجوایا- یوسف عادل نے محمود کی درخواست پر ہمدردانہ غور کیا اور غضنفر بیگ کو اپنے چند معتمد امراء کے ساتھ اس کے ساتھ بھیجا اور یہ کہلوایا- "اگر میں خود آیا تو میری آمد کی خبر سن کر نظام الملک بھی دستور کی مدد کے لیے میدان میں آ جائے گا اور یوں سارا معاملہ بگڑ جائے گا- اس لیے آپ میری غیر حاضری کو نافرمانی یا سرکشی پر محمول نہ کریں-"

دستور کی سرزنش کے لیے یوسف عادل کی روانگی

اس کے فوراً بعد ہی یہ اطلاع ملی کہ خواجہ جہاں دکنی کو جو بہادری میں سارے ملک میں مشہور تھا' نظام الملک نے دستور کی مدد کے لیے روانہ کیا ہے- اور وہ بہت تیزی سے اس طرف آ رہا ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کے ساتھ احمد نگر کی فوج کا بہترین حصہ ہے نیز یہ بھی اطلاع ملی کہ خود نظام الملک بھی پابہ رکاب ہے اور موقع کا منتظر ہے- اس صورت حال کے پیش نظر یوسف عادل شاہ اپنی روانگی کو بھی ضروری سمجھ کر فوراً چل دیا اور اپنے لشکر سے جا ملا' یوسف نے قاسم برید کو بھی طلب کیا اور دونوں مل کر دستور دینار کی سرزنش کے لیے روانہ ہوئے-

معرکہ آرائی

دستور دینار اپنے خاصہ کے آٹھ ہزار اور بارہ ہزار ملک احمد نظام الملک بحری کے فرستادہ سواروں کو ساتھ لے کر خواجہ جہاں کے ہمراہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا' فریقین میں زبردست جنگ ہوئی- اگرچہ دستور دینار نے بڑی جرات اور بہادری سے کام لیا' لیکن قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا اور وہ دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو گیا- قاسم برید نے محمود شاہ سے دستور دینار کے قتل کا فرمان لے کر اس بدترین دشمن کو قتل کرنا چاہا' لیکن یوسف عادل شاہ نے محمود شاہ سے دستور کی سفارش کر کے اس کی جان بخشی کروا دی نیز اس کی جاگیر حسن آباد گلبرگہ پر اسے بحال کروا دیا- یوسف عادل شاہ محمود سے ملاقات کیے بغیر ہی عازم بیجاپور ہوا اور دستور دینار نے بھی اپنی جاگیر کی راہ لی-

شہزادہ احمد کی شادی کا ارادہ

۹۰۳ھ میں محمود شاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ احمد کی شادی یوسف عادل شاہ کی شیر خوار لڑکی بی بی ستی سے کرنے کا ارادہ کیا' اس تقریب کے انعقاد کے لیے گلبرگہ کا انتخاب کیا گیا- محمود شاہ اور یوسف عادل دونوں اپنے اپنے علاقوں سے گلبرگہ کی طرف روانہ ہوئے- ان فرمانرواؤں کی آمد کی وجہ سے دستور دینار خوفزدہ ہوا-

دستور کی جاگیر پر یوسف کا قبضہ

انہیں دنوں یوسف عادل نے محمود شاہ سے یہ درخواست کی- "چونکہ میرے اور آپ کے مقبوضات کے درمیان دستور دینار کی جاگیر کا علاقہ حائل ہے اس لیے میں قاسم برید کا خاتمہ کرنے سے معذور ہوں- اگر آپ قاسم کے جال سے باہر نکلنا چاہتے ہیں تو اس کا واحد علاج یہی ہے کہ آپ دستور دینار کی جاگیر بھی میرے حوالے کر دیں- تاکہ میں وہاں لائق اور تجربہ کار سرداروں کو متعین کر کے کسی وقت حملہ کروں اور قاسم برید کو عین بے خبری کے عالم میں گرفتار کر لوں- یہ سب کچھ اتنی سرعت سے ہو سکتا ہے کہ نظام الملک بحری کو اس کی اطلاع بعد میں ہو گی اور اس وقت وہ قاسم برید کی مدد کرنے سے معذور ہو گا- محمود شاہ نے یوسف عادل کی درخواست منظور کر لی اور یوں دستور دینار کی جاگیر اور خزانے وغیرہ پر یوسف عادل کا قبضہ ہو گیا-

قاسم برید کا فرار

دستور نے قاسم برید کے دامن میں پناہ لی' اس موقع پر قطب الملک ہمدانی نے بھی یوسف عادل کا ساتھ دیا۔ قطب الملک کی مخالفت کی وجہ سے قاسم برید بہت زیادہ خائف ہوا وہ دستور دینار' خواجہ جہاں دکنی اور دیگر دکنی امراء کو ساتھ لے کر محمود شاہ سے علیحدہ ہو گیا اور بیدر سے فرار ہو کر الندر میں پناہ گزین ہوا۔ یوسف عادل شاہ' قطب الملک کو ساتھ لے کر دشمنوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا۔

قاسم برید کی شکست

فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں عادل شاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔ دشمنوں کے لشکر کا ہر امیر شکست کھا کر کسی نہ کسی طرف بھاگ گیا۔ لڑائی کے بعد میدان جنگ ہی میں ایک غالیچہ بچھایا گیا اور اس پر محمود بہمنی اور یوسف عادل شاہ نے بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ دونوں فرماں رواؤں میں یہ طے پایا کہ دوسرے سال احمد نظام الملک بحری اور فتح اللہ عمادی پر حملہ کر کے قاسم برید کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔

چونکہ اس معرکہ آرائی میں ملک الیاس مارا گیا تھا اس لیے یوسف عادل شاہ نے اس کی جاگیر اور منصب اس کے بیٹے میاں محمد کو بخش دی اور "عین الملک" کے خطاب سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد یوسف عادل' محمود شاہ سے رخصت ہو کر بیجاپور واپس آ گیا۔

دستور دینار پر حملہ

دوسرے سال یوسف عادل شاہ نے دستور دینار کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ احمد نظام الملک جلد از جلد دستور کی مدد کے لیے آ گیا۔ یوسف بیدر کے نواح میں پہنچا اور قطب الملک ہمدانی اور فتح اللہ عمادی سے مدد کا طالب ہوا۔ احمد نظام الملک نے جب دیکھا کہ معاملہ طول پکڑ رہا ہے تو وہ خوف زدہ ہو کر احمد نگر واپس آ گیا۔

یوسف عادل اور نظام الملک میں دوستی

اس واقعہ کے دوسرے سال یوسف عادل شاہ نے بڑی دانش مندی اور دور اندیشی سے کام لیا اور احمد نظام الملک سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے اپنی مملکت کو وسیع کرنے کا ارادہ کیا۔ یوسف نے نظام الملک کو یہ پیغام بھیجا "اس وقت موقع ہے کہ تمام فرماں روا دکن کے مختلف حصوں پر قبضہ کر کے اپنی خود مختار حکومتیں قائم کریں۔ تمہیں چاہیے کہ جلد از جلد دولت آباد' رہور' کالنہ' پونہ اور چھاکیہ پر قبضہ کر لو۔ میں دستور دینار اور عین الملک کے پرگنوں کو اپنی تحویل میں لے لوں گا۔ خداوند جہاں حبشی کی جاگیر پر عماد الملک قابض ہو جائے۔ قطب الملک تلنگانہ کو فتح کر لے' بیدر کا علاقہ مع اس کے مضافات کے قاسم برید کے قبضہ میں رہے اس کے بعد ہم لوگوں کو باہمی اتحاد و اتفاق سے رہنا چاہیے اور آپس میں کسی کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔

دکن میں انتشار

راقم الحروف مورخ "فرشتہ" عرض کرتا ہے کہ جس شخص نے دکن کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ سلطنت بہمنی کی بنیادیں جب کمزور ہوئیں تو ملک کے صوبہ داروں نے خود مختاری کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ جو شخص جس جگہ تھا وہیں اپنے آپ کو سب کچھ سمجھ کر خود مختاری کا دم بھرنے لگا۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکن میں گیارہ خود مختار حاکم پیدا ہو گئے اس اجمال کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

گیارہ خود مختار حاکم

۱۔ یوسف عادل شاہ — بیجاپور میں

۲۔ احمد نظام الملک — خسیر میں

۳۔ فتح اللہ عماد الملک	برار میں
۴۔ قطب الملک ہمدانی	تلنگانہ میں
۵۔ بہادر گیلانی	اس نے بیجاپور کے مشرق میں دریائے شور کے کنارے تک کے مشہور پرگنوں مرج و کلہر وغیرہ پر قبضہ کر رکھا تھا نیز پنالہ اور کودہ وغیرہ مضبوط قلعوں کا مالک تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ملک الیاس اور الیاس کی وفات کے بعد میاں محمد بن الیاس ان علاقوں کا حاکم ہوا۔
۶۔ دستور دینار	بیجاپور کے جنوب میں نہر مجھوارہ اور بیدر کے درمیانی پرگنوں گنجوئی' الندرا اور حسن آباد گلبرگہ وغیرہ پر قابض تھا۔
۷۔ خواجہ جہاں دکنی	یہ پرندہ اور شولاپور کے قلعوں اور اس علاقے کے دیہاتوں اور پرگنوں پر قابض تھا۔
۸۔ زین الدین علی ناس	پونہ' جھاکیہ' مجاد کوندہ اور قلعہ وندراجپوری کا حاکم تھا۔
۹۔ ملک وجیہ ملک اشرف	یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور دولت آباد کے قلعے کو سنبھالے بیٹھے تھے۔
۱۰۔ خداوند خاں حبشی	برار میں فتح اللہ عمادی کا دشمن تھا اور کلم اور قلعہ مالیور پر حاکم تھا۔
۱۱۔ قاسم برید ترک	پایہ تخت بیدر پر حاکم تھا۔

عین الملک کی طلبی

قصہ مختصر یہ کہ نظام الملک سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یوسف عادل شاہ نے سب سے پہلے میاں محمد عین الملک کو بلانے کے لیے فرمان ارسال کیا۔ یہ فرمان دیکھتے ہی عین الملک کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس کے گھر میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ اس نے یوسف عادل کو لکھا "میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں ہو سکتی کہ فرماں روائے بیجاپور مجھے اپنے دوستوں میں شمار کرے۔" عین الملک نے ایک ہفتے تک اپنے مستقر قلعہ کودہ میں عیش و عشرت کا جشن منعقد کیا اور اس کے بعد چھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر بیجاپور روانہ ہو گیا۔

دستور دینار کی تشویش

عین الملک یوسف عادل شاہ کے پایہ تخت پہنچا۔ عادل شاہ نے عین الملک کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے تازی گھوڑے تحفتاً دیئے نیز گراں بہا خلعت سے سرفراز کیا۔ عین الملک سے یوسف عادل کے اس سلوک کو دیکھ کر دستور دینار حبشی نے بھانپ لیا کہ دکن میں پھر کوئی سیاسی انقلاب آنے والا ہے۔ دستور نے امیر برید کو جو کچھ ہی دنوں سے اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا لکھا۔ "تمہیں چاہیے کہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلو اور میری اعانت کو اپنا فرض سمجھو۔"

امیر برید کو جب دستور دینار کا خط ملا تو اس نے اسی وقت دینار کی مدد کے لیے تین ہزار سوار روانہ کر دیئے۔ دستور نے دشمن کا قلع قمع کرنے کا پورا پورا ارادہ کر لیا اور نہر بھیورہ کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ مقیم ہوا۔ خواجہ جہاں دکنی بھی دستور دینار کی طرح حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اسے یوسف عادل شاہ اور احمد نظام الملک کے دوستانہ مراسم کا علم ہوا اور پتہ چلا کہ ان دونوں نے اس کے خلاف مشورے کیے ہیں لہٰذا وہ ان دونوں سے ناراض ہو کر دستور دینار کا حلیف ہو گیا اور اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

دستور کی جنگی تیاریاں

ان دنوں احمد نظام الملک دولت آباد کی فتح میں مصروف تھا اور سلطان محمود گجراتی کی طرف سے ہنگامہ خیزی کا خطرہ تھا خواجہ جہاں نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور پانچ ہزار کا لشکر لے کر دستور دینار سے جا ملا۔ دستور کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ تھی اور وہ خوب بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے لگا۔ یوسف عادل شاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے آئندہ کا لائحہ عمل بنانا شروع کیا۔ اگرچہ دشمن کی

عسکری قوت یوسف عادل شاہ سے کہیں زیادہ تھی، لیکن اس نے جنگ کی تیاریاں کرنی شروع کر دیں اور اس لڑائی کو آئندہ کی فتوحات کا پیش خیمہ سمجھا۔

یوسف عادل کا مقابلے کے لیے نکلنا

یوسف عادل نے اپنے خزانے کے دروازے کھول دیئے اور بڑی فراخ دلی سے لشکریوں میں بیجاپور کا مال غنیمت تقسیم کرنا شروع کر دیا اور وہ تزک و احتشام کے ساتھ اپنا لشکر لے کر دستور دینار کے مقابلے پر نکلا۔ یوسف نے دشمن سے پانچ کوس کے فاصلے پر اپنے خیمے نصب کیے ایک دن تو اس نے اپنی لشکر گاہ میں قیام کیا اور دوسرے دن لشکر کو تیار کر کے یوسف خود بھی گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آیا' یوسف نے دو ہزار تیراندازوں اور اتنے ہی نیزہ بازوں کو منتخب کیا اور ان میں ہر ایک کو شاہانہ نوازشات سے سرفراز کیا۔ غضنفر آقا کو اس جماعت کا سردار بنا کر ان لوگوں کو بطور مقدمہ لشکر آگے آگے روانہ کیا۔

یوسف کی حکمت عملی

یوسف عادل شاہ نے اپنے مقدمہ لشکر کو جنگ کرنے میں عجلت اور پہل سے منع کر دیا اور ہدایت کی کہ دشمن کے قریب پہنچ کر پہلے صلح کا پیغام دیا جائے۔ یوسف نے غضنفر آقا کو یہ کہا "سب سے پہلے تم کسی معتمد امیر کو دستور دینار کے پاس بھیج کر اسے عادل شاہی حکومت کے حلقہ اطاعت میں آنے کا پیغام دینا اور اسے یقین دلانا کہ اگر عین الملک کی طرح وہ بھی عادل شاہی حکومت کا حلیف ہو جائے گا تو بڑے آرام اور چین سے زندگی بسر کرے گا۔

غضنفر آقا کی روانگی

یوسف نے یہ تاکید بھی کی کہ اگر اس پیغام کو سن کر دستور دینار راہ راست پر آ جائے تو اچھا ہے ورنہ اس کی تباہی و بربادی میں کسی قسم کی کمی نہ کی جائے۔ غضنفر نے یوسف عادل شاہ کے فرمان کے مطابق عمل کیا وہ دشمن سے ایک کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا اور اس نے دستور دینار کو اطاعت و فرماں برداری کی تلقین کی۔ دستور کی قسمت میں در در کی گدائی لکھی تھی اس لیے اس نے غضنفر آقا کی نصیحت پر کوئی توجہ نہ دی اور غضنفر سے مقابلہ کرنے کے لیے چھ ہزار سواروں کے ساتھ آگے بڑھا۔ غضنفر نے جان لیا کہ یہ حبشی صلح و آشتی سے سیدھے راستے پر نہ آئے گا اس کا علاج کچھ اور ہی ہے۔ لہٰذا وہ بھی فوج کو لے کر دستور کے مقابلے پر آگے بڑھا۔

دستور دینار کی شکست

دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے آئے اور جنگ کا بازار گرم ہو گیا' ایک زبردست جنگ کے بعد دستور دینار کو شکست ہوئی اور غضنفر آقا کامیاب و کامران ہوا۔ قاصدوں نے اس فتح کی خبر جلد از جلد یوسف عادل تک پہنچائی۔ یوسف نے یہ خوشخبری سن کر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کامیابی کو آئندہ کی فتوحات کا پیش خیمہ سمجھ کر اور دستور دینار کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا اور جلد ہی اپنے مقدمہ لشکر سے جا ملا۔

دستور اور یوسف کی جنگی تیاریاں

یوسف عادل نے اپنے مقدمہ لشکر کے پاس پہنچ کر اپنی فوج کو از سر نو مرتب کیا۔ میمنہ پر غضنفر آقا' میسرہ پر حیدر بیگ ترمذی اور قلب لشکر پر مرزا جہانگیر بیگ قمی کو متعین کیا گیا۔ اس کے بعد یوسف خود قلب لشکر میں کھڑا ہوا اور اپنے لشکر کی کثرت پر مغرور ہو کر سپاہیوں میں سامان جنگ تقسیم کرنے لگا۔ دستور نے میدان جنگ میں جگہ جگہ مست ہاتھی کھڑے کیے اور توپ و تفنگ کے آلات اپنی فوج کے سامنے نصب کر کے ہندوستانی دستور کے مطابق فوج کر ترتیب دیا۔

دستور دینار کا قتل اور یوسف عادل کی فتح

طرفین جب اچھی طرح تیار ہو گئے تو معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ دونوں طرف کے بہادروں نے بڑی جرات و دلیری سے کام لیا اور میدان جنگ کو میدان حشر بنا کر رکھ دیا۔ سب سے پہلے مرزا جہانگیر بیگ قمی قلب لشکر سے نکلا اور دشمن پر حملہ آور ہوا۔ اس نے دشمن کے بے شمار سپاہیوں کو تہ تیغ کیا اس کے بعد غضنفر بیگ اور حیدر بیگ میمنہ اور میسرہ سے نکل کر دشمن کی طرف بڑھے' ایک ساتھ ہو کر دشمن کو جنگ کا مزہ چکھاتے رہے۔ آخر کار یوسف عادل کی قسمت کا ستارہ چمکا اور دستور اس لڑائی میں کام آیا۔ دستور کی فوج حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلی اور یوں یوسف عادل کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی۔

فتح کی خوشی

غضنفر بیگ کے ماتھے پر ایک پتھر لگا جس کی وجہ سے کاری زخم آیا اس نے اس زخم کی کوئی پروانہ کی اور امراء کو ساتھ لے کر یوسف عادل شاہ کو مبارک باد دینے کے لیے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تمام امراء اور لشکری فتح کی خوشی میں یوسف عادل شاہ پر دولت اور زروجواہر نثار کرنے لگے۔ اور اس کی عمرو اقبال کی ترقی کی دعائیں مانگنے لگے' یوسف نے اپنے بھائی غضنفر آقا کو گلے سے لگایا اور خود اپنے ہاتھ سے اس کی مرہم پٹی کی۔ غضنفر کو بہت مہلک زخم آیا تھا۔ اگرچہ اس کے علاج میں کوئی کسرباقی نہ رکھی لیکن کوئی تجویز کارگر نہ ہوئی اور تیسرے روز اس کا انتقال ہو گیا۔

غضنفر بیگ کا انتقال

غضنفر بیگ کی موت یوسف عادل شاہ کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ تھی' اسے عزیز بھائی کی دائمی مفارقت کا بے انتہا غم ہوا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ یوسف اور غضنفر حقیقی بھائی تھے۔ بعض انہیں رضاعی بھائی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غضنفر' یوسف عادل کی جلاوطنی کے بعد روم سے ساوہ آیا اور پھر ساوہ سے ہندوستان میں وارد ہوا۔ قصہ مختصر یوسف کو غضنفر کی موت کا بڑا صدمہ ہوا اور کئی روز تک ماتم کرتا رہا جب ذرا طبیعت بہلی تو وہ امور سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔

یوسف نے دستور کے پرگنوں حسن آباد' گلبرگہ' ساغر اور آہنکر وغیرہ پر قبضہ کر لیا' ان پرگنوں کو اس نے اپنے معتمد امراء کے سپرد کیا اور خود بیجاپور کی طرف واپس ہوا۔ وہاں پہنچ کر یوسف نے اپنے امراء و اراکین سلطنت کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ مرزا جہانگیر قمی اور حیدر بیگ کو جنہوں نے دستور سے جنگ کرنے میں بڑی سرفروشی سے کام لیا تھا اعلیٰ ترین مناصب پر فائز کیا گیا۔

مجلس جشن

۹۰۸ھ میں یوسف عادل شاہ نے ایک مجلس جشن منعقد کی اس مجلس میں سید احمد ہروی اور دیگر شیعی علماء کو مدعو کیا گیا۔ ان سب کے سامنے یوسف نے کہا: "اپنی زندگی کے ابتدائی زمانے میں جب کہ میں جلا وطن ہو کر بازاروں میں بکتا پھر رہا تھا تو حضرت خضر علیہ السلام نے خواب میں مجھے یہ بشارت دی تھی کہ خدا تعالیٰ مجھے قعر مذلت سے نکال کر تخت سلطنت پر بٹھائے گا۔ حضرت خضرؑ نے مجھے یہ نصیحت کی تھی کہ میں عنان اقتدار ہاتھ میں لے کر اپنے خدا کو فراموش نہ کروں' ہمیشہ سادات کرام اور محبان اہل بیت کی عزت و توقیر کروں اور شیعہ مذہب کو دنیا میں پھیلانے کی زندگی بھر کوشش کرتا رہوں؟

شیعہ مذہب کو رواج دینے کا عہد

میں نے اس خواب کی وجہ سے خداوند تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ بادشاہت کے درجے پر پہنچ کر بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کروں گا اور شیعہ مذہب کو رواج دوں گا۔ اس کے علاوہ تمراج کی شورشوں اور ہنگاموں کے زمانے میں جب کہ ملک اور سلطنت میرے ہاتھوں سے نکلے جا رہے تھے' میں نے دوبارہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ اگر میں دشمن پر غالب آگیا تو ملک میں شیعہ مذہب کو

رواج دینے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔

محتاط گروہ کی رائے

یہ تقریر کرنے کے بعد یوسف عادل شاہ نے اہل دربار سے ان کی رائے پوچھی' بعضوں نے بادشاہ کے خیال کو درست اور مبارک کہہ کر پوری پوری تائید کی' لیکن ایک گروہ نے احتیاط اور دور اندیشی کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض کیا کہ۔ "ابھی حضور کو حکومت قائم کیے ہوئے تھوڑا سا زمانہ ہی گزرا ہے۔ سلطنت کے اصل وارث محمود شاہ بہمنی کو ابھی برائے نام بادشاہ تسلیم کیا جاتا ہے' مزید برآں احمد نظام الملک بحری اور فتح اللہ عمادی جیسے نامی گرامی امراء سنی مذہب کے پیرو ہیں' خود حضور کے بہت سے عسکری سردار چار خلفاء کو مانتے اور حنفی عقیدہ رکھتے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ تبدیلی مذہب کے اعلان سے ملک میں کوئی نیا ہنگامہ کھڑا ہو جائے۔

شاہ ایران کی مثال

یوسف عادل شاہ نے اس دور اندیش جماعت کی رائے کو بہت غور سے سنا' تھوڑی دیر تک سوچا اور پھر کہا۔ "چونکہ میں خداوند سے عہد کر چکا ہوں اس لیے میں بد عہدی کو اپنا شعار نہ بنا سکوں گا' اس سلسلے میں جو مشکلات پیش آئیں گی ان کو حل کرنے میں خدا ہی میری مدد کرے گا۔" اتفاق سے اسی زمانے میں ایران میں شاہ اسمٰعیل صفوی بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کا خطبہ جاری کر کے ملک میں شیعہ مذہب کو رواج دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ یوسف عادل شاہ' یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے ارادے پر اور زیادہ پختہ ہو گیا۔

شیعہ مذہب کا خطبہ

اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں بروز جمعہ یوسف عادل شاہ قلعہ ارک کی جامع مسجد میں آیا۔ مدینہ منورہ کا ایک صحیح النسب سید خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر گیا' سب سے پہلے تو آذان میں کلمہ "علیا ولی اللہ" کا اضافہ کیا گیا۔ اس کے بعد بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کر کے باقی صحابہ کرام کے اسماء نکال دیئے گئے۔

عادل شاہ کی احتیاط

مورخین نے تحریر کیا ہے کہ یوسف عادل شاہ پہلا بادشاہ ہے کہ جس نے ہندوستان میں بارہ اماموں کے نام کا خطبہ پڑھوا کر ملک میں شیعہ مذہب کو رائج کیا' لیکن ان حالات میں بھی شیعوں کی یہ ہمت نہ تھی کہ وہ صحابہ کرام کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرتے۔ یوسف عادل نے بڑی احتیاط سے کام لیا اس وجہ سے تعصب کو فروغ نہ ہو سکا اور شیعہ اور سنی ایک دوسرے سے گھل مل کر رہنے لگے۔

مذہبی اتحاد

یوسف کے عہد حکومت میں شیعہ مذہب کے رواج کے بعد شیعی' حنفی اور شافعی علماء ایک دوسرے سے بڑی محبت اور خلوص سے پیش آتے تھے۔ اور آپس میں کسی قسم کا بغض اور کینہ نہیں رکھتے تھے۔ ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق اپنی اپنی عبادت گاہوں میں خداوند تعالٰی کی بندگی کرتے تھے۔ کوئی شخص اپنے فرقے کی فضیلت اور دوسرے کے فرقے کی توہین کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ علماء اور مشائخ اس اتحاد و یک جہتی کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے اور اس مذہبی اتحاد کو یوسف عادل شاہ کی حکمت عملی کا بہترین نتیجہ سمجھتے تھے۔

ایک عجیب و غریب قصہ

راقم الحروف مورخ فرشتہ کو اس موقع پر ایک عجیب و غریب اور معنی خیز قصہ یاد آگیا ہے' قارئین کرام کی تفریح طبع کے لیے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ مولانا غیاث الدین نامی ایک بزرگ گزرے ہیں جو فارس کے رہنے والے تھے وہ بہت ہی عقل مند اور فاضل شخص تھے۔ فن تاریخ اور شاعری سے انہیں طبعی لگاؤ تھا۔ شاعری میں تو وہ مسلم الثبوت استاد تھے' مناقب اہل بیت میں ان کے بہت سے قصائد ایران میں مشہور ہیں۔ مولانا غیاث الدین اگرچہ شیعہ مذہب رکھتے تھے لیکن تعصب سے انہیں کوئی کام نہ تھا وہ بہت حق گو اور حق پسند تھے' ان کا یہ دستور تھا کہ عصر کے وقت وہ شیراز کے بازار میں بیٹھ کر مرکب دوائیں فروخت کیا کرتے تھے۔ اور اچھے اشعار اور سحر آفریں جملوں اور لطائف سے اپنے خریداروں اور ملنے جلنے والوں کو خوش رکھتے تھے۔

اہل فارس کو ان کی بزرگی حق گوئی اور ان کے اعتقاد پر پورا بھروسہ تھا۔ اور حتی الامکان ان کی پوری تعمیل کرتے تھے۔ ایک روز سلطان ابراہیم نے مولانا غیاث کو طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ "موجودہ مذہبوں میں سے سب سے بہتر اور عمدہ مذہب کون سا ہے؟" مولانا نے جواباً فرمایا۔ "بادشاہ ایک گھر کے اندر رہتا ہے اور اس گھر کے بہت سے دروازے ہیں' جو شخص جس دروازے سے بھی اندر داخل ہو گا' وہ بادشاہ کی زیارت سے محفوظ ہو گا' جو شخص بادشاہ سے ملاقات کرنا چاہے اسے سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت گزاری او رباریابی کی اہلیت پیدا کرنا چاہیے' یہ مسئلہ بعد کا ہے کہ اسے کس دروازے سے بادشاہ کے گھر میں داخل ہونا چاہیے۔"

اس کے بعد سلطان ابراہیم نے مولانا سے ایک اور سوال کیا۔ "ہر مذہب اور ہر فرقے کے لوگوں میں کون سا طبقہ سب سے بہتر ہے؟" مولانا نے جواب دیا۔ "اچھے کردار کا انسان' خواہ کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو' خدا کا مقبول بندہ ہوتا ہے۔" بادشاہ کو مولانا کی یہ گفتگو بہت پسند آئی اور انہیں خلعت و انعام سے سرفراز کیا گیا۔ شیخ فرید الدین عطار نے بھی اپنی مثنوی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امراء کی ناراضگی

الغرض یوسف عادل شاہ نے جب خطبہ پڑھا اور شیعہ مذہب کو جاری کیا تو مشہور مثل "الناس علی دین ملوکھم" کے مصداق بہت سے امیروں نے یہ مذہب اختیار کر لیا' لیکن امراء کا ایک گروہ جو بہت پکا سنی اور حنفی المذہب تھا اپنے آبائی دین پر قائم رہا۔ میاں محمد عین الملک' دلاور خاں حبشی اور محمد خاں سیستانی وغیرہ بادشاہ کی اس تبدیلی مذہب سے بہت ناراض ہوئے۔ عین ممکن تھا کہ یہ لوگ کھلے بندوں یوسف عادل شاہ کی مخالفت کر کے ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرتے کہ یوسف نے بلا کر انہیں اچھی طرح سمجھایا اور کہا:

یوسف عادل کا نقطۂ نظر

"مذہب کا معاملہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے جس شخص کا جو رجحان ہوتا ہے وہ وہی مذہب اختیار کرتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم لوگ ہمیں ہمارے مذہب پر رہنے دو اور تم خود اپنے مذہب کے والہ و شیدا رہو۔ مذہب کے اختلاف کو سیاسی مخالفت کی بنیاد نہ بناؤ۔" الغرض ان امراء کو یوسف نے اچھی طرح سمجھا سمجھا کر رخصت کر دیا۔

عین الملک کی معزولی

جو امراء یوسف عادل شاہ سے ناراض ہو چکے تھے ان میں میاں محمد عین الملک بہت قوی اور صاحب اقتدار تھا۔ یوسف عادل کو اس امیر سے کچھ خوف پیدا ہوا لہذا از راہ احتیاط اس نے عین الملک کو سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کر دیا' اس کی جاگیر جو بہادر گیلانی کے بعد اسے عطا ہوئی تھی ضبط کر لی گئی اور اس کی بجائے اہنکری اور بلگوان کے پرگنے عطا کیے گئے۔

مذہبی آزادی

یوسف عادل نے تمام حنفی المذہب امراء کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی جاگیروں میں اپنے عقیدوں کے مطابق اذان دیں۔ اس کے علاوہ یوسف نے تمام حکام کو یہ فرمان بھجوا دیا کہ وہ اہل سنت کے طریقہ عبادت میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ اس سلسلے میں بادشاہ نے

بڑی احتیاط سے کام لیا جگہ جگہ ہرکارے مقرر کیے جو ذرا ذرا سی باتوں کی بادشاہ کو اطلاع کرتے۔

نظام الملک اور قاسم برید کا حملہ

اسی دوران میں احمد نظام الملک بحری اور قاسم برید جو بڑے پکے حنفی المذہب تھے یوسف عادل شاہ سے ناراض ہو گئے۔ ان دونوں نے مل کر بیجاپور پر حملہ کیا۔ سب سے پہلے قاسم برید نے گنجوئی کا پرگنہ اور دوسرے قصبوں پر (جو عادل شاہ کے قبضے میں آنے سے پہلے دستور دینار کی تحویل میں تھے) قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد احمد نظام الملک نے ایک قاصد بیجاپور روانہ کیا اور یوسف عادل شاہ سے نلدرک کا قلعہ طلب کیا جو پہلے دستور دینار کے قبضے میں تھا۔ یوسف اگرچہ اپنے متعدد عسکری امراء سے مطمئن نہ تھا' لیکن اس نے نظام الملک کے قاصد کو بہت سخت جواب دیا۔ نظام الملک کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں اور گنجوئی کے نواح پر حملہ کر کے اس پرگنہ کے قرب و جوار کو اپنے قبضے میں لے آیا۔

محمود شاہ کا ارادۂ جنگ

محمود شاہ بہمنی نے امیر برید کے مشورے سے گرد و نواح کے فرماں رواؤں کے پاس قاصد بھیج کر مدد کی درخواست کی۔ ان فرماں رواؤں میں قطب الملک' فتح اللہ عماد الملک' خداوند خاں حبشی اور ملک احمد نظام الملک بحری تھے۔ ان لوگوں سے یوسف عادل کا مقابلہ کرنے کی درخواست کی گئی۔ فتح اللہ عماد الملک اور خداوند خاں حبشی ایک دوسرے سے رنجیدہ اور خائف تھے اس لیے انہوں نے محمود شاہ سے معذرت طلب کی اور اپنے علاقوں سے باہر نہ نکلے۔

قطب الملک ہمدانی اگرچہ بباطن شیعہ تھا اور اس مذہب کی اشاعت و ترویج کا دل و جان سے خواہاں تھا' لیکن مصلحت وقت سے مجبو ہو کر تلنگانہ کے امراء کے ساتھ محمود شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک احمد نظام الملک بحری بھی خواجہ جہاں دکنی حاکم پرندہ اور زین خاں حاکم شولاپور کو ساتھ لے کر بارہ ہزار سواروں اور ان گنت توپ خانوں کے ساتھ احمد آباد بیدر پہنچ گیا۔

یوسف کی پریشانی

محمود شاہ بہمنی بھی تلنگانہ کی فوج کو تیار کر کے امیر برید کے ساتھ پایہ تخت سے روانہ ہوا اور احمد نگر کی فوج سے دو کوس کے فاصلے پر قیام پذیر ہوا۔ محمود شاہ کے ساتھ اتنا بڑا لشکر دیکھ کر یوسف عادل شاہ قدرے پریشان ہوا۔ اس نے اپنے پانچ سالہ بیٹے شہزادہ اسمٰعیل کو کمال خاں دکنی اور دیگر قابل اعتبار امراء کے ساتھ بیجاپور روانہ کر دیا۔ اور اس کے ساتھ تمام ساز و سامان اور خزانہ بھی بیجاپور بھجوا دیا۔

یوسف عادل کی روانگی بٹیر

یوسف نے دریا خاں اور فخر الملک کو حسن آباد گلبرگہ کی مہم پر نامزد کیا۔ اور خود عین الملک کے ساتھ چھ ہزار تجربہ کار سواروں کو لے کر بٹیر کی طرف روانہ ہوا۔ اس پرگنے میں پہنچ کر یوسف نے دیہاتوں اور قصبوں کو نذر آتش کرنا شروع کر دیا۔ احمد نظام الملک بحری نے جب اپنی جاگیر کو اس طرح تباہ و برباد ہوتے دیکھا تو وہ محمود شاہ کو اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد یوسف شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

مذہب شیعہ سے یوسف عادل کی توبہ

یوسف عادل شاہ دشمن کی سرگرمیوں کی وجہ سے سخت تنگ آیا۔ اور بٹیر سے دولت آباد پہنچا اس صوبے کو تباہ و برباد کر کے وہ برار کی طرف روانہ ہو گیا۔ فتح اللہ عمادی' محمود شاہ اور احمد نظام الملک بحری کے تعاقب کی وجہ سے بے حد پریشان ہوا۔ عمادی نے عادل شاہ سے کہا "احمد نظام الملک اور محمود شاہ دونوں ہی کٹر حنفی ہیں اور مذہب کا بہانہ کر کے تمہیں تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں اس وقت مجھ میں اتنی قوت نہیں ہے کہ دشمن کا مقابلہ بھی کروں اور تمہاری دوستی کا دم بھی بھروں۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ تم بظاہر شیعہ مذہب سے توبہ کر کے اور مجھ سے ناراض ہو کر برہان پور چلے جاؤ۔ [illegible]

یوسف کی برہان پور کو روانگی

یوسف عادل نے عماد الملک کی رائے پر عمل کیا اور اسی وقت ایک فرمان اس مضمون کا بیجاپور روانہ کیا کہ ملک میں بارہ اماموں کی بجائے چاروں خلفاء کا خطبہ پڑھا جائے۔ اس کے بعد یوسف عادل' عماد الملک سے ظاہری جنگ کر کے برہان پور چلا گیا۔

عماد الملک کا پیغام نظام الملک کے نام

یوسف عادل کے چلے جانے کے بعد عماد الملک نے اپنے ایک عزیز کو ملک احمد نظام الملک کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا "امیر برید کی اصل خواہش یہ ہے کہ یوسف عادل کو ختم کر کے بیجاپور پر خود قابض ہو جائے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک عادل اور برید ایک ہی جیسے ہیں' لیکن برید کا کردار ہم پر پوری طرح واضح ہو چکا ہے وہ پانچ کوس علاقے کا مالک ہے' لیکن اس نے محمود شاہ کو شاہ شطرنج بنا کر بہمنی خزانہ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ وہ ہمارے خلاف جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن ہم اس کے سامنے کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر بیجاپور جیسے وسیع ملک پر برید کا قبضہ ہو گیا تو پھر ہمارا اور ہماری اولاد کا دکن میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔"

"دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں کی زندگی سپاہیانہ انداز سے گزرتی ہے۔ دوسروں کے مذاہب اور عقائد سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں' قیامت کے روز ہر شخص اپنے عقیدے کا جواب دہ ہو گا' یوسف عادل شاہ نے میرے سامنے شیعہ مذہب کو ترک کر کے اہل سنت کا عقیدہ اختیار کر لیا ہے اور ایک فرمان کے ذریعہ اہل بیجاپور کو شیعہ مذہب اختیار کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس صورت حال میں میرے نزدیک یہ نامناسب ہے کہ سب مل کر یوسف عادل شاہ پر حملہ کریں اور محمود شاہ کے پردے میں امیر برید کی خواہش کو پورا کریں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم سب اس معاملے سے الگ ہو جائیں اور اپنے اپنے ملک واپس چلے جائیں۔"

احمد نظام اور قطب الملک کی برید سے علیحدگی

ملک احمد نظام الملک اور قطب الملک ہمدانی سیاسی امور میں فتح اللہ عمادی کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ان دونوں نے عمادی کے مشورے پر عمل کیا اور راتوں رات اپنے ملک کو روانہ ہو گئے' دوسرے روز صبح میدان جنگ خالی نظر آیا۔ محمود شاہ اور امیر برید نے زمانے کے انقلاب کو حیرت کی نظروں سے دیکھا۔ ان دونوں نے بیجاپور کی مہم کے لیے فتح اللہ عمادی سے مدد مانگی اور اس کے پاس ایک قاصد روانہ کیا۔ عمادی ادھر ادھر کی باتوں سے محمود اور برید کے قاصد کو ٹالتا رہا اور خود ایک قاصد یوسف عادل شاہ کے پاس بھیج کر اسے بلوایا۔ یوسف آیا دونوں سرداروں نے فوج کو ترتیب دیا اور برید و محمود سے معرکہ آرا ہونے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یوسف کا دوبارہ شیعہ مذہب کو رواج دینا

محمود شاہ اور امیر برید نے جو ان لوگوں کے آنے کی خبر سنی تو وہ دونوں سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے اپنا تمام ساز و سامان میدان جنگ ہی میں چھوڑا اور احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہو گئے۔ یوسف عادل شاہ نے دشمن کے لشکر کو تباہ و برباد کیا اور فتح اللہ عمادی سے رخصت ہو کر بیجاپور واپس آیا۔ اور یہاں اس نے دوبارہ مذہب شیعہ کو رواج دیا اور بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کیا۔

شاہ ایران کو مبارک باد

یوسف عادل شاہ نے مشہور امراء عین الملک کنعانی' کمال خاں دکنی اور فخر الملک ترک کو شاہانہ عطیات سے سرفراز کیا۔ سید احمد ہروی کو ایران کے فرمانروا شاہ اسمٰعیل صفوی کی خدمت میں روانہ کیا۔ یوسف نے شاہ ایران کو بہت سے بیش قیمت اور نادر تحفے بھیجے اور اسے ایران میں شیعہ مذہب کو رواج دینے پر خلوص دل سے مبارک باد دی۔ نیز اپنے شیعہ ہونے اور بیجاپور میں بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کرنے کی اسے خوشخبری سنائی۔

اندرا پور کا سفر

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے اپنی تمام زندگی ملک کی بہبودی اور رعایا پر عدل و انصاف سے حکومت کرنے میں صرف کر دی۔ اس نے صرف دو مرتبہ پایہ تخت بیجاپور سے سفر کیا۔ پہلا سفر تو سیرو تفریح اور شکار کی غرض سے تھا' یوسف عادل شاہ شکار کے لیے اندرا پور گیا۔ دو تین مہینے وہاں عیش و عشرت سے بسر کیے اور واپس بیجاپور آ گیا۔

عیسائیوں کی سرزنش

دوسرا سفر اس نے بندر گوہ کا کیا اس کا مقصد غیر مسلموں کی سرزنش تھی۔ ۹۱۵ھ کے آخر میں کچھ عیسائی اچانک بندر گوہ پہنچ گئے۔ انہوں نے بندرگاہ کے حاکم کو غافل پا کر وہاں کے بے شمار مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور بندرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف کو جب اس واقعہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے خاصہ کے دو ہزار سوار جن میں دکنی بھی تھے اور غیر ملکی بھی ساتھ لیے اور بندر گوہ پر لشکر کشی کی' پانچ روز بعد عادل شاہی لشکر بندر گوہ پہنچ گیا۔ یوسف نے عیسائیوں کو غافل پا کر قلعے پر حملہ کر دیا اور دربانوں کو قتل کر کے قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

اہل قلعہ اس آفت ناگہانی سے قطعاً بے خبر تھے۔ عادل شاہی لشکر کو اپنے سر پر موجود پا کر وہ حواس باختہ ہو گئے۔ عیسائیوں نے جان بچانے کی بہت کوشش کی' لیکن ان میں اکثر مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ جو موقع پا کر بچ نکلے وہ کشتیوں کے ذریعہ مسلمانوں کی دسترس سے بھاگ گئے' یوسف عادل شاہ نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ یہ قلعہ آج تک مسلمانوں کی تحویل میں ہے یوسف نے یہ قلعہ اپنے معتمد امراء کے سپرد کیا اور خود بیجاپور واپس آ گیا۔

یوسف کا انتقال

یہ مہم یوسف عادل شاہ کی زندگی کی آخری مہم تھی' اس کے بعد پھر کبھی بادیہ پیمائی کی نوبت نہ آئی۔ یوسف نے بیس برس اور دو مہینے تک بڑی خوش اسلوبی اور استقلال سے حکومت کی ۹۱۶ھ میں ایک مرض میں مبتلا ہو کر اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس کی وصیت کے مطابق لاش کو قصبہ کرگی میں شیخ جلال المشہور بہ شیخ چندا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ یوسف کو اس بزرگ سے بے انتہا عقیدت تھی۔ یوسف نے پچھتر سال کی عمر میں دنیا کو خیرباد کہا۔ ذیل کے مصرعہ سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے ؎

"بگفتا نماندہ شہنشاہ عادل"

نظام الدین احمد الحسینی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یوسف عادل شاہ نے ۹۰۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا' لیکن یہ روایت غلط معلوم ہوتی ہے ہمارے نزدیک یہ واقعہ ۹۱۶ھ کا ہے اور یہی سال ہم نے اوپر درج کیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ چندا کا سلسلہ نصب حضرت امام زین العابدینؒ تک پہنچتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جلال الدین چندا ابن جہاں بن خضر بن محمد بن احمد بن یحییٰ بن زید بن حسین بن سراج الدین بن شرف الدین بن زید ابو الحسن بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید ابو الحسن بن علی بن حسین اصغر بن امام زین العابدین' چونکہ شیخ چندا شیعہ تھے اس لیے یوسف عادل شاہ ان سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ یہ محبت پیری اور مریدی کے رشتہ میں ڈھل گئی' تو یوسف کو شیخ صاحب سے پہلے سے کہیں زیادہ عقیدت ہو گئی۔ شیخ صاحب کی اولاد اب بھی دکن میں موجود ہے' ان کی نسل کے بعض لوگ شیعہ ہیں اور بعض سنی۔

شاہ طاہرؒ کا بیان

راقم الحروف "فرشتہ" نے نظام شاہیوں کے پایہ تخت احمد نگر میں شاہ طاہرؒ کا ایک مجموعہ خود انہیں کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے اس میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ "میں عتاب شاہی ...

کوده پر لنگر انداز ہوا اور میں کچھ دنوں تک اس بندرگاہ میں رہا- یہیں میری ملاقات سید احمد ہروی سے ہوئی' سید صاحب" ایک ضعیف العمر بزرگ تھے- ان کی زندگی کا بڑا حصہ یوسف عادل شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی ملازمت اور دربار داری میں گزرا تھا-"

سید صاحب کی گفتگو شیریں اور صورت بہت اچھی تھی جس پر تقدیس کا نور برستا تھا وہ علوم و فنون میں بڑی اچھی مہارت رکھتے تھے۔ وہ یوسف و اسمٰعیل دونوں ہی کے زمانہ ہائے اقتدار میں منصب صدارت پر فائز رہ چکے ہیں میں جب تک بندرکودہ میں رہا سید احمد صاحب" سے برابر ملاقات کرتا رہا- وہ دلچسپ قصوں اور رنگین لطائف سے میری دل جوئی کیا کرتے تھے اور رنج و الم کو میرے پاس نہ آنے دیتے تھے-

یوسف کا کردار

سید احمد صاحب" نے گفتگو کے دوران میں اکثر یہ کہا ہے کہ یوسف عادل شاہ بہت ہی تجربہ کار اور دور اندیش بادشاہ تھا- وہ بہادری' دلیری' سخاوت عدل و انصاف اور علم و بردباری میں اپنی مثال آپ تھا- ذاتی اوصاف کے علاوہ علمی کمالات سے بھی وہ بہرہ مند تھا- خوش خطی' علم عروض اور شاعری میں اسے بڑی خاصی مہارت حاصل تھی' طنبور و عود کو بڑی اچھی طرح بجاتا تھا اور اس فن کے استادوں کی بہت قدر کرتا تھا-"

علم دوستی

یوسف کی محافل میں ہمیشہ شعرائے قدیم کے اشعار پڑھے جاتے تھے- وہ خود بھی کبھی کبھار شعر کہا کرتا تھا یوسف اگرچہ عیش و عشرت پر جان چھڑکتا تھا لیکن وہ ہمیشہ ایسے ہی مشاغل میں کھویا نہ رہتا تھا بلکہ امور سلطنت اور حکمرانی کے فرائض انجام دینے میں بھی بڑی محنت اور توجہ سے کام لیتا تھا- اس کی دانش مندی اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک لمحے کے لیے بھی رعایا کی حالت سے بے خبر نہ ہوتا تھا- وہ ہمیشہ اپنے اہل دربار اور اراکین سلطنت سے دیانت' سخاوت' ایمان داری اور عدل و انصاف کی خوبیاں بیان کیا کرتا تھا اور اپنے ماتحتوں کو یہ صفات اختیار کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا-

حسن و جمال' رعب و دبدبہ

یوسف عادل شاہ کے تزک و احتشام اور ظاہری دبدبے کا یہ عالم تھا کہ کسی شخص کو اس کے سامنے بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی- صورت کے حسن نے اس کے رعب کو اور زیادہ باوقار بنا دیا تھا- بڑھاپے کے زمانے میں بھی لوگ اس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے کے لیے دور دور سے آیا کرتے تھے' جس روز یوسف کی سواری نکلتی تھی تو ان گنت لوگ سر راہ کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ بادشاہ کے حسن و جمال سے محظوظ ہوں-

اہل علم کی قدر دانی

یوسف عادل شاہ نے اپنے زمانہ اقتدار میں ایران' توران' عرب اور روم جیسے ممالک میں خطوط بھیج کر وہاں کے فضلا' علماء' اہل ہنر' اہل سیف اور اعلیٰ قابلیتوں کے لوگوں کو بیجاپور میں بلوایا اور ان کی ایسی خاطرداری کی کہ ان سب نے اپنے وطنوں کو خیرباد کہہ کر ساری زندگی یوسف کے سایہ لطف و کرم میں گزار دی-

مکٹ و راؤ مرہٹہ پر لشکر کشی

یوسف نے قلعہ ارک کو از سرنو چونے اور اینٹ سے تعمیر کروایا- شاہ طاہر" نے لکھا ہے کہ یوسف نے اپنے عہد حکومت میں ایک بار پرگنہ اندراپور کا دورہ کیا' یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ مکٹ راؤ مرہٹہ اور اس کا بھائی امرائے محمود شاہی کے گروہ میں شامل ہیں- اور عادل شاہ کی دست برد سے بچنے کے لیے ایک گروہ کے ہمراہ پہاڑی علاقے میں پناہ گزیں ہیں- یوسف نے دو ہزار سپاہیوں کی ایک جمعیت

مکٹ راؤ اور اس کے ساتھیوں کی سرزنش کے لیے روانہ کی۔ ہندوؤں نے عادل شاہ کی اطاعت سے انکار کیا۔ عادل شاہی لشکر نے دشمن کا ساز و سامان خوب جی کھول کر لوٹا اور ان کی بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا۔

اولاد

ان قیدیوں میں مکٹ راؤ کی ایک سولہ سالہ بہن بھی تھی' جو عقل و خرد اور حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھی۔ یوسف نے اس لڑکی کو اپنے حرم میں داخل کیا اسے مسلمان کر کے اس سے نکاح پڑھوا لیا اور پونجی خاتون نام رکھا۔ اس عورت کے بطن سے یوسف کے چار بچے ہوئے۔ ایک بیٹا اسماعیل جو یوسف کے بعد تخت نشین ہوا اور تین بیٹیاں۔

۱۔ مریم سلطان جو برہان نظام شاہ سے بیاہی گئی۔

۲۔ خدیجہ سلطان' جس کی شادی شیخ علاؤ الدین عماد الملک سے ہوئی اور

۳۔ بی بی ستی زوجہ احمد شاہ بہمنی۔

اسمٰعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ

یوسف عادل شاہ کا جب انتقال ہوا تو عنان حکومت اس کے فرزند اسمٰعیل عادل شاہ کے بجائے کمال خاں سرنوبت نے سنبھالی' کیونکہ اسمٰعیل عادل شاہ ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا اور حکومت کا نظام اور سلطنت کا کاروبار اس کے بس کی بات نہ تھی۔ کمال خاں سلطان محمود بہمنی کے امراء میں کافی شہرت کا حامل تھا۔ یوسف عادل شاہ نے کمال خاں کو طلب کر کے اسے کافی اطمینان دلایا اور سرنوبت کے عہدے پر مقرر کیا۔ تمراج کی جنگ میں کمال خاں نے جس بہادری اور شجاعت و کمالات کا مظاہرہ کیا تھا اس نے دربار عادل شاہی میں کمال خاں کی عزت کو اور بڑھا دیا تھا۔ یوسف عادل شاہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کمال خاں کو سرنوبت کے عہدہ کے علاوہ وکیل سلطنت بھی مقرر کر دیا تھا۔ ساتھ ہی حیدر بیگ' فخرالملک' میرزا جہانگیر' دریاخاں اور دیگر امراء و روساء کو یہ تاکید بھی کی تھی کہ وہ سب کمال خاں کے ساتھ مل جل کر کام کریں اور اس کے ساتھ روا داری اور اخلاص کو برقرار رکھیں۔ یوسف عادل شاہ کے انتقال کے بعد ان تمام امراء و روساء نے اپنے مرحوم بادشاہ کی وصیت اور ہدایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کمال خاں کے ساتھ تعاون اور اتحاد رکھا' یہاں تک کہ ملک کے تمام مالی اور سیاسی اختیارات اس کے ہاتھ میں آ گئے اور وہ اس لحاظ سے ایک خود مختار اور آزاد حاکم بن گیا۔

نظام حکومت

کمال خاں نے اپنی حکومت کا آغاز بڑی اچھی طرح سے کیا امور سلطنت کی انجام دہی میں اپنی پوری کارکردگی' نفاست اور ذہانت کا ثبوت دیا۔ تمام ریاست میں خلفائے راشدین کا خطبہ پڑھوایا اور شیعہ مذہب کے تمام رواج' طور طریقے اور رسوم کو ریاست میں جاری رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ کمال خاں نے دربار عادل شاہی سے وابستہ تمام امراء اور رؤساء کی عزت اور احترام میں کوئی کسر نہ چھوڑی' غرض کہ ہر چھوٹے بڑے' ادنیٰ و اعلیٰ اور ہر خورد و کلاں کو اپنا دلدادہ بنا لیا۔ انتظام سلطنت کو اعلیٰ پیمانہ پر چلانے اور نظام حکومت کو بہتر بنانے کے لیے اس نے عماد شاہی' قطب شاہی' نظام شاہی اور برید شاہی' جیسی ریاستوں کے امراء و رؤساء کے ساتھ دوستی کی' ان کا تعاون حاصل کیا اور ان سے نہایت مفید اور کار آمد مشورے لیے۔ فرنگیوں نے قلعہ کووہ کے قلعہ دار کو رشوت دی اور یوسف عادل جب واپس آیا تو انہوں نے اس قلعہ کو اپنی حراست میں لے لیا' یہاں تک کہ اسمٰعیل عادل شاہ کے آغاز عہد میں اس قلعہ پر فرنگیوں کا قبضہ ہو گیا۔ کمال خاں اور فرنگیوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا اور وہ یہ کہ فرنگی کسی صورت میں بھی اپنی سلطنت کی توسیع کے لیے کوشش نہیں کریں گے' نہ ہی انہیں عادل شاہی حکومت کے قرب و جوار میں کسی قسم کا خوف و ہراس یا اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کی اجازت ہو گی۔ وہ صرف قلعہ پر قابض رہیں گے یہی وجہ ہے کہ ابھی تک اس قلعہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہے۔ عیسائیوں کی اس صلح اور قرب و جوار کے امراء کے تعاون نے کمال خاں کو امور سلطنت کی انجام دہی میں بڑی مدد دی اور وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے لگا۔ ایک ہی سال گزرا تھا کہ فخرالملک اور دریا خاں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہی۔ کمال خاں نے ان امراء کی جائیداد کو اپنے اعزاء اور اقرباء نیز اپنے فرزندوں میں منقسم کیا۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک کا ایک علیحدہ دربار بن گیا۔ علاوہ ازیں ان لوگوں کو میرزا جہانگیر اور حیدر بیگ کی جائیداد کے چند پرگنے بھی تفویض کیے گئے۔ یہاں تک کہ وہ تمام جائیداد اور جاگیریں جو براہ راست عادل شاہی امراء سے تعلق رکھتی تھیں' ان کی وفات کے بعد یا ان میں سے کسی جرم کے ارتکاب پر کمال خاں اپنے خیر خواہوں کو تفویض کر دیتا۔ اس طرح کمال خاں نے اپنے مختصر عرصہ حکومت میں ملک میں اچھی خاصی حیثیت حاصل کر لی' اب وہ ایک طاقت ور حکمران بن چکا تھا۔ اس نے

توسیع سلطنت کے لیے مختلف ذرائع پر غور کیا۔

کمال خاں پر خود مختار ہونے کا ایسا نشہ چڑھا کہ اب وہ ہر وقت اس فکر میں لگا رہتا کہ کسی نہ کسی طرح سے ملک کے تمام زرو مال پر قابض ہو جائے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب امرائے دکن کے نزدیک یہ بات قابل ستائش تھی۔ بلکہ وہ اس عمل کو دکن کے حکمرانوں کے لیے ایک نیک فال سمجھتے تھے۔ ایسی مثالیں بکثرت ہیں جہاں محکوم حاکم پر غالب آ گئے ہیں اس کا آغاز تمراج کے ذریعہ ہوا۔

سیو رائے راجہ بیجانگر کا فرزند جب سن بلوغ کو پہنچا تو تمراج نے اسے زہر کے ذریعہ قتل کروا دیا۔ اور اس کے بجائے اس کے چھوٹے بھائی نے عنان حکومت سنبھالی۔ پھر یوسف عادل شاہ کی شکست کے موقع پر خود بھی ختم ہو گیا۔ اس طرح تمراج نے بہت سے امراء کو اپنا خیر خواہ اور مدد گار بنایا اور خود بادشاہ بن بیٹھا جیسا کہ سطور بالا میں تحریر کیا گیا۔ اسی طرح سے محمود شاہ بہمنی کو قتل کر کے قاسم برید ترک اور دیگر امراء ملک پر قابض ہو گئے اور اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔

کمال خاں چونکہ انہیں اساتذہ کا شاگرد رہ چکا تھا اور ان تمام حالات اور واردات کو بخوبی جانتا تھا لہٰذا اس نے بھی دولت و عزت کی تمنا میں قاسم برید کی راہ کو اپنایا۔ اس نے قاسم برید کو اطلاع کرائی کہ اس کے پاس ہر طرح سے سامان شاہی موجود ہے۔ اس وقت احمد نگر کا والی بھی کمسن ہے اور والی برار فتح اللہ عمادی بھی اپنے ایام شباب میں رنگ رلیاں منانے میں مصروف ہے یہ موقع بڑا بہترین موقع ہے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ آپ مجھے اپنا بہی خواہ اور مخلص سمجھ کر حکام دکن میں میرا شمار کرائیں اور اس طرح سلطنت کو پھیلانے میں کوشش کریں۔ امیر قاسم برید جو ایک عرصہ سے اس قسم کا موقع تلاش کر رہا تھا فوراً راضی ہو گیا اور اس طرح دونوں طرف سے ایک معاہدہ عمل میں آیا اور وہ یہ کہ قاسم برید ترک دستور دینار کی جاگیر اپنے قبضہ میں رکھے اور اس طرح بیجاپور کا جو حصہ بچ جائے اس پر کمال خاں اپنا تسلط جمالے۔ گرم سلائی کے ذریعہ اسمٰعیل عادل شاہ کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں اور ممکن ہو تو اسے قبر میں اتار دیا جائے۔ نیز خواجہ جہان کا بھائی جو قلعہ شولا پور پر قابض ہے اسے کمال خان سرنوبت اپنی حراست میں لے لے۔ ان تمام کاروائیوں' شرطوں اور پیام کے بعد مقصد براری کا آغاز ہوا۔ محمود شاہ بہمنی کو اس کے مکان میں مقید کر دیا گیا اور قاسم برید نے فوج کو منظم کر کے حسن آباد گلبرگہ کا رخ کیا۔ ادھر بیجاپور کے قلعہ ارک میں کمال خاں نے اسمٰعیل عادل شاہ کو مع اس کی والدہ مسماۃ پونجی خاتون کے مقید کر دیا اور اپنے فرزندوں کو ان کی حفاظت پر معمور کر کے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ شولا پور کا رخ کیا۔ تین ماہ تک کمال خاں شولا پور کو اپنی حراست میں لیے رہا۔ جب زین خاں کو ملک احمد نظام الملک بحری اور خواجہ جہاں کی طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے اپنی جان اور مال کی حفاظت کے لیے کمال خاں سے درخواست کی اور قلعے کو مع ساڑھے پانچ پرگنوں کے اس کی تحویل میں دے دیا۔

ان ساڑھے پانچ پرگنوں کے اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب امرائے دکن والی احمد آباد بیدر کا معاملہ صاف کر چکے تو ان میں سے قریب قریب ہر امیر نے ایک ریاست کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اس طرح خواجہ جہاں دکنی حاکم پرندہ کو گیارہ پرگنے ملے' اس کا بھائی جو اس وقت قلعہ شولا پور کا وارث تھا اور جس کو زین خاں کے نام سے یاد کیا جاتا تھا' اس نے احمد آباد بیدر کا رخ کیا اور سلطان محمود بہمنی سے ایک اس قسم کا حکم جاری کرانے کی سعی کی کہ قلعہ شولا پور اور خواجہ جہاں کی جائیداد کے آدھے رقبے کا اسے حکمران بنایا جائے' لیکن احمد نظام شاہ بحری کے تعاون اور اس کی کوشش سے خواجہ جہاں دکنی نے زین خاں کو صرف قلعہ شولا پور کا حاکم بنائے رکھا۔ اور سلطان کے فرمان اور حکم سے مستفید ہونے کا موقع نہیں دیا' اس طرح اس کی آدھی جائیداد پر زین خاں قابض نہ ہو سکا۔

جب احمد شاہ نظام کا انتقال ہو گیا اور والی ریاست یوسف عادل شاہ ہوئے تو انہوں نے مرحوم شاہ کے فرمان کے مطابق زین خاں کی ہمت افزائی کے طور پر خواجہ جہاں دکنی کو ساڑھے پانچ پرگنے تفویض کر دیے۔ دراصل یہی پرگنے نظام شاہی اور عادل شاہی حکومتوں کے مابین نزاعی مسائل بن کر کھڑے ہو گئے کیونکہ ان کے محاصل کی رقم تین لاکھ ہون تھی آگے اس کا ذکر آئے گا۔ الغرض قلعہ نصرت آباد'

ساغر اور اتیکر پر امیر قاسم برید کا قبضہ ہو گیا- اس طرح نہر بھبورہ کے دوسری جانب کے سب دیہات اور قصبوں پر عادل شاہی حکومت کا تسلط ختم ہو گیا اور ان تمام علاقوں پر امیر قاسم برید ترک کی حکومت قائم ہو گئی' ساتھ ہی اس نے گلبرگہ کو اپنی حراست میں لے لیا- اس عرصہ میں اسے خبر ملی کہ شولا پور بھی فتح ہو چکا ہے' لہٰذا اس نے کمال خاں کو مبارک باد کا پیغام بھیجا' اس سے کمال خاں کے حوصلے اور بلند ہو گئے- اور اس کے عزائم کو بڑی تقویت پہنچی وہ نہایت متکبرانہ انداز میں بیجاپور پہنچا اور اسمٰعیل عادل شاہ کو پھر موقع دیا کہ وہ رعایا کا سلام لے اس طرح کمال خاں نے از سر نو اپنی حکومت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش کی-

امراء کے عہدوں میں تبدیلیاں

کمال خاں نے مغل امراء کی برطرفی کا حکم جاری کیا پہلے پہل مغلوں کی تعداد تین ہزار پر مشتمل تھی اب صرف تین سو رہ گئی- جن مغلوں کو برطرف کیا گیا تھا ان کے متعلق کمال خاں نے ایک اور حکم نامہ جاری کیا اور وہ یہ تھا کہ کوئی برطرف یا معطل مغل اس کی ریاست میں نہ پایا جائے- اگر ایسا ہوا تو اس کی جان و مال کی ضبطی ہو جائے گی اور اس کی خیر بھی نہیں- اس حکم کے اجراء نے مغلوں میں خوف و حراس پیدا کر دیا وہ بہت زیادہ بے اطمینان اور اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگے' بلکہ جگہ بہ جگہ منتقل ہو گئے- کمال خاں کے اس اقدام نے اسے بڑی حد تک سکون بخشا اور جب اسے کسی شخص سے کوئی خطرہ نہ رہا تو اس نے نظام شاہی خاندان کے اصولوں کو شمع راہ بنایا اور توسیع سلطنت کے پیش نظر ہر شخص کے عہدوں میں اضافہ کرنا شروع کیا- اس طرح جن امراء کے پاس کم جاگیریں تھیں انہیں زیادہ اور جن کے عہدے کم تھے انہیں عہدوں میں ترقی دی گئی- کورہ راوت کی جب ۹۱۷ ہجری میں مردم شماری کرائی گئی تو اس سے یہ اندازہ ہوا کہ فوج میں دکنیوں اور حبشیوں کی کل تعداد بیس ہزار ہے-

تخت نشینی کے لیے کمال خاں کا تیار ہونا

مردم شماری کے بعد کمال خاں نے اپنے ہمدرد مونس اور غمخوار احباب و اقربا سے اپنی تخت نشینی کی بابت مشورہ طلب کیا سب نے یہی مشورہ دیا کہ کمال خاں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے لہٰذا اسے جتنی جلد ممکن ہو تخت نشین ہو جانا چاہیے- غرض نجومیوں کو طلب کیا گیا تخت نشینی کا وقت معلوم کیا گیا- نجومیوں نے کمال خاں دکنی سرنوبت کو بتایا کہ اسے مہینے کے تقریباً پندرہ یوم تک اپنا تحفظ کرنا چاہیے کیونکہ سیاروں کی گردش کمال خاں کے حق میں مفید نہیں ہے- اس طرح کمال خاں کو مشورہ دیا گیا کہ وہ سولہوے دن تخت سلطنت پر بیٹھیں اور جلوس نکالیں-

قلعہ ارک میں کمال خاں کا قیام

نجومیوں کی پیش گوئی نے کمال خاں کو بہت زیادہ خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا- لہٰذا اس نے قلعہ ارک کو اپنی جان کی حفاظت کے لیے منتخب کیا اور دوسری تمام جگہوں سے اسے بہتر سمجھا- اس نے تہیہ کیا کہ وہ اپنے خراب ایام کو اسی قلعہ ارک میں بسر کرے گا- غرض اس نے بیجاپور کے تمام معاملات کو ان لوگوں کے حوالے کیا جن پر اسے پورا پورا اعتماد تھا- اس نے سوچا کے انسانی تدبیریں خدا کے لکھے ہوئے کو مٹا سکتی ہیں لہٰذا قلعہ ارک کے ایک نہایت اطمینان بخش مقام کو اپنا مسکن ٹھہرایا- اس نے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے فرزند صفدر خاں سے رجوع کریں- درد سر اور بخار کے بہانے سے لوگوں کو ملنے سے روکا اس عرصہ میں کسی شخص سے اس نے کوئی تعلق نہ رکھا-

کمال خاں کو قتل کرنے کی تیاری

عادل شاہی محل میں کمال خاں کے سولہوے دن تخت سلطنت کے جلوس کی خبر پہنچتے ہی بیگمات کو بہت صدمہ ہوا- اللہ تعالیٰ کو اس معزز خاندان کا چراغ روشن رکھنا مقصود تھا مسماۃ پونجی خاتون والدہ اسمٰعیل عادل شاہ کو ایک ترکیب سوجھی- اس نے یوسف ترک کو جو

اس کے بیٹے کا اتالیق تھا بلا کر بے ثباتی عالم کا سبق پڑھایا۔ اس نے یوسف ترک کو بتایا کہ انسان بہرحال خدا کا بندہ ہے وہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو خدا کے حوالے کرتا ہے تم بھی اپنی عزیز جان کی پروانہ کرتے ہوئے اس موذی کمال خاں کو موت کے گھاٹ اتار دو۔ یوسف ترک نے قسم کھائی اور اس کام کی تکمیل کو اپنے حق میں باعث صد افتخار سمجھا اس نے کہا کہ اگر وہ تنہا کسی کے کام آ سکتا ہے اور اس سے ہزاروں کا فائدہ ہو سکتا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ ساتھ ہی اس نے مسماۃ پونجی خاتون سے استفسار کیا کہ وہ تنہا بیس ہزار دکنی اور حبشی فوجوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے اور کس طرح ان پر قابو پا سکتا ہے لیکن پونجی خاتون نے اسے مشورہ دیا کہ اگر وہ دل لگا کر اور ڈٹ کر مقابلہ کرے اور اپنی جان کو خدا کے حضور میں پیش کرنے کی ہمت کرے تو یقیناً وہ بڑی آسانی کے ساتھ بہت اچھی طرح سے کمال خاں کی جان لے سکتا ہے۔

یوسف ترک کا عزم قتل

پونجی خاتون کی باتیں سن کر یوسف ترک یوں گویا ہوا کہ میں اس پر پورا یقین رکھتا ہوں کہ کمال خاں بادشاہ بنتے ہی مجھے مار ڈالے گا لہٰذا کیوں نہ میں اپنے خدا کے حضور میں جان کا نذرانہ پیش کر کے وفا داروں میں اپنا نام لکھواؤں اور حیات جاوید پاؤں۔ تم دشمن کی پسپائی کی راہ بتاؤ تاکہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں اور بجائے اسمٰعیل کے اپنا سر کٹواؤں۔

مسماۃ پونجی کی تدبیر

پونجی خاتون نے یوسف ترک کو بتایا کہ وہ شاہی محل کی ایک عورت کو جو کمال خاں کی خیر خواہ ہے، کمال خاں کے پاس اس کی خیریت دریافت کرانے کے لیے بھیجی گی اور اسی کے ساتھ یوسف ترک کو کردے گی۔ یہ عورت چونکہ کمال خاں کی طرف سے شاہی محل کے تمام پوشیدہ راز معلوم کرنے کی غرض سے متعین تھی۔ لہٰذا اس کو کمال خاں کے پاس بڑی آسانی سے روانہ کیا جا سکتا ہے اور ایک ایسی ترکیب سے کام لیا جا سکتا ہے کہ حریف یوسف ترک کا استقبال بھی کرے اور خود پان بھی پیش کرے، لیکن یوسف ترک کو بڑی ہمت اور جرات سے کام لے کر اپنے لہو سے چہرے کا رنگ سرخ بھی کرنا ہو گا اور خنجر کے ذریعہ حریف کا خاتمہ بھی' یوسف ترک نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ بوڑھی عورت کو بلا کر پونجی خاتون نے کمال خاں کی تعریف و توصیف کی۔

کمال خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ

پونجی خاتون نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بوڑھی عورت کو بتایا کہ جب سے یوسف عادل شاہ کا انتقال ہوا ہے اسے ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اس کا فرزند اسماعیل ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا ہے۔ دنیا کے اونچ نیچ سے نابلد ہے، کہیں ملک پر احمد شاہ بحری کا قبضہ نہ ہو جائے' لیکن خدا کا شکر ہے کہ عنان حکومت کمال خاں نے سنبھال لی ہے اور اب کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے' ورنہ عادل شاہی امراء میں کسی امیر میں اتنی جرات نہیں تھی کہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر دولت خانہ شاہی کا تحفظ کرتا اوھر دو تین یوم سے کمال خاں کی علالت کی خبر سن کر دل کو از حد فکر ہے کیونکہ کمال خاں پونجی خاتون کو اپنے فرزند سے زیادہ پیارا ہے۔ پونجی خاتون نے بوڑھی عورت کو بارہ ہزار ہون دے کر کہا کہ ان کو کمال خاں کے سر سے اتار کر فقراء میں تقسیم کر دو۔

بوڑھی عورت کے ہمراہ یوسف ترک کی روانگی

بوڑھی عورت تھوڑی دور جانے ہی پائی تھی کہ پونجی خاتون نے اسے بلا کر کہا کہ یوسف ترک کو بھی ہمراہ لیتی جاؤ کیونکہ یہ حج کا ارادہ کر چکا ہے مگر اسے ڈر ہے کہ اس کا حج اس وقت تک قبول نہ ہو گا جب تک کہ کمال خاں اس کو خوشی کے ساتھ اجازت نہ دے دیں۔ تمہیں چاہیے کہ اس بات کی کوشش کرو کہ کمال خاں اس کو اپنے ہاتھ سے بیڑا کھلا کر اسے رخصت ہونے کی اجازت دیں اور اپنے دست مبارک سے ایک رقعہ تحریر فرما کر اس کے حوالہ کریں۔ اس رقعہ سے [illegible] مصطفیٰ آباد [illegible]

اس طرح اس کے مقاصد کی تکمیل بہ آسانی ہو سکے گی۔ انعام کے طور پر ایک بیش بہا رقم بوڑھی عورت کے سپرد کی گئی اور اس طرح یوسف ترک اس کے ساتھ ہو لیا۔

شرف یابی کمال خاں

بوڑھی عورت کمال خاں کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ پونجی خاتون کی گفتگو سنائی۔ یوسف ترک کے فریضہ حج کے ارادے سے آگاہ کیا اور جس رقم کو لے کر آئی تھی اسے کمال خاں کے سر سے اتارا۔ کمال خاں کو پونجی خاتون کی یہ ادا بہت پسند آئی اور اسے اس کی طرف سے غداری کا کوئی شبہ نہ رہا۔ لہٰذا کمال خاں نے یوسف ترک کو پونجی خاتون کی خوشنودی کی خاطر گوشہ تنہائی میں طلب کر کے اس کے نیک ارادۂ حج اور اپنی ہمدردی کا اظہار کیا لیکن یوسف ترک کو جلد واپس آنے کی ہدایت بھی کی تاکہ وہ اسے مشہور امراء میں نمایاں مقام دے سکے۔

یوسف ترک کا کارگر حملہ

یوسف ترک نے بڑے غور سے کمال خاں کی باتیں سنیں اور بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ کمال خاں ان کے اس عمل سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے یوسف ترک کو نہایت مشفقانہ انداز میں اپنے قریب طلب کیا اور پان پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ دکن میں پان چادر پھیلا کر لیا جاتا ہے اور یہ طریقہ اس ملک میں خاصی مقبولیت رکھتا ہے' یوسف ترک نے بھی اسی روش کو اختیار کیا۔ اپنے دونوں بازوؤں کو چادر کے نچلے حصے میں چھپا کر کمال خاں سے پان لینے کے لیے بڑھا۔ عین اس وقت جب کمال خاں پان چادر میں رکھ رہا تھا' یوسف ترک نے نہایت جرات کے ساتھ ایک خنجر اس کے سینہ میں گھونپ دیا جو دوسری طرف پار ہو گیا اس طرح کمال خاں کا کام تمام ہو گیا۔

کمال خاں کی موت کا انتقام

اس حادثہ کی خبر جب کمال خاں کی والدہ کو ملی تو اس نے بوڑھی عورت کو قتل کا سبب گردان کر اسے اور یوسف ترک کو قصاص میں قتل کرا دیا اور اپنے متعلقین کو ہر قسم کے رونے دھونے اور شور شغف سے روکا۔ روزن محل پر جو تخت تھا اس پر زندہ آدمی کی طرح کمال خاں کو بٹھا دیا گیا اور مقامی رسم کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام فوج اور دوسرے نوکروں کو محل کے نچلے حصے میں بلا لیا۔ نیز ایک راز دار کے ذریعہ صفدر خاں کو طلب کیا جو وہاں پہنچتے ہی باپ کے مردہ جسم کو دیکھ کر شور کرنا چاہتا تھا کہ والدہ کمال خاں نے اسے روک دیا اور سمجھایا کہ اس وقت چیخنے چلانے یا رونے دھونے کے بجائے بازوؤں میں قوت پیدا کرو۔ دل میں عزم بیدار کرو اور ہاتھ میں شمشیر لے کر اسمٰعیل عادل شاہ اور اس کی والدہ سے اپنے باپ کا انتقام لو تاکہ بعد ازاں شاہی تخت پر بیٹھ سکو اور قلعہ خار زان عادل شاہی کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔

صفدر خاں کی بدلہ لینے کے لیے تیاری

صفدر خاں کی اس وقت پچیس سال کی عمر تھی پھر بھی وہ بہت زیادہ خوف محسوس کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا قتل کے واقعہ کی اطلاع ہوتے ہی لوگ منتشر ہونے لگیں گے اور دشمن سے انتقام لینا مشکل ہو جائے گا لہٰذا وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسے اس واقعہ کے مشتہر ہونے سے پہلے قلعہ چھوڑ کر کسی اور سمت چلا جانا چاہیے اس کی والدہ نے اس کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ والدہ کے نزدیک قلعہ میں مقیم لوگ حریف کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی تھے' لہٰذا اس نے صفدر خاں کو باب قلعہ بند کرانے کا مشورہ دیا اور اس سے کہا کہ وہ اپنے خیر خواہوں' ہمدردوں اور ملازمین کو یہ بتائے کہ وہ سب خان والا نشان کے حکم کی تعمیل میں اسمٰعیل عادل کا سر کاٹ کر حاضر کریں اور خود بھی ان کے ہمراہ جائے اور اپنے والد کا انتقام لے' اس منصوبے کے پیش نظر باب قلعہ بند ہوا اور سب کو اس حکم کی اطلاع دے دی گئی کہ اسمٰعیل عادل شاہ کو مار ڈالا جائے۔

پونجی خاتون کی تدبیریں

پونجی خاتون کو اگرچہ اس بات کا علم تھا کہ یوسف ترک اپنے کام کو پوری طرح انجام نہیں دے سکا اور کمال خاں پر بھی ساری باتیں روشن ہو گئی ہیں اور اب اس کے متعلقین شاہی خاندان سے انتقام لینے پر تلے ہوئے ہیں خود مقابلہ کرنے پر تیار ہو گئی۔ اس نے صندل خواجہ سرا کے ذریعہ دیوان خانے اور چوکی پر متعین لوگوں کو مکان کے دروازے پر پہنچوا دیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جن محافظین کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے وہی تین سو کی تعداد میں مغل یہاں حفاظت کر رہے تھے' علاوہ ازیں تین سو بیس حبشی اور دکنی بھی تھے۔ امراء اور عہدہ داروں میں تقریباً ہر ایک پر کمال خاں کا اعتماد تھا اور وہ سب کے سب اس کی بڑی عزت کرتے تھے وہ حقیقی معنوں میں اس کے خادم اور معاون تھے۔ صفدر خاں ان کی طرف سے قطعاً پر امید رہا اس نے ان کی فرماں برداری اور خلوص پر بالکل شبہ نہیں کیا اور انہیں اپنا رفیق و ہمدرد ہی سمجھا۔

پونجی خاتون کا امرائے دربار سے مدد حاصل کرنا

الغرض پونجی خاتون نے نقاب کے اندر سے ہر شخص کو یہ باور کرایا کہ کمال خاں دکنی اسمٰعیل عادل شاہ کے خون کا پیاسا ہے اور وہ ان کے قتل کرانے کے بعد حکومت کے خواب دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا جن لوگوں نے عادل شاہی نمک کھایا ہے اور جو باوفا ہیں انہیں حریفوں سے نبٹنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرنا چاہیے' البتہ جو شخص نمک حلالی اور وفاداری کا مظاہرہ کرنے کے قابل نہیں ہے وہ اپنا راستہ لے۔ پونجی خاتون کے اس کلام کا یہ اثر ہوا کہ دو سو مغلوں اور سترہ دکنیوں اور حبشیوں نے اپنی خدمات بڑی دلیری کے ساتھ پیش کر دیں اور نہایت مخلصانہ انداز میں شاہی محل میں در آئے' جو لوگ بچ گئے انہوں نے وفاداری کا ثبوت نہیں دیا۔ اس طرح پونجی خاتون اور اسمٰعیل عادل کی پھوپھی دلشاد آغا دونوں نے مردوں کے سے کپڑے پہنے اور مع تیر کمان لگن محل کی ڈیوڑھی پر آ گئے۔ دلشاد آغا یوسف عادل شاہ کے آخری عہد میں یہاں آ چکی تھیں۔ اب شہزادے کو بھی ساتھ لے کر کوٹھے پر چڑھیں یہ محل کافی بلندی پر واقع تھا۔ ان عورتوں نے مغلوں کو شاہی مراعات کا لالچ دے کر اپنے پاس کوٹھے پر بلا لیا۔ صفدر بھی وہاں آ چکا تھا اس نے دروازہ توڑنے کا حکم دیا۔ مغلوں نے اپنے تیروں اور عورتوں نے سنگ باری کے ذریعہ سارے قلعہ میں ہلچل مچا دی۔ قلعہ کے برج بارہ کا محافظ مصطفیٰ فاروقی بھی اس موقع پر آ گیا۔ کمال خاں دکنی ہمیشہ اس مور ضعیف کو نظرانداز کرتا رہا تھا اس نے کبھی اس طرف دھیان تک نہ دیا تھا' مگر اس وقت یہ بھی محل کے پچھلے حصہ کی طرف پچاس تفنگچیوں سے لیس کھڑا تھا۔ خواتین انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور رسول کے ذریعہ ان کو اوپر بلا لیا۔

محل میں قیامت کا نمونہ

صدائے تفنگ اور شور و غل نے سارے محل کو قیامت کا نمونہ بنا دیا کافی دیر تک جنگ جاری رہی۔ صفدر خاں کی والدہ صدائے تفنگ سے چونک اٹھی اسے فوراً صفدر خاں کے ڈر جانے کا خیال پیدا ہوا' لہٰذا اس نے لشکر کو بڑی توپیں لانے اور محل کو ڈھانے کا حکم دیا تاکہ فوج کے زیادہ سپاہی موت کے گھاٹ نہ اتر جائیں صفدر خاں نے اپنی والدہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس نے قلعہ کو مسمار کرانے اور حریفوں کو مار ڈالنے کی غرض سے لڑائی بند کرنے کا حکم دیا اور لشکر کے جانباز سپاہیوں کو بڑی توپیں لانے کا حکم جاری کیا۔ شہر کے سپاہیوں کو قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا تاکہ باہر سے کوئی مدد عادل شاہی نوجوانوں کو نہ پہنچ سکے۔ عادل شاہی عورتوں پر حریفوں کا یہ راز کھل گیا انہوں نے ایک نئی ترکیب سوچی اور وہ یہ کہ بڑی توپوں کے پہنچنے سے پہلے مغل سپاہیوں کو کوٹھے کے پچھلے حصہ میں روپوش کر دیا جائے تاکہ صفدر خاں کو مغلوں کے بھاگ جانے کا دھوکہ ہو اور وہ پھر پیش قدمی کرے اور بڑی توپوں کے پہنچنے کا منتظر نہ رہے اس طرح اس مکار کو زک پہنچے۔ شاہی عورتوں کا یہ آلہ کار آمد ثابت ہوا۔ صفدر خاں بہ آسانی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

صفدر خاں کے قتل کی تفصیل

مغلوں کے کوٹھے کے پیچھے روپوش ہونے کا صفدر خاں اور اس کے ساتھیوں کو علم نہ تھا وہ سب یہ سمجھے کہ مغل سپاہی بھاگ گئے۔ لہٰذا انہوں نے لکن محل کی جانب پیش قدمی کی کسی شخص نے انہیں قطعاً نہیں روکا۔ یہاں تک شاہی محل کی خواتین چپ چاپ ان کا تماشہ دیکھتی رہیں۔ حریفوں نے بڑے اطمینان سے قلعہ کا دروازہ توڑا اور اندر وارد ہوئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اندرونی دروازہ کو مسمار کرنا شروع کیا اتنے میں مغل سپاہیوں نے عورتوں کے ایماء سے ان پر حملہ کر دیا۔ ہر طرف سے پتھروں اور تیروں کی بارش ہونے لگی' جگہ کافی محدود تھی۔ حریفوں کے بہادر سپاہی جان بحق ہوئے اور اسی عرصہ میں صفدر خاں کی آنکھ کو تیر کا نشانہ بنایا گیا۔ وہ بھاگا اور نہایت سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں اسی دیوار کی طرف آیا جہاں اسمٰعیل عادل شاہ موجود تھا وہ بڑے اطمینان کے ساتھ یہ تمام مناظر دیکھ رہا تھا اسمٰعیل عادل شاہ کی والدہ پونجی خاتون نے دوسری جانب سے کھڑے ہو کر صفدر خاں کو پہچان لیا اور بیٹے کو سامنے پڑے ہوئے پتھر کو گرانے کا اشارہ کیا' اسمٰعیل عادل شاہ نے والدہ کا اشارہ پاتے ہی وہ پتھر نیچے گرا دیا اور اس طرح صفدر خاں کا دماغ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ حریفوں نے سردار کی لاش دیکھی اور کمال خاں کے دولت خانے کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے اسے بھی مردہ پایا پھر معاً وہ لوگ قلعہ سے بھاگ نکلے مغل سپاہیوں نے بھی قلعہ سے باہر آ کر دونوں حریفوں یعنی صفدر اور کمال خاں کے سروں کو ان کے جسم سے علیحدہ کیا اور نیزوں پر رکھ کر سارے شہر میں جلوس نکالا۔

شہر کے مشہور امراء کی فراری

خان جہاں اور عمدۃ الملک وغیرہ شہر کے مشہور امیروں میں شمار ہوتے تھے' انہیں کمال خاں سے بڑا لگاؤ تھا۔ انہیں اس قسم کے حادثہ کا کبھی خیال بھی نہ آیا تھا' اب اس حادثہ کی خبر سن کر ان کے ہوش و حواس جاتے رہے اور وہ اسی پریشانی کے عالم میں اپنی ساری دھن دولت چھوڑ کر ملک سے کوچ کر گئے۔

یوسف ترک کی میت

اسی دن اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے بہادر شہید کی میت بڑے جاہ و جلال کے ساتھ اٹھائی اور خود میت کے ساتھ رہا پھر پونجی خاتون کے دیئے ہوئے دس ہزار ہون' دیگر عورتوں کے بارہ ہزار ہون عادل شاہ نے یوسف ترک کے نام پر خیرات کے طور پر تقسیم کیے۔ اس نے یوسف کا مقبرہ مع ایک گنبد تعمیر کرایا اور خدام کا تقرر کر کے شام کے وقت قلعہ میں پہنچا' اس نے زندگی بھر خیرات تقسیم کی اور برسی کے دن وہ خود یوسف ترک کے مقبرے پر جایا کرتا تھا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا نظام حکومت

تاریخ نویسوں کے قول کے مطابق مذکورہ بالا حادثہ کے دوسرے روز اسمٰعیل عادل شاہ نے عنان حکومت سنبھالی اور دیوان عام میں رعایا کو بلایا۔ رعایا نے اپنے بادشاہ پر خیرات اتار کر تقسیم کی' فضلا اور علماء کے سرغنہ غیاث الدین شیرازی نے اپنے خاصہ سحر نگار سے حریفوں اور ان کے خیر خواہوں کی شکست' بربادی اور پریشانی کا سارا حال بڑے عمدہ پیرایہ میں بیان کیا اور برق رو پیغمبران نوشتوں کو لے کر دکن کے شاہی درباروں میں پہنچے اس طرح حریف اور اس کے ساتھیوں کی تباہی کا حال ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا۔

پونجی خاتون کے فیصلے

کمال خاں اور اس کے بیٹے کے خیر خواہوں اور دوسرے باغی قیدیوں کو پونجی خاتون کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ وہ لوگ اپنے کیے کی سزا پا سکیں۔ اس عورت کو پونجی خاتون نے صرف ملک بدر ہونے کی سزا دی اور دوسرے لوگوں کو معاف کیا بلکہ راستے کی حفاظت کے لیے کچھ لوگوں کو اس کے ہمراہ بھی کر دیا۔ ان نجومیوں کی بھی مال و دولت اور کئی مراعات عطا کی گئیں جنہوں نے کمال خاں کی بات پیش گوئی

کی تھی۔ ان اشخاص کو بھی جاگیریں اور عہدے دیئے گئے جنہوں نے اس موقعہ میں عادل شاہی خاندان کا ساتھ دیا تھا۔ خوش کلامی آقا سکندر' آقا رومی' مصطفیٰ آقا مقرب خاں کرد' مظفر خاں رودباری' خواجہ عنایت کاشی اور محمد حسین طہرانی جو پہلے سلح داری تھے اب عہدہ ہائے امارت سے سرفراز کیے گئے۔ اس طرح انہیں کافی اختیارات و حقوق کا حامل بنا دیا گیا۔ ملکہ نے ان سلح داروں کو بھی واپس بلانے کی کوشش کی جو کمال خاں کے جو روستم سے گھبرا کر تلنگانہ' برار' گجرات' خاندیش اور احمد نگر چلے گئے تھے۔ ان میں میرزا جہانگیر قمی' حیدر بیگ سوبجنگ بہادر وغیرہ شامل تھے' پونجی خاتون نے ان کی ڈھارس بندھائی اور انہیں کافی اطمینان دلا کر بلانا چاہا۔

حبشیوں اور مغلوں کا تقرر

جولاری الاصل خسرو ترک نے وقت کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود کو غلام مشہور کر رکھا تھا۔ پونجی خاتون نے بلگواں اور اس کے قرب و جوار کے علاقے اس کے سپرد کیے اور اسے اسد خاں کے خطاب سے نوازا' غلامان کرخی سے تعلق رکھنے والے یوسف کو شحنہ دیوان مقرر کیا گیا۔ پونجی خاتون نے اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنایا جو اس نے حادثہ کے دوران میں کیا تھا کہ وہ صرف مغل اور حبشیوں کو ملازمت نہ دے گی۔ اس نے تمام امراء اور روساء کو حکم دیا کہ مغل اور حبشیوں کو فوج میں کسی عہدے پر فائز نہ کیا جائے کیونکہ عادل شاہی خاندان اور سلطنت کے احیاء کے پیش نظر یہ امر ضروری اور لابدی ہے۔ تقریباً بارہ برس تک بغیر کسی رد و بدل کے یہ قانون ملک میں نافذ رہا اس کے باوجود مغل اور حبشیوں نے درخواست کی کہ کم از کم ان کے فرزندوں ہی کو نوکر رکھنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن پونجی خاتون نے ان کی یہ درخواست مسترد کر دی' البتہ افغان اور راجپوتوں کو نوکری کی اجازت دے دی یہ سلسلہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد تک جاری رہا اور اس میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کی گئی۔ کوئی مغل یا حبشی فوج میں نوکر نہیں رکھا گیا نہ کسی نے ایسا کرنے کی جرات کی۔

ان فوجوں کی مدد سے بادشاہ نے بارہا راجاؤں پر حملے کیے اور قرب و جوار کے جاگیرداروں کو پسپا کیا یہاں تک کہ امیر برید اور سلطان بہمنی جن کی پچیس ہزار نفوس پر مشتمل فوج نے بیجاپور پر حملہ کیا تھا۔ بادشاہ سے شکست کھا چکے تھے اس کی تشریح اس طرح کی جا سکتی ہے کہ کمال خان کی حیات ہی کے دوران امیر برید نے بیجاپور کے اکثر شہروں کو اپنے قبضہ میں لے لیا تھا جیسا کہ اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے۔ کمال خاں کے مرنے پر مرزا جہاں گیر حسن آباد اور اس کے پرگنوں کا مالک بن گیا تھا کیونکہ وہ احمد نگر کی ملازمت سے مستعفی ہو چکا تھا۔ اور بیجاپور میں ملازمت اختیار کر چکا تھا اس نے نصرت آباد' ساغر اور اکبر کے قلعہ حریفوں سے چھین لیے امیر برید کے چار سو سے زائد بہی خواہوں کو موت کے گھاٹ اتار کر تمام نواحی بستیوں کو دوبارہ سلطنت میں شامل کیا۔ یہ سب کچھ اس نے امیر برید کے بہادر اور جان باز بھائیوں کو قتل کر کے کیا۔ اس عظیم حادثہ نے امیر قاسم برید کو ماہی بے آب کی طرح بے تاب کر دیا۔ محمود بہمنی کی ذاتی سفارش اور اپنی تحریر سے حکام دکن کو اتنا متاثر کیا کہ سلطان قلی علی شاہ اور علاؤالدین کماد شاہ نیز برہان نظام شاہ نے اس کی امداد کے لیے فوراً فوج روانہ کر دی۔

امیر قاسم برید اور اسمٰعیل عادل شاہ کا مقابلہ

اس فوجی کمک کو لے کر امیر قاسم برید ۸۵۷ھ میں بیجاپور پر حملہ آور ہوا۔ اور اس نے اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اس لشکر میں محمود شاہ بہمنی بھی موجود تھا مصلحت وقت کے پیش نظر اسمٰعیل عادل شاہ نے پیش قدمی نہ کی اور وہ تماشائی کی حیثیت سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا' لیکن امیر برید کے فوجی بیجاپور کے قریب امیہ پور پہنچے اس امیہ پور کی بنیاد یوسف عادل شاہ ہی نے ڈالی تھی۔ حریف اس کو حراست میں لینا ہی چاہتے تھے کہ اسمٰعیل عادل شاہ بارہ ہزار نفوس پر مشتمل ایک لشکر کے ہمراہ شہر چھوڑ کر حریفوں پر حملہ آور ہوا۔ اس لشکر میں زیادہ تر مغل تھے' لہٰذا بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا گیا۔ خون ریزی کے بعد امیر برید مع اپنی

فوج کے میدان جنگ سے بھاگ گیا' لیکن محمود شاہ بہمنی اور اس کا بیٹا احمد شاہ دوران جنگ میں گھوڑے سے زمین پر گر پڑے تھے لہٰذا انہیں قید کر لیا گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور سلطان محمود کی گلبرگہ کو روانگی

اسمٰعیل عادل شاہ نے چاہا کہ سلطان محمود اور شہزادہ دونوں کو بیجاپور لایا جائے جس کے لیے اس نے گھوڑے مع زین اور لگام پیش کیے اس نے یہ بھی چاہا کہ سلطان محمود کو امیر برید سے رہائی حاصل ہو جائے۔ لیکن بادشاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا بلکہ اس نے بیجاپور آنے کی بجائے اسی جگہ پر اپنے جسم کے زخموں کا علاج کیا۔ یہ زخم میدان جنگ میں گھوڑے سے گرنے پر لگے تھے زخموں کے بھرنے کے بعد سلطان محمود نے اسمٰعیل عادل سے استدعا کی کہ شہزادہ احمد کی منکوحہ بی بی ستی نوشتہ کو دی جائے اور جشن عشرت بھی منایا جائے اسمٰعیل عادل شاہ اس بات پر راضی ہو گیا لہٰذا دونوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ خواب گاہ حضرت خواجہ محمد گیسو دراز گلبرگہ میں یہ اہتمام کیا جائے لہٰذا دونوں گلبرگہ پہنچے جہاں جشن عشرت بڑے جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا اور بی بی ستی کو شہزادہ احمد کی تحویل میں دے دیا گیا۔

بادشاہ سلطان محمود کی احمد آباد کو روانگی

سلطان محمود کو اسمٰعیل عادل شاہ نے احمد آباد بیدر روانہ کرتے وقت پانچ ہزار مغل بھی ساتھ کر دیئے۔ امیر قاسم برید کو جب یہ خبر موصول ہوئی کہ اسمٰعیل عادل شاہ اور سلطان محمود دونوں اس کی جان لینے کے لیے وہاں پہنچ رہے ہیں تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے مال و دولت چھوڑ کر خود کو قلعہ میں محبوس کر لیا۔ سلطان محمود بغیر کسی خوف و ہراس کے کچھ عرصہ سے نوشی اور رنگ رلیوں میں مصروف رہا۔ اس نے چوکیداروں اور حفاظت کرنے والوں تک کا خیال نہیں کیا۔ شراب پینے' گانا سننے اور ناچ دیکھنے میں کئی دنوں تک خود کو غافل رکھا۔

امیر قاسم برید کا حملہ

اسمٰعیل عادل شاہ کے احمد آباد بیدر کے قرب و جوار رخصت ہوتے ہی امیر قاسم برید تقریباً تین چار ہزار بہی خواہوں کے ہمراہ شہر پر چڑھ آیا۔ بڑی آسانی کے ساتھ سحر کے وقت دروازہ تک پہنچا۔ محافظین اور پہرہ داروں نے ان کو بخوشی اندرون شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی اور ان کی راہ میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی۔ کیونکہ ان محافظوں اور دروازہ کے پہرہ داروں کو یقین ہو گیا تھا کہ سلطان محمود اور شہزادہ احمد نہ تو اس قابل ہیں کہ ان کی عزت کی جائے اور ان کے حکم کی تابعداری کی جائے اور نہ ہی ان میں اس عظیم ترین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت یا استطاعت ہے۔ ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی امیر قاسم برید نے چاروں طرف اپنے محافظین کو مقرر کیا اور مددگاروں سے کام لے کر سابقہ عہدے پر جلوہ افروز ہوا۔ صبح کو جب بادشاہ کی آنکھ کھلی تو اس نے الٹا ہی معاملہ دیکھا لیکن اسے اس کا نہ صدمہ ہوا نہ تعجب! کیونکہ وہ امراء سے مرعوب تھا اور وہ ان کی ہر قسم کی بات گوارا کر لینے کا عادی بن چکا تھا اس کو امیر قاسم برید سے جو سامان عیش و طرب اور نائو نوش مل گیا اسی کو اس نے غنیمت سمجھا۔

ایرانی ایلچیوں کی خاطر مدارات اور روانگی

ہندوستان میں چند برس قبل والی ایران شاہ اسمٰعیل صفوی کے ایلچی آئے تھے۔ ان ایلچیوں کی آؤ بھگت' استقبال اور توقیر کرنے میں تمراج رائے بیجانگر اور شاہ گجرات پہلے ہی ایک اچھی مثال پیش کر چکے تھے۔ اور انہیں شاہی تحائف اور ہدیہ وغیرہ سے نواز چکے تھے۔ محمود بہمنی نے اپنے ملک میں انہیں بڑے احترام' وقار اور گرم جوشی کے ساتھ بلایا اور حسب مراتب شاہانہ ان کی رخصت چاہتا تھا اس کے برعکس امیر برید اختلاف مذہبی کے سبب شاہ سے متفق نہیں تھا بلکہ وہ شاہ کو اس کے ارادہ کی تکمیل میں روڑا اٹکاتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ دو

سال تک ایلچی اپنے ملک ایران واپس نہ جا سکے۔ مجبوراً انہوں نے ایک نوشتہ اسمٰعیل عادل شاہ کو روانہ کیا جس کے جواب میں امیر قاسم برید اور محمود بہمنی دونوں کو حکم ملا کہ ایرانی ایلچیوں کی رخصت میں مزید تاخیر کی ضرورت نہیں ان کی خاطر مدارات کے فوراً بعد روانہ ہی کر دینا بہتر ہے۔ امیر برید نے اسماعیل عادل شاہ کے جواب کو نہایت سخت سمجھ کر ایلچیوں کو فوراً رخصت کر دیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور ایرانی ایلچیوں کا استقبال

اسمٰعیل عادل شاہ نے ان ایرانی ایلچیوں کا نہایت گرم جوشی اور تعظیم و تکریم کے ساتھ استقبال کیا اور ایلیہ پور میں شرف باریابی بخشا۔ چونکہ ایلچی اور اسمٰعیل عادل شاہ ایک مذہب کے ماننے والے تھے لہٰذا اس نے ان کو بڑے شاہانہ ٹھاٹ باٹ سے ایران رخصت کیا روانگی کے وقت بندر مصطفیٰ آباد کے مقام پر ان کی بڑی عزت کی گئی۔ جب والی ایران کو ان تمام باتوں کا علم ہوا تو اس نے اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت میں اپنا ایک مددگار روانہ کیا جس کے ہمراہ بادشاہ کے لیے نہایت قیمتی شاہانہ تحائف' ایک تلوار اور مرصع کمر بند تھے۔ اس مددگار کا نام امیر ابراہیم بیگ ترکمان تھا۔ اپنے نوشتہ میں والی ایران نے عادل شاہ کے لیے مجد السلطنت والحشمتہ والشوکہ والا اقبال جیسے القاب اور آداب تحریر کیے۔ فارسی زبان میں لکھے ہوئے یہ خطابات اور القاب و آداب اسمٰعیل عادل شاہ کے لیے مسرت کا باعث بنے اور اب اس نے اپنے آپ کو شاہانہ جملوں کا متحمل سمجھا۔

ایرانی ایلچیوں کے استقبال کی تفصیل

بیجاپور میں جس شان و شوکت اور عزت و احترام کے ساتھ ایلچیوں کی آؤ بھگت کی گئی اس کو بہ تفصیل بیان کرنا بڑا مشکل ہے چاروں طرف شادیانے بجوائے گئے۔ ایرانی ایلچیوں کی پوشاک کا خیال رکھتے ہوئے حکم جاری کیا گیا کہ تمام مغل سپاہیوں کو چاہیے کہ وہ سر پر دروازدہ شعبہ سرخ پہنیں ورنہ کسی مغل سپاہی کو شرف باریابی نہیں بخشا جائے گا۔ علاوہ ازیں خلاف ورزی کرنے والے یا حکم نہ ماننے والے سے بارہ بکریاں حاصل کی جائیں نیز اس کے سر سے پگڑی اتار کر اسے برہنہ سر بازار میں پھرایا جائے گا۔ تاکہ لوگ اس پر لعنت ملامت کریں اور دوبارہ اس قسم کی حرکت سرزد کرنے سے باز رہے' نتیجہ یہ ہوا کہ اس حکم کی پوری تعمیل میں شہر کے اندر کوئی شخص بغیر دروازدہ شعبہ سرخ سر پر رکھے نظر نہیں آیا۔ علاوہ ازیں یہ حکم بھی جاری ہوا کہ عید' بقر عید اور دیگر مذہبی تہواروں پر عبادت کرتے وقت خطبات میں والی ایران کی خوش حالی اور درازی عمر کی دعائیں مانگی جائیں۔ یہ سلسلہ سلطنت بیجاپور میں علی عادل شاہ کے عہد کے اواخر تک تقریباً ستر سال تک جاری رہا۔

تاریخ نویسوں کا خیال

تقریباً ہر تاریخ نویس اس امر سے اتفاق کرتا نظر آتا ہے کہ اسمٰعیل عادل شاہ بڑا عقل مند' دور اندیش' مردم شناس وقت شناس اور باوقار بادشاہ تھا وہ قریب قریب ہر کام کی تکمیل میں اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا اسی لیے حریفوں پر جلد غالب آ جاتا تھا۔ اس نے تقریباً تمام لڑائیوں میں دشمن کو شکست دی غالباً ایک مرتبہ جنگ کنہڑ میں جو غیر مسلموں کے درمیان تھی' اپنی مے نوشی کے سبب فریب میں مبتلا ہو گیا اور دھوکا کھا گیا اور اپنے ہوش و حواس کھو دینے کی وجہ سے ان پر غلبہ حاصل نہ کر سکا۔

جنگ کنہڑ کا حال

دکنی تاریخ نویسوں کا خیال اس جنگ کے متعلق یہ ہے کہ کنہڑ میں جتنے غیر مسلم حکمران تھے ان کے ظلم و تشدد کو یوسف عادل شاہ نے اپنی بہادری اور شجاعت کے زور سے ختم کیا۔ بت پرستوں کے قبضہ سے اوزدواب ملک کو نکالا اور اس طرح کنہڑ اور مدگل ورائچور کے قلعے اپنی سلطنت میں شامل کر لیے۔ بیجاپور کے حکمران کے ظلم و ستم سے اہل ملک پریشان تھے اب انہیں نجات مل گئی۔ جب یوسف عادل شاہ نے انتقال کیا تو تمام ملک میں قاسم برید اور کمال خاں کی تخریبی کارروائیوں کی خبر عام ہو گئی۔ اس طرح تمراج' مدگل اور رائے

چور کے قلعوں پر قابض ہو گیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے غرض تمراج نے معاہدوں کے ذریعہ مدگل اور رائے چور کے قلعے اپنی حراست میں لے لیے ان قلعوں پر تمراج کا قبضہ ۹۲۷ھ تک رہا' کیونکہ اس عرصہ میں اسمٰعیل عادل شاہ کو دکن میں کمال خاں کی سرکشی کی وجہ سے اتنی مہلت ہی نہ مل سکی کہ وہ اس طرف دھیان دیتا اور تمراج سے قلعوں کے متعلق باز پرس کرتا۔ دوسرے عادل شاہ کے پاس کوئی امیر بھی ایسا نہ تھا جس کی مدد سے وہ اس کام کی تکمیل کرا سکتا۔ جب شاہی خاندان کے بہی خواہوں نے امیر قاسم برید کو ملک بدر کیا اور قرب و جوار کے امراء و روساء اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس نے نزاکت وقت کے پیش نظر مدگل اور رائے چور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ تمراج سے کیا جس کے لیے وہ خود بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔

تمراج کی جنگی تیاریاں

جب تمراج کو اسمٰعیل عادل کی نیت کا پتہ چلا تو اس نے کچھ فوج کے ساتھ بیجاپور کا رخ کیا اور جلد ہی کرشنا دریا کے کنارے خیمہ زن ہو گیا۔ مختصر سے عرصہ ہی میں کنہڑ اور اس کے قرب و جوار بلکہ دور دور کے علاقوں کے امراء و حکمران بھی جنھوں نے غائبانہ طور پر تمراج کو اپنا سردار تسلیم کر رکھا تھا اس وقت تمام اختلافات کو ختم کر کے متحد ہو گئے۔ ان سب نے تمراج کو اپنی وفاداری' فرمانروائی' مدد اور تابعداری کا یقین دلایا نتیجہ میں تمراج ایک طاقتور فریق بن گیا اور اب اس کی پوری فوج کی تعداد پچاس ہزار سواروں اور چھ لاکھ پیادوں پر مشتمل تھی۔

اسماعیل عادل شاہ کا ارادہ التوائے جنگ

مجمل طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسمٰعیل عادل نے جب یہ دیکھا کہ تمراج بہت جلد بیجاپور پہنچ گیا اس نے تمام پانی کے چشموں پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور ان کے علاوہ وہ تمام امراء اور حکام جو کبھی دور دراز علاقوں کو چھوڑ کر اس کے پاس نہیں آئے تھے' اب متحد ہو کر اس کے ساتھ ہو گئے تو اس (اسمٰعیل عادل شاہ) نے تمراج کے ساتھ معرکہ آرائی کا خیال ترک کر دینا چاہا۔ اور اپنے اس ارادہ کی تکمیل میں کسی دوسرے مناسب وقت کا منتظر رہنا پسند کیا لیکن وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ جنگ کی تیاریاں مکمل طور پر ہو چکی تھیں' شاہی آلات باہر آ چکے تھے اس کے علاوہ کچھ امیروں نے بھی بادشاہ کو جنگ کرنے کے لیے اکسایا لہٰذا اب وہ دشمن سے مقابلہ کرنے پر مجبور تھا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کی فوج میں اس مرتبہ سات ہزار تاجپوش سوار تھے جن میں اکثریت ان سپاہیوں کی تھی جن کا تعلق دوسرے ملکوں سے تھا۔ بہرحال دریا کے کنارے سب کے خیمے نصب کر دیئے۔

بادشاہ کی شراب نوشی اور بزم عشرت

دریا کے کنارے خیمہ زن ہونے کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ شاہی خیمہ میں مقیم ہوا اور بغیر کسی خوف و ہراس کے جنگ میں تاخیر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بارش شروع ہوتے ہی شراب نوشی میں مصروف ہو گیا۔ اس عرصہ میں اس کے ایک ہم پیالہ نے شراب نوشی کے لطف کو دوبالا کرنے کے لیے پس پردۂ شاہی ایک عمدہ سا شعر نہایت سریلی آواز میں سنایا اس شعر کا سننا تھا کہ بادشاہ پردہ سے باہر آیا اس نے فوراً ایک بزم عشرت منعقد کرانے کا فیصلہ کیا غرض مجلس منعقد ہوئی۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں خوبصورت اور خوب رو معشوق حاضر کیے گئے۔ جن کا حسن انسان کے ہوش و حواس باختہ کر دے علاوہ ازیں باذوق اور شوخ طبع احباب ادھر ادھر تشریف فرما ہوئے۔

دریا کے کنارے بادشاہ کا گشت

جب شراب اپنا پورا اثر کر گئی اور محفل اپنے شباب کو پہنچ گئی تو اسمٰعیل عادل شاہ نے دریا پار کرنے کی طرف دھیان دیا۔ ارکان دولت کو طلب کر کے قصبے کے متعلق دریافت کیا۔ جواب ملا کہ چمڑے کے خول چڑھے ہوئے قفوں کی تعداد سو ہے باقی کچھ دنوں میں تیار ہو جائیں گے بادشاہ نشہ میں چور تھا ایک ہاتھی پر بیٹھا اور سیاحت کا بہانہ کر کے دریا کے کنارے گھومنے لگا لیکن اپنے دل کی بات کسی

شخص کو نہیں بتائی' یہ دیکھ کر مسلم لشکر بڑا حیران ہوا کیونکہ بادشاہ جنگ کے دوران میں بیشتر اسی ہاتھی پر سوار ہوا کرتا تھا بادشاہ ابھی مشکل سے ایک کوس ہی جانے پایا تھا کہ اس نے تمام سپاہیوں کو سواری کا مقصد ظاہر کیا- ساتھ ہی سارے فوجیوں کو حکم دیا کہ وہ ہاتھیوں پر بیٹھ کر دریا پار آئیں اور چرمیں قفوں پر گھوڑوں کو دریا کے پار لے آئیں' لوگ اس حکم کو سن کر بڑے پریشان ہوئے اس لیے کہ اس زبردست دریا کو پار کرنا ہاتھیوں کے بس کی بات نہ تھی اور یہ قریب قریب ناممکن العمل تھا بایں سبب ہر شخص کنارے کھڑا دریا کو تک رہا تھا بادشاہ تو چونکہ نشہ میں چور تھا اس کی عقل اس وقت قطعاً کام نہیں کر رہی تھی- لہٰذا اس نے اس کام کا آغاز کیا اور دریا میں مع ہاتھی کود پڑا- لیکن اپنے جاہ و جلال شاہانہ کے سبب وہ بغیر کسی قسم کے نقصان یا ایذا کے دریا عبور کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا-

دریا کے پار معرکہ جنگ

بادشاہ کے پیچھے دو سو ہاتھیوں پر سوار بھی دریا پار کر گئے اور دو مرتبہ گھوڑوں کو قفوں میں دریا پار لے گئے- کچھ بقیہ فوجی دریا میں داخل ہونے والے ہی تھے کہ حریفوں کا لشکر مقابلہ کے لیے آ پہنچا جو مغل سپاہی اور دوسرے فوجی دریا عبور کر چکے تھے انہوں نے گھوڑوں کی لگامیں ہاتھ میں لیں اور دشمن سے مقابلہ کے لیے بڑھے- اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد غیر مسلموں کے مقابلے میں بہت ہی کم تھی اول الذکر دو ہزار اور آخر الذکر دو لاکھ پیادوں اور اسی ہزار سواروں کی شکل میں تھے تاہم اسمٰعیل عادل شاہ معرکہ آرائی میں نہایت عقل مندی اور ہوشیاری سے فوجوں کی تنظیم کر رہا تھا- مسلمانوں نے متحد ہو کر یلغار شروع کی اور تقریباً دشمن کے ایک ہزار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا- بیجانگر کے راجہ کا سپہ سالار مغل سپاہیوں کی تلوار کا نشانہ بنا اس میں شک نہیں کہ اس جنگ میں مغل سپاہی بڑی بہادری اور شجاعت کے ساتھ صف آرا ہو کر لڑے لیکن آخر وقت ان کے پاس آلات جنگ ختم ہو گئے- جس کے سبب ڈیڑھ ہزار مسلمان میدان میں کام آئے جو فوج بچ گئی وہ جان بچا کر بھاگ گئی' کسی پل کے نہ ہونے کی وجہ سے دریا کے دوسرے کنارے تک پہنچنا بڑا مشکل تھا' نتیجہ یہ ہوا کہ جو مسلمان سپاہی جان بچا کر بھاگے انہوں نے دریا میں گھوڑے ڈالے اور اس طرح خود بادشاہ کے ہاتھی کو ترسول بہادر اور ابراہیم بیگ میدان جنگ سے نکال کر اپنے آگے آگے لے آئے اور دریا کی طرف چل دیئے' نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ اور اس کا ہاتھی نیز سات تا چوش سوار دوسرے کنارے تک پہنچ گئے' باقی تمام ہاتھی اور گھوڑ سوار دریا میں ڈوب گئے-

اسمٰعیل عادل شاہ اور اسد خاں لاری کے بین صلاح مشورہ

تاریخ میں غالباً یہ پہلا زبردست واقعہ ملتا ہے جب کہ ایک حاکم وقت فوج کی طرف سے غافل رہ کر حریفوں سے بر سرپیکار ہوا ہو- اور اپنے خیر خواہوں اور متعلقین کو موت کے گھاٹ اتروا کر اکیلا بہ دقت تمام دریا پار پہنچا ہو- جس اسد خاں لاری کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے اس سے اسمٰعیل عادل شاہ نے صلاح مشورہ کیا اور تقاضائے وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے سوالات کیے- اسد خاں لاری نے نہایت مودبانہ انداز میں اس اہم حادثہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اب دارالحکومت بیجاپور کو روانہ ہونا چاہیے- اور یہ بات سب پر روشن ہے کہ تمام ہندوستان کے راجاؤں میں بیجانگر کا راجہ فوجی اور سیاسی اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے اور کبھی بھی کسی بہمنی بادشاہ نے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا اور وسیع ریاست کے پیش نظر اس راجہ کی فوج سے لڑنے کا ارادہ نہیں کیا-

اسد خاں لاری کا ایک اور اہم مشورہ

علاوہ متذکرہ مشورہ کے ایک اور مشورہ اسد خاں لاری نے یہ دیا کہ اب تمام بہی خواہوں اور خیر اندیش لوگوں کی رضا یہی ہے کہ برہان نظام شاہ بحری کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے اور تعلقات کو استوار کیا جائے- جس کے لیے شادی وغیرہ کا سلسلہ جاری ہو تاکہ دلوں میں گنجائش اور سینوں میں دوستی کا عزم بیدار ہو- بعد ازاں مشترکہ اتحاد و تنظیم کے ساتھ بانی فتنہ امیر قاسم برید سے باز پرس کی جائے اور اس کو خوب مزہ چکھایا جائے- تاکہ قلعہ مدگل اور رائے چور پر قبضہ کرنے میں آسانی ہو' اس طرح بغیر پریشانی اور تکلیف کے

حریفوں دھوکے بازوں اور فریب دینے والوں سے نمٹا جا سکے گا۔ قصہ مختصر بادشاہ نے عزم کیا کہ تاوقتیکہ قلعہ مدگل اور رائے چور پر اس کا قبضہ نہیں ہو تا وہ تمام عیش و عشرت اور آرائش وغیرہ سے بے تعلق رہے گا۔

اسد خاں لاری کے مشورے پر عمل

اس حادثہ کے بعد سے اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیا اور مدگل اور رائے چور کو حراست میں لینے کے وقت تک شراب کو ہاتھ نہیں لگایا بلکہ تا مرگ شراب کی زیادتی سے احتراز برتا کبھی اتنی شراب نوشی نہیں کی کہ ہوش و حواس سے کام نہ لیا جا سکے۔

عادل اور نظامی خاندانوں میں دوستی کا آغاز

اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے نظام شاہی خاندان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اس خدمت کو انجام دینے کے لیے سید احمد ہروی کا انتخاب کیا گیا جو ایران میں اس سے پہلے سفیر کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکا تھا۔ سید احمد ہروی اور شاہ طاہر میں پہلے سے کوئی مغائرت نہ تھی' ان دونوں میں کافی اتحاد' میل ملاپ اور محبت تھی' لہٰذا ہروی کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا۔ نظام شاہی کے رسم و رواج کے مطابق تمام اراکین ریاست کے ہمراہ سید احمد ہروی کو خوش آمدید کہا گیا اور اس طرح برہان الملک اور سید احمد ہروی کا تعارف دیگر امراء کی طرح کرایا گیا اور ایک مخصوص ملاقات میں دونوں کی بات چیت ہوئی' کافی عرصہ تک پیام و سلام کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر شاہ طاہر اور سید احمد ہروی دونوں کی مشترکہ کوششوں سے سدلا پور کے مقام پر دونوں حکمرانوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ اب صدلا پور قصبہ کو شولا پور کے نام سے پکارا جاتا ہے اس ملاقات میں دونوں فریقین نے ایک دوسرے سے تعاون اور دوستی کی طرف قدم بڑھایا۔

شاہ طاہر کا استقبال

۹۳۰ھ رجب کی چوتھی شب کو اسمٰعیل عادل شاہ کے مکان پر شاہ طاہر جلوہ افروز ہوئے۔ شاہ طاہر کی آمد سے گھر میں چہل پہل اس کی آرائش و زینت اور بزم کی رونق میں بڑا اضافہ ہوا اسمٰعیل عادل شاہ اپنے بڑے فرزند کو ساتھ لے کر گھر سے نکلا اور کچھ فاصلہ پر دونوں نے شاہ طاہر کا شاندار استقبال کیا۔ علاوہ ازیں اس بادشاہ کی آؤ بھگت اور تعظیم و تکریم میں کسی طرح کی کسر باقی نہ رکھی' ہر طرح ان کی دل جوئی اور عزت افزائی کی گئی۔ اسماعیل عادل شاہ نے یہاں تک کہا کہ وہ ایک فقیر کے گھر میں خلیفہ یا پیغمبر کی کیا خاطر تواضع کر سکتا ہے۔ اس نے بڑے عاجزانہ انداز میں شاہ طاہر کو بتایا کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ ایک مہمان کی اچھی طرح خاطر کر سکے تاکہ محبت اور خلوص میں اضافہ ہو' لیکن شاہ طاہر نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بادشاہ کے اہتمام کا شکریہ ادا کیا جس سے اس کی بہت ہمت افزائی ہوئی۔

شادی کی رسم

اس صحبت میں عقد اور شادی کی بات بھی چھڑ گئی۔ اسمٰعیل عادل شاہ پہلے ہی سے اس کا خواہاں تھا لہٰذا اس نے شاہ طاہر کی درخواست قبول کر لی اس طرح عقد کی رسم ادا ہوئی بزم طرب منعقد ہوئی یوسف عادل شاہ کی لڑکی مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ بحری سے کر دی گئی۔ دونوں جانب سے ایک دوسرے کو مبارک باد' تحفہ' نذرانہ وغیرہ دیا۔ دوستی' محبت اور اخلاص کے رشتہ کو استوار کیا گیا اور اس کے بعد دونوں اپنے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

دشمنی کا آغاز

اس مشروط نکاح میں ایک شق یہ بھی تھی کہ خواجہ جہاں دکنی کے بھائی رتن خاں سے لیے ہوئے کمال خاں سرنوبت کے ساڑھے پانچ بیٹے اور شولا پور کا علاقہ مریم سلطان کے جہیز میں شاہ طاہر کو دیا گیا مگر اسمٰعیل عادل شاہ نے اس سلسلہ میں لاپروائی برتی' نتیجہ یہ ہوا کہ

جس خلوص، ہمدردی محبت اور اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ نکاح کے وقت کیا گیا تھا، بیکار ثابت ہوا اور اس رشتہ نے دونوں خاندانوں کے درمیان نفرت کی ایک بنیاد ڈال دی جو پہلے سے زیادہ مستحکم اور مضبوط تھی۔

اسمٰعیل عادل شاہ پر فوج کشی

ایک ہی سال بعد برہان نظام شاہ والی برار علاؤالدین عماد شاہ کی مدد حاصل کر کے اسمٰعیل عادل شاہ پر چڑھ آیا۔ والی برار کی تائید اور مدد نے حریف کو شولا پور اور قلعہ کی حراست میں کامیابی عطا کی، ساتھ ہی ایک پیامبر کے ذریعہ امیر قاسم برید کی حمایت بھی حاصل کر لی۔ اسمٰعیل عادل شاہ کو علم تھا کہ اب تمام حریفوں کی تعداد چالیس ہزار سواروں پر مشتمل ہے لیکن وہ خود کو خدا کے سپرد کر کے بارہ ہزار مضبوط اور بہادر سپاہیوں کو لے کر حریفوں پر ٹوٹ پڑا۔ پھر بھی جنگ کا آغاز نہ ہو سکا بایں خیال اسمٰعیل عادل شاہ حریفوں سے تقریباً دو کوس ادھر قیام پذیر ہوا۔ جنگ چالیس یوم جاری رہی لیکن اکتالیسویں دن حریفوں کی مدد کے لیے امیر قاسم برید بھی آدھمکا۔ اب جنگی محاذ بنانے کے لیے برہان نظام شاہ نے سارے لشکر کو ترتیب دیا فوج کے درمیان اپنے آپ کو رکھا۔ امیر قاسم برید اور علاؤالدین عماد شاہ کو بالترتیب میسرہ اور میمنہ حوالہ کر دیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی جنگی ترتیب و تنظیم

اسمٰعیل عادل شاہ نے بھی لڑائی کے میدان کا رخ کیا اس نے بھی اپنے آپ کو فوج کے بیچوں بیچ رکھا۔ علاؤالدین عماد شاہ کے مقابلہ کے لیے اسد خاں لاری کو مقرر کیا اور امیر قاسم برید کے جواب میں ترسوں بہادر کو علاوہ ازیں میسرہ پر فوج کشی کے لیے مصطفیٰ آقا کے ہمراہ ایک ہزار سپاہی اور میمنہ کے لیے خوش کلامی آقا کے ہمراہ ایک ہزار نیزہ باز سپاہیوں کو مقرر کیا یہ اس وجہ سے کیا کہ حریفوں کا محاصرہ ہونے سے پہلے ان مقامات کا تحفظ کر لیا جائے۔

معرکہ آرائی

بعد ازاں دونوں فوجوں میں جنگ کا آغاز ہوا نیزہ بازوں نے میدان جنگ کو میدان قیامت بنا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے خون کے دریا بہہ گئے امیر قاسم برید، ترسوں بہادر اور علاؤالدین عماد شاہ اسد خاں لاری کے حملوں کی تاب نہ لا سکے اور دونوں بالترتیب ہند اور برار کی طرف جا نکلے۔ ادھر برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل شاہ کے درمیان معرکہ آرائی جاری تھی کہ خوش کلامی آقا اور مصطفیٰ آقا نے پیش قدمی شروع کی دوسرے نیزہ بازوں کے ہمراہ نظام شاہ بحری اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ نظام شاہ بحری کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ سپاہیوں کو چھوڑ کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ اسد خاں لاری اس کے تعاقب میں تھا کہ نظام شاہی کے پھریرے پر اسمٰعیل عادل شاہ کا قبضہ ہو گیا، علاوہ ازیں نظام شاہی فوج کا بہت سا سامان جنگ اور جنگی آلات مع زر و مال عادل شاہی لشکروں کے ہاتھ آ گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا جشن کامرانی

تاریخ میں عادل اور نظام شاہی خاندانوں کے درمیان یہ سب سے پہلی جنگ تھی، اس جنگ کی بناء شولا پور اور ساڑھے پانچ پتے تھے، دشمن کے لشکر کو تاراج کرنے کے بعد عادل شاہ نے بیجاپور کا رخ کیا جہاں پہنچ کر اس نے ایک محفل جشن طرب کا انعقاد کیا۔ یہ مجلس تقریباً تیس روز تک جشن فتح مناتی رہی۔ اس کے بعد مختلف امراء اور معزز عہدہ داروں کو عمدہ عمدہ پوشاک انعام و اکرام عمدہ کمربند اور خوبصورت گھوڑے بہادری کے صلہ میں دیئے گئے علاوہ ازیں اسد خاں لاری کو پانچ کلاں اور چھ خورد نظام شاہی فیل دیئے۔ بقیہ ہر خاص و عام اور ہر خورد و کلاں کو حسب مراتب مشاہرہ اور وظیفہ وغیرہ کی رقوم میں اضافہ کر کے ان کی ہمت افزائی کی۔ نیز فوج میں خالصے محلات کی ساری تنخواہ تقسیم کرنے کا حکم بھی جاری کیا۔

نظام اور عادل شاہی خاندان کے درمیان دوسری جنگ

برہان نظام شاہ نہایت غیور اور حساس حکمران تھا۔ ۹۳۹ھ میں علاؤالدین عماد شاہ سے میدان جیت کر ایک سال کے بعد ہی اسماعیل عادل شاہ سے بدلہ لینے کے لیے بیجاپور کا رخ کیا اور ساتھ ہی امیر قاسم برید کو بھی اکسایا اور اسے بھی اپنے لشکر کے ساتھ کر لیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بھی خاموش نہیں بیٹھا اس نے بھی دشمن کے حملہ کا جواب دیا۔ تقریباً تین کوس چل کر دونوں فوجیں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں اور اس طرح خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بدقسمتی سے برہان نظام شاہ کا وار خالی گیا اور وہ پھر شکست خوردہ ہو کر فرار ہو گیا۔ خواجہ جہاں دکنی چندے نظام شاہی امراء کے ہمراہ حراست میں لے لیے گئے۔ حریف کا پیچھا کرنے کے لیے اسد خاں لاری نے قلعہ پرندہ تک دوڑ لگائی اور حریفوں کے بیس ہاتھیوں کو قبضہ میں لے لیا ان ہاتھیوں میں ایک فیل تخت بھی تھا جس پر برہان نظام شاہ سوار ہوتا تھا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور والی برار کا اتحاد

جتنے ہاتھی مال غنیمت میں ہاتھ لگے تھے وہ سب کے سب اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو عطا کیے صرف ایک ہاتھی فیل تخت (مذکورہ بالا) اپنے پاس رکھا۔ اس کا نام اللہ بخش تھا اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو فرزند کا خطاب بھی دیا۔ یہ سال ختم بھی نہ ہوا تھا کہ اسمٰعیل عادل نے والی برار سے اور جان کے قصبہ میں اسد خاں لاری کے ایما پر شرف نیاز حاصل کیا۔ اور اپنی چھوٹی ہمشیرہ خدیجہ کا عقد والی برار علاؤالدین عماد شاہ کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ اور علاؤالدین عماد شاہ نے دوستی خلوص' اتحاد اور تنظیم کے معاہدے کیے اور دونوں اپنے اپنے ملکوں کو سدھارے۔

برہان نظام شاہ پر چڑھائی اور عادل شاہی امداد

دوسرے سال یعنی ۹۳۵ھ میں برہان نظام شاہ پر بہادر شاہ گجراتی نے چڑھائی کر دی' برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ سے مدد مانگی جو منظور ہوئی۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے چھ ہزار سپاہی اور دس لاکھ ہون امیر قاسم برید کی رہنمائی میں نظام کی مدد کے لیے پہنچے بہادر شاہ گجراتی ڈر کر بھاگ گیا۔

امیر قاسم برید کی سازش

امیر قاسم برید نے عادل شاہی امدادی لشکر سے بہادر شاہ کے مقابلے کے دوران میں سازش کی کہ اگر بیجاپور پہنچ کر عادل شاہی لشکر اپنے بادشاہ اسمٰعیل عادل شاہ کو گرفتار کر لے تو اس کا ملک سب لوگ برابر تقسیم کر لیں گے۔ عادل شاہی لشکر نے بیجاپور پہنچ کر اس کی خبر اسمٰعیل عادل شاہ کو دی اور امیر قاسم برید کی بدنیتی کا سارا پول کھول دیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بے حد برہم ہوا اور اس نے مصمم ارادہ کیا کہ وہ امیر قاسم برید سے اس کی باز پرس کرے گا اور اس کو سخت سزا دے گا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی انتقامی کارروائیاں

اسمٰعیل عادل شاہ نے ۹۳۶ھ میں ایک کہنہ سال قاصد کے ذریعہ برہان نظام شاہ کو سارے حالات سے آگاہ کیا اور امیر قاسم برید کی ناپاک سازش اور مکروہ عزائم سے اپنی گہری نفرت کا اظہار کیا اس نے صاف صاف برہان نظام شاہ کو بتایا کہ امیر قاسم برید کی گستاخیاں حد سے تجاوز کر چکی ہیں وہ اکثر و بیشتر راجاؤں اور سلطان قلی قطب شاہ سے امداد حاصل کر کے عادل شاہی سلطنت کو نقصان پہنچاتا رہا ہے لیکن اس کے باوجود عادل شاہی خاندان ہمیشہ اس کو معاف کرتا رہا ہے اور اس کی غلطیوں کو نظر انداز کیا ہے اسمٰعیل عادل شاہ نے نظام شاہ کو یہ بھی بتایا کہ وہ اس مرتبہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ امیر قاسم برید کی حرکتوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا اور اس کو ایسا مزہ چکھایا جائے کہ وہ آئندہ غلط قدم اٹھانے سے باز رہے۔ مکاروں اور عیاروں کے ساتھ شفقت سے پیش آنا دانشمندی نہیں ہے' اگر برہان نظام شاہ اس رائے سے اتفاق کریں تو امیر قاسم برید کی گستاخی کا پھل اس کو دیا جائے۔

برہان نظام شاہ کی رضامندی

اسمٰعیل عادل شاہ نے بہادر شاہ گجراتی کے حملے کے وقت نظام شاہی خاندان کے احیاء کے لیے جو مدد کی تھی' اس نے برہان نظام شاہ کو بڑی حد تک عادل شاہ کا ممنون و مشکور بنا دیا تھا- دوسرے بہادر شاہ گجراتی کے حملوں کا خطرہ ابھی لاحق ہی تھا اس کی طرف سے نظام شاہ کو اطمینان نہیں تھا- لہٰذا برہان نظام نے اسمٰعیل عادل شاہ کی رائے سے قطعی طور پر اتفاق کیا اس نے قاصد سے کہا کہ اسمٰعیل عادل شاہ کی دل جوئی کے لیے جو کچھ ہو سکتا ہے کرنے کو تیار ہے- قاصد کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی اس کے بعد قاصد کو نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ واپس کیا گیا-

امیر قاسم برید پر چڑھائی

وقت کی نزاکت کے پیش نظر اسمٰعیل عادل شاہ نے بارہ ہزار بہادر اور نڈر سپاہیوں کو ہمراہ لے کر احمد آباد بیدر کا رخ کیا امیر قاسم برید خود اپنی کم بینائی اور ضعیف العمری کے سبب کسی دوسری سمت روانہ ہوا لیکن وزیر تمراج بہمنی کی رضامندی سے اپنے بڑے فرزند علی برید اور دوسرے بیٹوں کو قلعہ کا محافظ بنا دیا گیا- احمد آباد بیدر پہنچتے ہی اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ کو حراست میں لے کر فتح کرنے کی سعی کی اب اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ میں داخل ہونے اور مختلف سمتوں کی طرف بڑھنے کی تدبیریں سوچیں' اس طرح اندر داخل ہونے کا انتظام کیا گیا-

امیر قاسم برید کی جنگی تدبیریں

یہ وہ زمانہ تھا جب سارے ملک میں امیر قاسم برید کے متعلقین اور اس کے خیر خواہ سپاہیوں کی بہادری اور جاں بازی کا چاروں طرف شہرہ تھا یہ لوگ شہر سے نکلے اور جنگ کرنے میں مصروف ہو گئے- کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ جنگ کے نتیجہ کے بغیر یہ لوگ پلٹ گئے کیونکہ قلعہ کو انہوں نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا' چند لمحوں کے بعد معلوم ہوا کہ سلطان قلی قطب شاہ کی فوج بریدیوں کی مدد کے لیے پہنچ رہی ہے علی برید نے فوراً ہی پانچ ہزار دکنی فوج بنائی اور تمام آلات و سامان جنگ سے لیس کیا- پھر حریف کے مقابلے کے لیے میدان میں کود پڑا-

بریدیوں کا غرور

علی برید کی والدہ اور امیر قاسم برید کی بیوی کے تین بہادر بھائی تھے ہر بھائی اپنے آپ کو ایک لشکر کے برابر سمجھتا تھا اتفاق سے ایک بھائی کی جب میرزا جہانگیر قمی سے جنگ ہو رہی تھی- وہ حسن آباد گلبرگہ کے مقام پر جاں بحق ہو گیا تھا اس طرح دو بھائی رہ گئے تھے آج یہ دونوں بھائی اسمٰعیل عادل شاہ سے نمٹنا چاہتے تھے دونوں نے یک زبان ہو کر دشمن کو للکارا گویا ان کا یہ نعرہ تھا کہ آج اگر کسی میں طاقت ہو تو ان جیسے نڈر جوانوں کے سامنے آئے اور تنہا مقابلہ کرے- اسمٰعیل عادل شاہ سے نہ رہا گیا اور اس نے زور آزمائی کا تہیہ کیا-

اسمٰعیل عادل شاہ کی فتح

اسمٰعیل عادل شاہ نے مذکورہ دونوں بھائیوں کا دعویٰ سنتے ہی لڑنے کا ارادہ کر لیا تھا اب وہ ان سے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا اسد خاں لاری اور دیگر امراء نے بادشاہ کو ہر چند منع کیا لیکن اسمٰعیل عادل شاہ نے کسی کی کوئی پروانہ کی اور میدان جنگ میں کود پڑا دونوں فریقین میں خونریز جنگ ہوئی' نتیجہ میں دونوں بھائی مارے گئے- ہر شخص نے داد تحسین کے نعرے بلند کیے- اسمٰعیل عادل شاہ نہایت فاتحانہ انداز میں پلٹا-

قطب شاہی فوج سے مقابلہ

اسمٰعیل عادل شاہ جب دشمن پر فتح حاصل کر کے واپس آیا تو دیگر امراء و روساء اور اسد خاں لاری نے اس کے گھوڑے کی رکاب کو

چوما اور بادشاہ کے سر سے خیرات اتار کر تقسیم کی۔ اسی عرصہ میں قلی قطب شاہ کا لشکر بھی آ پہنچا جس سے مقابلہ کرنے کے لیے اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو مقرر کیا تھا اور بریدیوں کی فوج سے نمٹنے کے لیے سید حسن عرب کو حکم دیا۔ اسد خاں لاری ڈیڑھ ہزار مغل نیزہ بازوں کے ہمراہ قطب شاہی لشکر پر ٹوٹ پڑا اور انہیں میدان جنگ سے مار بھگایا اس کے بعد وہ سید حسن عرب کی جانب رجوع ہوا جو بریدیوں سے برسرپیکار تھا اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار کر تہ تیغ کیا اور باقی جو بچ گئے تھے ان کا قلعہ کے دروازہ تک تعاقب کیا۔

امیر قاسم برید کی والی برار سے مدد کی درخواست

اب اسمٰعیل عادل شاہ' اسد خاں لاری پر اتنا مہربان تھا کہ اسے زیادہ قربت حاصل ہوگئی۔ بادشاہ نے قلعہ کو حراست میں لینے کا ارادہ مستحکم کر لیا اور پوری کوشش جاری رکھی اس نے تمام راہوں پر ناکہ بندی کی امیر برید بے حد پریشان ہوا اور اپنی اس گھبراہٹ میں اس نے والی برار علاؤالدین شاہ سے فوجی امداد طلب کی۔ عادل شاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے محمود خاں کو جو اس کے بھائی کا لڑکا تھا قاصد بنا کر عماد شاہ کی طرف بھیجا خود امیر قاسم برید کے اگلے پچھلے گناہوں اور گستاخیوں کی معافی کی درخواست کو ذریعہ ملاقات سمجھ کر فوراً احمد آباد بیدر کی جانب روانہ ہوا۔

اسمٰعیل عادل شاہ سے عماد شاہ کی ملاقات

عماد شاہ اور اودیگر کے قلعہ کا رخ کرنے کے بجائے عادل شاہؒ کی قیام گاہ کا رخ کیا اور تقریباً ایک کوس دور ٹھہرا' کیونکہ اسے بہرحال اسمٰعیل عادل شاہ کی رضامندی اور خوشی مد نظر تھی۔ جب اسماعیل عادل شاہ کو عماد شاہ کی آمد کا پتہ چلا تو وہ بے حد ممنون ہوا۔ اپنے چند متعلقین اور احباب کو ساتھ لے کر اس کے خیمہ میں بطور میزبان کے گیا اور اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ علاؤالدین عماد شاہ نے بھی بادشاہ سے کہا کہ میرے حاضر ہونے کی غرض و غایت دراصل فتح کی مبارک باد پیش کرنا ہے' البتہ امیر قاسم برید نے جو گستاخیاں کی ہیں وہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے معذوری کا اظہار کیا اور عماد شاہ سے کہا کہ بہتر ہے کہ جب تک جنگ کے دوران میں امیر قاسم سے انتقام نہ لیا جائے وہ قابل معافی نہیں ہو سکتا۔ جب عماد شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کو امیر قاسم برید کے سلسلے میں اس قدر برہم پایا تو اس نے مصلحتاً دوبارہ اس بات کو نہیں چھیڑا۔

امیر قاسم برید کی عماد شاہ سے ملاقات

سات یوم تک علاؤالدین عماد شاہ نے اپنے خیمہ میں اسمٰعیل عادل شاہ کو ٹھہرایا اور میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔ علاوہ ازیں اس نے اسمٰعیل عادل شاہ کے اعزاز میں ایک جلسہ کیا جس میں اسے شاہانہ تحائف اور ہدیہ وغیرہ پیش کیے۔ جب اس بات کی خبر امیر قاسم برید کو پہنچی اور اسے معلوم ہوا کہ اسمٰعیل عادل شاہ عماد شاہ پر اتنا مہربان ہے تو اس نے عماد شاہ کی خدمت میں پیش ہونے کا قصد کیا۔ اور حاضر ہو کر اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیا' مدد کی درخواست کی اور نہایت ملتجیانہ لہجہ میں عماد شاہ سے کہا کہ وہ اسے اور اس کے بیٹوں کو جتنی جلد ہو سکے قلعہ کے ظلم و ستم اور پریشانیوں سے نجات دلائے۔ علاؤالدین عماد شاہ نے امیر قاسم کو نجات کا صرف ایک راستہ بتایا اور وہ یہ کہ اسمٰعیل عادل شاہ کے حوالہ بیدر کا قلعہ کر دیا جائے۔ عماد شاہ کی اس رائے سے امیر قاسم برید نے اتفاق نہیں کیا اور وہ برہم ہو کر اپنی قیام گاہ کی طرف گیا جو عماد شاہ کے خیمہ سے تقریباً ایک کوس پر واقع تھا۔

امیر قاسم برید کی شراب نوشی اور عیش و عشرت

امیر قاسم برید جانتا تھا کہ اس کا حریف نہایت مضبوط' دانا اور طاقتور ہے' لیکن اس کے باوجود اس نے بغیر کسی پریشانی اور فکر کے رنگ رلیاں منانا شروع کیں۔ اس کے علاوہ لشکر کے دوسرے سپاہی اور امراء بھی متواتر سفر کرنے اور چوکنے رہنے کی وجہ سے تھک گئے تھے لہٰذا انہوں نے بھی ان لمحات کو غنیمت جان کر آرام کرنا شروع کیا۔ گنتی کے کچھ سپاہی محافظ کے فرائض انجام دینے کے لیے مقرر

ہوئے بلکہ ان سپاہیوں نے بھی رنگ رلیاں منائیں۔

اسمٰعیل عادل کا حکم شب خون

اسمٰعیل عادل شاہ کو جب امیر قاسم برید کے قیام کا حال معلوم ہوا تو اسی دن تاریک شب کو اسد خاں لاری کی رہنمائی میں چند مخلص سپاہیوں کو سیاہ حریف پر شب خون مارنے کا حکم جاری کیا۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں اسد خاں لاری امیر قاسم برید کی قیام گاہ کی طرف بڑھا اور اس جگہ کو ساکت و خاموش پا کر اپنے سپاہیوں کو پیش قدمی کرنے اور شب خون مارنے کا ارادہ ترک کرنے کا حکم دیا۔ چند نڈر اور بہادر سپاہیوں کو امیر برید کی فوج کا جائزہ لینے کے لیے متعین کیا۔

اسد خاں لاری کی مزید ہدایات

جاسوسوں نے اطلاع دی کہ امیر قاسم برید اور اس کے جملہ متعلقین مست اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہیں جس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ یہ چند نیزے اور شمشیریں اور کچھ پگڑیاں بغیر کسی مزاحمت کے حاصل کر لی گئی ہیں۔ اس کے بعد اسد خاں لاری مورچہ بندی کی طرف مائل ہوا' سپاہیوں کو حریف کی فوج کے ارد گرد لگایا اور خاموش' بے جان' ساکت اور بے آواز رہنے کی ہدایت کی تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو۔ بعد ازاں اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کے خیمہ کا رخ کیا وہاں پہنچ کر دیکھتا کیا ہے کہ چاروں طرف ایک عجیب منظر ہے' ادھر ادھر شراب کے برتن بکھرے پڑے ہیں اور حریف کا ہر محافظ اور ہر پاسبان مے کے نشہ میں بدمست تمام افکار و حادثات سے بے پروا۔ سکون سے خراٹے لے رہے ہیں اسد خاں لاری نے ان لوگوں کو چند محافظین کے حوالہ کیا اور ان کو بغیر قتل کیے ہوئے حکم جاری کیا کہ اگر کوئی شخص ان میں سے ہوشیار و بیدار ہو کر غل کرنے کی کوشش کرے اسے تہ تیغ کر دو۔ اس کے بعد چند سپاہیوں کے ہمراہ امیر قاسم برید کو زندہ قید کرنے یا پھر قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔

امیر قاسم برید کی قیام گاہ

اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کی قیام گاہ کے اندر بیرون خیمہ سے زیادہ عجیب اور مختلف منظر دیکھا کہ اندرونی سپاہی بیرونی لوگوں سے زیادہ خستہ حالت میں ہیں۔ امیر قاسم برید خیمہ کے اندر ایک گوشہ میں پلنگ پر بدمست ہاتھی کی طرح پڑا ہے اسے کسی قسم کا ہوش نہیں ہے۔ گویے اور رقص کرنے والے یا تو الٹیاں کر رہے ہیں یا اپنی ہر چیز سے بے پروا اور بدمست پڑے ہیں۔

امیر قاسم برید کی گرفتاری

اس حالت میں سب کا خون بہانا نہایت آسان تھا' لیکن اسد خاں نے اپنی بہی خواہوں سے مشورہ کر کے کسی کو قتل نہیں کیا بلکہ یہ طے پایا کہ حریف کو زندہ حالت میں مع چارپائی کے لے جائیں۔ لہٰذا اس کام کی تکمیل کے لئے چالاک اور بوڑھے حریف امیر قاسم برید کا پلنگ اس کے خیمہ سے باہر لایا گیا۔ اسی اثناء میں ایک محافظ کی آنکھ کھل گئی وہ چیخا' لیکن اسد خاں لاری کی تلوار کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دکنی اس شخص کو پوٹی والہ کے نام سے یاد کرتے تھے اور اس کے ذمہ حفاظت کرنے اور ہوشیار رہنے کا کام تھا۔

اسد خاں لاری کا مشورہ

اپنے لشکر میں پہنچ کر اسد خاں لاری نے اس پورے واقعہ کو بیان کیا نیز یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ ابھی آدھی رات باقی ہے اگر شب خون مارا گیا تو غیر مسلمانوں کے ساتھ مسلمان بھی مارے جائیں گے۔ اور نہ معلوم سحر ہونے تک کتنے مسلمانوں کا خون ناحق بہہ جائے۔ جہاں تک مقصد کے پورا ہونے کا تعلق ہے وہ پورا ہو چکا' حریف کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ دوسروں کو قتل کرنے کے بجائے اسی شخص کو اسمٰعیل عادل شاہ کے حضور میں پیش کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ اسد خان لاری کی یہ بات تمام متعلقین کو پسند آئی اور انہوں نے امیر قاسم برید کے پلنگ کو لے جانے کے لئے کاندھوں پر اٹھا لیا۔

امیر قاسم برید کا بیدار ہونا

آدمی دور چلے تھے کہ امیر قاسم برید ہوش میں آگیا اور اس نے خود کو عجیب حالت میں پایا اسے معاً خیال آیا کہ اس کا پلنگ بھوت پریت اٹھائے کہیں دور لئے جا رہے ہیں- لہٰذا اس بدبخت نے نالہ و فریاد اور رونا شروع کر دیا' لیکن فوراً ہی اسد خاں لاری نے اپنی شکل دکھا کر اس پر ثابت کر دیا کہ اس کا پلنگ جنوں کے قبضہ میں نہیں بلکہ اس کے حریف کے قبضہ میں ہے- اسد خاں لاری نے اس کی گرفتاری سے متعلق تمام باتیں اس کو بتائیں اور اس کو نہایت شرمندہ کیا- اس نے امیر برید سے کہا کہ اس ضعیف العمری میں دشمن کے قریب خیمہ زن ہو کر مے نوشی کی یہ کثرت بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ امیر قاسم برید اتنا شرمندہ ہوا کہ اس نے زبان سے ایک لفظ کہنا بھی مناسب نہ سمجھا وہ اپنی اس بے وقوفی پر سخت نادم اور شرمندہ تھا-

دربار اسمٰعیل عادل شاہ میں امیر قاسم برید کی حاضری

رات کے گذرتے ہی اسد خاں لاری اسمٰعیل عادل شاہ کے پاس پہنچ گیا- بادشاہ اسد خاں کے اس عظیم کارنامہ سے بہت متاثر ہوا اور اس نے اسد خاں کی شان میں داد تحسین کے بڑے خوبصورت الفاظ استعمال کئے- جس سے اسد خاں کی ہمت افزائی ہوئی اور اس نے اپنے آپ کو اب کسی قابل محسوس کیا- امیر قاسم برید سے اسمٰعیل عادل شاہ نے بازپرس کی اور اس سے اس کی عیاری' مکاری اور اس ڈھونگ کا سبب پوچھا جس کے جواب میں امیر قاسم برید نے سر تسلیم ختم کر دیا اور زبان سے ایک حرف بھی نہیں نکالا- بعدازاں امیر قاسم برید کو اسد خاں لاری کی حراست میں دے دیا گیا- تاکہ بادشاہ جس وقت بلائے اس وقت امیر قاسم برید کو حاضر کرنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے- اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم سے دوسرے دن دربار میں امیر قاسم برید کو ہاتھ پاؤں باندھ کر پیش کیا گیا اور کافی دیر تک امیر قاسم برید کو اسد خاں نے بادشاہ کے روبرو دھوپ میں کھڑا کیا-

امیر قاسم برید کے قتل کا حکم

غالباً کسی قدیم جدید تاریخ میں اس قسم کا عظیم واقع نہ ہوا جب کہ ایک بہادر صاحب عزت وجلال تخت کا مالک اپنے خیمہ شاہی سے اتنی بری طرح سے اٹھوالیا جائے- اور اس کے متعلقہ بہی خواہ' خیر خواہ اور قرب وجوار کے لوگ بہ آسانی اسے آنے دیں اور اپنے عیش وعشرت میں چور ہو کر اپنے بادشاہ کو نکل جانے دیں- چونکہ اسمٰعیل عادل شاہ امیر قاسم برید سے بہت بری طرح نالاں تھا لہٰذا اس نے امیر قاسم برید کے قتل کا حکم جاری کر دیا-

قلعہ احمد آباد کی پیش کش

ابھی قتل کرنے والے نے تلوار میان سے باہر نکالی ہی تھی اور حریف کے دو ٹکڑے کرنے ہی والا تھا کہ ملزم نے نہایت ملتجیانہ انداز میں گریہ وزاری اور نالہ و فریاد کرنی شروع کر دی- اور یوسف عادل شاہ سے لے کر اب تک کے اپنے تمام گناہوں کو دہرایا اور پھر ان بادشاہوں کی معافی کی تعریف کی- اسمٰعیل عادل شاہ سے بھی اس مرتبہ اپنی گستاخیوں کی معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ احمد آباد بیدر کا قلعہ جسے آج تک کوئی بادشاہ فتح نہ کر سکا- عادل شاہی خاندان کے قبضہ میں آ جائے گا- ساتھ ہی تمام مال وزر اور ذخیرہ سیم وطلاء بھی اسمٰعیل عادل شاہ کی نذر کر دیئے جائیں گے- اسمٰعیل عادل نے اس وعدہ کو قبولیت کا شرف بخشا اور اسے اپنی فتح کا مال غنیمت سمجھا-

امیر قاسم برید کے فرزندوں کا قلعہ دینے سے انکار

ایک پیغامبر کے ذریعہ امیر قاسم برید نے اپنے فرزندوں سے درخواست کی کہ وہ قلعہ کو عادل شاہی خاندان کے حوالے کر دینے کے لئے تیار رہیں' لیکن اس کے فرزندوں نے امیر قاسم کو ضعیف العمر' بزدل سپہ سالار' بے وقوف اور قریب المرگ جیسے کلمات کہے اور جواب دیا کہ اس عظیم قلعہ کو حریف کی تحویل میں دینا بے وقوفی ہے-

قاصد کی روانگی

فرزندوں کا دراصل اپنے باپ کو اس قسم کے جواب دینے سے یہ مقصد تھا کہ وہ جس طرح سے بھی ہو اسیری کے دن گزارے۔ بعدازاں فرزندوں نے ایک مخلص شخص کو اپنے باپ کے پاس روانہ کیا اور اسے یہ اختیار دیا کہ وہ باپ سے پوچھے کہ "اگر بغیر قلعہ حوالہ کئے ہوئے دشمن کی قید سے رہائی ممکن ہے تو ٹھیک ہے۔"

پیغامبر بیٹوں کا پیغام لے کر آناً فاناً امیر قاسم برید کے پاس پہنچا اور اس کے بیٹوں اور علی برید کی پریشانی' اضطراب اور قلعہ حوالہ کرنے کی بابت ساری باتیں اس سے بیان کیں۔

امیر قاسم برید کے قتل کا دوبارہ حکم

ان تمام باتوں نے امیر قاسم برید کو اطمینان دلا دیا اور اس نے بادشاہ سے اپنے بیٹوں کے قلعہ حوالہ نہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا' لیکن اسمٰعیل عادل شاہ نے قتل کا دوبارہ حکم جاری کیا۔ ایک آزاد فیل کو اس کے مار ڈالنے اور کچلنے کے لئے تیار کیا گیا جسے دیکھ کر امیر قاسم برید بے حد رویا اور چیخا۔ اور اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ اسے اپنے فرزندوں کی اس برج کے قریب مارا جائے۔ جہاں وہ رہتے ہیں تاکہ وہ خود قلعہ کی سپردگی اور اپنی رہائی کے سلسلہ میں فرزندوں سے بات چیت کر کے کوئی آخری فیصلہ کر سکے۔ بادشاہ نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور اس کو برج کے قریب پہنچا دیا گیا۔

امیر قاسم برید کے فرزندوں کی شرطیں

امیر قاسم برید کے فرزندوں نے جب باپ کو برہنہ حالت میں ہاتھی کی پیٹھ پر بندھا ہوا دیکھا تو ان فرزندوں نے قلعہ اسمٰعیل عادل شاہ کے حوالے کرنے کی چند شرطیں پیش کیں۔ پہلی یہ کہ اسد خاں لاری کو جس جگہ تجویز کیا جائے خاموش کھڑا رہنا ہوگا۔ اور بریدی خواتین واطفال سے کسی قسم کی کوئی بات چیت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ دوسرے یہ کہ خواجہ سراؤں اور خواتین سے سامان اور مال وغیرہ کے سلسلہ میں بھی کوئی بازپرس نہیں کی جائے گی۔ کہ یہ فلاں سامان یا اسباب قلعہ سے کیوں لے جا رہی ہیں۔ اور آخری شرط یہ کہ جس قسم کی پوشاک وہ زیب تن کئے ہوں وہ مع زیورات قلعہ سے نکل جانے کی اجازت ہوگی۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے امیر قاسم برید کے فرزندوں اور علی برید کی ان شرطوں کو سن کر قبول کیا۔

شرائط پر عمل

اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم کی تعمیل میں اسد خاں لاری دروازہ قلعہ پر مقرر ہوا۔ اور اس بات کا محافظ ٹھہرایا گیا کہ بریدی خواتین' خواجہ سرا اور اطفال جب قلعہ سے باہر نکلیں تو انہیں کوئی شخص کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائے۔ اس طرح علی برید نے اپنی خواتین اور خواجہ سراؤں کو بیش بہا اور گراں قدر زیورات' جواہرات اور بہمنیہ بادشاہوں کے زمانہ کے منقش اور دریا سامان جنگ' مال وزر اور اشرفیاں وغیرہ دیں اور ہدایت کی کہ وہ ان تمام چیزوں کو نقاب کے اندرونی حصہ میں رکھ کر قلعہ سے نکلیں۔

دربار اسمٰعیل عادل شاہ

اسمٰعیل عادل شاہ کے حوالہ جب قلعہ کر دیا گیا تو وہ اسی روز قلعہ میں بڑے جاہ وجلال کے ساتھ داخل ہوا۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ خاندان بہمنیہ کے تخت وتاج پر جلوہ افروز ہوا۔ بعدازاں علاؤالدین عماد شاہ کو اسد خاں لاری اور شہزادہ ملوخاں کے ذریعہ مدعو کیا۔ کچھ دیر بعد پھر اس کو بلانے کے لئے شہزادہ علی اور عبداللہ کی روانگی کا حکم دیا۔ شہزادوں کے پہنچتے ہی عماد شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کی دعوت قبول کی اور وہ ان کے ہمراہ روانہ ہوگیا۔ وہ عادل شاہی خیمہ کے قریب پہنچنے ہی والا تھا کہ خود بادشاہ نے اسے باب قلعہ تک خوش آمدید کہا اور اس کی آمد سے بزم کی زینت میں اضافہ کیا۔

جواہرات کی تقسیم

بعدازاں اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ کے تمام بیش بہاذخائر سیم وطلا' گراں قدر طلائی ظروف' عمدہ ہیرے' جواہر' موتی' بہترین پوشاک لباس اور نقد ر بارہ لاکھ ہون علاؤالدین عماد شاہ کی خدمت میں پیش کئے تاکہ وہ اپنی طبیعت کی چیزیں ان میں سے منتخب کرے۔ لیکن علاؤالدین عماد شاہ نے صرف ایک منقش عنبرچہ کا انتخاب کیااور ہاتھ بڑھاکر اٹھالیا- بعدازاں اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم سے اسد خان لاری نے تین لاکھ ہون علاؤالدین عماد شاہ کے نوکروں کو بانٹ دیئے- علاوہ ازیں ملوخاں' انوخاں' عبداللہ و ابراہیم شہزادوں کو بھی ایک لاکھ ہون تقسیم کئے گئے- ان میں سے جتنا ایک کے حصہ میں آیا تقریباً اتنے ہی ہون بادشاہ کے حکم سے اسد خاں لاری نے بھی لئے۔

زائرین اور دیگر امراء کو انعامات

سید علی عقیل کو پچاس ہزار ہون کربلائے معلیٰ اور دوسرے مقدس مزارات کے زائرین کو تقسیم کرنے کے لئے دیئے گئے- بیجاپور اور فوج کے دیگر علماء وفضلاء کے لئے سید احمد ہروی کو پچاس ہزار ہون کا عطیہ دیا- اس کے بعد فقراء وغرباء کی امداد کے لئے بارہ ہزار کی رقم صرف کی گئی- پھر بھی جو رقم بچ گئی وہ سب کی سب سپاہیوں اور فوج کے لوگوں میں تقسیم کر دی گئی- اس طرح اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے خرچ کے لئے ایک کوڑی بھی نہیں بچائی- ساری رقم تقسیم کر دی اور خود خالی ہاتھ بزم سے اٹھ گیا-

مولانا شہید شاعر قمی کے لئے رقم

اس عرصہ میں گجرات میں اپنے وقت کے مشہور ومعروف عالم وفاضل شاعر مولانا شہید قمی تشریف فرما تھے- اپنے کلام کے سبب شاہی دربار میں ان کی بڑی توقیر وتعظیم ہوا کرتی تھی- لہٰذا اس مرتبہ بھی اسمٰعیل عادل شاہ نے مولانا سے جس قدر رقم وہ اٹھا سکیں اٹھا لینے کو کہا' لیکن مولانا مسافت طے کر کے آئے تھے لہٰذا تھکان کی وجہ سے ان میں پہلی جیسی جان نہیں تھی- بادشاہ سے مولانا نے فرمایا کہ وہ یہاں آ کر آدھے رہ گئے- جب گھر سے گجرات کے لئے روانہ ہوئے تھے اس وقت آج سے دوگنی طاقت ان کے جسم میں موجود تھی- اگر اس وقت بندہ پرور خزانے میں سے رقم اٹھالینے کا حکم جاری کرتے تو کیابات تھی- اسمٰعیل عادل شاہ مولانا کی ان باتوں کو سن کر مسکرایا اور اس نے مولانا سے کہا کہ جتنی دولت آپ اٹھا سکیں لے جانے کی اجازت ہے- قمی شاعر کی مرضی اور دلی خواہش بھی یہی تھی لہٰذا انہوں نے زمین کو چوما اور بڑی خوشی کے ساتھ دو دفعہ پچیس ہزار طلائی ہون حاصل کر لئے۔

امیر قاسم برید کے قصور کی معافی

مذکورہ واقعہ دراصل دلیل ہے اس بات کی کہ اسمٰعیل عادل شاہ کس قدر فیاض' نازک مزاج اور خوش اخلاق وخوش گفتار واقع ہوا تھا- اس بزم میں اسمٰعیل عادل شاہ کی عنایتیں اور نوازشیں اپنے پورے شباب پر تھیں لہٰذا اسمٰعیل عادل شاہ نے علاؤالدین عماد شاہ کی سفارش پر امیر قاسم برید کی ساری غلطیوں کو معاف کر دیا- نیز دربار میں امراء کی صف میں اس کو نمایاں جگہ مرحمت فرمائی- احمد آباد بیدر کے علاوہ ساری جائیداد جن میں اودگیر' کلیاں اور دیرنیہ پرگنے بھی شامل ہیں امیر قاسم برید کو دوبارہ عطا کیں- ساتھ یہ شرط لگائی کہ وہ بادشاہ کے تین ہزار سپاہیوں کے ہمراہ رہے گا اور بیجانگر کے غیر مسلم حاکم کے قبضہ میں جو مدگل اور رائچور کے قلعے ہیں ان کو عادل شاہی فوج کی مدد سے فتح کرے- اسی طرح قلعہ ماہور کو قبضہ میں لے کر علاؤالدین عماد شاہ کے حوالے کر دے۔

قلعہ رائچور کی فتح

بعدازاں دونوں حکمران علیحدہ ہوئے- اسد خاں لاری کے مشورہ سے احمد آباد بیدر کو مصطفیٰ خاں شیرازی کے حوالے کر دیا گیا- جس کو اسمٰعیل عادل شاہ نے منظور کر لیا- چونکہ تمراج کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کے فرزند رام راج سے بیجانگر کے والی اور اس کے قرب وجوار کے امراء ناخوش تھے اور رام راجہ کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتے تھے [illegible]

جنگ و جدل بنا رہتا تھا۔ مسلمان حکمرانوں کے لئے یہ اچھا موقع تھا لہٰذا انہوں نے متحد ہو کر رائچور کے قلعہ پر چڑھائی کر دی۔ کرشنا دریا کو بڑی آسانی سے پار کیا اور قلعہ پر قابض ہوگئے۔ اس قلعہ کو سترہ برس سے غیر مسلم اپنی حراست میں لئے ہوئے تھے۔

جشن فتح و نصرت

اس جشن کو منعقد کرنے کا وعدہ پہلے ہی سے اسمٰعیل عادل شاہ نے کیا تھا۔ اب قلعہ فتح ہو جانے کے بعد ایک خاص تقریب کا اہتمام کیا گیا اور شراب نوشی شروع ہوئی۔ اس بزم میں اسد خاں لاری کو بھی اسمٰعیل عادل شاہ نے خود اپنے ہاتھ سے تین جام بھر کر پیش کئے اور اپنے پاس بٹھایا۔ اسمٰعیل عادل شاہ سے علاؤالدین عماد شاہ اور اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کی سفارش کی اور درخواست کی کہ حضور اس کو بھی بزم میں شریک کرتے تو اچھا ہوتا۔ بادشاہ نے ان لوگوں کی درخواست قبول کی اور امیر قاسم برید کو طلب کیا گیا۔ پھر اسے بھی اس محفل میں خاص جگہ دی گئی اور شراب پیش کی گئی' بادشاہ نے اس پر کہا "رابعھم کلبھم" (ان میں سے چوتھا کتا ہے) کا محل یہی ہے۔ بادشاہ کے جملے کو سن کر عماد شاہ لطف اندوز ہوا کیونکہ وہ صاحب فہم شخص تھا۔ البتہ امیر قاسم برید کی سمجھ میں بادشاہ کا یہ لطیفہ نہ آسکا اور وہ عماد شاہ کے تبسم پر رنجیدہ ہوا بلکہ رونے لگا۔ امیر قاسم برید کے رونے نے اسمٰعیل عادل شاہ کو بہت زیادہ متاثر کیا اور اس نے امیر قاسم برید سے مشفقانہ لہجہ میں کہا کہ جب وہ بیجاپور جائے گا تو احمد آباد بیدر اس کی تحویل میں دے دے گا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی مہمان نوازی

اس علاقہ میں اسمٰعیل عادل شاہ تقریباً تیس یوم تک رہا اور تمام امور سے فارغ ہو کر دوسری جگہ کا قصد کیا۔ اپنے قیام کے دوران میں اسے کئی مرتبہ یہ خبر موصول ہوئی کہ بہادر شاہ گجراتی دکن کے علاقہ پر چڑھائی کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اسمٰعیل عادل شاہ نے ماہور پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ اس طرح وہ بیجاپور کی طرف چلا اور عماد شاہ نے برار کی راہ لی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ راستے میں اسمٰعیل عادل شاہ علاؤالدین عماد شاہ کے دولت خانے پر جلوہ افروز ہوا۔ میزبان نے نہایت خندہ پیشانی سے مہمان کا استقبال کیا اور ہیرے اور جواہرات کی کشتیاں اس کی خدمت میں پیش کیں۔

عماد شاہ بحیثیت مہمان

کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ اسمٰعیل عادل شاہ کے یہاں عماد شاہ نے قیام کیا۔ مہمان کی خاطر تواضع کے لئے بادشاہ نے ایک مجلس منعقد کی۔ دو ہزار مغلوں کی فوج نے مع تمام آلات جنگ عماد شاہ کو سلامی دی۔ پھر اسمٰعیل عادل شاہ نے عماد شاہ کو بتایا کہ اسے جو حصہ اپنے والدین سے حاصل ہوا ہے یا حکومت کے دوران پایا ہے یہی فوج کے جوان ہیں۔ ان میں ہر سپاہی اپنے وقت کا رستم اور اسفندیار سے زیادہ بہادر اور شجاع ہے۔ علاؤالدین عماد شاہ اس فوج کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسمٰعیل عادل شاہ سے اس نوجوان اور بہادر فوج کی بے حد تعریف و توصیف کی اور کہا کہ اگر اس کے پاس بھی اس طرح کے سپاہی ہوتے تو وہ کاہے کو ماہور کا قلعہ نکل جانے دیتا۔

امیر برید کی سرکشی

جب امیر برید نے ۹۸۳ھ میں گھروں اور قلعہ کی چابی اسمٰعیل عادل شاہ کو ارسال نہیں کی تو اس نے قلعہ قندھار اور کلیان پر چڑھائی کرنے کا خیال ظاہر کیا اور اس طرح سراپردہ شاہی اور دہلیز کو بیجاپور سے باہر روانہ کر دیا۔ ادھر برہان نظام شاہ کے پاس امیر قاسم برید کا قاصد پہنچا تاکہ وہ اس کو مدد کے لئے اکسائے۔ برہان نظام شاہ نے ایک پیغامبر کے ذریعہ اسمٰعیل عادل شاہ سے سفارش کی کہ وہ بیجاپور ہی میں رہے اور چونکہ امیر قاسم برید نے مسافت کے درمیان اسے بہت آرام دیا ہے لہٰذا اس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ملتوی کر دے اس سے شاید ممنون و مشکور ہونے کی راہ ہموار ہو سکے۔

اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے جواب میں برہان نظام شاہ کو صاف صاف لکھا کہ اس نے فتح قلعہ ماہور کے دوران کبھی نظام سے اس قسم

کی استدعا نہیں کی' مگر اب مجھے تمہاری بات منظور ہے۔ لہٰذا اس طرح سے اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے خیال کو ملتوی کر دیا۔ پھر بھی اتنا ضرور لکھا کہ ان دنوں موسم سرما کا آغاز ہے۔ گھر میں طبیعت گھبراتی ہے' سلطنت کی سرحدیں ملاحظہ کرنے کا خیال پختہ ہے' خاص طور پر شولا پور اور تلارگ۔ لہٰذا ایسی صورت میں کوئی سرحد پر متعین تمہارا رئیس یا ملازم اپنے دل میں کسی قسم کا کوئی شک' کوئی شبہ' کوئی تردد یا کوئی خوف پیدا نہ کرے۔

برہان نظام شاہ کا مشورہ

بہادر شاہ گجراتی کی جانب سے برہان نظام شاہ کو کسی قسم کا کوئی خوف نہیں تھا بلکہ وہ بڑی حد تک مطمئن ہو چکا تھا۔ اسی لئے وہ اپنے آپ کو صاحب چتر کہلواتا تھا۔ برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کو جواب دیا کہ اسے اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے اور بیجاپور میں آرام کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ برار اور احمد آباد بیدر کے علاقے بہادر شاہ گجراتی نے برہان نظام شاہ کے حوالے کر ہی دیئے ہیں۔ لہٰذا اسمٰعیل عادل شاہ کو حال اور مستقبل کو ماضی کی طرح سمجھنا بیکار ہے۔ لہٰذا تمام باتوں پر قیام اور آرام کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا کوچ

اسمٰعیل عادل شاہ کو برہان نظام شاہ کا جواب بہمن علی میں ملا کیونکہ وہ بیجاپور چھوڑ چکا تھا۔ اس جواب کو پڑھتے ہی وہ بعد ادائیگی نماز روانہ ہوگیا۔ اگلے روز بعد دوپہر اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے ہمراہ چالیس پیادے اور چار سو مغل سپاہی لئے اور نلدرگ دریا کے کنارے قیام پذیر ہوا یہ دریا قریب ہی بہتا ہے۔ بعدازاں برہان نظام شاہ کے قاصد کو واپس جانے کی اجازت دے دی گئی نیز اس سے تاکید کی گئی کہ تمام گذری ہوئی باتیں نظام شاہ سے دہرائے تاکہ اسمٰعیل عادل شاہ اب کے پھر دلاوری کے مقام جنگ کی طرح اس جنگ میں اپنی نیزہ بازی' تلوار اور تیروں کے کرشمے ظاہر کرے۔

برہان نظام کی جنگ کی تیاریاں

پچھلی شکست کا انتقام لینے کے خیال سے برہان نظام شاہ نے اپنی دولت کا بیشتر حصہ آلات جنگ خریدنے پر صرف کیا اور امیر قاسم برید کی حمایت حاصل کی۔ یہاں تک اسے اپنا شریک کار بنا کر اسمٰعیل عادل شاہ کی مملکت کی سرحد کا رخ کیا۔

نظام اور عادل شاہی جنگ

ادھر اسمٰعیل عادل شاہ بارہ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ نظام شاہ کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ اسد خاں لاری کی رہنمائی میں اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے تمام سپاہیوں کو مقرر کیا۔ اور اس کے بعد میدان جنگ فریقین کی آزمائش گاہ بن گیا غالباً اس سے پیشتر تاریخ میں کبھی ایسی لڑائی نہیں ہوئی۔ جب تک سپاہیوں کے پاس سامان جنگ اور دلوں میں عزم' لڑائی برابر جاری رہی اور کشت وخون کا بازار گرم رہا آخرکار ایک حکمران جیتا اور دوسرا ہارا۔ یہی دستور کائنات ہے' نظام شاہی خاندان کا نامی گرامی امیر میدان جنگ میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کا نام خورشید خاں تھا اور عادل شاہی خاندان کو فتح نصیب ہوئی۔ برہان نظام شاہ سارا سامان جنگ جو کام آنے سے بچ رہا تھا' وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور اس نے اس نازک وقت میں احمد نگر کا رخ کیا' اس کی فوج کے ہاتھی اور توپ خانہ وغیرہ اسمٰعیل عادل کے بہی خواہوں کے ساتھ لگا۔

عادل اور نظام شاہی خاندانوں میں دوستی

یہ جنگ دونوں خاندانوں کے درمیان آخری آزمائش کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعدازاں دونوں فریقوں میں کوئی جنگ یا کسی قسم کا مقابلہ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ملک کے بعض بارسوخ اشخاص نے دونوں خاندانوں کے درمیان دوستی کا ہاتھ ملوا دیا۔ اور اس طرح دونوں حکمران سرحد پر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ اور عہد کیا کہ علاؤالدین عماد شاہ' قلی قطب شاہ کے علاقوں کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے عادل

شاہی اور نظام شاہی خاندان ایک دوسرے سے مدد و معاون' شریک کار اور ہمدرد ہو جائیں۔

نلگنڈہ پر عادل شاہی حملہ

۹۴۰ھ میں اسمٰعیل عادل شاہ اور امیر قاسم برید نے باہم مل کر تلنگانہ کا رخ کیا' تلنگانہ کا مشہور قلعہ جس کا نام نلگنڈہ ہے۔ سب سے پہلے اسمٰعیل عادل شاہ کی حراست میں آیا۔ ادھر سلطان قلی قطب شاہ نے نزاکت وقت کے پیش نظر گولکنڈہ کو نہیں چھوڑا وہ اگرچہ جنگ کے میدان میں نہیں آیا' لیکن قلعہ کے لوگوں کی حفاظت اور ان کی مدد کے لئے اس نے سواروں اور پیادوں کی ایک اچھی تعداد روانہ کر دی۔ اس کے باوجود اسد خاں لاری قلعہ کے محافظوں اور رہنے والوں سے جنگ کرتا اور ہر دفعہ فتح حاصل کرتا رہا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی دوسری جگہ منتقلی

جنگ کرتے کرتے محافظین قلعہ نلگنڈہ بے حد پریشان ہوئے' ممکن تھا کہ چند روز میں قلعہ عادل شاہی فوج کے اختیار میں ہوتا' لیکن بدقسمتی سے یا پھر حکم الٰہی سے اسمٰعیل عادل شاہ کی طبیعت کچھ ناساز ہو گی یہ سلسلہ کافی دنوں تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ اسمٰعیل عادل شاہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا۔ مجبور ہو کر اس نے امیر برید اور اسد خاں لاری دونوں کو طلب کیا۔ چونکہ دونوں اس کے ساتھ قلعہ فتح کرنے میں مصروف تھے۔ لہٰذا ان دونوں سے بادشاہ نے اپنی طویل علالت' کمزوری اور وہاں کی موسمی خرابی کے سلسلہ میں گفت و شنید کی۔ اور طے کیا کہ مذکورہ دونوں امراء تلنگانہ کی جنگ میں مصروف رہیں اور بادشاہ خود حسن آباد گلبرگہ کا رخ کرے تاکہ وہاں طبیعت ٹھیک ہو جائے تو پھر دوبارہ تلنگانہ کا ارادہ کرے۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال

مزید برآں امراء نے بادشاہ کو پالکی میں بٹھا کر حسن آباد گلبرگہ روانہ کرنے کا فیصلہ کیا' مگر صفر کی سولہ تاریخ ۹۴۱ھ بروز بدھ اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی لڑائیوں کا سلسلہ بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے انتقال کی خبر اسد خاں لاری نے کسی کو نہ ہونے دی اور اس کی موت کو صیغہ راز میں رکھا۔ بادشاہ کے مردہ جسم کو پالکی میں رکھ کر اس پر نقاب ڈال دی۔ جب دن کا اجالا ختم ہوا اور چاروں طرف تاریکی چھا گئی تو اسد خاں لاری نے اس کی لاش کو قصبہ کوکی بھیج دیا۔ جہاں وہ اپنے والد مرحوم کی قبر کے برابر جگہ پا سکے۔ بعدازاں اسد خاں لاری نے پرانے کہنہ مشق اور تجربہ رکھنے والے امراء خاص طور پر امیر قاسم برید وغیرہ کو طلب کیا اور دو یوم کے بعد ان پر سارا راز افشا کیا۔

جانشین کا انتخاب

اسمٰعیل عادل شاہ کی موت کے بعد شہزادہ ملوخاں سے اس کا بھائی شہزادہ ابراہیم بہت برہم تھا اس کے علاوہ دیگر امراء روساء کی اکثریت اس کی ہم نوا تھی۔ اسد خاں لاری نے غیر علاقہ میں کسی جانشین کا انتخاب مناسب نہ سمجھا لہٰذا اس نے وقت کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انفرادی طور پر ہر شخص کو علیحدہ علیحدہ بتایا کہ یہ وقت بڑا نازک ہے اور یہاں فیصلہ کرنا دانش مندی نہیں۔ بہتر ہوگا کہ حسن آباد گلبرگہ جہاں حضرت خواجہ سید گیسو بندہ نواز کا مزار ہے' پہنچ کر ان سے کوئی فیض حاصل کریں اور جانشینی کا معاملہ صاف کریں۔ تمام شہزادے اس بات سے متفق ہوئے اور گولکنڈہ کے قلعہ کو خیرباد کہا۔ ہر شہزادے کو اپنی عقل مندی سے کام لے کر حسن آباد گلبرگہ روانہ کیا۔ جہاں سارے شہزادے پہنچ گئے' حالانکہ اسد خاں لاری شہزادہ ابراہیم کے بادشاہ بنانے کے حق میں تھا' مگر وقت یہ تھی کہ شہزادہ ملوخاں اسمٰعیل عادل شاہ کا بڑا فرزند تھا۔ اور خود اپنی حیات میں اسمٰعیل عادل شاہ نے اسے نامزد کر دیا تھا۔ اس بات سے مجبور ہو کر اسد خاں لاری نے ملوخاں کو اسمٰعیل عادل شاہ کا جانشین مقرر کیا اور مرچ کے قلعہ میں شہزادہ ابراہیم کو نظربند کر دیا گیا تاکہ کسی قسم کا کوئی تنازعہ پیدا ہو

امیر سید ہروی کا بیان

اسمٰعیل عادل شاہ کی سخاوت' رحم دلی' فیاضی اور جواں سالی کی بابت امیر سید ہروی نے لکھا ہے کہ اسمٰعیل عادل شاہ اپنی مذکورہ صفات کے سبب اس قابل نہ تھا کہ وہ آمد و خرچ میں توازن برقرار رکھ سکتا۔ اسمٰعیل عادل شاہ اپنے حریفوں' سرکشوں' قصور کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کرتا تھا اور ان کی مکاریوں' عیاریوں حیلوں' بہانوں اور گستاخیوں کو عام طور پر نظرانداز کرنے کا قائل تھا۔ بہترین لباس اور عمدہ غذا کھانے کی عادت تھی گھٹیا' لچر اور فحش باتوں سے نفرت کرتا اور کوشش کرتا کہ اس کی صحبت میں علماء و فضلاء زیادہ رہیں۔ وہ اہل فن اور اہل علم کی قدر کرتا تھا' موسیقی اور شاعری کے فن کو بہت پسند کرتا' خود شعر کہتا۔ اس کا تخلص وفائی تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دکنی بادشاہوں میں کوئی بادشاہ شاعری کے اعتبار سے اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کا کلام جتنا پاکیزہ اور دلچسپ ہے اس کی مثال دوسرے دکنی بادشاہوں کے کلام میں نہیں ملتی۔

ملو عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ

ملوخاں کی تخت نشینی اور اسد خاں لاری کی روانگی

مرنے سے پیشتر اسمٰعیل عادل شاہ نے اس کا اظہار کر دیا تھا کہ اس کی موت کے بعد ملوخاں کو بادشاہ تسلیم کر لیا جائے۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے مرنے کے بعد اس کی اس خواہش کو اسد خاں لاری نے پورا کیا اور ملوعادل شاہ کو بادشاہ بنایا۔ ملوعادل شاہ کے بادشاہ بن جانے کے بعد اسد خاں لاری اپنے علاقہ کو روانہ ہوا۔ اور بادشاہ کی حفاظت کے لیے ملکہ پونجی خاتون یعنی اسمٰعیل عادل شاہ کی والدہ کو چھوڑا۔

ملوخاں کی رنگ رلیاں

اسد خاں لاری کے جانے کے بعد ملوخان نے اپنے آپ کو آزاد پایا لہٰذا اس نے جی کھول کر مے نوشی اور رقص کی محفلوں کا انعقاد شروع کیا۔ چونکہ ملو خاں نوجوان تھا' دنیا کی اونچ نیچ اور نشیب و فراز سے ناواقف تھا لہٰذا بہت جلد جوانی کی غلط حرکتوں اور بری عادتوں کا شکار ہو گیا۔ اس نے شب و روز نازیبا حرکات سرزد کرنی شروع کیں اور بعض ایسے کام کیے جو بادشاہوں کو زیب نہیں دیتے۔ کسی ایسی کام کی جانب توجہ مبذول نہیں کی جسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا جا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بہت جلد اس سے بدظن اور برہم ہو گئی۔

ایک نیا شوق امرد پرستی

علاوہ دیگر نازیبا حرکتوں کے ملوخاں نے ایک ایسی حرکت بھی شروع کی جو اس کے لیے بالکل نئی تھی یعنی وہ اپنی کم سنی کے شوق میں خود کو ایک آمر بادشاہ سمجھنے لگا اور خوبصورت لڑکوں کا اجتماع اس کے لیے تسکین کا باعث ہوا۔ اس کو یہ عادت اس حد تک بڑھی کہ علاقے کے شریف باعزت اور مشہور خاندانوں کے لڑکے اس کی صحبت میں طاقت کے زور سے پہنچنے لگے اور ان کے والدین کو ان سے زبردستی چھڑایا جانے لگا۔

امرد پرستی اور ملوخاں کا ظلم و ستم

یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ ملو خاں کو عادل شاہی تاج پوش دیوان یوسف ترک کا لڑکا پسند آ گیا۔ اور اس نے اس لڑکے کو طلب کیا لیکن شحنہ دیوان نے مزاحمت کی۔ اس کے باوجود ملوخاں نے حکم جاری کیا کہ سرکاری سپاہی زبردستی اس لڑکے کو حاضر کریں اور کوئی شخص بھی جو اس حکم کی مخالفت کرے یا اس کی تعمیل میں روڑے اٹکائے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ شحنہ دیوان بھی ان امراء میں تھا جنہیں عادل شاہی خاندان نے تاج پہنایا تھا' لہٰذا اس نے بادشاہ کے ملازمین اور سپاہیوں کو بادشاہ کے خلاف اکسایا اور بغیر کسی خوف یا خطرے کے اپنے متعلقین کو لے کر شہر سے نکلا اور اپنے علاقہ قصبہ گھورہ کا رخ کیا۔ یوسف ترک کے لڑکے کے معاملہ نے اتنا طول کھینچا کہ کاوۂ آہنگر کی کہانی تازہ ہو گئی۔ علاقہ کے دوسرے باعزت اور شریف اشخاص نے اس کی حمایت کی۔

ملوخاں کے خلاف سازشیں

ملوعادل شاہ کی دادی پونجی خاتون کو اپنے نوجوان پوتے کی بری عادات کا بڑا افسوس ہوا۔ اور اسے سخت تکلیف پہنچی' لہٰذا پونجی خاتون نے مصمم ارادہ کیا کہ کسی طرح ملو عادل شاہ کا تختہ الٹ کر اس کی بادشاہت کا خاتمہ کیا جائے۔ اور اس کی جگہ شہزادہ ابراہیم کو بادشاہ بنایا جائے' اس طرح اسد خاں لاری کو ملو خاں کی تمام حرکتوں سے آگاہ کیا گیا۔ یوسف شحنہ نے ایک معتبر اور مخلص دوست کے ذریعہ تنکون اسد خاں لاری کی جاگیر تک یہ خبر پہنچائی گئی۔ اسد خاں لاری پہلے ہی تمام حالات سے واقف تھا اس نے جواب دیا کہ اس نے قصداً بیجاپور

میں رہنا پسند نہیں کیا' کیونکہ بادشاہ کے اعمال کو وہ بری نظر سے دیکھتا تھا۔ لہٰذا تلگوان کو قیام گاہ بنایا اس نے یوسف شحنہ کو یہ بھی لکھا کہ وہ پونجی خاتون کا کہا پورا کرے اور عادل شاہی خاندان کی عزت' آبرو اور اس کے وقار کو صدمہ نہ پہنچنے دے۔ اسد خاں لاری سے اتفاق کرتے ہوئے یوسف شحنہ نے شہر کا رخ کیا۔

ملو عادل شاہ کی معزولی

پونجی خاتون کے فرمان کے مطابق یوسف شحنہ نے دو سو سپاہی ہمراہ لئے اور بیجاپور کا رخ کیا وہاں پہنچ کر اس نے بے دھڑک قلعہ ارک میں قدم رکھ دیا۔ چوکیدار مانع آیا' لیکن یوسف شحنہ کی تلوار کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس طرح یوسف شحنہ نے ملو خاں کو گرفتار کر لیا۔ اور پونجی خاتون کی رضا کے مطابق بادشاہ اور اس کے برادر انو خاں کی آنکھوں میں گرم گرم سلاخیں پھروا دیں اس طرح شہزادہ ابراہیم کو عادل شاہی تخت پر بٹھایا گیا اور وہ بادشاہ بن گیا۔ ملو خاں کی حکمرانی کا عرصہ صرف چھ ماہ اور چند یوم ہے۔

ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ

شجاعت اور بہادری

تاریخ نویسوں کا خیال ہے کہ ابراہیم عادل شاہ بڑا دلیر اور جاں باز بادشاہ تھا وہ اپنی طاقت' بہادر اور دلیری کے باعث کسی شخص کو نظر میں نہیں لاتا تھا اور طوفان کی مانند تمام ناہموار موجوں سے ٹکراتا ہوا آگے بڑھتا رہتا تھا اس کا غصہ اور عتاب بھی اس کی دلیری' بہادری اور طاقت کی مانند کونے کونے میں مشہور تھا۔ عنان حکومت سنبھالنے کے وقت سے تادم مرگ جنگوں' معرکہ آرائیوں اور حریفوں پر چڑھائیوں میں مصروف رہا۔

تبدیلی مذہب

غیر مصدقہ طور پر اس بات کا پتہ چلا ہے کہ نظام شاہی لشکروں سے اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے عہد میں دس مرتبہ جنگ کی۔ کسی دفعہ بھی اس نے فوج کو میدان جنگ میں تنہا روانہ نہیں کیا' خود فوج کے ہمراہ لڑتا اور اپنی بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کرتا۔ اس کے باوجود بدقسمتی سے وہ صرف دو مرتبہ نظام شاہی فوج کو شکست دے سکا۔ ایک دفعہ قصبہ میں اور دوسری مرتبہ خان کے مقام پر۔ ابراہیم عادل شاہ اپنے خاندان کا پہلا فرد تھا جس نے اپنے والدین اور خاندان کے مذہب کو چھوڑا اور دوازدہ امام کے بجائے امام ابو حنیفہؒ کی پیروی اختیار کی۔

نئے احکامات

بادشاہ نے امامیہ فرقہ کے سارے رسوم اور اطوار بدل دیے اور ایک ایسا حکم جاری کیا جس کی رو سے کوئی شخص تاج سرخ دوازدہ گوشہ سر پر نہیں پہن سکتا تھا۔ اس وقت فرقہ امامیہ کے افراد اس کو پہننا باعث صد افتخار سمجھتے تھے' خوش کلامی آقا' شجاعت خاں کرد اور اسد خاں لاری کے علاوہ تمام باہر کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے امراء کو معزول کر دیا۔ اور ان کے بجائے دکنیوں اور حبشیوں کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ عماد شاہی اور نظام شاہی کنبوں کی روش اختیار کی گئی اور کورہ روایت کا تقرر ہوا۔ اس طرح سلطنت کے اراکین نے صرف چار سو ملازمین کو بحال رکھا اور باہر کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے تین ہزار خواص ملازمین کی تعداد صرف چار سو رہ گئی۔ اس سے پہلے ہمیشہ ان کی تعداد تین ہزار رہی تھی۔

پرانے قوانین کا اخراج

جن ملازموں کو برطرف کیا گیا ان لوگوں نے مجبوراً احمد نگر اور گجرات دکن کا رخ کیا' علاوہ ازیں ابراہیم عادل نے فارسی کی بجائے ہندی کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ اور یوسف عادل شاہ کے زمانے کے سارے قوانین ختم کیے اور برہمنوں کا مرتبہ بڑھایا۔ علاوہ ازیں راجہ رام راج سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کے لیے پیغامبر کو تمام لوگوں سے پوشیدہ رکھ کر روانہ کیا۔ مزید برآں مغل سرداروں کی خاصی تعداد اس کی ہمت افزائی اور ہمدردی سے متاثر ہو کر اس کے پاس آ گئی۔ بیجانگر کی مسجد تعمیر کرانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اس کے ذریعہ ان مغل سرداروں کی دل جوئی اور ہمت افزائی ہو سکے۔

بیجاپور کی فتح

بیجاپور کا حکمران ایک کرسی پر قرآن پاک کو رکھ کر مغلوں کو اس کا واسطہ دلاتا اور اپنی فرماں روائی کے خیال سے اس کی عزت کراتا۔

تخت نشینی کے ایک سال بعد ہی ابراہیم عادل شاہ بیجاپور پر چڑھ آیا اور اس کو فتح کر کے دم لیا۔

بیجاپور کا حال

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ بیجاپور کا حاکم جس کا خاندان تقریباً پچھلی سات صدیوں سے اس پر حکومت کرتا رہا تھا انتقال کر گیا۔ تو اس کے فرزند نے عنان حکومت سنبھالی' جوانی ہی کے دنوں میں وہ بھی انتقال کر گیا۔ بعد ازاں اس کے چھوٹے بھائی نے اس کی جگہ لی' لیکن بد قسمتی سے وہ بھی زیادہ دن زندہ نہ رہ سکا اور اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد اس کے تین ماہ کے فرزند کو تخت پر بٹھایا گیا اس عرصہ میں بیجانگر کے راجہ کا مددگار تمراج نامی ایک امیر کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ لہٰذا جب وارث سلطنت سن شعور کو پہنچا تو تمراج نے اسے بھی زہر دے کر مار ڈالا۔ ایک اور لڑکے کو وارث بنا کر سلطنت کا حاکم مقرر کیا' کچھ ہی دن گزرے تھے کہ تمراج دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔

رام راج کا عروج

تمراج کی خالی جگہ اس کے فرزند ارجمند رام راج نے پر کی۔ اس کا ازدواجی رشتہ سیو رائے کے فرزند کی بیٹی کے ساتھ قائم ہوا۔ اب چونکہ اس کی شادی ہو چکی تھی اور بڑی حد تک اس کا تعلق شاہی خاندان سے ہو چکا تھا' لہٰذا اس نے اس عرصہ میں بڑا اقتدار حاصل کر لیا۔ اور اپنے مزاج میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر لیا' اب وہ آزاد ہونے کی جستجو میں منہمک رہتا۔ امراء اور رؤساء نے اس کی آمرانہ حکومت کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے احتراز کیا' اس طرح اس کی خود مختار ریاست قائم نہ ہو سکی۔ تنگ آ کر رام راج نے شاہی خاندان کے ایک فرزند کو راجہ بنایا اور مسمی بھوج نرمل راج کو وزیر اعظم کے عہدے پر فائز کیا۔ رشتہ میں یہ شخص فرزند کا خالو تھا اور اس کا دماغی توازن بھی برقرار نہیں تھا۔ حقیقت میں وہ اسم بامسمی تھا اس طرح رام راج نے کمسن راجہ کی تربیت' دیکھ بھال اور اس کی نگرانی کا سارا کام بھوج نرمل کے ایما پر اسی کے حوالے کر دیا۔ اس طرح سے تمام جابر اور مکار امراء و روساء کا خاتمہ ہو گیا اور رام راج نے اپنی ہوشیاری اور عقل مندی سے یہ سارا کام کیا۔

رام راج کی سرگرمیاں

اب رام راج نے اپنے ایک غلام کو عزت بخش کر کمسن راجہ اور سلطنت بیجاپور کا تحفظ اس کے حوالے کیا اور خود ان راجاؤں پر چڑھائی کرنے کے خیال سے روانہ ہوا جو اس کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو کم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ کچھ راجہ اس کا نشانہ بن گئے' یہاں تک کہ ایک قلعہ کی حراست میں اتنا مصروف ہوا کہ کافی عرصہ تک اس کو فتح کرنے کی غرض سے سارا مال و زر پانی کی طرح بہاتا رہا۔ اس نے غلام کو پچاس ہزار ہون ارسال کرنے کا حکم جاری کیا۔ غلام حکم کی تعمیل میں قلعہ کے دروازہ کو کھول بیٹھا۔ رام راج کی آنکھیں قلعہ میں دولت کے انبار دیکھ کر چندھیا گئیں وہ خود پر قابو نہ پا سکا اور علی الاعلان راجہ کا مخالف اور باغی ظاہر کر دیا۔ غلام نے بھوج نرمل کو اپنا شریک کار اور راز دار بنایا اور تخت و تاج نیز مال و دولت پر قبضہ کرنے کی خاطر تدبیریں سوچنے لگا۔ رام راج کے تمام مخالفین جو اس سے ڈرتے تھے کمسن راجہ کے معاون بن گئے۔ اس طرح بیجانگر میں ایک عظیم اجتماع ہو گیا' لیکن بھوج نرمل نے غلام کو ناقابل اعتماد اور رام راج کا رفیق سمجھ کو قتل کر دیا اور خود حاکم بن بیٹھا۔

رام راج اور بھوج نرمل کے درمیان معاہدہ

جب رام راج نے معاملہ کو طول ہوتے ہوئے پایا تو اس نے چاہا کہ بھوج نرمل کے ساتھ جھگڑوں کو ختم ہی کر دیا جائے۔ اس غرض سے اس نے کچھ بااثر اشخاص کو صلح کرانے کے لیے منتخب کیا۔ جنہوں نے یہ شرط پیش کی کہ اپنے مقبوضہ علاقوں پر رام راج قابض رہے گا اور دارالخلافہ بیجانگر رائے زادہ ہی کے پاس رہے گا۔ رام راج اس فیصلہ سے انکار نہیں کر سکتا تھا لہٰذا اس نے کچھ نہ کہا اس طرح تمام

راجاؤں نے اپنے اپنے علاقوں کی راہ لی۔

بھوج نرمل کے خلاف رعایا کا اقدام

رائے زادہ کا سر پھرا اور وہ خود مختاری کا خواب دیکھنے لگا اور اس نے ظلم کا پیشہ اختیار کیا اس نے بھانجے کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ نرمل نہایت مغرور ہو گیا اور علاقہ کے ہر خاص و عام' ہر خورد و کلاں کے ساتھ برا برتاؤ کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص اس سے نالاں ہو کر رام راج کا دم بھرنے لگا' یہاں تک کہ رام راج کو چڑھائی کرنے پر اکسایا۔

ابراہیم عادل شاہ سے مدد کی درخواست

بھوج نرمل کو جب ان تمام باتوں کی خبر پہنچی تو اس نے عمدہ تحائف اور چھ لاکھ ہون ایک ایلچی کی وساطت سے ابراہیم عادل شاہ کی بارگاہ میں پہنچائے۔ تاکہ وہ اس کی درخواست قبول کرے اور مدد دے۔ ادھر رام راج نے بھی قصد کیا کہ وہ ایک ایک لاکھ ہون قدم قدم پر بچھا دے گا اور بادشاہ کو راضی کرے گا۔ ۹۴۲ھ میں ابراہیم نے بیجانگر کا رخ کیا۔

رام راج کی عیاری

جب رام راج کو یہ معلوم ہوا کہ ابراہیم عادل شاہ چڑھائی کرنے والا ہے تو اس نے ایک چال چلی۔ اور وہ یہ کہ اپنے ایک نوشتہ میں اس نے بھوج نرمل کو اپنی آئندہ وفاداری کا یقین دلایا اور اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار کیا' نیز یہ بھی تحریر کیا کہ مسلمانوں کے اس علاقہ میں آجانے سے ہندوؤں کی ساری عبادت گاہیں اور مکانات ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اور ہمارے اطفال خواہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اس وقت بھی اسی طرح مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائیں گے جس طرح شاہان بہمنیہ کے دور میں لگ گئے تھے لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ ایک تجربہ کار ضعیف العمر ایلچی ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا جائے۔ تاکہ وہ بادشاہ کی واپسی کے لیے کوشش کر سکے پھر سدا میں میں آپ کا فرمانبردار اور خادم رہنے کا اقرار کرتا ہوں۔

بھوج نرمل کا فریب کھانا

چونکہ بھوج نرمل ایک کم فہم انسان تھا بڑی آسانی سے رام راج کی چالوں میں پھنس گیا۔ قصہ مختصر یہ کہ ہندو مذہب کی رسوم کے مطابق معاہدے ہوئے اور ابراہیم عادل شاہ سے واپسی کی درخواست گزاری۔ ساتھ ہی بھوج نرمل نے چالیس لاکھ ہون بادشاہ کو بھیجے۔ ابراہیم عادل شاہ کی مقصد براری میں کیا کمی رہ گئی تھی جو وہ واپس نہ ہوتا۔ وہ بھوج نرمل کی مدد کے لیے اور رقم وصول کرنے کے لیے آیا تھا دونوں کی تکمیل پر واپس ہو گیا۔

رام راج کی چڑھائی

ابراہیم عادل شاہ دریائے کرشنا کو پار بھی نہ کر پایا تھا کہ اپنے تمام معاہدوں کو بالائے طاق رکھ رام راج نے مثل برق و باد بیجانگر کا رخ کیا۔ شہر میں جو محافظین' سپاہی اور نوکر چاکر تھے انہیں یا تو خوف زدہ کیا یا پھر کوئی فائدہ پہنچانے کا وعدہ کر کے انہیں بھوج نرمل کے خلاف کر دیا۔ ان کو مشورہ دیا کہ کسی نہ کسی صورت سے بھوج نرمل کو قید کر کے اس کے حوالے کر دیا جائے اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ بھوج نرمل کو تہ تیغ کر کے رائے زادہ کا بدلہ لے۔ بھوج نرمل نے اپنے آپ کو ہر لحاظ سے مجبور اور تنہا پا کر گھوڑوں کے پیر کاٹ دینے کا فرمان جاری کیا اور فیل کی آنکھیں پھوڑنے کا حکم دیا۔ اور حکم دیا کہ صدیوں پرانے شاہی مال و دولت کے ذخیروں کو راکھ بنا دیا جائے۔ راجہ کے ان احکامات کی پوری پابندی کی گئی۔ محافظین نے جیسے ہی باب الشہر وا کیا بھوج نرمل نے اپنی تلوار سے خودکشی کر لی۔ اس طرح رام راج نے نہایت اطمینان کے ساتھ بیجانگر کی گدی سنبھالی اور اس کا کوئی سد راہ نہ ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کا حملہ کرنے کا حکم

جب ان تمام واقعات کی اطلاع ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی تو اس نے قلعہ اودنی پر چڑھائی کرنے کے لیے اسد خاں لاری کا انتخاب کیا اور ساری فوج کو اس کے اشارہ پر چلنے کا حکم دیا۔ اسی عرصہ میں رام راج کے بھائی تیکناوری نے کافی تعداد میں سوار اور پیادے جمع کیے اور اسد خاں لاری سے مقابلہ کرنے کے لیے سامنے آیا۔ اسد خاں لاری نے حریفوں کو حراست میں لینے کے بجائے ان سے ملنا چاہا' آخر ایک سخت قسم کی جنگ ہوئی اور اسد خاں لاری کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ حریفوں نے سات کوس تک اسے نہیں بخشا برابر تعاقب کرتے رہے۔

اسد خاں لاری کا شب خون مارنا

جب رات ہوئی اور اجالا بالکل ختم ہو گیا تو تیکناوری' اسد خاں لاری کی فوج سے ایک کوس دور خیمہ زن ہوا اور یہ سمجھ کر کہ دشمن شکست کھا چکا ہے' آرام کی نیند سو گیا۔ اسد خاں لاری نے چار ہزار مسلح بہادر سپاہیوں کے ہمراہ دشمن کے لشکر پر شب خون مارا' کافی دیر تک ہندو اپنا بچاؤ کرتے رہے لیکن مجبوراً مسلمانوں کے زبردست حملے سے بچنے کے لیے بھاگ نکلے۔ اسد خاں لاری نے حریف کے تمام ہاتھیوں اور اس کے بال بچوں کو گرفتار کر لیا' بعد ازاں اسد خاں لاری اس میدان میں قیام پذیر ہوا اور تیکناوری اس کے لشکر سے چھ کوس دور خیمہ زن ہوا اس کے بعد تیکناوری نے ایک نوشتہ جنگ کے تمام واقعات رام راج کو تحریر کیے تاکہ وہ اس کی امداد کر سکے۔

رام راج کا مشورہ

رام راج نے تیکناوری کو اس کے خط کے جواب میں لکھا کہ اسے بہرصورت اسد خاں لاری کی اطاعت قبول کر لینی چاہیے یا پھر دوستی کا ہاتھ بڑھانا بہتر ہے تاکہ اس کے قبضہ سے بال بچوں کو نکالا جا سکے۔ تیکناوری نے رام راج کی رائے سے اتفاق کیا اور ایک پیغام بر کے ذریعہ اسد خاں لاری سے دوستی کرنے کی پیش کش کی۔ اسد خاں لاری نے ان تمام واقعات کی خبر ابراہیم عادل شاہ کو دی اور اس کی رضا کے مطابق تیکناوری سے صلح کر لی بعد ازاں وہ نہایت اطمینان کے ساتھ بیجاپور روانہ ہو گیا۔

یوسف شحنہ کی سازش

تیکناوری کے جو گھوڑے اور ہاتھی اسد خاں لاری کے قبضہ میں آ گئے تھے' ابراہیم عادل شاہ نے ان سب کو اسد خاں لاری کو تفویض کیا اور اس طرح اس کی عزت و آبرو میں اضافہ ہوا۔ یوسف شحنہ وکیل سلطنت کے علاوہ دوسرے فرائض بھی انجام دیتا تھا' لہٰذا اس سے اسد خاں لاری کی قدر و منزلت اور عزت و آبرو نہ دیکھی گئی اور دل ہی دل میں کڑھنے لگا' لہٰذا اس نے تنہائی میں ابراہیم عادل شاہ کو اسد خاں لاری کے خلاف اکسایا اور اس کی برائیاں کرنے لگا۔ ادھر بادشاہ کو بھی اسد خاں لاری کی وفاداری اور نیک نیتی پر شبہ ہوا' اس کے خیال میں اسد خاں لاری شیعہ مذہب سے تعلق رکھنے کی وجہ سے نظام شاہی خاندان سے ہمدردی اور عقیدت رکھتا تھا۔ بادشاہ کو یہ بھی بدگمانی ہوئی کہ کہیں اسد خاں لاری قلعہ تنگوان کو نظام شاہ کے حوالے نہ کر دے اور اس کا غلام ہو جائے۔

ابراہیم عادل شاہ اور یوسف شحنہ کی باہم گفتگو

ابراہیم عادل شاہ نے کسی قسم کی کوئی تحقیق نہیں کی اور یوسف شحنہ کے اقوال و اطوار کو دل و جان سے قبول کر لیا۔ دونوں میں مشورہ ہوا کہ اسد خاں لاری کو کس طرح علیحدہ کیا جائے۔ یوسف شحنہ نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اسد خاں لاری کو علی شہزادہ کے ختنہ کی تقریب میں مدعو کیا جائے اور جیسے ہی وہ یہاں پہنچے فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ یہی ایک تدبیر ہے جو اس سے چھٹکارا دلا سکتی ہے۔ اتفاق سے یہ بھید کھل گیا اور اسد خاں لاری پہلے سے زیادہ چوکنا ہو گیا۔ جب ابراہیم عادل نے اسد خاں لاری کو حاضر ہونے کا حکم دیا تو اس نے بیماری کا بہانہ کر کے عدم شرکت اختیار کی۔

اسد خاں لاری کو مار ڈالنے کی تدبیر

بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ نے پھر یوسف شحنہ سے صلاح مشورہ کیا اور طے پایا کہ اسد خاں لاری کو اسی کے احباب اور ہمدردوں کے ذریعہ زہر دے دیا جائے۔ اس کے ساتھیوں کو اکسایا جائے کہ وہ اسے زہر دے کر ہلاک کر دیں۔ اتفاق سے بادشاہ کی یہ تدبیر بھی ناکام ہو گئی اب دوسری تدبیر یہ اختیار کی گئی کہ نلگوان کے قرب و جوار کے علاقہ میں یوسف ترک کو جاگیر دی جائے اور وکیل سلطنت کے عہدے سے ہٹا کر جاگیر دار بنا دیا جائے۔ اسی طرح سے یوسف ترک کو اسد خاں لاری کے زندہ گرفتار کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اسد خاں لاری بڑا ہوشیار' باشعور اور تجربہ کار انسان تھا اس نے بہت زیادہ محتاط رہنا اختیار کیا' ایک روز اسد خاں لاری نے باغ کی تفریح کرنے کا ارادہ کیا یہ مقام نلگوان سے چھ میل دور واقع ہوا تھا' اسد خاں لاری نے اپنے ہمراہ گنتی کے سپاہی لیے اور باغ کی سیر کرنے کو روانہ ہوا۔

اسد خاں لاری اور یوسف شحنہ کے درمیان جنگ

روانگی کے وقت اسد خاں لاری نے ایک حبشی غلام کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ چار سو نوجوانوں کو ساتھ لے کر اس کے پاس پہنچے' جب یوسف شحنہ کے بہی خواہوں نے اسے خبر دی کہ اسد خاں لاری اکیلا باغ کی سیر کو گیا ہے تو اس نے اپنے ہمراہ دو ہزار کا لشکر لیا اور اسد خاں پر چڑھائی کر دی۔ اس طرح باغ کا صحن جنگ کا میدان بنا اور دونوں طرف سے لڑائی شروع ہو گئی' اسد خاں لاری نہایت ہوشیاری سے حریف کو کچلنے کی سعی کر رہا تھا' بڑے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔

اسد خاں لاری کی فتح

اسد خاں لاری حریف کے لشکر سے بڑی دلیری کے ساتھ لڑتا رہا اور اپنی مستقل مزاجی کا ثبوت دیتا رہا۔ یہ لڑائی اتنے زبردست پیمانہ پر ہوئی کہ بہت سے سپاہی کام آئے۔ پھر بھی میدان اسد خاں لاری کے ہاتھ رہا اور اسے فتح حاصل ہوئی' یوسف شحنہ جان بچا کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی نئی چال

ابراہیم عادل شاہ نے حالات کو بگڑتے دیکھ کر اسد خاں لاری کی دل جوئی شروع کی اس نے یوسف ترک کو گرفتار کر کے اسد خاں لاری کے حوالے کیا اور کہا یوسف ترک کو اس کی گستاخی کی جو سزا اسد خاں لاری چاہے دے سکتا ہے۔ اسد خاں لاری بادشاہ کی چالاکی سمجھ گیا اس نے بادشاہ کو مطلع کیا یوسف ترک کو معاف کیا جائے۔ بعد ازاں یوسف ترک کو اسد خاں نے گھوڑے اور پوشاک وغیرہ مرحمت فرما کر روانہ کیا۔

برہان نظام شاہ کا انکشاف

جب اس معاملہ کی خبر برہان نظام شاہ کو ملی تو اس نے بھرے دربار میں پھریہی فرمایا کہ اسد خاں لاری کا یہ خیال تھا کہ وہ عادل شاہی علاقے فتح کر کے نظام شاہی سلطنت میں شامل کر دے گا۔ لہٰذا یہ وقت چڑھائی کرنے کے لیے بہت غنیمت ہے اسی عرصہ میں برہان نظام شاہ ۹۴۷ھ میں امیر قاسم برید کا شریک کار بن گیا۔ اور احمد نگر کا رخ کیا ادھر خواجہ جہان دکنی اور امیر قاسم برید پرندہ کے قریب پہنچ گئے اور پیش قدمی شروع کر دی۔

اسد خاں لاری کی تدبیریں

نظام شاہی بہی خواہوں نے شولاپور کے ساڑھے پانچ پرگنے جن پر زین خاں قابض تھا اور جو عادل شاہی سلطنت میں شامل تھے اپنے قبضہ میں لے کر خواجہ جہان دکنی کے غلاموں کے حوالے کر دیئے۔ ادھر برہان نظام شاہ نے نلگوان پر چڑھائی کر دی اسد خاں لاری کو اس

کی خبر نہیں تھی- برہان نظام شاہ کے مددگار چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ وہاں پہنچ گئے جس سے برہان نظام شاہ کے حوصلے بہت بلند ہو گئے- اب اس نے عادل شاہی سلطنت کو نیست و نابود کرنا اپنا شعار بنا لیا- ابراہیم عادل شاہ میں حریفوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی لہٰذا وہ حسن آباد گلبرگہ کی سمت روانہ ہو گیا-

اسد خاں لاری کی وفاداری

علی محمد بدخشی کو اسد خاں نے قاصد بنا کر والئی برار علاؤ الدین عماد کے پاس بھیجا تاکہ وہ تمام حالات سے عماد شاہ کو آگاہ کرے اور اسے ابراہیم عادل شاہ کی مدد کرنے کے لیے مجبور کرے- اگر وہ راضی ہو تو اسد خاں لاری بھی اس سے بادشاہ کی بدگمانی دور کرانے کے لیے درخواست کرے گا- ابھی یہ خط پہنچا ہی تھا کہ خود بادشاہ بھی عماد شاہ کے دولت خانہ پر آ گیا اس کے بعد ہی عماد شاہ روانہ ہو گیا-

اسد خاں لاری کی عماد شاہ سے ملاقات

برہان نظام شاہ نے ارک کے سارے مکانوں کو نذر آتش کر دیا کیونکہ وہ قلعہ ارک بیجاپور کو حراست میں لیے ہوئے تھا- برہان نظام شاہ نے اپنے ہمراہ امیر قاسم برید کو لیا اور حسن آباد گلبرگہ کا رخ کیا- کچھ دور ہی گیا تھا کہ اسد خاں لاری اس سے بچھڑ کر عماد شاہ کے لشکر میں پہنچ گیا اور عماد شاہ سے یوسف شحنہ کی برائیاں کرنے کی عادت اور اپنے خلاف اکسانے کی حقیقت بیان کی یعنی یوسف شحنہ نے بادشاہ سے کہا کہ اسد خاں لاری گستاخ ہے اور وہ دشمن سے جا ملا ہے ظاہر ہے بادشاہ بدگمان ہوا اب موقع ملا ہے کہ عماد شاہ اسد خاں کی صفائی بادشاہ سے کرائے اور حقیقت حال سے آگاہ کرے بادشاہ کو بدگمانی اس وجہ سے ہوئی تھی کہ امیر قاسم برید اور نظام شاہ کے نلگوان کے قریب پہنچنے سے بادشاہ نے یوسف شحنہ کا بیان صحیح سمجھا کہ حریف اسد خاں لاری کے ایما سے حملہ آور ہوئے' ان تمام وجوہات نے اسد خاں لاری کی پریشانیوں میں اضافہ کیا اور وہ کچھ عرصہ کے لیے حریفوں کی صف میں جا کھڑا ہوا تاکہ اس کی جاگیر برقرار رہے' یہ صحیح بیان اسد خاں کی نیک نیتی پر مبنی تھا-

ابراہیم عادل شاہ اور اسد خاں لاری کی صلح

اجمالاً یوں سمجھیے کہ علاؤ الدین عماد شاہ بے تکلف اسد خان لاری کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا- اور اس سے اسد خاں لاری کا پورا بیان اسی طرح سنا دیا جس طرح اسد خاں سے اس نے خود سنا تھا- نتیجہ یہ ہوا کہ اسد خاں لاری کو بادشاہ نے معاف کر دیا اس طرح اسد خاں لاری کی برائیاں کرنے والوں کا سارا راز بادشاہ پر افشا ہو گیا- بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ اسد خاں لاری سے بغل گیر ہوا اور اس کی عزت و جاہ میں مزید اضافہ کیا-

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگ

بادشاہ نے دونوں ہی خواہوں یعنی عماد شاہ اور اسد خاں لاری کے مشورے سے برہان نظام شاہ اور اس کے ہمدرد امیر قاسم برید پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا دونوں حریفوں نے عادل شاہی لشکر سے جان بچا کر پرگنہ بیڑ کی راہ لی- اس کے بعد ہی عماد شاہ اور ابراہیم عادل شاہ نے بالا گھاٹ دولت آباد کا رخ کیا کیونکہ وہاں ٹھہرنا ان کے نزدیک سود مند نہ تھا- عادل شاہی فوج اور عماد شاہ نے اس علاقہ کو ہر طرح سے تباہ و برباد کیا-

امیر قاسم برید کا انتقال اور دونوں خاندانوں میں صلح

اسی عرصہ میں امیر قاسم برید بیمار ہوا اور مر گیا' بالا گھاٹ اور دولت آباد میں اس کا مقبرہ تعمیر ہوا- اس کے بعد شاہ طاہر نے بیچ میں پڑ کر دونوں خاندانوں کے درمیان مشروط طور پر صلح کرا دی شرط یہ تھی کہ ابراہیم عادل شاہ کو شولاپور کے ساڑھے پانچ پرگنے نظام شاہ سے واپس ملیں گے اور مستقبل میں آپس میں کوئی جنگ نہ ہو گی غرض دوستی کے بعد فریقین نے اپنے اپنے ملکوں کی راہ لی-

برہان نظام شاہ کا حملہ

ایک سال کے بعد ۹۵۰ھ میں ابراہیم عادل شاہ کی شادی علاؤ الدین عماد شاہ کی لڑکی راجہ سلطان کے ساتھ ہو گئی۔ ساڑھے پانچ رتن خانی پرگنوں کے نکل جانے سے برہان نظام شاہ کے سینے پر سانپ لوٹنے لگا اس کی زندگی شب و روز اجیرن ہو گئی۔ اسی عرصہ میں ابراہیم عادل شاہ اور علاؤ الدین عماد شاہ کے درمیان تعلقات کچھ کشیدہ ہو گئے نظام شاہ کو ابراہیم عادل شاہ کے حریفوں کو اکسانے کا اچھا موقع ملا۔ اس نے جمشید قلی قطب شاہ اور رام راج کو اپنا راز دار بنایا ان کے علاوہ اپنی عیاری اور مکاری سے اس نے خواجہ جہاں دکنی اور علی برید کی حمایت بھی حاصل کر لی۔ بلکہ دونوں کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کے علاقہ پر چڑھائی کرنے کے خیال سے روانہ ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست اور پریشانیاں

برہان نظام شاہ نے قلعہ شولاپور کو حراست میں لے لیا۔ پانچ پرگنوں اور سرحدی علاقوں پر قابض ہوا اور خوب لوٹا۔ ابراہیم عادل شاہ کی فوج نے مقابلہ کیا مگر شکست پر شکست کھائی۔ ادھر نظام شاہ کے ایماء پر قلی قطب شاہ بیجاپور پر چڑھ آیا اور پرگنہ کاکسی کو مرکز بنا کر گلبرگہ پر قابض ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسری طرف رام راج قلعہ ہنگر کو گھیرے ہوئے تھا اس کا برادر لیکناوری ایک بھاری فوج کے ساتھ قلعہ رائچور کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوا' یہ سب کچھ نظام شاہ کے اشارے پر ہو رہا تھا۔

اسد خاں لاری کی طلبی

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے آپ کو جب چاروں طرف سے گھرا ہوا پایا اور اسے اپنے بے دست و پا ہونے کا احساس ہوا تو بے حد متفکر اور مضطرب ہوا۔ فوراً ہی بلگوان سے اسد خاں لاری کو طلب کیا تاکہ اس سے صلاح و مشورہ کیا جائے۔ اسد خاں لاری نے تمام واقعات حاضرہ پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ سب کچھ صرف ایک حریف برہان نظام شاہ کی وجہ سے ہوا ہے۔ دراصل عادل شاہی خاندان کا سب سے بڑا حریف وہی ہے' بقیہ امراء تو اس کے اشاروں پر ناچتے ہیں' ان کی علیحدہ کوئی حیثیت نہیں ہے لہٰذا برہان نظام شاہ کا کام تمام کیا جائے تاکہ تمام ذیلی امراء سے بھی چھٹکارا مل سکے۔

اسد خاں کا مشورہ

اسد خاں لاری نے مشورہ دیا کہ برہان نظام شاہ کی مخالفت کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان پانچ پرگنوں کو اس کے حوالے کر دیا جائے' جن کی وجہ سے لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔ بعد ازاں رام راج کو ایک ہمدردی اور پیار بھرا خط تحریر کیا جائے اور اس کے علاوہ قرب و جوار کے دوسرے راجاؤں کو شاہانہ تحائف اور خوبصورت ہدیہ وغیرہ پیش کیے جائیں۔ اس نوشتہ اور تحائف و ہدیہ کو لسان قاصدوں کے حوالے کیا جائے جو متعلقہ اشخاص تک پہنچائیں۔ رام راج کا اس وقت ہر طرف طوطی بول رہا ہے اور دوسرے راجا تھوڑی سی پیش کش پر عادل شاہی حکومت کے طرف دار ہو جائیں گے۔ خاص طور پر رام راج کو اپنے حریفوں کی جانب سے ابھی ہر طرف سے کھٹکا لگا ہوا ہے وہ بہت جلد بادشاہ کا معاون و مددگار بن جائے گا۔ ان لوگوں سے اطمینان ہو جانے پر جمشید قلی قطب شاہ سے نمٹنا آسان ہے۔

قلی قطب شاہ پر حملہ

اسد خاں لاری کے مذکورہ مشورے سے ابراہیم عادل شاہ نے پورا پورا اتفاق کیا اور اسی کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنا شروع کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے حق میں اسد خاں لاری کی تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ اور اس نے ایک بہادر اور جان باز لشکر کو اسد خاں لاری کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ قلی قطب شاہ کی سرکشی کو کچل دیا جائے۔ موسم سرما کے آغاز سے قبل ہی اسد خاں لاری نے قلعہ کاکنی کو گھیر لیا اور جب سرما کے دن آئے تو اس کو فتح کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

اسد خاں لاری کی دیگر فتوحات

اب اسد خاں لاری لشکر کی طرف بڑھا۔ قلی قطب شاہ شکست کے خوف سے تلنگانہ بھاگ گیا' اس کا پیچھا کرنے کے لیے اسد خاں نے گھوڑے دوڑائے' دو مرتبہ قطب شاہی لشکر پر فتح حاصل کی۔ مجبوراً قلی قطب شاہ کو گولکنڈہ کے قلعہ کے قرب و جوار میں اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم کی۔ اس کے باوجود جنگ کا فیصلہ قطب شاہی لشکر کے حق میں نہ ہو سکا' قطب شاہیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس جنگ میں دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے لڑنے کا موقع ملا۔ اسد خاں لاری اور جمشید قلی قطب شاہ نے ایک دوسرے پر تلواروں اور نیزوں سے وار کیے' اول الذکر غالب آیا آخر الذکر نے سخت چوٹ کھائی وہ بری طرح مجروح ہوا' تادم مرگ اس کو اس چوٹ کا ملال رہا' وہ اٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے اس کی تکلیف میں مبتلا رہا۔ کامرانی حاصل کرنے کے بعد اسد خاں لاری نے بیجاپور کا رخ کیا اور اپنی طبیعت کے مطابق تمام امور انجام دیئے۔

برہان نظام شاہ کی شکست

جنگ کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے اطمینان کا سانس لیا اور چاروں طرف سے خود کو محفوظ پا کر امراء کو ان کی جائیداد کی دیکھ بھال کے لیے واپس کر دیا۔ ۹۵۱ھ میں رام راج کے ایماء پر برہان نظام شاہ حسن آباد گلبرگہ پر حملہ آور ہوا۔ حصار کو چاروں طرف سے گھیر لیا' ابراہیم بھی اپنی فوج کے ہمراہ جوابی کارروائی کرنے کی غرض سے بیورہ نہر کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ دریا کے کنارے کا علاقہ برہان نظام شاہ کے تصرف میں تھا' لہٰذا دو تین مہینہ تک ابراہیم عادل شاہ کی فوج دوسرے کنارے نہ پہنچ سکی۔ مجبوراً ابراہیم عادل شاہ نے برکھارت میں دریا عبور کیا۔ اور دونوں طرف سپاہیوں کی ترتیب و تنظیم ہونے لگی' نہایت گھمسان کی لڑائی ہوئی گذشتہ جنگوں کے برخلاف عادل شاہی لشکر کو فتح اور کامرانی حاصل ہوئی اور مال غنیمت میں فیل اور اسپ ہاتھ لگے۔

ابراہیم عادل شاہ کا غرور

بادشاہ کو فتح کیا حاصل ہوئی اس نے لوگوں سے بدسلوکی شروع کر دی' اس کا دماغ عرش معلی پر پہنچ گیا۔ ایک شب مے نوشی کے عالم میں بدمست برہان نظام شاہ کے قاصدوں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا' اسے برا بھلا کہا اور نہایت تلخ کلامی کی۔ علاوہ ازیں معمولی معمولی باتوں پر اس نے امراء اور معزز ارکان سلطنت کو معزول اور برطرف کرنا شروع کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست

برہان نظام شاہ ۹۵۲ھ میں علی برید کے علاقوں پر حملہ آور ہوا' اودگیر اور قندھار' اوسہ کے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے پیش قدمی شروع کی۔ علی برید کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل شاہ کے حوالے کرنے پر رضامند ہوا مگر شرط لگائی کہ وہ اس کی مدد کرے۔ ابراہیم عادل شاہ نے علی برید کی پیش کش قبول کی اور نہایت فخریہ انداز میں علی برید کو کمک پہنچانے کے لیے سوار ہوا۔ آدھا سال گذر گیا صرف دو دفعہ جنگ کی' مگر حریفوں کو کامیابی حاصل ہوئی' ابراہیم عادل شاہ کے غرور نے اس کے سارے آلات جنگ دشمن کے حوالے کر دیئے۔ ابراہیم عادل شاہ کو اپنی شکست کا سبب امراء اور اراکین سلطنت کی باہمی دشمنی میں نظر آیا اس طرح اس نے ستر مسلمانوں اور چالیس ہندو برہمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازشیں

رعایا ابراہیم عادل شاہ کی بے جا حرکتوں سفاکانہ اعمال اور ظلم و استبداد سے تنگ آ گئی۔ اکثر لوگوں نے اس کے برادر شاہزادہ عبد اللہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا لیکن اس کام کی تکمیل سے پیشتر یہ راز ابراہیم عادل شاہ پر فاش ہو گیا۔ اب اس نے عیاری اور مکاری سے کام لیا اور اس طرح ایک بڑی تعداد اس کے ظلم کا شکار ہو گئی۔ شاہزادہ عبد اللہ بڑی پریشانیوں سے نجات حاصل کر کے بیجاپور کو چھوڑ کر بندر کوہ

پہنچا یہاں اس نے نصرانیوں کے ذریعہ بادشاہ سے جان بچائی عیسائیوں نے بڑے چاؤ اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ شہزادہ عبد اللہ کی ناز برداریاں کیں۔

اسد خاں لاری سے ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی

تقریباً انہی دنوں ابراہیم عادل شاہ بغیر کسی خاص وجہ کے اسد خاں لاری کی طرف سے پھر مشکوک ہو گیا اور اسے اپنی تمام ناکامیوں کی جڑ قرار دیا۔ یہاں تک کہ اسد خاں لاری سے اس نے خط و کتابت تک بند کر دی اور موسمی پھل وغیرہ جو تحفہ کے طور پر اسے ارسال کرتا تھا وہ بھی بند کر دیئے۔ اس وقت اسد خاں لاری نے نلگوان سے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح وہ اپنی نیک نیتی اور نمک خواری کی حقیقت بادشاہ پر واضح کر سکے اور اپنے آقا کو خوش دیکھ سکے۔

اسد خاں لاری کا خط

اسد خاں لاری نے بادشاہ کو ایک خط تحریر کیا۔ اس خط کے ساتھ مختلف قسم کے بیش بہا اور گراں قدر تحائف اور ہدیہ نوفیل اور نو گھوڑے ارسال کیے۔ نوشتہ چونکہ اسد خاں لاری نے خود اپنے قلم سے تحریر کیا تھا للذا اس کا لب لباب یہ تھا کہ چند مکار، عیار اور فریب خوردہ اور خود غرض لوگوں نے میری جانب سے حضور کو جو بدگمان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر ان کی خطائیں شمار کی جائیں تو کئی گنی ہوں گی مگر جو قصور مجھ سے وابستہ کیے گئے ہیں وہ قطعاً بے بنیاد اور مضحکہ خیز ہیں۔ ان سے میرا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ بادشاہ کی شان میں زبان و لب اس قسم کی جنبش نہیں کر سکتے۔ نلگوان میں کافی عرصہ قیام کرنے اور حضور کی ریاست میں قدم نہ رکھنے کا مقصد حریفوں، مکاروں اور خود غرض انسانوں کی یورش سے بچنا تھا۔ میرا یہ اقدام عیاروں کو پسند نہیں آیا انہوں نے اس کو طرح طرح کے معنی پہنائے۔ اور میری دور اندیشی کو نمک حرامی کے مترادف ٹھہرایا۔ اگر حضور کی رضا ہو تو ابھی قدم بوسی کے لیے خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ اور حریفوں اور خود غرضوں کو ندامت اور شرمندگی کا سامنا کرا سکتا ہوں۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ

مذکورہ بالا خط کو پڑھ کر بادشاہ اسد خاں لاری کو از سر نو بحال کرنا چاہتا تھا اور اس کی طرف سے بدگمانی کو ختم کرنے کا متمنی تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اسد خاں لاری کے بہی خواہوں اور ہمدردوں کو نلگوان پہنچائے لیکن فوراً شہزادہ عبد اللہ کی سرکشی ظہور پذیر ہوئی اور اس طرح ابراہیم عادل شاہ اپنے ارادہ کی تکمیل نہ کر سکا۔

شہزادہ عبد اللہ کے قصے کی تفصیل

اپنے برادر کے ظلم و ستم اور اس کے عتاب سے خوفزدہ ہو کر شہزادہ عبد اللہ بندر گوہ پہنچا جہاں اس کی پشت پناہی کے لیے عیسائیوں نے کافی اہتمام کیا اور اس کا شاندار استقبال کیا۔ بیجاپور کے رہنے والوں کے اشارے پر شہزادہ نے قلی قطب شاہ اور برہان نظام شاہ سے تعلقات استوار کیے اور بھائی سے بدلہ لینے کے لیے ان سے مدد چاہی۔ ان حکمرانوں کو اسد خاں لاری اور ابراہیم عادل شاہ کی شکلوں سے پہلے ہی سے نفرت تھی۔ للذا دونوں ابراہیم عادل شاہ کو تخت سے اتارنے اور شہزادہ عبد اللہ کو اس کا جانشین بنانے کے لیے راضی ہو گئے، للذا دونوں نے اپنے علاقوں سے بیجاپور کا رخ کیا ان حکمرانوں نے عیسائیوں کو ایک پیغامبر کے ذریعہ آگاہ کیا کہ فوراً شہزادہ عبد اللہ کو روانہ کریں تاکہ اسے ابراہیم عادل شاہ کا جانشین بنایا جا سکے۔ عیسائیوں نے ان کے حکم کے مطابق عمل کیا۔

اسد خاں لاری سے درخواست

قلی قطب شاہ اور برہان نظام شاہ دونوں نے بالاتفاق ایک قاصد اسد خاں لاری کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ ان حکمرانوں کے ارادے سے آگاہ کرے۔ نیز یہ بھی بتائے کہ ابراہیم عادل شاہ اب حد سے تجاوز کرنے لگا ہے۔ خود اسد خاں لاری اس سے بیزار ہے

ایسی صورت میں اسد خاں لاری کو ابراہیم عادل شاہ کی معزولی اور شہزادہ عبد اللہ کی تخت نشینی کے ارادے سے اتفاق کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایسا ہونے پر اسد خاں لاری کو بادشاہ کا اتالیق مقرر کیا جائے گا۔

اسد خاں لاری کی وفاداری اور برہان وغیرہ کی مایوسی

اسد خاں لاری پیغامبر کی زبانی حالات سے آگاہ ہوا تو اسے اس پر سخت غصہ آیا مگر کیا کرتا۔ قاصد کو قتل کرنا خلاف فطرت تھا۔ غرض برہان نظام شاہ کو یقین ہو گیا کہ اسد خاں لاری کی حمایت حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اس عرصہ میں اسد خاں کی علالت کا حال عام ہوا برہان نظام شاہ نے ایک ہندو برہمن تیجا کو خفیہ طور پر کافی روپیہ دیا اور تنگوان روانہ کیا۔ تاکہ وہ قلعہ داروں کو اکسائے اور اسد خاں کے انتقال کے بعد قلعہ بہ آسانی نظام شاہ کے تصرف میں آ جائے۔ اسد خاں کو دوران علالت ہی میں اس بات کی خبر ہو گئی' اس نے اس برہمن کو مع ستر راشی اور غدار لوگوں کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اسد خاں لاری کا خط بادشاہ کے نام

اسد خاں لاری کی اس وفاداری کی خبر تقریباً ہر شخص کو گوش گذار ہوئی' لہٰذا کچھ اشخاص نے شاہ زادہ عبد اللہ کی حمایت کرنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ اسد خاں لاری جب اپنی صحت یابی اور علاج سے مایوس ہو گیا تو اس نے ایک نوشتہ کے ذریعہ ابراہیم عادل شاہ کو بلانے کی درخواست کی۔

اسد خاں لاری کا انتقال

ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کی درخواست قبول کی' وہ ۹۵۶ھ میں اسد خاں کی طرف چلا' وہاں پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ اسد خاں لاری کا انتقال ہو گیا۔ پھر بھی تنگوان جا کر بادشاہ نے مرحوم کے متعلقین کو تلقین' تسلی اور تشفی دی اور بہت سی عنایتوں سے نوازا البتہ اس کا سارا مال و زر خود اپنے قبضہ میں لے لیا۔ عیسائیوں نے شہزادہ عبد اللہ کے بہی خواہوں کے دل شکستگی اور پریشان حال دیکھ کر اسے بندر گوہ بھیجا۔ قطب شاہ اور نظام شاہ اور ان کے بہی خواہ اپنے علاقوں کی طرف چل پڑے۔

اسد خاں لاری کی خوبیاں

اسد خاں لاری بڑا ذہین و متین اور تجربہ کار اور کہنہ مشق آدمی تھا۔ اسے امرائے سلطنت اور امور حکومت کی انجام دہی پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ اس میدان کا وہ تنہا پہلوان تھا' دیگر علاقوں کے حکمرانوں کے علاوہ بیجانگر کے حاکم تک نے اس سے راہ و رسم رکھی اور دعا سلام کے ساتھ ساتھ خط و کتابت اور تحائف کا سلسلہ قائم کیا۔ اس کی عزت' شہرت' ملکیت' رقم اور قیمتی اشیاء کا تخمینہ شمار سے باہر ہے۔ اس کے روزانہ کھانے کا خرچ سو مرغوں پچاس بکروں اور سو من چاول پر مشتمل تھا۔ دکن میں آج بھی اس کی ایجاد کردہ چیزیں مثلاً قبا اور زریں' خنجر شہرت عام رکھتی ہیں۔ سوائے اسد خاں کے کسی شخص نے اس سے قبل ہاتھی کی پشت پر زین نہیں رکھی اور نہ گھوڑے کی طرح منہ میں لگام دے کر ہاتھی کو قابو میں کیا' لیکن یہ جانور اتنا سرکش ہے کہ بغیر لوہا استعمال کیے ہوئے نہیں دیتا' لہٰذا اسد خاں کی یہ اختراع نہ عام ہو سکی اور نہ زیادہ عرصہ چل سکی۔

برہان نظام شاہ اور رام راج کی دوستی

تاریخ نویسوں کا خیال ہے کہ برابر کا دوست بنانے کی غرض سے ابراہیم عادل شاہ نے اپنی دختر مسماۃ مانی بی بی کی شادی علی برید سے کر دی تھی۔ ادھر برہان نظام شاہ اور رام راج کے درمیان چند خوش گفتار قاصدوں نے دوستی کرا دی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو تحائف اور ہدیہ وغیرہ ارسال کر کے محبت اور رواداری کا مظاہرہ کیا۔

رام راج کی چال

جب اس کی خبر ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی تو اس نے بیجاپور میں مقیم نظام شاہی قاصدوں سے باز پرس کی انہوں نے ڈر کر بیجانگر کا رخ کیا- رام راج سے شکایت کی کہ ابراہیم عادل شاہ انہیں قتل کرنے پر تلا ہوا ہے اس لیے کہ وہ بیجانگر کے غیر مسلموں کو متحد کر رہے تھے لہٰذا بڑی پریشانیوں سے یہ شہر نصیب ہوا ہے- رام راج بڑا حساس انسان تھا اس بات کو سنتے ہی طیش میں آ گیا فوراً برہان نظام شاہ کو خبر دی کہ علی برید نے اپنے والد کے افعال کے مخالف چل کر ابراہیم عادل شاہ سے دوستی کی' لہٰذا اس سے اس کی باز پرس کے لیے تیار رہنا چاہیے- اور قلعہ کلیان پر قبضہ کرنا چاہیے اس مقصد کی تکمیل کرنے کے لیے ایک عظیم لشکر کو ہمراہ لے کر برہان نظام شاہ نے قلعہ کلیان کو گھیر لیا-

ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی

ابراہیم عادل شاہ بھی اہالی قلعہ کی حفاظت کے لیے بیجاپور سے نکل کر نظام شاہی فوج سے تقریباً دو کوس دور قیام پذیر ہوا- برہان نظام شاہ نے صرف قلعہ کی حراست کو کافی جانا' جنگ کا آغاز نہیں کیا- ابراہیم عادل نے قیام گاہ کے چاروں اطراف میں ایک دیوار تعمیر کرائی اور ترکی امراء کو نظام شاہ کی فوج کے جواب میں ترتیب دیا- ترکی امراء دنیا کے ہر گوشہ میں اپنی جواں مردی اور بہادری کے لیے شہرت رکھتے ہیں' نظام شاہی فوج بیماری اور قحط میں مبتلا ہو گئی' وہ یہاں تک پریشان ہو گئی کہ احمد نگر کا رخ کرنا مناسب اور غنیمت سمجھا-

ابراہیم عادل شاہ کی شکست

نظام شاہی حکومت کے متعلق جو تحریریں معرض وجود میں آئی ہیں ان کے مطابق معلوم ہوا ہے کہ عید الفطر کے دن ابراہیم عادل شاہ کے متعلقین عید کے خرید و فروخت میں مصروف تھے- انہیں حریفوں کی طرف سے بالکل اطمینان تھا معاً دشمن کے امراء خاص طور پر سیف عین الملک وغیرہ نے ان پر چڑھائی کر دی اور تباہ بربادی میں منہمک ہو گئے- دشمن کے حملہ نے عادل شاہی لشکر کے حوصلے پست کر دیئے وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے- بادشاہ عید کا غسل کر رہا تھا کپڑے زیب تن کرنے سے پیشتر سراپردہ کے باہر آ گیا- اسی روز برہان نظام شاہ نے سپاہیوں کو ترتیب و تنظیم کی اور کلیان کے حصار کی جانب بڑھا اس مرتبہ اس نے مصمم ارادہ کیا کہ اگر حصار والوں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے نہ کر دیا تو وہ تمام لوگوں کو قتل کر دے گا- قلعہ کے لوگ پہلے ہی سے ابراہیم عادل شاہ کی شکست سے دل شکستہ ہو گئے تھے- انہوں نے قلعہ کو نظام شاہ کے حوالے کر دیا' اس طرح برہان شاہ کی عید کی خوشیاں تین گنا بڑھ گئیں-

قلعہ پرندہ کی فتح

ابراہیم عادل شاہ نے ہاتھیوں اور توپ خانوں کو حریف کے حوالے کر کے اس کے ملک کا رخ کیا' وہاں پہنچ کر اس نے لوگوں سے چار لاکھ ہون وصول کیے اور ملک کو خوب لوٹا- بعد ازاں وہ قلعہ پرندہ گیا' وہاں اس نے قلعہ کا پھاٹک کھلا پایا' فوراً قلعہ میں قدم رکھا' خواجہ جہاں دکنی کے بہی خواہوں کو مار بھگایا' خود قلعہ پر قابض ہو گیا- اس کے بعد ابراہیم عادل نے ایک مشہور و معروف جواں سال بہادر باشندہ دکن کو قلعہ کا محافظ مقرر کیا اور خود بیجاپور پہنچا-

دکنی باشندے کا فرار

مذکورہ قصہ کا حال جب خواجہ جہاں دکنی اور برہان نظام شاہ پر آشکارا ہوا تو انہوں نے قلعہ کا رخ کیا' ابھی قلعہ کا پھاٹک بیس کوس دور تھا کہ بہادر دکنی باشندہ ڈر کے مارے قلعہ چھوڑ کر فرار ہو گیا- اور سیدھا بیجاپور پہنچا جہاں اس نے اطمینان کا سانس لیا-

شاہ جمال الدین الجو کا بیان

برہان نظام شاہ کے عہد کے واقعہ نویس شاہ جمال الدین الجو نے اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔ کہ جب باشندہ دکن کو برہان نظام شاہ اور خواجہ جہاں دکنی کی آمد کا حال معلوم ہوا تو وہ بے حد پریشان اور مغموم ہوا۔ اس نے فرار کی راہ اختیار کرنی چاہی۔ اپنی گھبراہٹ اور پریشانی کی خبر کسی شخص کو نہ ہونے دی۔ ایک شب قیام گاہ میں آرام کر رہا تھا کہ کانوں میں مچھروں کی بھن بھن کی صدا گونجی۔ وہ اس کو نظام شاہی فوجی باجے کی صدا سمجھ بیٹھا اور اس طرح فرار ہوا کہ اس نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا یہاں تک کہ دروازہ تک کھلا رہ گیا۔

برہان نظام شاہ اور رام راج کا معاہدہ

ابراہیم عادل شاہ نے ڈرپوک باشندہ دکن کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود قلعہ پر دوبارہ تسلط جمانے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بادشاہ کا یہ راز برہان نظام شاہ پر ظاہر ہو گیا اس نے رام راج کو مطلع کرنے کے لیے اپنے ایک ہم پیالہ و ہم نوالہ کی خدمت حاصل کی۔ اس کے ذریعہ رام راج کو اطلاع دی۔ دونوں میں بات چیت کے بعد طے ہوا کہ رائچور میں آئندہ پروگرام بنایا جائے۔ ۹۵۹ھ میں رام راج نے اپنے ہمراہ ایک جفاکش اور بہادر سپاہیوں کا گروہ لیا۔ اور رائچور کی طرف بڑھا' ادھر برہان نظام شاہ بھی اپنے ہی خواہوں سپاہیوں اور مال و اسباب کے ساتھ ابراہیم عادل کے علاقہ کو پار کرتا ہوا بیجاپور پہنچا اور اس کے راجہ سے ملاقات کی۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ مدگل اور رائچور کو فتح کر کے شولاپور کو حراست میں لے لیا جائے۔

رام راج اور نظام شاہ کا عروج

رام راج اور نظام شاہ دونوں نے قلعہ رائچور کے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا اور بڑی آسانی سے قبضہ کر لیا۔ مدگل کے قلعہ کے لوگوں نے خود خوف زدہ ہو کر قلعہ کی چابی رام راج کے پاس بھجوا دی۔ بعد ازاں اس قلعہ کو رام راج نے چند معتمد اشخاص کے حوالے کیا۔ خود اپنے برادر کے ساتھ سپاہیوں کی بہت کافی تعداد کی اور حکم دیا کہ وہ برہان نظام شاہ کا ہاتھ قلعہ شولاپور کی فتح میں بٹائے۔ بلکہ فتح کر کے اس کے حوالے کر دے' بعد ازاں وہ اپنے علاقہ کی سمت روانہ ہو گیا' برہان نظام شاہ نے رام راج اور اس کے سپاہیوں کی معاونت سے قلعہ کو گھیرے میں لے لیا اس کے بعد برہان نظام شاہ نے بھاری اور جنگی توپوں کے استعمال سے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ دوبارہ قلعہ کی چار دیواری کھنچوائی اور ضروری مرمت کرا کے اسے معتمد امیر کے تصرف میں دے کر خود احمد نگر پہنچا۔

برہان نظام کی موت کے بعد عادل اور نظام شاہی خاندانوں کی دوستی

برہان نظام شاہ کے انتقال کے بعد امراء کی کوششوں نے پھر نظام اور عادل شاہی خاندانوں میں صلح کرا دی۔ ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ دونوں سرحد پر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ اور باہمی مشوروں اور معاہدوں کے بعد اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔

سیف عین الملک کا تقرر

کچھ ہی عرصہ کے بعد دونوں خاندانوں میں پھر حریفانہ چشمک شروع ہو گئی۔ خواجہ جہاں دکنی جس نے حسین نظام شاہ کے خوف سے بیجاپور میں ابراہیم عادل شاہ کی پشت پناہی اختیار کر لی تھی۔ قلعہ شولاپور کی فتح کے خواب دیکھنے لگا۔ رام راج اور ابراہیم عادل شاہ نے ایک دوسرے سے دوستی پیدا کر لی۔ ابراہیم عادل شاہ نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے برہان نظام شاہ کے سپہ سالار عین الملک کو طلب کیا اور اس سے چند وعدے کیے۔ یہ سپہ سالار ان دنوں برہان عماد شاہ والی برار کا مہمان تھا اور نظام کے خوف اور ڈر سے بھاگ کر وہاں روپوش ہو گیا تھا۔ ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کا عہدہ سیف عین الملک کو بخشا اور اس کو سیف الدولہ القاہرہ عضدا السلطنۃ الباہرہ امیر الامراء سیف عین الملک کا خطاب عطا کیا۔ نیز بان' مائن ٹکری اور رائے باغ کی جائیداد اس کے نام کی۔

شہزادہ علی اور قلعہ شولاپور

ابراہیم عادل شاہ نے دیگر عطیات کے علاوہ سیف الملک کو نقدی سے بھی مستفیض کیا۔ اسی عرصہ میں بادشاہ کو خیال آیا کہ شہزادہ علی کو جو ان دنوں اسی کا مہمان تھا خواجہ جہاں دکنی کے ارادے کے مطابق کیوں نہ احمد نگر کا حاکم مقرر کرے تاکہ شوالا پور کا حصار بہ آسانی فتح ہو سکے۔ غرض بہادر جواں مرد سپاہیوں کا لشکر تیار کیا گیا۔ نظام شاہ کے دو ہزار سپاہی جو جان بچا کر حسین نظام شاہ کے ہاں سے ہجرت کر آئے تھے۔ شہزادہ علی کے ہمراہ کیے گئے اور اس طرح یہ جرار لشکر بیجاپور سے روانہ ہو کر سرحد کی طرف بڑھا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خطوط امراء کے نام

ابراہیم عادل شاہ نے برہان نظام شاہی امراء و وزراء اور رؤساء کو چند نوشتوں کے ذریعہ حسین نظام شاہ کے خلاف اکسایا' انہیں بڑے بڑے سبز باغ دکھائے تاکہ وہ سب علی بن برہان نظام شاہ کو اپنا حاکم مان لیں۔ لیکن ابراہیم عادل شاہ کی یہ تمام کوششیں بے کار گئیں اور اس کے نوشتوں نے ایک بھی امیر یا رکن سلطنت کو حسین نظام شاہ کے خلاف نہیں اکسایا۔

حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگی تیاریاں

جب حسین نظام شاہ تمام حالات حاضرہ سے آگاہ ہوا تو اس نے برہان عماد شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ بعد ازاں اس کے سپاہیوں کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کے علاقہ پر چڑھ آیا۔ اس دفعہ ابراہیم عادل شاہ پچھلی روایات کو نظرانداز کر کے فیاضی کی طرف مائل ہوا اس نے ج کھول کر چھ لاکھ ہون تمام سپاہیوں میں بانٹ دیئے۔ تنہا سیف عین الملک کے سہارے جنگ کرنے پر مائل ہوا۔ بعد ازاں سرحد کا رخ کیا دونوں طرف کی فوجیں شولاپور کے میدان میں خیمہ زن ہوئیں اس مقام کو جنگ کے لیے منتخب کیا گیا۔

طرفین کی فوجی تنظیم

ابراہیم عادل شاہ نے فوج کی اس طرح تنظیم کی کہ عین الملک کنعانی اور انکس خاں کو میمنہ اور پور خاں اور امام الملک کو میسرہ حوالے کیا' خود خاصہ خیل کے لشکر کے ساتھ بیچوں بیچ میں کھڑا ہوا سیف الملک کو ہراول لشکر بنایا' ادھر حسین نظام شاہ نے بھی فوجی تنظیم کی ہراول میں خاں زماں، بحری خاں اور خلاص خاں کے نام آتے ہیں جن کا تعلق عماد شاہی لشکر سے رہا۔ علاوہ ازیں فوج کے آگے آتش بازی کا سامان لگایا گیا۔

سیف عین الملک کا غلبہ

سیف عین الملک نے اپنی دلیری اور جوانمردی کا مظاہرہ کرنے کے لیے معاً حریفوں کا رخ کیا تاکہ وہ بادشاہ کی عنایات کا کچھ بوجھ ہلکا کر سکے اس طرح اس نے ایک ہی وار میں توپ خانہ نظام شاہی کو قبضہ میں کر لیا اور ہراول لشکر جس کی بہادری اور شجاعت کا دور دور چرچا تھا کو کچلتا ہوا فوج کے درمیان پہنچ گیا۔ حسین نظام شاہ فیل مست نامی ہاتھ پر سوار تھا اس نے آگے بڑھ کر سیف عین الملک پر دھاوا بول دیا۔ بس دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھمسان کی جنگ ہوئی کہ تاریخ میں کم ہی نظر آتی ہے اس خون ریز معرکہ میں ایک فریق کا جانی نقصان شمار سے باہر ہے۔

نظام شاہی فوج کی تازہ کمک

نظام شاہی فوج کے تمام سپاہی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے والے تھے کہ نظام حسین شاہ کے کچھ امراء جن میں رستم خاں دکنی' جہانگیر خاں حبشی اور غضنفر خاں شیرازی قابل ذکر ہیں' وہاں آ گئے یہ تمام امراء میسرہ میں جنگ کر رہے تھے لیکن وہاں سے شکست کھا کر یہاں آئے تھے۔ نظام شاہی فوج کی تازہ کمک نے نظام شاہیوں کے حوصلے بڑھا دیئے ادھر ابراہیم عادل شاہ کی مدد کے لیے کسی طرف سے کوئی

آواز نہیں آئی۔ سیف عین الملک نے تنہا جب یہ منظر دیکھا تو اس کے قدم ڈگمگانے لگے اس کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ جب وہ دشمن کو فتح یاب ہوتا دیکھتا تو خود میدان جنگ میں کھڑا ہو جاتا اس مرتبہ بھی اس نے یہی کیا وہ گھوڑے سے زمین پر کودا اور کھڑا ہو گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی

سیف الملک دشمنوں کو دکھا دینا چاہتا تھا کہ یا تو عادل شاہی فوج فتح حاصل کرے گی یا سب کی سب قتل ہو جائے گی۔ گویا اس کا قصد کھڑے ہونے سے "مار و یا مرجاؤ" کے مصداق کے مطابق تھا۔ ایک بدخواہ نے ابراہیم عادل شاہ کے سیف کے جنگ کے میدان میں کھڑے ہونے کے خلاف کان بھرے اور ایک قصہ گھڑ کر سنایا۔ وہ یہ کہ سیف عین الملک نے گھوڑے سے اتر کر دشمن کے ہاتھ سے پان کھایا گویا دشمن سے اس نے وعدہ کیا کہ ابراہیم عادل شاہ کو قید کر کے اس کے حوالے کرے گا۔

ابراہیم عادل شاہ اور سیف عین الملک کی روانگی

ابراہیم عادل شاہ نے بجائے اس کے معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا اپنا رخ بیجاپور کی طرف کیا اور میدان جنگ چھوڑ دیا۔ سیف عین الملک تنہا دشمن کے لشکر سے لڑ رہا تھا اور بہت جلد ان پر فتح حاصل کرنے والا تھا کہ اسے بادشاہ کے بھاگ جانے کا حال معلوم ہوا۔ اس نے بھی میدان جنگ کو یونہی چھوڑ دیا بعد ازاں اس نے صلابت خاں کو ایک کپڑے میں لپیٹا' صلابت خاں اس کا بھانجا تھا اور اس نے ایک گہرا زخم کھایا تھا اس کے بعد سیف الملک نے بادشاہ کا تعاقب کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی مزید غلط فہمی

سیف عین الملک بادشاہ کا تعاقب اس لیے کر رہا تھا کہ وہ بادشاہ کو بھاگنے سے روکے اور دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اسے آمادہ کرے' سیف عین الملک کے ہاتھ میں پرچم دیکھ کر ابراہیم عادل شاہ کو مزید غلط فہمی پیدا ہوئی اسے یقین ہو گیا کہ سیف اسے قید کرنے کے لیے تعاقب کر رہا ہے۔ لہٰذا اس نے چلنے کی رفتار اور زیادہ بڑھائی یہاں تک کہ بیجاپور پہنچ گیا جہاں اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

سیف عین الملک کا پیغام بادشاہ کے نام

ابراہیم عادل شاہ کے چند لمحوں بعد ہی سیف بھی شہر میں داخل ہو گیا۔ پھر اس نے ایک معتمد شخص کے ذریعہ بادشاہ تک اپنی بے دست و پائی اور وفاداری کا حال پہنچایا اور درخواست کی کہ حضور کچھ نقد روپیہ خرچے کے لیے مرحمت کریں۔ کیونکہ خادم سرکار ی ڈیوڑھی کو نہیں چھوڑ سکتا۔

ابراہیم عادل شاہ کا جواب اور سیف کی وفاداری

ابراہیم عادل شاہ اپنی تباہ و بربادی اور بدنامی کا سبب سیف عین الملک ہی کو سمجھتا تھا۔ لہٰذا بادشاہ نے اسے دربار میں آنے کی اجازت نہیں دی' جواب میں لکھ دیا کہ بادشاہ کو سیف جیسے ناکارہ ملازم کی ضرورت نہیں' کہیں اور تشریف لے جائیں۔ چونکہ سیف عین الملک کی کوئی خطا نہ تھی' اس کا جرم صرف یہی تھا کہ اس نے میدان جنگ میں عادل شاہی فوج کی کمان سنبھالی اور آخری لمحہ جنگ تک وفادار رہا۔ بادشاہ کا جواب پا کر بے حد متحیر ہوا اس نے دوبارہ بادشاہ سے اپنی وفاداری چھ سو اعزا کی قربانی اور تمام مال و زر کی بربادی کا یقین دلایا نیز دوسری جگہ جانے اور کسی دوسرے ملک میں ملازمت کرنے کے بارے میں بھی اس نے اپنا فیصلہ بادشاہ تک پہنچایا۔ سیف الملک کی مذکورہ بالا تمام باتیں حقیقت پر مبنی تھیں۔ اس کے باوجود ابراہیم عادل شاہ کو ان کا یقین نہیں آیا اور اب بھی وہ سیف الملک کی کوئی تازہ چال سمجھا' بایں سبب اس نے قاصد کے گالوں پر تھپڑ رسید کیا اور دربار سے نکال دیا۔

سیف عین الملک کا دیگر لوگوں سے مشورہ

مجبوراً سیف عین الملک نے دوسرے لوگوں کی طرف رجوع کیا۔ بعض باشعور، عقل مند اور تجربہ کار اشخاص سے مشورے کیے۔ فتح اللہ خاں، مرزا بیگ شیتانی، عالم خاں اور میر نقی خاں انجو وغیرہ نے یہی کہا کہ بادشاہ سے اب کسی قسم کی امید رکھنا عقل مندی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ولایت مان کے لوگوں سے خریف کا لگان وصول کیا جائے اور اس سے اشیائے ضروری خرید کی جائیں۔ بادشاہ کی جانب سے جب کوئی مزاحمت ہو گی تو آئندہ کوئی دوسری راہ اختیار کی جائے گی۔ سیف الملک نے ان آرا سے اتفاق کیا اور بیجاپور کے قریب پہنچا۔ ابراہیم عادل شاہ کو حقیقت سے آگاہی ہوئی، ایک امیر کے ہمراہ پانچ ہزار سپاہی لیے تاکہ وہ سیف کی سرکشی کچل دیں۔

عادل شاہی لشکر اور صلابت خاں میں جنگ

شاہی امیر سپاہیوں کو ساتھ لے کر نہرمان کے ایک کنارے ہی پر آیا تھا کہ صلابت خاں نے عین الملک سے مشورہ کیے بغیر اس پر حملہ کر دیا۔ شاہی امیر اور اس کے متعلقین صلابت خاں کے وار نہ سہ سکے، لہٰذا میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس طرح صلابت خاں کے ہاتھ گھوڑے اور شاہی ہاتھی لگ گئے۔ اس واقعہ نے سیف عین الملک کے حوصلے اور بڑھا دیئے اب وہ خریف ہی نہیں ربیع کی فصل کا لگان بھی رعایا سے وصول کرتا اور خرچ کر لیتا۔

سیف الملک کی فتوحات

مقبوضہ علاقوں کے علاوہ سیف الملک نے کلہر و مرج وغیرہ کے علاقے بھی اپنے قبضہ میں کر لیے۔ اس مرتبہ ابراہیم عادل شاہ نے دس ہزار سواروں اور پیادوں پر مشتمل ایک فوجی لشکر کی کمان دلاور خاں حبشی کے ہاتھ میں دی اور کافی آلات جنگ سے لیس کیا۔ یہی وہ دلاور خاں حبشی ہے جسے بعد میں وکیل السلطنت کے عہدے سے سرفراز کیا گیا تھا۔ صلابت خاں اور سیف عین الملک دونوں نے طے کیا کہ حوالی حسن آباد گلبرگہ کو جنگ کا میدان بنایا جائے۔ یہی ہوا اسی مقام پر ابراہیم عادل شاہ کی فوج نے بری طرح شکست کھائی۔ دلاور خاں حبشی جو بری طرح مجروح ہوا تھا، چار کوس تک پیچھا کیا گیا علاوہ ازیں عادل شاہی سپاہیوں کی کثیر تعداد موت کے گھاٹ اتار دی گئی، گھوڑوں اور ہاتھیوں کی خاصی تعداد ہاتھ آئی، آلات اور دیگر سامان جنگ بھی قبضہ میں آیا۔ غرض سیف الملک اور صلابت نے جتنی تکلیف اور پریشانیاں اور صعوبتیں برداشت کی تھیں۔ ان سب کا معاوضہ انہیں دشمنوں کے سامان مال و زر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں کی شکل میں مل گیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو از سر نو اپنی فوجی تنظیم کرنی پڑی، انہیں اپنی عزت، دولت اور طاقت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے مصروف کار ہونا پڑا۔ سیف عین الملک اور اس کے ساتھیوں کو دو اسپہ، سہ اسپہ توپ خانہ اور پانچ ہزار بہترین سوار ہاتھ لگے۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادۂ جنگ

اب کے ابراہیم عادل شاہ نے توپ خانہ بہت سے ہاتھی اور پچیس ہزار سواروں پر اپنا فوجی لشکر ترتیب دیا، بعد ازاں خود سیف عین الملک کی سرکشی کو کچلنے کے لیے نہرمان کے قریب خیمہ زن ہوا۔ یہاں پہنچ کر اسے سیف عین الملک کے ساتھیوں کا علم ہوا، جو قصبہ مان میں قیام پذیر تھے کسی دوسری جگہ کا ارادہ بھی نہیں کرتے تھے۔ بادشاہ کچھ عرصہ نہرمان کے قریب ٹھہرا سیف عین الملک جو بادشاہ سے آنکھیں نہیں ملانا چاہتا تھا بلکہ متمنی تھا کہ اپنے ساتھیوں کو مرتب کر کے فرار ہو جائے۔ ابراہیم عادل شاہ نے اس بات سے غلط اندازہ لگایا وہ سمجھا کہ سیف الملک مغلوب ہو گیا۔ ادھر سیف الملک نے جنگ کی تیاری شروع کی اور اپنے پہلے ارادہ کو بدل کر سپاہیوں کی ترتیب و تنظیم کے ذریعہ جنگ کا نعرہ لگاتا رہا۔ دشمنوں کے خیموں کے قریب جائے اور بغیر کسی لڑائی کے پلٹ آئے۔ تین دن تک برابر یہ سلسلہ جاری رہا عادل شاہی سپاہی پورے پورے دن یونہی مسلح گھوڑوں پر سوار رہتے اور رات کو دن کی تکان سے چور قیام گاہوں کی طرف پلٹتے۔ آخر چوتھے روز عین الملک نے حسب معمول اپنے سپاہیوں کی صف آرائی کی اور دشمنوں کی جانب پیش قدمی شروع کی۔ ابراہیم

عادل شاہ کے سپاہی اس روز بھی روزانہ کی طرح عین الملک کی چہل قدمی سمجھ بیٹھے' ہراول' فوج کو دشمن کے قریب آنے کی اطلاع دے رہے تھے۔ عین الملک کے حملہ کی پیشگوئی کر کے عادل شاہی لشکر کو ہوشیار کر رہے تھے' مگر ایک سپاہی نے بھی ان کی بات نہیں سنی اور نہ ہی مسلح ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد سیف عین الملک اور اس کے ساتھیوں کے حملے کا یقین عادل شاہی فوج کو آگیا۔ بادشاہ بغیر کسی فوجی ترتیب و تنظیم کے سیف الملک سے مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آگیا۔

ابراہیم عادل پر عین الملک کا حملہ

سیف عین الملک مقابلہ کرنے اور معرکہ آرائی کے خیال سے قدرے خوف زدہ ہوا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے اس سلسلے میں مشورہ کیا' ان لوگوں نے کہا۔ "جس لشکر کے ساتھ چتر شاہی ہو اس سے معرکہ آرائی نہ کرنی چاہیے۔" اس موقع پر مرتضیٰ خاں انجو نے (جو ایک باوقار سید تھا اور سیف عین الملک جس کا بہت عقیدت مند تھا) کہا۔ "چتر شاہی کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں کہ جو جنگ میں حصہ لے کر دشمن کو تباہ و برباد کرے۔ ایسی بے جان چیز کا احترام کرنا بالکل بے معنی ہے۔" عین الملک کے لشکریوں نے اس کو فال نیک تصور کیا اور حریف سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ عین الملک کے پانچ ہزار سوار ایک جگہ جمع ہوئے' انہوں نے عادل شاہی میمنہ اور میسرہ پر نگاہ دوڑائی۔ جس جگہ چتر شاہی موجود تھا' انہوں نے وہیں حملہ کر دیا' راقم الحروف مولف کتاب ہذا نے میرزا بیگ نامی ایک لشکری سے جو اس جنگ میں شریک تھا سنا ہے کہ عین الملک نے گھوڑا دوڑایا اور پانچ ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر ابراہیم عادل شاہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ عادل شاہی فوج کے سپاہی اس حملہ سے حواس باختہ ہو گئے۔ اور بغیر کچھ سوچے سمجھے میدان جنگ سے فرار ہونے لگے۔

عادل شاہی شہروں پر عین الملک کا قبضہ

ابراہیم عادل شاہ بیجاپور پہنچا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا۔ اس کے شاہی چتر' ہاتھی' توپ خانہ اور تمام شاہی ساز و سامان پر عین الملک کا قبضہ ہو گیا۔ عادل شاہی حکومت میں سخت انتشار ہوا۔ عین الملک نے تودہ میں' جو بیجاپور سے دو کوس کے فاصلے پر ہے قیام کر کے ابراہیم عادل کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ عین الملک کے لشکری روزانہ شہر کے باہر جاتے اور لوگوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے۔ یہ لشکری غلے اور چارے پر قبضہ کر لیتے اور اسے شہر میں نہ جانے دیتے۔

رام راج کی مدد

ابراہیم عادل شاہ نے مجبور ہو کر رام راج کی طرف امید وارانہ نگاہوں سے دیکھا تاکہ دشمن کی چیرہ دستیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔ اس نے سات لاکھ ہون رام راج کے پاس بھیجے۔ رام راج نے اپنے بھائی تنکناوری کی نگرانی میں ایک لشکر جرار کو ابراہیم عادل شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ سیف عین الملک نے اسد خاں لاری کی تقلید میں بیجاپور پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ تنکناوری کو اس ارادے کی اطلاع ہو گئی' اس نے اپنے لشکر کے ہر فرد کو احتیاط اور دور اندیشی سے کام لینے کی تلقین کی۔

شب خون

تنکناوری نے ہر لشکری کو حکم دیا کہ ڈھائی گز لمبی لکڑ پر کپڑا لپیٹ کر رکھے اور اسے تیل سے بھگوئے۔ جب شور و غوغا بلند ہو تو اس وقت تمام مشعلیں روشن کر دی جائیں۔ سیف عین الملک کو اس امر کی بالکل اطلاع نہ ہوئی۔ اس نے اپنے لشکر سے دو ہزار چیدہ سپاہیوں کو ہمراہ لیا اور صلابت خاں کے ساتھ شب خون مارنے کی تیاری کرنے لگا۔ بیجانگر کی فوج بیجاپور سے تین کوس کے فاصلہ پر پہنچی اور عین الملک نے شب خون مارا۔ جب وہ آہستہ آہستہ دشمن کے لشکر کے درمیان پہنچا تو تمام لشکریوں نے پہلے سے سوچی ہوئی تجویز کے مطابق مشعلیں روشن کر دیں اور رات کو دن بنا دیا۔

سیف الملک کی پریشانی

بیجانگر کے سپاہیوں نے دشمن کو چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کر دیا اور پتھر لکڑی تیر و تفنگ وغیرہ سے کام لے کر کچھ ہی دیر میں دشمن کے ان گنت سپاہیوں کو موت سے ہم کنار کر دیا- سیف عین الملک اور صلابت خاں بہت پریشان ہوئے وہ بڑی مشکلوں سے اس مصیبت سے نکلے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے- اس افراتفری کے عالم میں وہ اپنی لشکر گاہ کا راستہ بھول گئے اور ایک دوسری طرف جا نکلے- عین الملک کے لشکر کے باقی ماندہ سپاہیوں کا بھی یہی حشر ہوا اور وہ راستہ بھول کر ادھر ادھر بکھر گئے-

عین الملک کا فرار

جب تین پہر رات گزر گئی اور عین الملک کی کوئی خبر نہ ملی تو اس کے مارے جانے کی خبر مشہور ہو گئی- اس کے تمام لشکری بڑے پریشان ہوئے اور مایوس ہو کر ادھر ادھر چلے گئے- جب صبح ہوئی تو عین الملک اپنی لشکر گاہ میں پہنچا لیکن وہاں کیا رکھا تھا؟ تمام لشکری جا چکے تھے' مجبوراً عین الملک نے راہ فرار اختیار کی اور مان کے راستے سے نظام شاہی ملک کی طرف روانہ ہو گیا- اس کے ساتھ دو سو سپاہی تھے جو کسی نہ کسی طرح اس سے آ ملے تھے' عین الملک کے تفصیلی حالات' نظام شاہی واقعات کے ساتھ بیان کیے جائیں گے-

ابراہیم عادل شاہ کی بیماری

اس زمانے میں ابراہیم عادل شاہ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوا- بواسیر' انتڑیوں کی خرابی اور دوران سر جیسے امراض اسے لاحق ہوئے- بادشاہ نے بہت علاج معالجہ کیا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا' مایوس ہو کر اس نے اپنے قابل طبیبوں اور حکیموں کو قتل کروا دیا- نوبت یہاں تک پہنچی کہ بیجاپور کے تمام طبیب جلا وطن ہو گئے اور دوا فروشوں نے اپنی دکانیں بڑھا دیں-

انتقال

ابراہیم عادل شاہ متواتر دو سال تک بیمار رہا- اس کی صحت کی دیوار آہستہ آہستہ گرتی چلی گئی اور آخرکار ۹۵۶ھ میں اس نے سفر آخرت اختیار کیا- اسے قصبہ کوکی میں شیخ حبیب حیدر پہلوی کے احاطے میں اس کے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا-

اولاد

ابراہیم کی اولاد کچھ زیادہ نہ تھی اس نے صرف دو لڑکے اور دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑیں- بیٹوں کے نام شہزادہ علی اور شہزادہ طہماسپ تھے- علی باپ کا جانشین ہوا' اور طہماسپ مشہور عادل شاہی فرماں روا ابراہیم عادل شاہ ثانی کا باپ ہے- بیٹیوں کے نام بائی بی بی اور ہدیہ سلطانہ تھے اول الذکر کی شادی علی برید سے ہوئی اور دوسری مرتضیٰ نظام شاہ سے بیاہی گئی-

ابراہیم عادل شاہ نے چوبیس سال سے کچھ زیادہ عرصے تک حکومت کی-

ابوالمظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ

شوخی طبیعت

مورخین کا بیان ہے کہ علی عادل شاہ بچپن ہی کے زمانے سے ذہین و فہیم تھا اس کی طبیعت میں شوخی اور تیزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جب وہ سن شعور کو پہنچا تو ایک روز اس کے باپ ابراہیم عادل شاہ نے ایک مجلس میں اس بات پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ خدا نے مجھے اتنی توفیق دی کہ میں نے باپ اداد کے مذہب کو ترک کر کے حضرت امام اعظمؒ کا مذہب حق اختیار کیا۔ اور شیعہ مذہب کی تمام رسوم کو اس طرح مٹایا کہ اب ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہیں رہا۔

مذہبی رجحان

علی عادل شاہ بھی اس مجلس میں موجود تھا باپ کی بات سن کر اس کی چلبلی طبیعت باز نہ رہ سکی اس نے فوراً کہا "اگر اسلاف کا مذہب ترک کرنا اچھا ہے۔ تو پھر تمام بیٹوں کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔" ابراہیم کو شہزادے کے اس جواب پر بہت غصہ آیا۔ اور پوچھا "تمہارا مذہب کیا ہے؟" علی نے جواب دیا۔ "اس وقت تو میرا وہی مذہب ہے جو آپ کا اس کے بعد خدا ہی جانے کیا صورت پیش آئے۔" ابراہیم نے اس گفتگو سے یہ نتیجہ نکالا کہ علی مذہب شیعہ رکھتا ہے اور اس کا یہ اعتقاد اس کے استاد خواجہ عنایت اللہ شیرازی کی تعلیم کا اثر ہے۔ ابراہیم نے علماء سے فتویٰ لے کر خواجہ شیرازی کو قتل کروا دیا۔

شہزادہ علی جب جوان ہوا تو اس وقت ملا فتح اللہ شیرازی المعروف "بنجار" اس کا استاد تھا۔ اتفاق سے فتح اللہ امامیہ مذہب کا پیرو تھا لیکن وقتی مصلحتوں کے پیش نظر حنفی المذہب بن گیا تھا۔ اس وجہ سے علی عادل شیرازی کو بہت پسند کرتا تھا اور اس کی بے انتہا عزت کرتا تھا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازش

اتفاق کی بات کہ اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ کے ملازموں کے ایک گروہ نے اپنے آقا کے خلاف خفیہ طور پر سازش کی اور چاشنی گیر کے ذریعہ ابراہیم کو زہر کھلانے اور اس کی جگہ اس کے بھائی شہزادہ عبد اللہ کو تخت پر بٹھا کر شیعہ مذہب کو رواج دینے کا ارادہ کیا۔ چاشنی گیر پکا سنی المذہب تھا اس نے اس سازش میں شرکت نہ کی۔ ابراہیم کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی اس نے تمام مجرموں کو مناسب سزائیں دیں۔

شہزادہ عبد اللہ کا فرار

ابراہیم عادل شاہ کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا بھائی شہزادہ عبدؔ اللہ بالکل بے گناہ ہے، لیکن پھر بھی وہ اس کی طرف سے بدگمان رہا۔ عبداللہ نے اس بدگمانی کو اپنے لیے ایک بہت بڑا خطرہ سمجھا ایک بار جب کہ ابراہیم قلعہ پنالہ کی سیر و تفریح میں مشغول تھا عبداللہ ایک بہت بڑی رقم لے کر بندر گودہ کی طرف فرار ہو گیا۔

احتیاطی تدابیر

یہ علی عادل شاہ کی جوانی کے آغاز کا زمانہ تھا ابراہیم کو اس کی طرف سے بھی کچھ بدگمانی ہوئی لہٰذا اسے مع اس کے استاد کے قلعہ مرج میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے قلعہ کے نگران سکندر خاں کو یہ ہدایت کہ وہ شہزادہ کی پوری طرح حفاظت کرے اور اسے شیعوں سے ملنے جلنے نہ دے۔ حسن اتفاق سے سکندر خاں اور اس کا داماد کامل خاں دکنی (جو اسمٰعیل عادل شاہ کا پروردہ تھا) دونوں ہی شیعہ مذہب کے پیرو تھے۔ ان

دونوں نے علی عادل کی بہت خدمت کی اور اس کو ہر ممکن طریقے سے خوش رکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

علی عادل کی شیعیت پسندی

جس زمانے میں ابراہیم عادل شاہ بیمار ہوا اور سب لوگوں پر یہ واضح ہو گیا کہ یہ مرض بادشاہ کی جان لیے بغیر نہ چھوڑے گا اس زمانے میں علی عادل شاہ نماز کے وقت خود منبر پر جاتا اور شیعوں کے عقیدے کے مطابق اذان دیتا۔ جب کبھی کسی وجہ سے شہزادہ خود منبر پر نہ جاتا تو وہ کامل خاں کو اس کام پر مقرر کرتا کہ وہ شیعہ مذہب کے مطابق اذان دے۔

شہزادہ طہماسپ کی شیعیت

ابراہیم عادل شاہ کو بیماری کے زمانے ہی میں ان واقعات کا علم ہوا۔ شہزادہ علی کی طرف سے اس کا دل مکدر ہو گیا اور اس نے شہزادہ طہماسپ کو اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ کر لیا' لیکن ابراہیم کو یہ اطلاع بھی ملی کہ طہماسپ بھی اپنے بھائی علی کی طرح شیعہ مذہب کا قائل ہے۔ یہ جان کر اسے اور بھی صدمہ ہوا اور بے حد رنجیدگی کے عالم میں اس کی زبان سے نکلا۔ "میں جان بوجھ کر ایک شیعہ کے ہاتھ میں خلق خدا کی باگ کس طرح دے سکتا ہوں۔"

علی عادل شاہ کی تخت نشینی کی تیاریاں

ابراہیم عادل شاہ نے علی کی طرح طہماسپ کو بھی نلگوان کے قلعے میں قید کر دیا۔ اور امور سلطنت کو خدا پر چھوڑ دیا' جب ابراہیم کی زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو معتبر اور دانش مند اراکین سلطنت نے محمد کشور خاں کو جو بعض پرگنوں کا لگان وصول کرتا تھا کثیر رقم کے ساتھ علی عادل کے پاس روانہ کیا کشور نے قلعہ مرچ کے قلعہ دار سکندر خاں کو لکھا۔ "ابراہیم عادل شاہ کی زندگی اب آخری منزل پر آ گئی ہے اور آج کل ہی میں اس کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ اس بات کا خطرہ ہے کہ بادشاہ نے خانگی ملازم اور قلعہ نلگوان کے آس پاس کے جاگیردار شہزادے طہماسپ سے ساز باز کر کے کوئی ہنگامہ بپا نہ کریں' بہتر یہی ہے کہ علی عادل شاہ کو چتر شاہی کے ساتھ روانہ کر دیا جائے۔ تاکہ وہ قلعہ مرچ میں قیام کرے اور وہاں کے لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں۔ جب ابراہیم عادل شاہ کا انتقال ہو جائے تو شہزادہ شاہی تزک و احتشام کے ساتھ پایہ تخت کی طرف روانہ ہو جائے۔

علی عادل شاہ کی قلعہ مرچ سے روانگی

سکندر خاں کو کشور خاں کا یہ مشورہ بہت پسند آیا۔ اس نے شہزادہ علی کو اپنے داماد کامل خاں دکنی کے ساتھ مع تمام لوازم شاہی کے قلعے سے روانہ کر دیا۔ کشور خاں جلد از جلد شہزادہ علی کی خدمت میں پہنچا اور وہ روپیہ جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا اسے شہزادے کے حوالے کر دیا۔ علی عادل نے کشور خاں کو سپہ سالاری کے عہدے پر فائز کیا۔ کشور بڑی احتیاط اور دانش مندی سے لوگوں کو شہزادے کے گرد جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔

لشکروں کی آمد

علی عادل نے کمال خاں دکنی کو امیر الامراء کے عہد پر سرفراز کیا۔ علی عادل کی روانگی کی خبر ملک میں چاروں طرف پھیل گئی اور اطراف و نواح کے لشکر یکے بعد دیگرے علی عادل کے گرد جمع ہونے لگے۔ پایہ تخت سے بھی مجلسی اور خاصہ خیل وغیرہ کے ان گنت سپاہی علی عادل کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اسی دوران میں ابراہیم عادل شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور علی عادل شاہ جلد از جلد بیجاپور پہنچا۔

علی عادل شاہ کی تخت نشینی

علی عادل شاہ کے بیجاپور پہنچتے ہی تمام امراء اور اراکین دولت جلد از جلد اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس پر سے صدقے

اتارے گئے۔ کشور خاں کے باغ میں جو بیجاپور سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے' علی عادل کی تاجپوشی کی رسم عمل میں آئی۔ شہر کے باشندوں' سیدوں اور قاضیوں وغیرہ نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارک باد پیش کی۔

قصبہ شاہ پور کی بناء

علی عادل نجومیوں کی مقرر کردہ مبارک گھڑی میں بیجاپور میں داخل ہوا اور تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ شہر کے باہر جس جگہ علی عادل کی تاج پوشی کی رسم عمل میں آئی تھی' وہاں اس نے قصبہ آباد کیا اور اس کا نام "شاہ پور" رکھا۔ علی نے مذہب کے معاملہ میں اپنے اجداد یوسف عادل شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی تقلید کی اور تخت نشینی کے روز بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کا خطبہ پڑھا' مسجدوں میں جو اذانیں دی جاتی تھیں ان میں "علی ولی اللہ" کے الفاظ کا اضافہ کیا۔

علماء اور فضلاء کی عزت افزائی

علی عادل شاہ نے ایرانیوں کو وظائف دے کر انہیں حکم دیا کہ مسجدوں اور بازاروں میں بغیر کسی اندیشے اور روک ٹوک کے اپنا کام جاری رکھیں۔ عالموں اور فاضلوں وغیرہ کی بہت قدر دانی کی اور انہیں اعلیٰ عہدوں سے نوازا۔ اس نے قابل اور اعلیٰ صلاحیتوں کے لوگوں کو اپنے دربار میں جمع کرنے کی طرف بہت توجہ کی۔ اس طرز عمل کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت ہی جلد بیجاپور میں ایران و توران اور دیگر ممالک کے اعلیٰ لوگ بہت بڑی تعداد میں آ کر جمع ہو گئے اور شہر جنت کا نمونہ بن گیا۔

سخاوت

علی عادل کو جو خزانہ ترکے میں ملا تھا اس میں ڈیڑھ کروڑ ہون تھے۔ اس نے یہ تمام رقم کچھ ہی عرصہ میں لوگوں میں تقسیم کر دی۔ علی عادل کی سخاوت اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ اس کے خوان نعمت سے ہر چھوٹا بڑا اور امیر و غریب فیض یاب ہوتا تھا۔ اہل شہر کی ما ضروریات کو اس نے بہ حسن و خوبی پورا کیا کوئی حاجت مند کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

عدل و انصاف اور وسعت سلطنت

اس دور سعید میں ظلم و ستم کا نشان تک نہ رہا۔ چاروں طرف عدل و انصاف کا ڈنکا بجنے لگا۔ علی نے رعایا کے دل کو اس طرح قابو میں کیا کہ ممالک مقبوضہ کے محاصل پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئے۔ علی جنگ وجدل کے بہت خلاف تھا' وہ اس قسم کی حرکتوں کو انسان اور انسانیت کی تباہی کا سبب سمجھتا تھا' اس نے کبھی کسی سے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور دکن کے فرماں رواؤں اور رعایا کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے رائچور' ورنگل' مدگل' کلیانی' شولاپور' اودنی' دھارور اور چندر کونی کے قلعے مع پرگنات کے اپنے قبضے میں کر لیے۔ ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لیے اس نے کسی سے جنگ نہ کی اور نہ ہی کوئی ہنگامہ و شورش بپا ہوئی یہ سب اس کے حسن سیاست کا فیض تھا' واضح رہے کہ علی عادل سے پہلے یہ قلعے کسی مسلمان بادشاہ سے فتح نہ ہوئے تھے۔

علم و فن سے دلچسپی

علی عادل نے اپنے استاد سے کافیہ' متوسط اور علم کلام کی چند کتابیں پڑھیں۔ دیگر علوم میں بھی اس نے کافی مہارت حاصل کی۔ خوش نویسی سے بھی اسے طبعی لگاؤ تھا۔ خط ثلث' نسخ اور رقاع میں وہ بہت اچھی طرح لکھتا تھا' اپنے کتبوں کے نیچے اپنا نام وہ اس طرح لکھتا تھا "کتبہ علی صوفی قلندر" علی عادل طبعاً درویش صفت' صوفی منش' صاحب ذوق اور خوش نظر تھا۔

عشق پیشگی

اسے عشق و محبت سے بھی گہری دلچسپی تھی اہل علم کے ساتھ ساتھ اس کی محفل میں حسینان دلربا اور پری وشان قیامت انداز کا جمگھٹا

بھی رہتا تھا۔ اس کو یہ شعر بہت پسند تھا اور اکثر پڑھتا رہتا تھا{

مائیم و ہمیں زمزمہ عشق فضانی
پیداست کہ دیگر بچہ خورسند تو آں بود

رام راج سے دوستی

تخت نشینی کے پہلے ہی سال علی عادل شاہ کی خواہش تھی کہ شولا پور اور کلیان کے قلعوں کو نظام شاہی عاملوں سے آزاد کروا لے۔ علی نے رام راج کے پاس کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا اور اس سے دوستانہ مراسم پیدا کیے۔ محمد حسین اصفہانی کو احمد نگر روانہ کر کے وہاں کے فرمانروا سے اچھے مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ رام راج نے علی عادل شاہ کے سفیروں کی بہت آؤ بھگت کی۔ اور جب یہ سفیر واپس ہوئے تو ان کے ساتھ اپنے ایک معتبر شخص کو بھیجا تاکہ وہ اس کی طرف سے علی عادل شاہ کو تخت نشینی کی مبارک باد پیش کرے۔

حسین نظام شاہ کی ناراضگی

حسین نظام شاہ نے علی عادل شاہ کے سفیر محمد حسین اصفہانی سے اچھا برتاؤ نہ کیا' نہ تو اسے خوش آمدید ہی کیا اور نہ ہی اس کی آؤ بھگت کی نیز اس نے علی عادل کو تخت نشینی کی مبارک باد دینے کے لیے اپنا کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اس نے رام راج اور علی عادل کے مراسم کی خوشگواری کو پسند نہ کیا اور اس معاملے میں ناراضگی اور رنجیدگی کا اظہار کیا۔

رام راج کے بیٹے کی وفات اور علی عادل شاہ کی تعزیت

علی عادل شاہ نے اس امر کی پوری کوشش کی کہ اس کے باپ کے عہد حکومت میں جو بدعنوانیاں ہوئی تھیں ان کا مناسب طریقے پر تدارک کیا جائے۔ علی نے رام راج سے دوستانہ مراسم میں بڑی وسیع القلبی سے کام لیا۔ جب رام راج کا ایک چہیتا بیٹا فوت ہوا تو علی عادل نے کشور خاں کی رائے پر عمل کیا اور جرات و دلیری سے کام لے کر سو سواروں کے ساتھ جن میں کشور خاں بھی شامل تھا تعزیت کے لیے بیجانگر روانہ ہوا۔ رام راج کے دربار میں پہنچ کر علی عادل نے راجہ سے اس کے بیٹے کی موت پر اظہار افسوس کیا۔ رام راج کے بدن سے ماتمی لباس اتارا اور وہ لباس جو علی اپنے ہمراہ لے گیا اسے پہنا دیا۔

رام راج کی بدتہذیبی

رام راج کی بیوی جو اجیرائے کی نسل سے تھی' اس نے علی عادل سے پردہ نہیں کیا اور اسے اپنا منہ بولا بیٹا کہا۔ رام راج نے تین دن تک علی عادل کی مہمان داری کی اور اس کی مدد کا وعدہ کیا۔ جب علی عادل رخصت ہونے لگا تو راجہ نے بڑی بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا اور اس کے ساتھ چند قدم چلنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ یہ کام اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے سپرد کیا' علی عادل کو یہ بات بہت بری معلوم ہوئی' اس نے رام راج سے بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا' لیکن مصلحتاً اس وقت خاموش ہو رہا اور کسی مناسب موقع کا منتظر رہا۔

حسین نظام شاہ کے نام علی عادل کا پیغام

۹۷۲ھ میں علی عادل شاہ بیجاپور واپس آیا اور حسین نظام شاہ کو پیغام بھیجا۔ "یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ کلیان اور شولا پور کے قلعے عادل شاہی خاندان سے متعلق ہیں۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد حکومت میں سلطنت میں خرابی پیدا ہوئی۔ اور یہ قلعے نظام شاہیوں کے قبضے میں آ گئے' اگر آپ نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں دوستی اور اچھے مراسم کے خواہاں ہیں تو یہ دونوں قلعے ہمیں واپس کر دیجئے۔ اگر دونوں قلعوں کی واپسی ممکن نہ ہو تو صرف کلیان کا قلعہ ہی واپس کر دیں بے حد ممنون ہوں گا۔"

کلیان اور شولا پور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ

شاہ حسین انجو نے جو حسین نظام شاہ کا مصاحب تھا۔ اس بات کی بہت کوشش کی کہ کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل شاہ کو واپس کر دیا جائے۔ لیکن اس کی بات نہ مانی گئی' یہ معاملہ طول کھینچتا گیا' نوبت یہاں تک پہنچی کہ عادل شاہ نے سید علی نامی ایک شخص کو قاصد بنا کر حسین نظام شاہ کے پاس بھیجا اور اس مضمون کا ایک خط لکھا:

ایسے اہم اور ضروری امور میں جنگ یا غفلت سے کام لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اگر آپ عاقبت اندیشی اور انجام بینی کو مدنظر رکھ کر یہ دونوں قلعے مجھے واپس کر دیں تو ہم میں خوشگوار دوستانہ مراسم پیدا ہو جائیں گے۔ بصورت دیگر آپ یقین کیجئے' کہ میرا لشکر آپ کی رعایا اور آپ کے ملک کا برا حال کر دے گا اور ایک فتنہ عظیم پیدا ہو جائے گا۔"

حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی ناچاقی

حسین نظام شاہ یہ خط پڑھ کر بہت غصے میں آیا اور اس نے علی عادل کے بارے میں ایسی باتیں زبان سے نکالیں کہ جن کا بیان کرنا تہذیب و متانت کے منافی ہے۔ یہ جواب پا کر علی عادل کو بھی بہت تاؤ آیا' اس نے اپنے جھنڈے کا رنگ بدل دیا پہلے زرد تھا اب نظام شاہیوں کی طرح سبز رنگ اختیار کر لیا۔ اور حسین نظام شاہ کو یہ پیغام دیا "اگر تم میں ہمت ہے تو اپنا نشان مجھ سے چھین لو۔"

علی عادل شاہ کا عزم احمد نگر

بات یہ ہے کہ دکن میں یہ رسم ہے کہ ایک فرماں روا کا نشان دوسرا اختیار نہیں کر سکتا اور جو ایسا کرتا ہے اس کا مقصد فتنہ و فساد برپا کرنا ہوتا ہے۔ حسین نظام شاہ علی عادل شاہ کی اس کارروائی سے بہت پریشان ہوا اور جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کرنے لگا۔ علی عادل شاہ نے ۹۷۶ھ میں رام راج کو مدد کے لیے طلب کیا اور اس کے ہمراہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔

فتنہ و فساد

پرندہ سے جنیر تک اور احمد نگر سے دولت آباد تک تباہی و بربادی کا بازار گرم ہو گیا۔ بیجانگر کے ہندو ایک عرصے سے ایسے موقع کی تلاش میں تھے' خوب جی کھول کر ظلم و ستم کیے اور اس شہر کے لوگوں کی خوشیوں کو مٹی میں ملا دیا۔ ان لوگوں نے مسجدوں اور قرآنوں تک کو نذر آتش کر دیا۔ حسین نظام شاہ کو اس فتنے کو فرو کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے قاسم بیگ حکیم شاہ جعفر اور دیگر امراء سے مشورہ کرنے کے بعد قلعہ کلیان علی عادل شاہ کے حوالے کر دیا۔ جنگ ملتوی ہو گئی اور رام راج اور علی عادل اپنے اپنے ملک کو واپس آ گئے۔

حسین نظام شاہ پر لشکر کشی

حسین نظام شاہ نے بی بی جمال کی شادی قطب شاہ کے ساتھ کر دی۔ علی عادل شاہ نے یہ خبر سن کر محمد کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو بیجانگر بھیجا اور رام راج سے مدد طلب کی۔ رام راج فوراً پچاس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں کا لشکر جرار لے کر بیجاپور کی طرف روانہ ہوئے۔

قطب شاہ کا فرار

قطب شاہ نے بڑی ہمت و مردانگی سے کام لیا اور نظام حسین شاہ سے قول و قرار کے باوجود اس کے لشکر سے آدھی رات کے وقت بھاگ نکلا۔ اور علی عادل سے آ ملا جب صبح ہوئی تو حسین نظام شاہ قطب شاہ کو اپنے لشکر میں نہ پا کر بہت حیران و پریشان ہوا۔ اب اس نے زیادہ دیر اس مقام پر ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

احمد نگر کا محاصرہ

علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ کا تعاقب کیا اور ملک کو تباہ و برباد کرتا ہوا احمد نگر کے قریب پہنچ گیا۔ حسین نظام شاہ نے پایہ تخت اور قلعے کو مضبوط و مستحکم کیا اور خود جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ علی عادل شاہ نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا اور اپنے کئی امراء کو شہر کے اطراف میں روانہ کیا ان امراء نے آس پاس کے تمام دیہاتوں کو تہس نہس کر دیا اور کہیں آبادی و خوشحالی کا نام و نشان نہ رہا۔

قتل و غارت گری

بیجانگر کے ہندوؤں نے بھی کچھ کم ظلم نہ ڈھائے انہوں نے آبادی کو قتل کیا عمارتوں کو آگ لگا دی، مسجدوں میں گھس کر ان کی بے حرمتی کی انہیں اصطبلوں میں تبدیل کر دیا، مسجدوں کی چھتیں اور دیگر اشیاء جو لکڑی کی بنی ہوئی تھیں انہیں نذر آتش کر دیا اسی دوران میں بارش ہو گئی۔ راستے کیچڑ اور دلدل سے بھر گئے اس وجہ سے غلے کے آنے میں تاخیر ہو گئی۔ لشکر میں غلہ ضروریات کے مطابق موجود نہ رہا۔ قطب شاہ چوری چھپے حسین نظام شاہ کی طرف داری کرتا تھا۔ وہ غلہ اور ضروریات کا دیگر سامان اہل قلعہ کو پہنچا دیتا تھا اور اہل قلعہ کے حوصلوں کو پست نہ ہونے دیتا تھا۔

کشور خاں کا مشورہ

علی عادل شاہ نے ان تمام باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا اس نے رام راج کو بھی متعدد خطروں سے آگاہ کیا۔ ان دونوں فرماں رواؤں نے باہمی مشورے کے بعد یہاں سے کوچ کرنا ہی مناسب سمجھا۔ علی عادل شاہ اور رام راج یہاں سے روانہ ہوئے ابھی دونوں نے سفر کی پانچ چھ منزلیں ہی طے کی تھیں کہ کشور خاں نے علی عادل سے علیحدگی میں کہا۔ "یہ قوت شولا پور کے قلعے کے محاصرے کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اگر اب قلعہ فتح ہو گیا تو رام راج قلعے پر قابض ہونے کی خواہش کرے گا ایسے عالم میں تم کچھ نہ کر سکو گے۔ رام راج قلعہ شولا پور کو حاصل کرنے کے بعد دوسرے علاقوں کو بھی لالچ کی نظر سے دیکھے گا۔ اس وقت ہمیں قلعہ شولا پور کی فتح کا خیال ترک کر دینا چاہیے۔ اور رام راج کی مدد سے نلدرک میں ایک الگ قلعہ تعمیر کرنا چاہیے۔ اور پھر رفتہ رفتہ اس قلعہ کی وجہ سے شولا پور کو تسخیر کر لینا چاہیے۔

قلعہ شاہ درک کی تعمیر

علی عادل شاہ نے کشور خاں کے اس مشورے کو بہت پسند کیا اس نے رام راج کو نلدرک کی طرف چلنے پر مجبور کیا، اور یہ دونوں فرمانروا وہاں جا پہنچے۔ نلدرک میں پرانے زمانے میں مندو کے راجہ نل نے اپنے بیٹے کے لیے جس جگہ محل بنوایا تھا وہ جگہ قلعہ کی تعمیر کے لیے منتخب کی گئی۔ اس جگہ قدیم محل کے آثار اس وقت تک باقی تھے، موسم برسات ہی میں اس قلعے کی دیواریں اینٹ اور پتھر سے بنائی گئیں اور اس کا نام "قلعہ شاہ درک" رکھا گیا۔ اس قلعے کی تعمیر کے بعد تینوں فرماں روا رام راج، قطب شاہ اور علی عادل شاہ اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے، علی عادل بیجاپور واپس آیا۔

رام راج کی عاقبت نااندیشی

اسی سال رام راج نے بہت عاقبت نااندیشی سے کام لے کر چند ایسی باتیں کیں جن کی وجہ سے علی عادل شاہ کا دل اس کی طرف سے دشمن ہو گیا۔ رام راج کے برے اعمال اس کی سلطنت کی تباہی کا باعث ہوئے اور اسے اپنے گناہوں کی بہت بڑی سزا ملی۔ تھوڑے ہی عرصے میں رام راج اور اس کے ہم مذہبوں کی حالت دگرگوں ہو گئی اور ان کے خون سے زمین سرخ ہو گئی اس اجمال کی تفصیل ذیل کی سطور میں پیش کی جاتی ہے۔

معاہدے کی خلاف ورزی

پہلی مرتبہ جب علی عادل شاہ' حسین نظام شاہ کی ہنگامہ آرائیوں سے پریشان ہوا تو اس نے رام راج سے مدد طلب کی تھی۔ علی عادل اور رام راج میں یہ معاہدہ ہوا تھا کہ بیجانگر کے ہندو اپنی پرانی دشمنی کی وجہ سے مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔ رعایا کے جان و مال پر دست درازی نہ کریں گے اور مسلمانوں کی عزت پر کوئی حملہ نہ کریں گے' لیکن ہندوؤں نے اس وعدہ کو فراموش کر کے احمد نگر میں مسلمانوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے قتل کیا' مال و اسباب کو لوٹا اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے' مسجدوں کی بے حرمتی کی' علی عادل شاہ یہ سب کچھ دیکھ سن کر بہت رنجیدہ ہوا' لیکن اس وقت کچھ نہ بولا کیونکہ اس موقع پر خاموش رہنا ہی بہتر تھا۔

رام راج کا تعصب اور غرور

اس سفر سے واپسی کے بعد رام راج کا غرور اور تعصب اپنے کمال کا پہنچ گیا۔ وہ مذہب اسلام سے سخت نفرت کرنے لگا۔ اس کے تعصب کا یہ عالم ہوا کہ وہ اپنے دربار میں کسی مسلمان سفیر کو داخل نہیں ہونے دیتا تھا۔ اگر کبھی وہ کسی مسلمان سفیر کو اپنے دربار میں آنے کی اجازت دیتا تو پھر اس کو کھڑا رکھتا تھا۔ اس بے چارے کو بیٹھنے کی اجازت نہ ہوتی تھی' سواری کے وقت مسلمان سفیروں کو وہ اپنے ساتھ بہت دور تک دوڑاتا تھا اور کافی دیر کے بعد ان کو سوار ہونے کی اجازت دیتا تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ جب رام راج' علی عادل شاہ کے ساتھ احمد نگر سے نلدرک کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت ہندو لشکری مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور ان کی طرف نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

علی عادل شاہ اور قطب شاہ پر رام راج کی لشکر کشی

رام راج کی حرص و ہوس میں اضافہ ہوتا گیا وہ ان کے علاقے میں پہنچا اور مسلمانوں کے مقبوضات پر دست درازی کا ارادہ کیا۔ اس نے تنکناوری کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ علی عادل شاہ اور قطب شاہ کے ممالک پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ دونوں فرمانروا اس سال حسین نظام شاہ کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے خائف تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے اپنے ممالک کے کچھ حصے رام راج کے حوالے کیے اور بڑی عاجزی و انکساری کے ساتھ اس سے صلح کر لی۔

قلعہ پور کل میں بغاوت

علی عادل شاہ نے اںکر اور ناگری کوپ کے علاقے اور قطب شاہ نے قلعہ کوپل کندہ' پانگل اور دکنوز کے علاقے رام راج کی تحویل میں دے کر اپنے آپ کو بچایا۔ اسی زمانے میں ڈیسائی نے قلعہ پور کل المعروف بہ پونگتی میں علم سرکشی بلند کیا ڈیسائی کا گھر قلعے کے اندر تھا' وہ دعوت اور جشن کے بہانے سے اپنے بہت سے حواریوں کو قلعے کے اندر لے گیا۔ ان حواریوں اور بعض اہل قلعہ کی اعانت سے ڈیسائی نے قلعہ دار کو قتل کر دیا اور قلعے پر قبضہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے بیجانگر کی قربت اور رام راج کے خوف سے اس قلعے کو ڈیسائی کے قبضے سے واپس لینے میں قدرے تاخیر سے کام لیا اور مناسب موقع کا انتظار کرتا رہا۔

ہندوؤں پر لشکر کشی کا ارادہ

دوسرے سال جب قصبہ تورکل میں قلعہ شاہ درک (نلدرک) پوری طرح مضبوط و مستحکم ہو گیا۔ تو علی عادل شاہ نے ہندوؤں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اس سلسلے میں مشورہ کرنے کے لیے علی نے اپنے امراء اور اراکین سلطنت کو طلب کیا۔ ملک کے دانشور اور صاحب فہم امراء محمد کشور خاں اور ابو تراب شیرازی نے جو ہر معاملے میں بادشاہ کے راز دار تھے عرض کیا۔

کشور اور شیرازی کی رائے

"حضور کی رائے ٹھوس، جامع اور مناسب ہے اس پر مزید غور و فکر کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ تاہم چونکہ حضور نے ہم سے مشورہ طلب کیا ہے اور اپنا خیال ظاہر کرنے کا حکم فرمایا ہے' اس لیے بصد ادب گذارش ہے کہ اس قدم کے اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مسلمان فرمانروا باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لیں۔ رام راج کے لشکر کی کثرت اور اس کی روز افزوں قوت روز روشن کی طرح واضح ہے اس کا ملک چھ بندرگاہوں' ان گنت قلعوں اور شہروں پر مشتمل ہے اس کا محصول بارہ کروڑ ہون ہے' اسکے جاہ و جلال کا سکہ ہر دل پر بیٹھا ہوا ہے' ایسے راجہ سے تنہا جنگ کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ ہماری رائے میں اس وقت حضور کو حسین نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے چاہیں اور اس سے دشمنی ترک کرنا چاہیے۔"

حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش

علی عادل شاہ کو اپنے مشیروں کی یہ رائے بہت پسند آئی اور اس نے ان دونوں کی قوت فیصلہ کی بہت تعریف کی نیز محمد کشور خاں کو اس معاملے میں مختار کل بنا دیا۔ کشور نے سب سے پہلے ایک قاصد علی عادل شاہ کی طرف سے ابراہیم قطب شاہ کے پاس بھیجا اور اس پر اپنا مدعا ظاہر کیا۔ ابراہیم تو پہلے ہی سے بیجانگر والوں سے جلا بھنا بیٹھا تھا اس نے علی عادل اور حسین نظام شاہ میں دوستانہ مراسم پیدا کرنے اور قلعہ شوالا پور جو بنائے فساد تھا حسین نظام شاہ سے علی عادل کو واپس دلوانے کا وعدہ کیا۔

مصطفیٰ خاں اردستانی کی حسین نظام شاہ سے ملاقات

ابراہیم قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں اردستانی کو جو صحیح النسب سید اور ایک عظیم المرتبت فرد تھا۔ بیجاپور بھیجا تھا کہ اردستانی علی عادل شاہ سے ملے اور پھر وہاں سے احمد نگر جا کر صلح اور میل جول کی گفتگو کرے۔ اردستانی بیجاپور پہنچا' علی عادل شاہ سے ملاقات کی' اسے اپنے ارادے پر پختہ پا کر' اردستانی احمد نگر روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے حسین نظام شاہ سے ملاقات کی اور تنہائی میں اس سے کہا:

"سلاطین بہمنیہ کے عہد حکومت میں جب کہ تمام ملک دکن پر ان کی حکومت تھی کبھی مسلمان ہندوؤں کے مقابلے میں فتح حاصل کرتے تھے اور کبھی بیجانگر کے ہندو' مسلمانوں پر غالب آتے تھے۔ بہمنی سلاطین عام طور پر بغیر کسی نتیجے کے ہی جنگ موقوف کر دیتے تھے اور بیجانگر کے ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ اب دکن کا ملک کسی ایک حکمران کے تابع نہیں ہے بلکہ چند حکمرانوں میں تقسیم ہو چکا ہے' اس لیے دانش مندی اسی میں ہے کہ تمام مسلمانوں فرمانروا ایک دوسرے کے دوست بن کر رہیں' باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لیں تاکہ زبردست دشمن کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ رام راج کی روز افزوں قوت سے آپ اچھی طرح واقف ہیں نیز آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ کرناٹک کے تمام فرمانروا اس کے تابعدار ہیں۔ ایسی صورت میں مسلمان فرمانرواؤں کا ایک دوسرے سے کشیدہ رہنا بالکل بے جا ہے۔"

شاہی خاندانوں میں شادیوں کی تجویز

حسین نظام شاہ' سید اردستانی کی حق گوئی اور بے باکی سے بہت خوش ہوا اور اس کی معقول رائے کی بے حد تعریف کی۔ سید اردستانی نے احمد نگر کے امراء قاسم بیگ حکیم تبریزی' ملا عنایت اللہ قزوینی کے ساتھ بات چیت کی اور دونوں سلطنتوں میں قربت کے مسئلے کا جائزہ لیا' ان لوگوں نے آپس میں مل کر یہ طے کیا۔ حسین نظام شاہ اپنی بیٹی چاند بی بی کی شادی سلطان علی شاہ سے کر دے اور اپنی بیٹی کو جہیز میں شوالا پور کا قلعہ دے دے۔ اسی طرح علی عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطان کو حسین نظام شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ مرتضیٰ سے بیاہ دے اس طرح دونوں فرمانرواؤں کے تعلقات بہتر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد یہ تینوں حکمران آپس میں مل کر رام راج پر حملہ کریں اور اسے اس کی بداعمالیوں کی سخت سزا دیں۔

چاند بی بی اور شہزادی ہدیہ سلطان کی شادیاں

مصطفیٰ خاں اردستانی کے ساتھ ملا عنایت اللہ ایلچی بن کر بیجاپور آیا۔ احمد نگر میں جو عہد و پیمان ہوئے تھے انہیں مضبوط و مستحکم کیا گیا۔ ایک ہی دن دونوں طرف شادی کی محفلیں آراستہ کی گئیں۔ چاند بی بی بیجاپور آگئی اور ہدیہ سلطان کو احمد نگر روانہ کر دیا گیا' یہ شادیاں بڑی دھوم دھام سے ہوئیں طرفین نے خوب جی کھول کر جشن مسرت منعقد کیے۔

رام راج کی تباہی کا ارادہ

ان امور سے فراغت حاصل کرنے کے بعد علی عادل شاہ نے رائچور اور مدگل کے قلعوں اور اہنگر اور یاکری کے پرگنوں کو دشمن کے قبضے سے نکالنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کے لیے علی عادل نے رام راج کے پاس اپنا قاصد بھیجا' لیکن رام راج قاصد سے بہت بری طرح پیش آیا اور اسے بیجانگر سے باہر نکال دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر علی عادل شاہ کو بہت طیش آیا اور اس نے حسین نظام شاہ ابراہیم قطب شاہ اور علی برید کے ہمراہ اس راجہ کو تباہ و برباد کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

مسلمان حکمرانوں کی بیجانگر پر لشکر کشی

۹۷۲ھ میں یہ چاروں فرمانروا بیجاپور کے قریب ایک جگہ جمع ہوئے اور ۳ / جمادی الاول ۹۷۲ھ کو بیجانگر کی طرف روانہ ہوئے۔ سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے یہ لوگ دریائے کرشنا کے کنارے بالنکوتھ کے مقام پر پہنچے۔ یہ علاقہ علی عادل شاہ کے قبضے میں تھا' یہاں اس نے اپنے ہمراہی فرماں رواؤں کی دوبارہ دعوت کی' علی عادل شاہ نے تمام ممالک محروسہ میں پیغام بھیج کر غلہ اور ضرورت کی دوسری تمام اشیاء منگوالیں تاکہ مسلمانوں کے لشکر کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

رام راج کی جنگی تیاریاں

بیجانگر کے راجہ کو جب مسلمان بادشاہوں کی آمد کی خبر ملی تو وہ بالکل پریشان نہ ہوا۔ اس نے ان حکمرانوں سے جنگ کرنا ایک آسان کام سمجھا اور اپنے بھائی تمراج کو بیس ہزار سواروں' پانچ سو ہاتھیوں اور ایک لاکھ پیادوں کے لشکر جرار کے ساتھ دریا کے تمام گھاٹوں کا راستہ بند کرنے کے لیے جلد از جلد روانہ کیا۔ تمراج کے بعد رام راج نے اپنے منجھلے بھائی تنکناوری کو بڑے تزک و احتشام اور مال و اسباب کے ساتھ روانہ کیا۔ ان لوگوں نے ساحل دریا پر قبضہ کر لیا اس وجہ سے مسلمانوں کے لیے دریا کے پار اترنا مشکل ہو گیا۔ آخر میں رام راج خود بھی آس پاس کے راجاؤں اور ایک لشکر عظیم کے ساتھ دشمن کی طرف روانہ ہوا۔

دریائی راستے کی تلاش

مسلمان بادشاہوں نے ایک جماعت کو دریا کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لیے پانی میں اتارا' ان لوگوں نے تیس چالیس کوس تک دریا میں چلنے کے بعد دو تین راستے ایسے دریافت کیے' جہاں دریا کم گہرا تھا۔ ان لوگوں نے بتایا جس جگہ دریا کا پانی کم ہے اور جہاں سے ہمارا لشکر دریا کو پار کر سکتا ہے اس کے بالکل سامنے دوسرے کنارے پر ہندوؤں کی فوج کھڑی ہوئی ہے' ہندوؤں نے ایک دیوار بنا کر اس میں انواع و اقسام کی آتش بازیاں لگا رکھی ہیں۔"

ایک قابل عمل تجویز

اس صورت حال کے پیش نظر مسلمان فرماں رواؤں کو بہت تشویش ہوئی انہوں نے اس مشکل کا حل ڈھونڈھنے کے لیے آپس میں صلاح و مشورہ کیے آخر کار انہوں نے یہ طے کیا۔ ہمیں یہ خبر اڑانی چاہیے کہ ہم نے ایک اور گھاٹ دریافت کر لیا ہے اس جگہ سے ہمارے لشکر کے دو تین گروہ باری باری کوچ کریں' یہ دیکھ کر دشمن دھوکے میں آجائے گا اور ہمیں سر راہ گرفتار کرنے کا ارادہ کرے گا وہ اس

مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی جگہ سے کوچ کر جائے گا اور اصل گھاٹ کو خالی کر دے گا۔ اس کے بعد ہم اپنی اصلی جگہ پر آ کر جلد از جلد دریا کو عبور کر لیں گے۔

ہندوؤں کی بے احتیاطی

مسلمانوں نے اسی تجویز پر عمل کیا اور دریا کے کنارے کنارے سفر کرنے لگے۔ دشمن نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کو کسی اور گھاٹ کا سراغ مل گیا ہے وہ بطور احتیاط اپنی جگہ چھوڑ کر دریا کے کنارے، مسلمانوں کے مقابل چلنے لگے۔ چونکہ خداوند تعالیٰ کی رضا یہی تھی کہ رام راج کا خاندان تباہ و برباد ہو اور حکومت اس کے خاندان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائے۔ اس لیے ہندوؤں نے احتیاط اور عاقبت اندیشی سے کام نہ لیا اور اپنی فوج کا کوئی حصہ اصل گھاٹ پر مسلمانوں کو روکنے کے لیے نہ چھوڑا۔

مسلمانوں کے لشکر کا دریا کو عبور کرنا

مسلمانوں نے جب اپنی تجویز کو کامیاب دیکھا تو انہوں نے اصل گزر گاہ کا رخ کیا اور دو تین روز کے راستے کو صرف بارہ گھنٹے میں طے کر کے گھاٹ پر پہنچ گئے۔ دشمن کی فوج ابھی تک نہ پہنچی تھی مسلمانوں کی ایک جماعت بڑے سکون کے ساتھ گھاٹ سے اتری، اس کے بعد مسلمانوں کا سارا لشکر گھاٹ کو عبور کر کے میدان میں آ گیا۔ صبح ہوتے ہی یہ لشکر رام راج کی فوج کی طرف روانہ ہوا۔ جو یہاں سے پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھی اگرچہ اس صورت حال سے ہندوؤں کو پریشانی ہوئی، لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور ساری رات جنگ کی تیاری کرتے رہے۔

مسلمان لشکر کی ترتیب

دوسرے روز مسلمان بادشاہوں نے بھی بارہ اماموں کے علم بلند کیے۔ اور اپنے لشکر کو درست کرنے لگے علی برید اور ابراہیم قطب شاہ کو میسرہ دیا گیا۔ میمنہ اور قلب بالترتیب علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کو دیئے گئے جنگی ہاتھیوں کو جابجا متعین کیا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے دشمن پر ایک زبردست حملہ کیا۔ راجہ بیجانگر نے اپنے لشکر کو درست کیا اور لشکریوں کو آئندہ کے انعامات اور دل خوش وعدوں سے بہلا پھسلا کر لڑنے پر آمادہ کیا۔

ہندو لشکر کی ترتیب

ہندو لشکر کا میمنہ تمراج کے سپرد تھا اور ابراہیم قطب شاہ کے مقابلے پر کھڑا ہوا۔ تنکناوری میسرہ پر متعین تھا، لہٰذا وہ عادل شاہ کے بالمقابل کھڑا ہوا، رام راج قلب لشکر کو سنبھالتے ہوئے تھا اس لیے وہ حسین نظام شاہ کے سامنے آیا۔ راجہ اپنے ساتھ دو ہزار ہاتھی اور ایک ہزار رابہ توپ خانہ لے کر میدان جنگ میں آیا تھا۔ دوپہر کے وقت وہ اپنے سنگھاسن پر بیٹھ کر لڑنے کے لیے نکلا۔ راجہ کے ساتھیوں نے اسے ہر چند سنگھاسن پر سوار ہونے سے بہت روکا، لیکن وہ نہ مانا اور کہا۔ "یہ تو لڑکوں کی لڑائی ہے بھلا اس میں گھوڑے پر سوار ہونے کی کیا ضرورت ہے دشمن ابھی سامنے سے فرار ہو جائے گا۔"

معرکہ آرائی

فریقین میں زبردست لڑائی شروع ہو گئی، ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر تلوار آزمائی کرنے لگے۔ لڑائی کا انداز کچھ ایسا تھا کہ کبھی ہندوؤں کا پلہ بھاری ہو جاتا اور کبھی مسلمانوں کا۔ بیجانگر کے سپاہی بار بار پچاس ہزار بان اور تفنگ مسلمانوں پر چلاتے۔ اور ہندو سوار پوری طاقت سے مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے۔ عین ممکن تھا کہ مسلمان شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہو جاتے۔ کہ دفعتاً حسین نظام شاہ کے حسن تدبیر سے رام راج کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

رام راج کی دریا دلی

رام راج کا خیال تھا کہ مسلمان جنگ سے پہلوتہی کر کے میدان جنگ سے فرار ہو جائیں گے لیکن جب معاملہ اس کے برعکس نکلا تو وہ خوفزدہ ہو کر سنگھاسن سے نیچے اترا اور ایک مرصع کرسی پر بیٹھ گیا۔ راجہ کے حکم کے مطابق اس کے چاروں طرف روپے' اشرفیوں اور موتیوں کے انبار لگا دیئے گئے۔ راجہ نے دوران جنگ میں یہ روپے اور اشرفیاں بغیر کسی حساب کے اپنے امراء اور لشکریوں میں تقسیم کرنا شروع کیں۔

ہندوؤں کا جوش و خروش

رام راج نے اعلان کر دیا کہ جو سپاہی کامیاب و کامران ہو کر میرے پاس آئے گا وہ مال و دولت سے سرفراز کیا جائے گا۔ دکن کے سپاہی یہ اعلان سن کر بہت خوش ہوئے اور انعام کے لالچ میں پہلے سے کہیں زیادہ جوش و خروش سے لڑنے لگے۔ تمراج اور تنکنادری وغیرہ نے مسلمانوں پر ایک شدید حملہ کیا۔ اس حملے سے مسلمانوں کے میمنہ اور میسرہ میں پریشانی پھیل گئی' میدان جنگ میدان حشر بن کر رہ گیا۔

حسین نظام شاہ کی بہادری

یہ کیفیت دیکھ کر مسلمان بادشاہوں پر مایوسی نے غلبہ کر لیا اور ان کے ارادے متزلزل ہونے لگے مگر حسین نظام شاہ نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا اور بڑی جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اگرچہ چاروں طرف دشمن کا غلبہ تھا اور اس کی طرف سے ہزاروں بان اور تفنگ چھوٹ رہے تھے۔ لیکن حسین نظام شاہ بغیر کسی خوف و خطر کے آگے بڑھا تاکہ دشمن پر حملہ کرے۔ مسلمانوں کے مایوس سپاہیوں نے نظام شاہی علم کو بلند دیکھا تو وہ فوراً نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ حسین نظام شاہ نے حکم دیا کہ توپ میں پیسے بھر کر دشمن کی طرف گرائے جائیں۔ اور وہ خود شہادت کے جذبے سے سرشار ہو کر بڑے وقار کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھا۔

ہندوؤں کے لشکر کا انتشار

حسین نظام شاہ کے حملے سے رام راج کے لشکر میں سخت پریشانی پھیل گئی۔ رام راج جو اسی برس کا بوڑھا تھا حواس باختہ ہو کر دوبارہ سنگھاسن پر بیٹھ گیا۔ اسی دوران میں حسین نظام شاہ کا ایک ہاتھی جس کا نام "غلام علی" تھا' سنگھاسن کے پاس پہنچ کر لوگوں کو پامال کرنے لگا۔ وہ کہار جنہوں نے سنگھاسن کو اٹھا رکھا تھا ایسے خوفزدہ ہوئے سنگھاسن کو مع رام راج کے زمین پر پھینک کر بھاگ گئے۔ رام راج میدان جنگ میں بے یار و مددگار پڑا رہا۔ کچھ لمحوں بعد فیل بان کی نظر سنگھاسن پر پڑی ایسا خوبصورت سنگھاسن دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا اور اس نے سنگھاسن کو حاصل کرنے کے لیے ہاتھی کو اس طرف بڑھایا۔

رام راج کا قتل

قریب ہی ایک برہمن کھڑا تھا وہ رام راج کا قدیم نمک خوار تھا اس نے فیل بان سے درخواست کی۔ "اس سنگھاسن پر راجہ رام راج سوار ہے' تم اس کے لیے گھوڑا لا دو تو راجہ تمہیں بہت انعام و اکرام دے گا۔" فیل بان نے جونہی راجہ کا نام سنا خوشی سے اس کا دل اچھلنے لگا۔ اس نے فوراً راجہ کو اپنے ہاتھی کی سونڈ میں لپیٹ لیا اور جلد از جلد حسین نظام شاہ کے توپ خانہ کے افسر رومی خاں کے پاس پہنچ گیا۔ رومی خاں نے رام راج کو گرفتار کر لیا اور حسین نظام شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ نظام شاہ نے اسی وقت راجہ کو قتل کر دیا اور اس کا سر جسم سے علیحدہ کر کے میدان جنگ میں پھینک دیا۔

ہندوؤں کا قتل

ہندو لشکریوں نے جب راجہ کے سر کو دیکھا تو ان کی ہمت جواب دے گئی اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان گنت ہندوؤں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس جنگ میں تین لاکھ ہندوؤں کی جانیں تلف ہوئیں لیکن صحیح روایت کے مطابق یہ تعداد ایک لاکھ ہے۔ میدان جنگ سے لے کر اناگندی کے مقام تک جو بیجانگر سے دس کوس کے فاصلے پر ہے سارا میدان ہندوؤں کی لاشوں سے بھر گیا۔ مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت آیا۔

مال غنیمت

مسلمانوں فرماں رواؤں نے اس فتح پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ حکم دیا کہ سوائے ہاتھیوں کے مال غنیمت میں سے کوئی چیز' سپاہیوں سے نہ لی جائے۔ جو چیز جس سپاہی کے ہاتھ آئی ہو اسی کو عطا کر دی جائے۔ اور اس سلسلے میں اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ کی جائے۔ اس فتح کی اطلاعیں چاروں طرف بھجوا دیں گئیں۔ مسلمانوں نے بیجانگر کے نواح تک کی تمام عمارتوں کو مسمار کر دیا اور اکثر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ عالم دیکھ کر رام راج کے بھائی تنکناوری نے جو میدان جنگ سے فرار ہو کر ایک جگہ روپوش تھا۔ مسلمانوں کے پاس اپنے قاصد بھیجے اور بڑی عاجزی سے جان کی امان کا طلب گار ہوا۔ اس نے عادل شاہی اور قطب شاہی پرگنے اور قلعے واپس کر دیئے اور حسین نظام شاہ کو بھی راضی کر لیا۔ مسلمانوں نے اس کے بعد قتل و غارت گری سے ہاتھ اٹھالیا اور اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔

تمراج کا حاکم اناگندی مقرر کرنا

دوران جنگ ہی میں تمراج نے علی عادل شاہ کے دامن لطف و کرم میں پناہ لی اور یہ عرض کیا "تنکناوری نے اس قدر قوت اور اقتدار حاصل کر لیا ہے کہ اب وہ رام راج کا جانشین ہو گیا ہے۔ تمام ملکی امراء اس کی حمایت کرنے لگے ہیں' اس صورت حال کے پیش نظر یہ مناسب ہے کہ اناگندی اور اس کے مضافات کی حکومت مجھے عطا کی جائے۔ علی عادل شاہ نے تمراج کی درخواست منظور کر لی اور اسے اناگندی کا حاکم مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ نیز تنکناوری کو لکھا "تمراج میرے حکم کے مطابا اناگندی پر حکومت کرنے کے لیے آ رہا ہے لہٰذا تم اس سلسلہ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کرنا اور اس علاقے کی حکومت اس کے حوالے کر دو۔

ہندوؤں کی خستہ حالی

تنکناوری میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ علی عادل شاہ کے حکم کے خلاف ورزی کرتا' لہٰذا مجبوراً اس نے اناگندی کا علاقہ تمراج کے سپرد کر دیا اور یوں تمراج بھی صاحب تخت ہو گیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک یہ علاقہ تمراج کے خاندان کے زیر حکومت ہے۔ بیجانگر کا علاقہ تنکناوری کی اولاد کے قبضے میں ہے۔ چونکہ ان دونوں خاندانوں کے پاس اب بہت تھوڑا ملک باقی رہ گیا ہے اس لیے لوازم حکمرانی ذرا مشکل ہی سے انجام پاتے ہیں۔ کرناٹک کے دوسرے حصوں پر امراء نے قبضہ کر رکھا ہے' الغرض پورے ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔

علی عادل شاہ کی فتوحات

متذکرہ بالا جنگ کے بعد پھر کبھی ہندوؤں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی وجہ وہی طوائف الملوکی اور ہندوؤں کی بدحالی ہے جس کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔ علی عادل شاہ نے بنکاپور کے قلعے کو مع حصار چندر کونی کے اپنے آخری زمانے میں فتح کیا۔ یہ قلعہ سلاطین بہمنیہ کے زمانے میں بھی فتح ہو چکا تھا۔ ادونی کا قلعہ بھی علی عادل شاہ نے اپنی حکمت عملی سے تسخیر کر لیا' ان کے علاوہ اس نے جو دیگر ممالک فتح کیے ان کا بیان کسی مناسب جگہ پر کیا جائے گا۔

شہر بیجانگر اس وقت تک (یعنی ۱۰۲۳ھ تک) ویران اور برباد پڑا ہوا ہے تنکناوری کی اولاد نے مصلحتاً اس کو آباد کرنے کی طرف توجہ

نہیں کی اور تلنگانہ کو اپنا پایہ تخت بنا رکھا ہے۔

رام راج کو ۹۷۲ھ میں قتل کیا گیا تھا راقم الحروف فرشتہ کے والد ماجد مولانا غلام علی استر آبادی نے اس کے قتل کا مصرع تاریخ بطریق تعمیہ اس طرح موزوں کیا ہے

"نہایت خوب واقع گشت قتل رام راج"

کہا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں حسین نظام شاہ بحری نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مرتضیٰ اس کا جانشین ہوا۔ علی عادل شاہ نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اناگندی پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کا مقصد یہ تھا کہ تمراج کی قوت میں اضافہ ہو اور وہ تلنگانہ پر مستقل حکومت قائم کرے۔ اور اس کے بعد علی عادل شاہ تمراج کی مدد سے بیجانگر کو فتح کر لے۔

تنکنادری کو علی عادل شاہ کے اس ارادے کا علم ہو گیا۔ اس نے مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کی والدہ خونزہ ہمایوں کو لکھا "حسین نظام شاہ نے یہ علاقہ مجھے عطا کیا تھا' اب علی عادل شاہ اسے میرے قبضے سے نکال کر خود اس پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ مجھے اپنا بہی خواہ سمجھ کر میری مدد فرمائیں گے اور مجھے علی عادل شاہ کے فتنے سے نجات دلائیں گے۔"

مرتضیٰ نظام شاہ کا بیجاپور پر حملہ

خونزہ ہمایوں نے ملا عنایت اللہ کے مشورے سے مرتضیٰ نظام شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور بیجاپور پر حملہ کر کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے اناگندی کا خیال ترک کیا اور واپس بیجاپور آیا کچھ دنوں تک شہر کے آس پاس علی عادل اور مرتضیٰ نظام میں لڑائی ہوتی رہی اور پھر مرتضیٰ واپس احمد نگر آیا۔

برار پر حملہ

۹۷۴ھ میں خونزہ ہمایوں کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ نے باہمی اتحاد و اتفاق سے برار پر حملہ کیا یہ حملہ موسم برسات میں کیا گیا۔ علی عادل برار کی حدود کو تباہ برباد کر کے واپس آیا۔ اس نے بیجاپور میں ایک قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروایا۔ یہ قلعہ محمد کشور خاں کی زیر نگرانی تین سال کے عرصے میں مکمل ہو گیا۔

علی عادل اور نظام شاہی سلطنت

خونزہ ہمایوں کی حکمرانی اور مرتضیٰ نظام شاہ کے لشکر کے انتشار و مخالفت کی وجہ سے نظام شاہی حکومت کی شان و شوکت باقی نہ رہی تھی۔ علی عادل نے یہ صورت حال دیکھ کر احمد نگر کے بعض علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اس نے اسد خاں لاری اور محمد کشور خاں کو منصب و علم عنایت کیا۔ اس علم پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی ۹۷۵ھ میں علی عادل نے کشور خاں کو بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ نظام شاہی سلطنت کی طرف روانہ کیا۔ کشور خاں نے جرات و مردانگی سے کام لے کر کئی نظام شاہی پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ اس نے پرگنہ بیسر کے قصبہ کج تک کے علاقے کو فتح کیا اور جو نظام شاہی امراء کے سامنے آئے شکست دی۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی جنگ کی تیاری

کشور خاں نے بیسر کے پرگنے میں ایک مستحکم و مضبوط قلعہ تعمیر کروایا تاکہ دوسرے علاقوں کو آسانی سے فتح کیا جا سکے۔ اس نے اس قلعہ کا نام "دارور" رکھا۔ کشور خاں نے اس قلعے کو اسلحہ اور دیگر سامان سے آراستہ کیا۔ اس نواح کے باشندوں سے دو سال کا لگان وصول کیا اور پھر دیگر علاقوں کو فتح کرنے کی غرض سے تیاری کرنے لگا۔ اسی دوران میں مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنی والدہ خونزہ ہمایوں کے پنجے سے چھٹکارا حاصل کیا اور کشور خاں سے مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔

کشور خاں کے ساتھیوں کا فرار

۹۷۷ھ میں مرتضیٰ نظام شاہ کشور خاں کی طرف بڑھا۔ کشور خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے قلعے کو پوری طرح مستحکم اور فوج کو مرتب کیا۔ عین الملک انکس خاں اور نور خاں (جنہیں علی عادل شاہ نے کشور خاں کی مدد کے لیے بھیجا تھا) کو کشور خاں نے ساتھ لیا اور مرتضیٰ نظام شاہ کا انتظار کرنے لگا۔ یہ امراء کم ہمتی و بزدلی یا کشور خاں کی مخالفت کی وجہ سے بغیر لڑائی کیے ہوئے بھاگ گئے اور کشور خاں کو یہ پیغام دیا۔ "ہم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ سے جنگ کریں۔ اس لیے ہم لوگ تم سے جدا ہو کر پایہ تخت احمد نگر میں فتنہ و فساد پیدا کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ اس اقدام سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ اس طرف نہ آئے اور ہمارے تعاقب میں احمد نگر کی طرف نہ روانہ ہو۔"

کشور خاں اور مرتضیٰ میں جنگ

مرتضیٰ نظام شاہ کشور خاں کی سرکوبی کو سب سے اولین اور ضروری فرض سمجھتا تھا' لہٰذا اس نے کشور خاں ہی کی طرف رخ کیا' کشور خاں نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مرتضیٰ کا مقابلہ کیا' مرتضیٰ نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک وہ قلعہ کو فتح نہ کرے گا رکاب سے پاؤں نہ اتارے گا' قلعہ سے مرتضیٰ کے لشکر پر بہت آتش بازی کی گئی' لیکن اس جواں سال حکمران کی ہمت پست نہ ہوئی اور اس نے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔

کشور خاں کی موت

مرتضیٰ نظام شاہ کے مغل سپاہی اہل قلعہ پر تیر برساتے رہے۔ کشور خاں جنگ کا تماشہ دیکھ رہا تھا' اتفاق سے ایک تیر اسے لگا اور وہ وہیں ختم ہو گیا۔ کشور کے ساتھیوں نے جب اپنے سردار کو مرتے دیکھا تو انہوں نے فوراً قلعے کا دروازہ کھول دیا اور بھاگ گئے۔ مرتضیٰ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور پھر اسی طرح وہ تمام پرگنے بھی جو علی عادل کی حکومت میں شامل ہو گئے تھے مرتضیٰ نے واپس لے لیے۔

عین الملک اور نور خاں کا تعاقب

خواجہ میرک دبیر اصفہانی جو نظام شاہی افواج کا سردار اور آخر میں "چنگیز خاں" کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس نے عین الملک اور نور خاں کا تعاقب کیا اور احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ احمد نگر کے نواح میں طرفین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں خواجہ میرک اصفہانی کامیاب و کامران ہوا عین الملک قتل اور نور خاں گرفتار ہوا اور ان کا آدھا لشکر پریشان اور خستہ حال ہو کر بیجاپور واپس آیا۔

علی عادل شاہ کا کودہ پر حملہ

اس سے عادل شاہی لشکر کو بہت نقصان پہنچا اور اس کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں۔ اور انہیں دنوں علی عادل شاہ کو کودہ کی فتح اور نصاریٰ کی تباہی و بربادی کا خیال پیدا ہوا اور وہ اس طرف روانہ ہوا۔ اس مہم پر بھی اسے کامیابی نہ ہوئی اور اس کے بے شمار سپاہی مارے گئے۔

قلعہ ادونی کی تسخیر کا خیال

علی عادل نے پھر شاہ ابوالحسن بن شاہ طاہر کے مشورے اور ہدایت کے مطابق قلعہ ادونی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ بڑا مستحکم اور مضبوط تھا یہاں تک کہ سلاطین بہمنیہ بھی اسے کبھی فتح نہ کر سکے تھے۔ علی عادل شاہ نے انکس خاں کو آٹھ ہزار سواروں اور پیادوں اور بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ قلعہ ادونی کی طرف روانہ کیا۔ اس قلعے پر رام راج کے امیر کا قبضہ تھا جس نے اپنے مالک سے غداری کر کے اپنے نام کا سکہ جاری کر رکھا تھا۔

حاکم ادونی کی پریشانی

قلعہ ادونی کے حاکم نے انکش خاں کا مقابلہ کیا۔ اس نے دشمن سے کئی بار لڑائی کی' لیکن ہر بار شکست کھائی اس وجہ سے وہ غلہ اور دیگر سامان بہم پہنچا کر قلعہ بند ہو گیا۔ انکش خاں نے محاصرہ کر لیا' یہ محاصرہ ایک عرصے تک جاری رہا اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر کار حاکم قلعہ اس صورت حال کا مقابلہ نہ کر سکا' اس نے پریشان ہو کر انکش خاں سے جان کی امان طلب کی اور قلعہ اس کے سپرد کر دیا۔

قلعہ ادونی کی فتح

قلعہ ادونی ایک پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا ہے اس کا حصار بہت ہی وسیع اور عظیم الشان ہے اس میں کئی خوبصورت چشمے اور بلند عمارات ہیں۔ ہندو راجاؤں نے مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے ہر زمانے میں اس قلعے کے استحکام کی طرف بہت توجہ کی۔ شیورائے کے اسلاف میں سے ہر راجہ نے اپنے عہد حکومت میں یہاں ایک حصار کا اضافہ کیا' یہاں تک کہ جب قلعہ فتح ہوا تو اس وقت اس کے گیارہ حصار تھے۔ اس وجہ سے قلعہ کو ساباط نقب اور توپ وغیرہ سے فتح کرنا مشکل ہی نہیں' ناممکن تھا۔ صرف ایک ترکیب تھی یعنی طویل محاصرہ' انکش خاں نے اسی پر عمل کیا اور قلعہ فتح کر لیا۔ اس قلعہ کی تسخیر ایک عظیم الشان کامیابی تھی علی عادل شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا۔

علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں معاہدہ

اس کے بعد علی عادل شاہ نے دوسرے قلعوں اور پرگنوں کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ ابو الحسن اور خواجہ میرک دبیر اصفہانی کی کوششوں سے علی عادل اور مرتضیٰ نظام الملک نے سرحد پر ملاقات کی۔ ان دونوں حکمرانوں میں یہ طے پایا کہ مرتضیٰ نظام شاہ برار پر قابض ہو جائے اور علی عادل شاہ بیجانگر کے ان پرگنوں پر قبضہ کرے جو وسعت کے لحاظ سے برار کے برابر ہوں' اس اقدام سے مقصد یہ تھا کہ ایک بادشاہ دوسرے سے زیادہ علاقے پر حکمران نہ ہو۔

قلعہ طور کل کا محاصرہ

۹۸۱ھ میں علی عادل شاہ نے طور کل کے قلعے پر قبضہ کرنے کا خیال کیا۔ مختلف معرکہ آرائیوں میں یہ قلعہ رام راج کے قبضے سے نکل کر ایک معمولی لشکری کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ علی عادل شاہ نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ تقریباً پانچ چھ ماہ تک یہ محاصرہ قائم رہا اس وجہ سے اہل قلعہ بہت پریشان ہوئے۔ اسی زمانے میں علی عادل شاہ کے لشکر کی ایک توپ ٹوٹ گئی اہل قلعہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھا کہ اب کچھ عرصے کے لیے قلعہ محفوظ ہو گیا۔ علی عادل شاہ نے اس واقع کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ شاہ ابوالحسن کی غفلت کا نتیجہ ہے لہٰذا ابوالحسن کو معزول کر کے مصطفیٰ خاں اردستانی کو (جو رام راج کے قتل کے بعد ملازمت میں آ گیا تھا) میر جملہ اور وکیل السلطنت بنایا گیا اور تمام اہم امور اس کے سپرد کر دیئے گئے۔

قلعہ طور کل کا محاصرہ

مصطفیٰ خاں اور اردستانی نے قلعہ طور کل کو فتح کرنے کی بے انتہا کوشش کی اور دو ماہ کے اندر اندر اہل قلعہ کا ناطقہ بند کر دیا۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ اب سوائے اطاعت کے کوئی اور چارۂ کار نہیں ہے تو وہ امان کے طالب ہوئے۔ مصطفیٰ خاں نے یہ شرط پیش کی کہ اگر اہل قلعہ دینکتی' بسانی اور ان کے بیٹوں اور رشتہ داروں کو قید کر کے عادل شاہی لشکر کے سپرد کر دیں تو انہیں امان دے دی جائے گی' اہل قلعہ نے یہ شرط منظور کر لی اور اس کے رشتہ داروں کو گرفتار کر کے مصطفیٰ خاں کے سپرد کر دیا۔ اور خود مع اپنے مال و اسباب و اہل و عیال کے قلعے سے باہر چلے گئے۔ بادشاہ نے ان قیدیوں کو طرح طرح کے مظالم سے قتل کیا اور قلعے کی حکومت اپنے معتبر لوگوں کے سپرد کر دی۔

قلعہ داروا کی فتح

اس کے بعد علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کے مشورے کے مطابق قلعہ داروا پر چڑھائی کی۔ یہ کرناٹک کا ایک مشہور قلعہ ہے جو اس زمانے میں رام راج کے امیر کے قبضہ میں تھا۔ یہ امیر ہر سال کچھ رقم اور چند ہاتھی تنکناوری اور بھیم راج کو بھیجا کرتا تھا اور اس طرح اس نے اچھی خاصی قوت حاصل کر لی تھی۔ علی عادل شاہ نے پورے چھ ماہ تک اس قلعے کا محاصرہ جاری رکھا۔ مصطفیٰ خاں کی تدبیروں سے یہ قلعہ بھی مسخر ہوا اور اہل قلعہ طالب امان ہوئے۔

قلعہ بنکاپور پر لشکر کشی

علی عادل شاہ نے سات ماہ تک اس علاقے میں قیام کیا اور یہاں کے باغیوں اور مفسدوں کو ٹھکانے لگایا۔ اس کے بعد قلعہ بنکاپور کی فتح کے ارادے سے سفر اختیار کیا گیا۔ اس قلعے کا حاکم بلب وزیر تھا' جو رام راج کا تنبول بردار تھا اور اس کے قتل کے بعد اس قلعے پر قبضہ کر بیٹھا تھا۔ چندر کوئی اور قلعہ جرہ کے راجہ اس کے باج گزار تھے۔ بلب کو جب علی عادل شاہ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا' اس نے اپنے بیٹے کو ایک ہزار سواروں اور دس ہزار پیادوں کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ کیا تاکہ یہ لشکر مسلمانوں کو تنگ کرے اور آگے نہ بڑھنے دے۔

بلب کا خط تنکناوری کے نام

بلب نے رام راج کے بیٹے تنکناوری کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ۔ "میں اپنے آقا کی وفاداری سے منحرف ہو کر سخت پریشان ہوں۔ مجھے اپنے اس فعل پر بڑی ندامت ہے اس لیے معافی کا خواست گار ہوں۔ اس وقت میری حالت سخت تشویش ناک ہے۔ علی عادل شاہ قلعہ بنکاپور کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے خدارا آپ میری پچھلی غلطیاں معاف فرمائیں اور خود ادھر تشریف لائیں یا اپنے کسی فوجی افسر کو بھیج کر میری مدد کریں تاکہ میں مسلمانوں کے دست ظلم سے محفوظ رہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر سال خراج کی رقم داخل خزانہ کرتا رہوں گا۔ اور آپ کے حلقہ اطاعت سے قدم باہر نہ رکھوں گا۔"

تنکناوری کا جواب

تنکناوری نے بلب کو یہ جواب لکھا "تیری بغاوت اور نمک حرامی نے دوسرے لوگوں کو بھی سرکشی اور مخالفت پر ابھارا اور تیری ہی وجہ سے سارا ملک ہمارے قبضہ سے نکل گیا۔ اس وقت میرے پاس صرف بلکندری اور چنداکری کے شہر ہیں' باقی تمام علاقے مسلمانوں کے پاس ہیں۔ میری حالت یہ ہے کہ میں خود اپنی حفاظت بھی بڑی مشکل سے کرتا ہوں۔ ایسی صورت میں تیری مدد کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ تجھے میں یہ مشورہ دوں گا کہ تو اپنی زر پرستی اور کنجوسی سے کنارہ کشی کر اور زر و جواہر کو کام میں لا ہو سکتا ہے کہ دولت کی وجہ سے مسلمان تجھ سے صلح کر لیں۔"

"اگر دولت کی وجہ سے صلح نہ ہو سکے تو پاس کے راجاؤں سے مراسم پیدا کر اور ان کو خوش کر تاکہ یہ راجے تیرے بیٹے کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لشکر کو پریشان کریں۔ یہ انتظام بھی کر کہ تیرے سپاہی مسلمانوں کے لشکر میں خفیہ طور پر گھس جائیں اور قتل عام کریں۔ میں اس سلسلے میں دوسرے راجاؤں کے نام احکام جاری کر رہا ہوں اور انہیں تیری مدد کے لیے تاکید کر رہا ہوں۔ اگر انہوں نے تیرے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا تو بہتر ہے۔ ورنہ بنکاپور کے قلعے کے بعد باقی تمام قلعے باسانی مسلمانوں کے قبضے میں آ جائیں گے۔"

ہندوؤں کی مخاصمانہ کارروائیاں

یہ جواب پا کر بلب قدرے مایوس ہو گیا تاہم اس نے تنکناوری کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے بیرہ اور چندر کوئی کے راجاؤں کے ساتھ تعلقات پیدا کر کے انہیں اپنا ہم خیال بنایا تاکہ وہ اس کے بیٹے کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لشکر کو تہس نہس

کریں۔ ہندوؤں نے اپنی مخاصمانہ کارروائی شروع کر دی اس وجہ سے علی عادل شاہ کے لشکر میں غلے اور چارے کی کمی ہو گئی۔ ہر روز رات کے وقت فوج کے کسی نہ کسی حصے پر ہندو چوروں کی طرح حملہ کرتے اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرتے۔

ہندوؤں کا دستور جنگ

اس سلسلے میں ہندوؤں کو خاصی کامیابی ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ کرناٹک کے سپاہی ذرا سی چیز کے لالچ میں جان تک کی بازی لگا دیتے تھے۔ ان لوگوں کو اپنے آپ کو دشمن سے بچانے کا طریقہ بھی خوب آتا تھا یہ اپنے جسم پر ایک قسم کا تیل مل لیتے تھے اس وجہ سے دشمن باآسانی ان پر غالب نہیں آ سکتا تھا۔ یہ لوگ موقع پا کر دشمن کے سپاہیوں اور گھوڑوں کو کٹار سے موت کے دامن میں سلا دیتے تھے۔

جادوگری

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کرناٹک کے باشندے جادوگری میں بھی بڑے ماہر ہیں۔ ان کا سب سے مشہور جادو یہ ہے کہ جس جگہ اپنے مردوں کو نذر آتش کرتے ہیں وہاں کی راکھ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں جب ضرورت پڑتی ہے تو اس راکھ پر منتر پڑھ کر کسی گھر یا خیمے میں ڈال دیتے ہیں اس سے اہل مکان یا اہل خیمہ بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں رہتی جن لوگوں پر یہ جادو کیا جائے اگر وہ کسی وجہ سے بیدار ہو جائیں اور جادو کرنے والوں کو دیکھ بھی لیں تو بھی ان کی حالت عجیب و غریب ہوتی ہے۔ وہ نہ کوئی بات زبان سے نکال سکتے ہیں اور نہ اپنی جگہ سے حرکت کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کی حفاظتی تدابیر

قصہ مختصر علی عادل شاہ کے لشکر میں سخت انتشار پھیل گیا۔ عین ممکن تھا کہ مسلمان مراجعت کرتے کہ مصطفیٰ خاں نے انہیں ہمت دلائی اور بھاگنے سے منع کیا نیز چوروں اور قحط کو روکنے کی تدابیر اختیار کیں۔ مسلمانوں کے لشکر میں برگی امیر بھی تھے یہ لوگ غیر مسلم تھے اور ہمت و جرات میں اپنی مثال آپ تھے۔ ابراہیم عادل شاہ کے زمانے سے لے کر علی عادل شاہ کے عہد حکومت تک یہ لوگ امیرانہ زندگی بسر کر رہے تھے ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔ ان لوگوں کو ہندوؤں کے مقابلے پر متعین کیا گیا تاکہ دشمن غلہ اور دیگر سامان کی آمد کا راستہ بند نہ کر سکے۔

اس کے علاوہ آٹھ ہزار پیادوں کو بھی اسی خدمت پر متعین کیا گیا کہ وہ لشکر کی حفاظت کریں۔ ان کو حکم دیا کہ دشمن کے چور جب مسلمانوں کے لشکر میں آئیں اور جس حصے پر حملہ کریں' یہ وہاں پہنچ جائیں نیز لشکر کے باہر جو شخص بھی نظر آئے اسے تہ تیغ کر دیں۔ اس حکم کی وجہ سے مسلمانوں کے لشکر کے سپاہیوں نے اپنے لشکر سے باہر نکلنا بند کر دیا۔

دشمن کے سپاہیوں نے اپنے معمول کے مطابق مسلمانوں کے لشکر پر شب خون مارنا شروع کیا۔ جب یہ چور لشکر میں آتے تو مسلمان پیادے فوراً ان کے پاس پہنچ جاتے چور انہیں دیکھ کر بھاگ نکلتے تب مسلمان سپاہی انہیں قتل کر دیتے۔ مصطفیٰ خاں کی یہ تدبیر بہت کارگر ثابت ہوئی اور مسلمانوں کو چوروں سے نجات ملی۔ وہ راستے جو پہلے ان چوروں کی وجہ سے بند تھے اب کھل گئے اور مسلمانوں کو غلہ اور ضروریات کا دیگر سامان بہ آسانی ملنے لگا۔

معرکہ آرائیاں

قصہ مختصر یہ کہ ایک سال تک برگی امراء اور بلب کے بیٹے کے درمیان معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ روزانہ میدان کارزار گرم ہوتا اور طرفین کے بہت سے سپاہی کام آئے۔ مسلمان بڑے اطمینان کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور خوب جی کھول کر لڑائی میں حصہ لیتے تھے ہندو بھی جرات و بہادری کا مظاہرہ کرنے میں کم نہ تھے' وہ بھی آتش بازی اور دیگر طریقوں سے مدافعت کرتے رہے۔

اہل قلعہ کی اطاعت

اسی دوران بلب وزیر کے بیٹے کا اس کی طبعی موت سے انتقال ہو گیا۔ اس وجہ سے اہل قلعہ بڑے پریشان ہوئے، بلب کی حالت بھی دگرگوں ہو گئی۔ جب محاصرے کو ایک سال تین مہینے گزر گئے تو آس پاس کے راجہ جو بلب کی مدد کے لیے آئے ہوئے تھے وہ بھی پریشان ہوئے اور اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ اس صورت حال کے پیش نظر اہل قلعہ نے علی عادل شاہ سے جان کی امان طلب کی۔ بادشاہ نے ان کا معروضہ قبول کیا اور ان کی خواہش کے مطابق ایک عہد نامہ لکھ کر انہیں بھجوا دیا۔

قلعہ بنکا پور پر عادل شاہی قبضہ

جس روز اہل قلعہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ قلعہ خالی کر کے رخصت ہونے والے تھے مصطفیٰ خاں احتیاطاً اپنے خاصہ کے لشکر کو ساتھ لے کر قلعے کے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔ بلب وزیر اور اس کے لشکری اپنے مال و اسباب اور بال بچوں کے ساتھ قلعے سے نکل گئے اور کرناٹک کے ادھر ادھر بکھر گئے۔ علی عادل شاہ اپنے چند خاص امراء کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا۔ موذن نے شیعہ مذہب کے مطابق اذان دی اور ایک بڑے مندر کو مسمار کر کے مسجد میں تبدیل کیا گیا۔ حصول ثواب کی خاطر علی عادل شاہ اور مصطفیٰ خاں نے مسجد کے بنیادی پتھر اپنے ہاتھوں سے رکھے۔

مصطفیٰ خاں کی عزت افزائی

اس فتح کے بعد مصطفیٰ خاں کا اقتدار پہلے سے کہیں زیادہ ہو گیا علی عادل شاہ نے اسے خلعت خاص عطا کیا۔ یہ وہ خلعت تھا جو اس سے پہلے اسد خاں اور کشور خاں کے علاوہ اور کسی کو نہ ملا تھا۔ اس علاقے کے بہت سے گاؤں اور دیہات مصطفیٰ خاں کی جاگیر میں شامل کر دیئے مصطفیٰ خاں نے رفتہ رفتہ بادشاہ کو اپنا ایسا والہ و شیدا بنا لیا کہ علی عادل شاہ نے سلطنت کے تمام امور اسی کے سپرد کر دیئے۔ یہاں تک کہ اپنی انگوٹھی بھی اسی کو دے دی نیز اسے حکم دیا گیا کہ وہ ہر معاملے میں اپنی رائے سے کام لے، بادشاہ کی ہدایت کا انتظار نہ کرے۔

جرہ اور چندر کونی کے قلعوں کی تسخیر کا ارادہ

چار ماہ کے عرصہ میں قلعہ بنکا پور پورے طور پر علی عادل شاہ کے قبضے میں آ گیا وہاں کی تمام رعایا بخوشی اس کے حلقہ اطاعت میں آ گئی۔ علی عادل نے خود اسی قلعہ میں قیام کیا اور مصطفیٰ خاں کو بیس ہزار سوار، خزانہ، توپ خانہ اور دیگر لوازم لشکر کشی عطا کر کے جرہ اور چندر کونی کے قلعوں کو فتح کرنے کا حکم دیا۔

حاکم جرہ کی اطاعت

مصطفیٰ خاں قلعہ جرہ کے قریب پہنچا قلعے کے حاکم ارسپ نایک نے بڑی عاجزی اور نیاز مندی کا اظہار کیا اور سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ لیا۔ یہ راجہ بنکا پور کی لڑائی کے دوران مصطفیٰ خاں کو تحفے اور ہدیے وغیرہ بھیج کر اپنی نیاز مندی کا اظہار پہلے بھی کر چکا تھا اس لیے مصطفیٰ خاں نے اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی۔ اس کی صلح کی درخواست منظور کی اور خراج کی رقم وصول کر کے آگے بڑھا۔ یہاں سے مصطفیٰ خاں نے چندر کونی کی طرف رخ کیا۔

قلعہ چندر کونی کی فتح

چندر کونی کے راجہ نے عاقبت نااندیشی سے کام لیا وہ صلح پر راضی نہ ہوا اسے اپنی قوت، قلعہ کی مضبوطی اور جنگلوں کی کثرت پر بڑا ناز تھا اس لیے اس نے مصطفیٰ خاں سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مصطفیٰ خاں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور برکی امیروں کو ان غیر مسلموں

کے مقابلے کے لیے نامزد کیا گیا جو آس پاس کے علاقوں سے چندر کونی کے باشندوں کی مدد کے لیے آئے ہوئے تھے' مسلمانوں نے دس ماہ تک قلعے کا محاصرہ جاری رکھا' قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضروریات کی رسد بند کر دی' آخر کار ۹۸۳ھ میں یہ قلعہ فتح ہو گیا واضح رہے کہ اس سے پہلے یہ قلعہ کبھی مسلمانوں سے مسخر نہ ہوا تھا۔

علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور

مصطفیٰ خاں نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد علی عادل شاہ کی خدمت میں فتح نامہ روانہ کیا۔ علی عادل بہت خوش ہوا اور اس نے اس قلعے کی سیر کا ارادہ کیا۔ بنکاپور سے وہ چندر کونی پہنچا اور کچھ دن قلعے میں بڑے عیش و عشرت سے گزارے اور یہاں کے لوگوں کو بہت پسند کیا۔ تین سال اور کچھ مہینوں کے بعد علی عادل شاہ بیجاپور واپس آیا اس نے اپنی مہر مصطفیٰ خاں کے حوالے کی اور اسے چندر کونی اور اس کے نواح کی حفاظت کا حکم دیا۔ علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کو یہ ذہن نشین کرا دیا کہ اگر بیجاپور سے اہل دیوانی کوئی فرمان اطاعت تمہارے پاس چندر کونی میں بھیجیں تو تم اپنی ذاتی رائے سے کام لینا اگر تم اس فرمان کو واجب التعمیل سمجھو تو میری مہر لگا دینا ورنہ پھاڑ کر پھینک دینا۔

مصطفیٰ خاں کا خط علی عادل شاہ کے نام

دوسرے سال مصطفیٰ خاں نے علی عادل شاہ کو ایک خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ "پرانے زمانے میں چندر کونی کا قلعہ ایک پہاڑ پر واقع تھا جب یہ قلعہ حوادث زمانہ سے مسمار ہو گیا تو بعد کے راجاؤں نے قلعے کی تعمیر کے لئے پہاڑ کے دامن میں جگہ منتخب کی اور یہیں پر قلعہ تعمیر کیا۔ میری رائے یہ ہے کہ قلعے کی تعمیر کے لئے مناسب جگہ پہاڑ کے اوپر ہی ہے۔ اس لئے اگر حضور یہاں تشریف لا کر بذات خود معائنہ فرمائیں اور میری رائے کو پسند کریں تو پھر نیچے کا قلعہ مسمار کر کے پہاڑ کے اوپر ہی قلعہ بنایا جائے۔

چندر کونی میں نئے قلعے کی تعمیر

یہ خط وصول کرنے کے بعد علی عادل شاہ اپنے چند خاص درباریوں کے ہمراہ چندر کونی پہنچا۔ اس نے مصطفیٰ خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور پہاڑ کے اوپر قلعہ کی تعمیر کا حکم دے کر نلگوان کی راہ سے واپس بیجاپور آ گیا۔ مصطفیٰ خاں نے ایک سال کے اندر اندر نیا قلعہ تیار کر لیا۔ علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کی التماس پر دوبارہ چندر کونی کا سفر اختیار کیا۔ نئے قلعے کو اس نے ملاحظہ کیا اور مصطفیٰ خاں کی محنت اور جفاکشی سے بہت خوش ہوا۔

علی عادل شاہ کا عزم کرور

اسی زمانے میں مصطفیٰ خاں نے چندر کونی کے قریبی قلعہ کرور کے راجہ شنکر نایک کے پاس اپنا ایک سفیر بھیجا اور اسے اطاعت قبول کرنے کا پیغام دیا۔ شنکر نایک نے اس پیغام کو قبول کیا اور علی عادل شاہ کی قدم بوسی کے لئے چندر کونی میں حاضر ہوا۔ اس نے بادشاہ کو اپنے ملک کی سیر کی دعوت دی۔ بادشاہ نے یہ دعوت قبول کی۔ اس نے اپنا لشکر تو چندر کونی میں چھوڑا اور خود مصطفیٰ خاں اور اس کے پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ کرور کی طرف روانہ ہوا۔

حاکم کرور کی اطاعت

کرور کا قلعہ ایک ایسے پہاڑی علاقے میں واقعہ ہے جہاں ہر چہار طرف درخت ہی درخت ہیں۔ راستہ بہت ہی تنگ ہے' کہیں کہیں تو یہ عالم ہے کہ ایک وقت میں ایک سوار سے زیادہ گزرنے کا راستہ نہیں۔ یہ صورت دیکھ کر بادشاہ کے بہت سے ساتھی خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے اپنے اراکین سلطنت سے مشورہ کرنے کے بعد کرور کی حکومت شنکر نایک کے سپرد کی اور خود چندر کونی واپس آ گیا۔

مصطفیٰ خاں نے بڑی دانش مندی سے کام لیا اور شنکر نایک سے کہا۔ "بادشاہ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تمہارے اور اس علاقے کے دوسرے قلعوں پر قبضہ کرلے۔ میں نے بڑی منت سماجت سے اسے تمہارے علاقے سے واپس کیا ہے۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً خراج دینا قبول کرلو نیز دوسرے راجاؤں کو بھی اس کے لئے راضی کرلو تاکہ میں بادشاہ کو سمجھا کر لشکر کشی کے ارادے سے باز رکھوں۔"

دوسرے راجاؤں کی اطاعت

شنکر نایک نے فوراً بادشاہ کی اطاعت قبول کرلی اور دوسرے حکمرانوں یعنی ارسب نایک حاکم قلعہ چند جیرہ' بہرہ دیوی حاکم قلعہ کنار آب' جلوی حاکم قلعہ ساحل ممان اور بندر باسلور' باکلو اور بادکلا کے راجوں کو علی عادل شاہ کی اطاعت قبول کرنے اور خراج ادا کرنے کی نصیحت کی۔ ان سب لوگوں نے شنکر نایک کی نصیحت پر عمل کیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ساٹھ لاکھ پچاس ہزار ہون علی عادل شاہ کو بطور نذرانہ پیش کیے۔ اور یہ وعدہ کیا کہ اس نواح کے تمام راجہ مشترکہ طور پر ہر سال ساڑھے تین لاکھ ہون شاہی خزانے میں داخل کرتے رہیں گے۔

سالانہ رقم کی ادائیگی

علی عادل شاہ نے ان تمام راجاؤں کو شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا۔ اور وہ خوشی خوشی اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں ان راجاؤں نے بڑی باقاعدگی کے ساتھ مقررہ رقم ساڑھے تین لاکھ ہون ہر سال ادا کی' اس کے علاوہ یہ راجہ پوشیدہ طور پر مصطفیٰ خاں کی بھی خدمت کرتے رہے اور اسے ہر سال تیس ہزار ہون اور موتی' یاقوت اور زبرجد وغیرہ پیش کرتے رہے۔

بہادر رانیاں

کہا جاتا ہے کہ اس علاقے کے تمام راجے اور رانیاں علی عادل کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور بادشاہ نے ان سب کو شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا تو دیول اور جلوی نامی رانیوں کو زنانہ خلعت پیش کیے گئے۔ ان بہادر عورتوں نے زنانہ خلعت قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا۔ "اگرچہ ہماری ظاہری صورت عورتوں کی سی ہے لیکن ہم اپنی تلوار کے سہارے جو جوہر مردانگی سمجھا جاتا ہے۔ اپنے اپنے ملک پر حکمرانی کرتی ہیں۔" علی عادل شاہ کو ان رانیوں کی گفتگو بہت پسند آئی اور انہیں مرصع تلواریں۔ تازی گھوڑوں اور مردانہ خلعت سے نوازا گیا۔

ان دونوں عورتوں نے ایک عرصے تک اپنے اپنے ملک پر حکمرانی کی۔ ان علاقوں میں یہ دستور ہے کہ عنان حکومت عورتوں ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے' ان رانیوں کے شوہر طبقہ امراء میں سے ہوتے ہیں اور وہ دیگر امراء کی طرح رانیوں کی خدمت کرتے ہیں' ان شوہروں کو حکومت و سلطنت کے نظم و نسق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور

الغرض جب اس علاقے کے تمام حکمرانوں نے بادشاہ کی اطاعت کرلی تو علی عادل شاہ نے بندری پنڈت کو جو قوم کا برہمن اور خاندان عادل شاہی کا قدیم اور وفادار نمک خوار تھا' ان علاقوں کا دیوان مقرر کیا۔ مصطفیٰ خاں کو ان ممالک کا بااختیار حاکم مقرر کیا گیا' وکالت کا منصب اور میر جملگی کا عہدہ افضل خاں شیرازی کو ملا اور پھر علی عادل شاہ بیجاپور واپس آ گیا۔

نلکنڈہ کی تسخیر کا ارادہ

مصطفیٰ خاں کی سرشت میں وفاداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کی ہمیشہ یہی خواہش رہی تھی کہ اس کے آقا کی سلطنت میں روز بروز وسعت پیدا ہوتی جائے اس مقصد کے پیش نظر اس نے اپنے معتبر امیر علی خاں نامی کو علی عادل شاہ کی خدمت میں بھیجا اور اس سے نلکنڈہ کو فتح کرنے کی اجازت طلب کی۔ نلکنڈہ' کرناٹک کا پایہ تخت تھا جب مصطفیٰ خاں کا قاصد بادشاہ کے پاس پہنچا تو وہ بہت خوش ہوا

کیونکہ اس کی خود اپنی بھی یہی خواہش تھی۔ لہٰذا اس نے فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا۔

تنکناوری کا فرار

علی عادل شاہ بڑی شان و شوکت سے بیجاپور سے روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے قلعہ ادونی کا معائنہ کیا اور پھر آگے بڑھا۔ جب بادشاہ بیجاپور کے قریب پہنچا تو مصطفیٰ خاں اپنے لشکر اور ترکی امراء کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں سے عادل شاہی لشکر نلگنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ تنکناوری میں اتنی ہمت نہ تھی کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتا لہٰذا اسے جب عادل شاہی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ اپنے مال و دولت ہاتھیوں اور دیگر قیمتی سامان کو ساتھ لے کر چندر کیری کی طرف فرار ہوگیا۔ اس نے قلعے کو اپنے ایک خاص مقرب کے حوالے کر دیا۔

اہل شہر کی خستہ حالی

علی عادل شاہ نلگنڈہ پہنچا اس نے پہلے تو شہر کے مختلف حصوں اور قلعے کو اپنے امراء میں تقسیم کیا اور پھر ہرایہ کے لئے علیحدہ علیحدہ مورچل مقرر کیا' تین مہینے تک عادل شاہی لشکر سرگرم عمل رہا' اہل شہر تک غلہ پہنچنے کے تمام راستے بند تھے عین ممکن تھا کہ شہر والے بادشاہ سے امان کے طالب ہو کر قلعہ کو عادل شاہ کے سپرد کر دیتے کہ تنکناوری کو ان حالات کا علم ہوگیا اس نے آٹھ لاکھ ہون اور پانچ ہاتھی ہندیا ہتم نایک کے پاس بھیجے۔ ہندیا ہتم عادل شاہ کے برکی امراء کا ایک بڑا سردار تھا۔ یہ رشوت اس لئے بھیجی گئی تھی کہ ہندیا ہتم اپنے آقا سے غداری کرے اپنے چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ مورچل سے فرار ہو جائے۔

برکی امرء کی غداری

ہندیا ہتم نے تنکناوری کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ سے غداری کی اپنے چار ہزار سواروں کے ساتھ شاہی لشکر کو نقصان پہنچا کر علیحدہ ہوگیا۔ دوسرے روز چار دیگر برکی امرء نے بھی ہندیا کے اکسانے پر بادشاہ کی مخالفت کی اور اپنے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ ہندیا سے جا ملے۔ یہ لوگ چوری اور ڈاکہ زنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے اپنے اس فن کا مظاہرہ کیا اور عادل شاہی لشکر کو پریشان کرنے لگے' غلہ اور چارہ چرانے میں ان لوگوں نے بڑی مستعدی دکھائی۔ اس صورت حال کے پیش نظر علی عادل اور مصطفیٰ خاں محاصرہ سے دستبردار ہوگئے اور بیکانگر کے قریب جا پہنچے۔

علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کو بیکاپور ہی میں اس نواح کے انتظامات کے لئے چھوڑا اور خود بیجاپور واپس آگیا۔ بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ برکی امراء نے علم بغاوت بلند کر کے اپنے اپنے پرگنوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ جو بیجانگر کی سرحد پر واقع ہیں تو اس نے مرتضیٰ خاں انجو کو ان پرگنوں کا جاگیردار مقرر کر دیا نیز اسے تین ہزار تیرانداز سواروں اور دکنی و حبشی امراء کے ساتھ برکیوں کی بغاوت کو کچلنے کے لئے روانہ کیا۔

برکیوں سے جنگ

سیف عین الملک کے قتل کے بعد مرتضیٰ خاں علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں امراء کے طبقے میں شامل ہوگیا تھا۔ مرتضیٰ اور برکی غداروں کے درمیان کئی بار لڑائی ہوئی' ان لڑائیوں میں طرفین کے بے شمار سپاہی کام آئے۔ ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ غالب و مغلوب میں تمیز کرنا دشوار ہوگیا۔ اس صورت حال دیکھ کر مصطفیٰ خاں نے جو بیجاپور میں مقیم تھا' علی خاں کو علی عادل شاہ خاندان کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام دیا۔ "اپنے لشکر کو چوروں کے مقابلے پر بھیجنا' دانش مندی سے دور ہے بہتر یہی ہے کہ باغیوں کو کسی بہانے سے بیجاپور میں طلب کیا جائے اور پھر ان کے ساتھ مناسب سلوک کیا جائے۔

علی عادل شاہ کی تدبیر

علی عادل شاہ کو یہ رائے پسند آئی اور اس نے اسی پر عمل کیا۔ بادشاہ نے راسوپنڈت کو جو ایک برہمن تھا اپنے چند قابل اعتبار اشخاص کے ہمراہ باغیوں کے پاس بھیجا۔ تاکہ وہ باغیوں کو سمجھا بجھا کر کسی طرح بیجاپور لے آئیں۔ ہندیانایک نے اپنے گروہ کا بیجاپور جانا خلاف دانش مندی سمجھا اس نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی، جس میں تمام برگی سرداروں، سروپ نایک، رائے ہوج مل دیونایک اور تم نایک وغیرہ نے شرکت کی۔

ہندیانایک کے خیالات

ہندیانایک نے برگی امراء کو خطاب کیا اور کہا جب سارا کرناٹک بادشاہ کے قبضے میں آنے والا تھا اور واقعات و حالات کے پیش نظر پورے یقین سے یہ کہا جاتا تھا کہ کرناٹک کی حکومت رام راج کے خاندان سے نکل کر علی عادل شاہ میں منعقد ہو جائے گی تو ہم نے اس وقت عادل شاہ کی مخالفت کی اور علم بغاوت بلند کیا۔ ہم نے بادشاہ کے راستے کا سنگ گراں بن کر اس کو اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے سے روکا ہے۔ بادشاہ کی نظر میں ہمارا یہ فعل ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اس لئے مجھے یقین نہیں ہے کہ بادشاہ ہمیں معاف کر دے گا۔ اس کے برعکس میرا خیال ہے کہ مسلمان ہمیں دھوکا دے کر بیجاپور لے جانا چاہتے ہیں اور پھر وہاں ہم کو قتل کر ڈالیں گے۔

باغیوں کی بیجاپور میں آمد

برگی امیروں نے ہندیانایک کی باتوں کو قابل التفات نہ سمجھا اور جلد از جلد تیار ہو کر بیجاپور کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہندیانایک نے ان کا ساتھ نہ دیا اور نلکنڈہ چلا گیا۔ اور وہاں تنکناوری کی ملازمت اختیار کر لی، بیجاپور میں سب سے پہلے جو اترائے پہنچا، بادشاہ نے اسے خلعت اور منصب امارت سے سرفراز کیا۔ یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی اور تمام باغی یکے بعد دیگرے بیجاپور میں آنے لگے۔

باغیوں کا قتل

جب تمام باغی بیجاپور میں جمع ہو گئے تو علی عادل شاہ کی آتش انتقام بھی بھڑک اٹھی۔ اس نے جوترائے کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ بھوج مل نایک دیونایک اور تم نایک کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر قتل کیا گیا۔ ان کی لاشوں کو تختوں پر ڈال کر سارے شہر میں پھرایا گیا، الغرض اس طرح مصطفیٰ خاں کے مشورے سے علی عادل شاہ نے باغیوں کو ختم کیا۔

شہزادہ ابراہیم کی تخت نشینی

علی عادل شاہ کے گھر میں کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا تھا اس لئے اس نے اپنے بھائی کے بیٹے شہزادہ ابراہیم بن طہماسپ کو ماہ شوال ۹۸۷ھ میں اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اسی مہینے شہزادہ ابراہیم کی رسم ختنہ عمل میں آئی اور ایک بہت بڑا جشن مسرت منعقد ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جس روز شہزادہ کا ختنہ ہوا تھا۔ اس رات رسم کے مطابق شہزادے کو سرخ لباس پہنا کر شہر میں پھرایا گیا۔ شہر کی سڑکوں پر دونوں طرف آتش بازی کے درخت اور گولے وغیرہ آویزاں کئے گئے اتفاق سے بارود میں آگ لگ گئی اس وجہ سے تقریباً سات سو آدمی مارے گئے، لیکن خداوند تعالیٰ کے کرم سے شہزادہ ابراہیم کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

علی عادل شاہ کا کردار

علی عادل شاہ بہت ہی عالی ظرف انسان تھا۔ وہ ہر خاص و عام کو اپنے لطف و کرم سے خوش رکھتا۔ اس کا عہد حکومت سبھی کے لئے موجب خیر و برکت تھا۔ ملکوں اور قلعوں کی تسخیر اور حبشی و برگی امیروں کی سرزنش کے بعد وہ کبھی تو خلوت میں آرام و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کرتا اور کبھی تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو کر رعایا کی فلاح و بہبود کے بارے میں سوچتا۔ وہ تمام اچھی اور اعلیٰ عادات و خصائل کا

مجموعہ تھا' ان سب کے ساتھ حسن پرستی اور جمال دوستی اس کا شیوہ تھا۔

جمال دوستی

اسے خوبصورت خواجہ سراؤں اور غلاموں کو جمع کرنے کا بہت شوق تھا' ایک مرتبہ علی عادل شاہ نے اپنا ایک قاصد امیر برید کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس دو نہایت ہی حسین اور خوبصورت خواجہ سراہیں' تم فوراً ان خواجہ سراؤں کو میرے پاس روانہ کر دو۔" امیر برید نے چند دن تک ٹال مٹول کی اور خواجہ سراؤں کو علی عادل شاہ کے پاس روانہ نہ کیا۔

انہیں دنوں مرتضیٰ نظام شاہ بحری نے امیر علی برید پر حملہ کر دیا۔ برید' علی عادل شاہ سے مدد کا طالب ہوا۔ علی عادل شاہ نے دو ہزار سوار اس کی مدد کے لئے روانہ کئے۔ برید اس سے متاثر ہوا اور اس نے وہ دونوں حسین خواجہ سرا جن کو علی عادل نے طلب کیا تھا۔ بیدر سے بیجاپور بھیج دیے۔

وفات

یہ دونوں خواجہ سرا جب بیجاپور پہنچے ان کو اپنے یہاں آنے کی وجہ معلوم ہوئی تو ایک خواجہ سرا کو بہت ناگوار گزرا۔ اس نے علی عادل شاہ کا کام تمام کرنے کا ارادہ کر لیا' جس روز یہ دونوں خواجہ سراشاہی حضور میں پیش ہوئے۔ اسی رات متذکرہ بالا خواجہ سرانے علی عادل شاہ کو چاقو سے قتل کر دیا۔ یہ حادثہ ۲۳ صفر ۹۸۹ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ اس کا مادہ تاریخ "ظلم دید" سے برآمد ہوتا ہے' ملا رضائی مشہدی نے علی عادل شاہ کا بہت ہی غم انگیز اور جان گداز مرثیہ لکھا۔ ملک کے تمام امیر اور جملہ اراکین سلطنت اس سانحہ دل شکن سے بے حد افسردہ ہوئے۔

تجہیز و تکفین

بادشاہ کے مصاحبوں اور ندیموں مثلاً مرتضیٰ خاں' شاہ فتح اللہ شیرازی' شاہ ابوالقاسم انجو وغیرہ اور سادات وعلماء جن میں میر شمس الدین اصفہانی بھی شامل تھے۔ بادشاہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔ بادشاہ کو شہر کے اندر ایک نمایاں جگہ پر دفن کیا گیا اس کا مزار اب "روضہ علی" کے نام سے مشہور ہے۔

علی عادل شاہ کی سخاوت

علی عادل شاہ کے قتل کے دوسرے روز ابراہیم عادل شاہ ثانی نے (جو علی عادل شاہ کا جانشین ہوا) دونوں خواجہ سراؤں کو قتل کروا دیا۔ علی عادل کے عہد حکومت کی کئی عمارتیں اب بھی باقی ہیں (مثلاً بیجاپور کی جامع مسجد' شاہ پور کا تالاب) علی عادل بہت ہی سخی اور وسیع القلب انسان تھا۔ اس کے باپ ابراہیم عادل اول نے اپنے پیچھے ایک کروڑ طلائی ہون بے شمار قیمتی جواہرات اور قیمتی ہیرے چھوڑے تھے۔ علی عادل نے یہ تمام خزانہ نیز اپنے عہد کی تمام دولت ایران' توران' عرب' روم اور دوسرے ملکوں کے عالموں فاضلوں اور مستحقین میں تقسیم کر دی۔

شہنشاہ اکبر کے سفیر

جس وقت علی عادل شاہ کا انتقال ہوا اس وقت شاہی خزانے میں صرف وہی رقم تھی جو آخر زمانے میں مصطفیٰ خاں کی کوشش سے کرناٹک سے حاصل ہوئی تھی۔ اور کچھ نہ تھا بلکہ اس رقم کا بڑا حصہ مستحقین میں تقسیم کیا جا چکا تھا۔ علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں شہنشاہ اکبر کے دو سفیر مختلف اوقات میں بیجاپور آئے۔ علی عادل نے ان دونوں کی بے حد تعظیم و تکریم کی۔ اکبر کا پہلا سفیر حکیم علی گیلانی تھا جو بہت سے گراں قدر تحفے تحائف لے کر واپس ہوا' دوسرا حکیم عین الملک تھا یہ ان دنوں بیجاپور ہی میں مقیم تھا جب بادشاہ کے قتل کا واقعہ پیش آیا اس لئے عین الملک بغیر کسی تحفے ہی کے واپس اکبر کے پاس چلا گیا۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی

تخت نشینی

علی عادل شاہ کی وفات کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ اگرچہ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر صرف دس سال کی تھی' لیکن اس کی ذہنی صلاحیت عمر کے لحاظ سے کہیں زیادہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے تمام اراکین سلطنت کو بڑی خوش اسلوبی سے اپنا بنالیا۔ درباریوں نے بادشاہ پر روپے اور اشرفیاں نچھاور کیں اور بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ دکانداروں نے اپنی دکانوں کو طرح طرح کے ریشمی کپڑوں سے آراستہ کیا۔ ہندوستان کے دستور کے مطابق مٹی کے برتنوں میں روپے بھر بھر کر بادشاہ پر نچھاور کیے گئے۔

ابراہیم نے ابتدائی عمر ہی میں سپہ گری کے فن میں کمال حاصل کیا۔ قرآن ختم کیا اور دیگر علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی۔ الغرض اس نے اپنی نو عمری کے زمانے کو عام نو عمروں کی طرح فضولیات میں صرف نہ کیا۔

کامل خاں دکنی

ابراہیم کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں چند درباریوں نے اقتدار حاصل کر کے سلطنت کے تمام امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ چونکہ امراء کا تذکرہ اس قابل ہے کہ اس کتاب میں درج کیا جائے۔ لہٰذا مختصر بیان کیا جاتا ہے کہ مشہور عادل شاہی امیر کامل خان دکنی علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں برسراقتدار آیا۔ اس نے قلعہ مرچ کی تسخیر کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں اور تمام ملکی وسیاسی امور کا مختار ہو گیا۔

کامل خاں کا اقتدار

کامل خاں دکنی نے اپنے اعتباری مقربین کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے گرد مقرر کیا۔ قلعے کے تھانیدار کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اس نے بادشاہ کی تعلیم وتربیت کا فریضہ علی عادل شاہ کی بیوی چاند بی بی کو سونپا۔ بدھ اور جمعہ کے علاوہ ہر روز وہ ابراہیم کو شاہی محل سے نکال کر دربار میں لاتا اور تمام لوگوں کو بادشاہ کے حضور میں آنے کا موقع دیتا۔ اور بڑی خوش اسلوبی اور دیانتداری کے ساتھ تمام امور سلطنت کو انجام دیتا۔

غرور کا نشہ

دو ماہ تک تو کامل خاں دکنی کا یہی انداز رہا' لیکن بعد میں نشہ اقتدار جادو کی طرح سر پر چڑھ کر بولا۔ وہ اپنی قوت پر نازاں ہو کر عجیب وغریب حرکتیں کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے چاند بی بی سے بھی بے ادبی کی۔ چاند بی بی' کامل خاں کی اس حرکت کو برداشت نہ کر سکی اور اس نے غصہ میں آ کر حاجی کشور ولد کمال خاں کو یہ پیغام بھیجا۔ "کامل خاں دکنی اب منصب وکالت کے قابل نہیں رہا میری خواہش ہے کہ یہ خدمت اب تم سنبھال لو' لہٰذا جس طرح بھی ممکن ہو کامل خاں کو ٹھکانے لگاؤ۔ اس معاملے میں عجلت سے کام لینا اگر ذرا بھی تاخیر ہوئی تو پھر کامل خاں کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جائے گی۔ اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

کشور خاں کا ہنگامہ

حاجی کشور خاں کو جب یہ پیغام ملا تو وہ بے انتہا خوش ہوا' اس نے چار سو مسلح آدمیوں کو ساتھ لیا اور سبز محل کی طرف روانہ ہوا' یہاں کامل خاں دیوان داری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ کشور خاں نے قلعے کے اندر پہنچ کر قلعے کا دروازہ اندر کی طرف سے بند کر لیا

اور تھانیدار کو قید کر لیا۔ بعدازاں وہ سبز محل کی طرف بڑھا' کامل خاں کو ان تمام حالات کی خبر نہ تھی۔ اسے جب کشور خاں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے شاہی حرم سرا کی طرف بھاگا اسے خیال تھا کہ چاند بی بی اس کی جان کی حفاظت کرے گی۔ کامل خاں کو اس کے چند وفاداروں نے بتایا کہ یہ سب کچھ چاند بی بی کے اشارے سے ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس سے مدد کی توقع رکھنا بے کار ہے۔

کامل خاں کی پریشانی

کامل خاں کو یہ سن کر بہت حیرت ہوئی لہٰذا اس نے چاند بی بی سے مدد طلب کرنے کا خیال ترک دیا اور دشمن سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر سوچنے لگا۔ اسے جب یہ معلوم ہوا کہ قلعے کے دروازے پر حاجی کشور خاں نے قبضہ کر رکھا ہے تو وہ شاہی محل کے پیچھے کی قلعے کی دیوار پر چڑھ گیا اور نیچے چھلانگ دی۔ وہ پانی سے بھری ہوئی خندق میں گرا اور تیرتا ہوا پار اتر گیا یہاں سے وہ شہر میں چلا گیا' چونکہ ابھی اس کی زندگی کے کچھ دن باقی تھے لہٰذا اہل شہر نے اسے نہ پہچانا۔

گھر کا راستہ

کامل خاں دکنی قلعہ ارک کی خندق کے قریب باغ دروازہ امام تک گیا پھر درختوں کے بیچ میں سے ہوتا ہوا حصار شہر پر جا پہنچا یہ حصار بارہ گز اونچا تھا۔ حصار سے نیچے اترنے کے لئے اس نے یہ اہتمام کیا کہ اپنی پگڑی' شال اور کمربند کو ایک دوسرے سے باندھ کر ایک کمند سی بنالی اور اس کا ایک سرا دیوار کے کنگرے سے باندھ کے نیچے اتر گیا اور اسی پریشانی اور بدحواسی کے عالم میں اپنے گھر میں جو شہر سے باہر تھا جا پہنچا۔ سبز محل سے لے کر گھر تک پہنچنے میں کسی شخص نے اس کی مدد نہ کی گھر پہنچ کر کامل خان دکنی یہاں سے فرار ہو جانے کی تیاری کرنے لگا۔

کامل خاں دکنی کا قتل

حاجی کشور خاں اور اس کے ساتھیوں کو یہ وہم بھی نہ تھا کہ کامل خاں دکنی ایسی برق رفتاری سے کام لے کر محل سے فرار ہو جائے گا۔ پہلے تو انہوں نے کچھ دیر تک اسے قلعے ہی میں تلاش کیا آخرکار انہیں معلوم ہوگیا کہ وہ حصار سے نیچے اتر کر اپنے گھر جا چکا ہے۔ ان لوگوں نے ایک جماعت کو کامل خاں کے گھر کی طرف بھیجا کہ اس کو گرفتار کر کے لایا جائے۔ کامل کو اس کی اطلاع ہوگئی اس نے اپنی تمام دولت اور نقد رقم کو ساتھ لیا اور سات آٹھ ساتھیوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا لیکن ابھی وہ کچھ دور ہی پہنچا ہوگا کہ کشور خاں کے آدمیوں نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اس خوف سے کہ کہیں اس کے ساتھی اسے بچانے کی کوشش نہ کریں اس کا سرتن سے جدا کر دیا اور اس کے تمام مال و اسباب اور دولت وغیرہ کو لوٹ لیا۔

کشور خاں کا اقتدار

اس واقعہ کے بعد حاجی کشور خاں نے تمام امور سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور چاند بی بی کے مشورے کے مطابق بڑی مستقل مزاجی سے اپنے فرائض انجام دینے لگا۔ اسی زمانے میں یہ اطلاع ملی کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا سرنوبت بہزاد ملک ترک پندرہ ہزار سواروں کا لشکر لے کر عادل شاہی سرحد کے بعض پرگنوں کو فتح کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ کشور خاں نے فوراً بادشاہ کو اس خبر سے آگاہ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے حکم کے مطابق عین الملک' آتکش خاں اور دوسرے حبشی امراء اخلاص خاں اور دلاور خاں وغیرہ کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ بہزاد ملک ترک کے مقابلے کے لئے روانہ کیا گیا۔

عادل شاہی اور نظام شاہی لشکروں میں جنگ

یہ تمام امراء شاہ درک کے قریب پہنچے اور چند روز اس جگہ قیام کیا۔ بعدازاں نظام شاہی لشکر پر حملہ کرنے کے لئے جو پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھا' آگے بڑھے۔ جب بہزاد ملک کو عادل شاہی لشکر کی آمد کا علم ہوا تو اس نے اپنی فوج کو منظم و مرتب کیا اور جنگ کی

تیاریاں کرنے لگا طرفین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں عادل شاہی لشکر کو کامیابی ہوئی اور نظام شاہی فوج میدان جنگ سے فرار ہو گئی۔

عادل شاہی لشکر کی فتح

جو امراء شریک جنگ تھے انہوں نے فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ سارے شہر میں فتح کی خوشی منائی گئی' تمام کوچوں اور بازاروں میں شربت تقسیم کیا گیا۔ کشور خاں نے اس خوشی میں چاند بی بی کے حکم کے مطابق تمام امیروں کو خلعت عطا کیا' الغرض عادل شاہی لشکر کی کامیابی سبھی کے لئے مبارک ثابت ہوئی۔

ہاتھیوں کی واپسی کا معاملہ

اس کے بعد کشور خاں نے چاند بی بی کے مشورے اور ہدایت کے مطابق امراء کے نام احکام جاری کئے کہ نظام شاہی لشکر کے جو ہاتھی انہیں ہاتھ لگے ہوں وہ شاہی اصطبل میں داخل کر دیئے جائیں۔ امراء نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور آپس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ بعضوں نے یہ رائے دی کہ چاند بی بی کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جائے جس میں اصل حقیقت بیان کی جائے نیز چاند بی بی سے یہ درخواست کی جائے کہ کشور خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ مصطفیٰ خاں کو مقرر کیا جائے۔

امراء کے مشورے

بعض امراء نے یہ مشورہ دیا کہ چونکہ اس وقت ملک بہزاد کی شکست کی خبر سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بذات خود لڑنے کے لئے اس طرف آ رہا ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ فی الحال خاموش رہیں اور نظام شاہ کے فتنے کو دبا کر خود پایہ تخت میں حاضر ہوں اور چاند بی بی کی رائے کے مطابق اس معاملے کو طے کریں۔

مصطفیٰ خاں کے خلاف سازش

کشور خاں کو کسی نہ کسی طرح امراء کے ارادے کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے چاند بی بی کے توسط سے مصطفیٰ خاں کے قتل کا فرمان حاصل کر لیا اور اس پر شاہی مہر لگا کر ایک شخص محمد امین نامی کے ہاتھ مرزا نور الدین محمد کے پاس روانہ کر دیا۔ مرزا نور الدین محمد مشہدی سید تھا' ایک لڑائی میں وہ گرفتار ہوا اور پھر مصطفیٰ خاں کی عنایت سے شاہی امراء کے گروہ میں داخل ہو گیا تھا۔ کشور خاں نے مرزا نور الدین کو پیغام دیا کہ۔ "مصطفیٰ خاں کو فوراً قتل کر دو۔ اس کے بعد مصطفیٰ خاں کی تمام جاگیر اور مال و دولت کا مالک تمہیں بنا دیا جائے گا۔"

مرزا نور الدین کی احسان فراموشی

مرزا نور الدین نے کشور خاں کا پیغام سنتے ہی مصطفیٰ خاں کے تمام احسانات کو فراموش کر دیا۔ اور محمد امین کو قلعہ کی طرف روانہ کیا اور اس کے ہاتھ اہل قلعہ کو پیغام بھیجا۔ مجھے معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مصطفیٰ خاں نے اہل قلعہ کو قتل کر کے قلعہ کو نایک کے سپرد کر دینے کا ارادہ کیا ہے۔ نیز اس کی خواہش ہے کہ بغاوت و سرکشی سے کام لے کر جاگیر پر قبضہ کر لے۔ اس وقت تمہارا یہ فرض ہے کہ تمام شاہی فرمان کے مطابق عمل کرو اور مصطفیٰ خاں سے بالکل نہ ڈرو۔ اس کے صلے میں تمہیں انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

مصطفیٰ کا قتل

محمد امین شام کے وقت قلعہ میں داخل ہوا اور اس نے مصطفیٰ خاں کو یہ اطلاع دی کہ میں ایک انتہائی ضروری فرمان لے کر حاضر ہوا ہوں۔ مصطفیٰ خان نے محمد امین کی بات کا اعتبار کر لیا اور اسے ایک عمدہ اور آرام دہ مکان میں ٹھہرایا۔ محمد امین نے مصطفیٰ خاں کو کہلوایا چونکہ اس وقت رات ہے اس لئے میں شاہی فرمان صبح کے وقت دیوان عام میں پڑھ کر سناؤں گا۔ رات کو جب سب لوگ سو گئے تو امین

نے نائک اور دوسرے تمام راجاؤں کو مصطفیٰ خان کے قتل کے لئے راضی کر لیا۔ صبح کو جب مصطفیٰ خاں نماز اور تلاوت قرآن سے فارغ ہوا تو ان ظالموں نے اسے قتل کر دیا۔

ایک قابل نجومی

کہا جاتا ہے کہ بنکاپور میں ایک بوڑھا نجومی تھا جو ہمیشہ صحیح پیشین گوئیاں کیا کرتا تھا۔ وہ آئندہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات دو تین سال پہلے ہی بتا دیا کرتا تھا۔ بنکاپور کے قلعے کے بارے میں بھی اس نے بہت پہلے یہ کہا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب یہ قلعہ مصطفیٰ خاں نامی ایک امیر کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ مصطفیٰ کو جب اس نجومی کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے نجومی کو بلوا کر اس سے اپنا زائچہ بنوایا اور اپنے آئندہ حالات کے بارے میں استفسار کیا۔

پیشین گوئی

پہلے تو نجومی نے کچھ بتانے سے انکار کیا' لیکن جب مصطفیٰ خاں نے بے حد اصرار کیا تو اس نے کہا۔ "ستاروں کی چال سے یہ ثابت ہے کہ فلاں سال میں پایہ تخت کا ایک مشہور امیر سازش کر کے تمہیں اسی محل میں قتل کر دے گا' لیکن وہ امیر خود بھی چین نہ پائے گا اور پایہ تخت سے فرار ہو کر تلنگانہ میں پناہ گزیں ہوگا اور وہاں ایک شخص کے ہاتھوں مارا جائے گا' نجومی کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح نکلی اور تمام لوگ اس کے کمال کے قائل ہوگئے۔

کشور خاں کی تباہی کی داستان

کشور خاں کی تباہی و بربادی کی داستان یہ ہے کہ جب مصطفیٰ خاں کے قتل کی خبر بیجاپور پہنچی تو چاند بی بی کو اس کا بہت ملال ہوا کیونکہ مصطفیٰ خان سید زادہ تھا اور چاند بی بی سید زادوں کا بہت احترام کرتی تھی۔ اس وجہ سے چاند بی بی کو اس کا بہت ملال ہوا' اور چاند بی بی کو کشور خاں سے نفرت ہوگئی اور اسے نہایت سخت الفاظ میں یاد کرنے لگی۔ کشور خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے پہلے تو چشم پوشی کی اور بعدازاں چاند بی بی پر یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کو سلطنت کے تمام رازوں سے آگاہ کرتی رہتی ہے۔ اور اسے عادل شاہی سرحد پر قبضہ کرنے کے لئے اکساتی رہتی ہے۔

چاند بی بی کے خلاف سازش

کشور خاں نے ابراہیم عادل شاہ ثانی کو چاند بی بی کے خلاف بھڑکایا اور یہ مشورہ دیا کہ چاند بی بی کو کچھ عرصہ کے لئے قلعہ ستارا میں قید کر دینا چاہئے۔ جب نظام شاہی جھگڑوں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے تو اسے شاہی محل میں واپس بلایا لیا جائے۔ ابراہیم اپنی کم عمری کی وجہ سے بالکل مجبور تھا' سلطنت کی معاملات میں اس کی رائے کی کوئی خاص وقعت نہ تھی' کشور خاں اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سخت بے قرار تھا۔ چاند بی بی شاہی حرم سے باہر نکلنے کا نام نہ لیتی تھی اس کے علاوہ محل کی بوڑھی عورتیں اور قدیم خواجہ سرا بھی چاند بی بی کو زبردستی باہر لے جانے میں مانع آتے تھے۔

چاند بی بی کی نظربندی

کشور خاں نے جب یہ دیکھا کہ چاند بی بی کسی طرح قابو میں نہیں آتی تو اس نے خواجہ سراؤں اور عورتوں کو شاہی محل میں بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ چاند بی بی کو زبردستی اٹھا لائیں۔ ان لوگوں نے کشور خان کے حکم کی تعمیل کی اور چاند بی بی کو بہ جبر شاہی محل سے نکال کر ایک پالکی میں بٹھا دیا اور یوں وہ قلعہ ستارا میں لے جا کر نظربند کر دی گئی۔

میاں بدو کی سپہ سالاری

کشور خاں نے اپنی اس ناشائستہ حرکت کو اپنی بہت بڑی کامیابی گردانا اور پہلے سے بھی زیادہ غرور و تعصب سے کام لینے لگا۔ اس نے میاں بدو نامی ایک شاہی امیر کو' جو اس کا مقرب خاص تھا' امرائے سرحد کا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے ایک بہت بڑے لشکر' ہاتھیوں اور گھوڑوں کے ساتھ شاہ ورک کی طرف روانہ کیا۔ دکنی اور حبشی امراء نے جب میاں بدو کی آمد کی خبر سنی تو وہ اس کے استقبال کے لئے آئے اور اسے بڑی عزت کے ساتھ لشکر گاہ میں لائے۔

کشور خاں کی تجویز

میاں بدو ایک سمجھدار' دانش مند' تجربہ کار اور جہاں دیدہ تھا۔ اس نے آنکش خاں اور عین الملک سے بہت سے وعدے وعید کئے اور انہیں کشور خاں کا بہی خواہ بنالیا۔ اس کے بعد وہ دیگر امرائے لشکر کو مغلوب کرنے کی تجویزیں سوچنے لگا۔ کشور خاں نے میاں بدو کے نام اس مضمون کا ایک فرمان روانہ کیا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ لشکر کے امراء اپنی قوت پر بہت نازاں ہیں اور بادشاہ کی اطاعت سے کسی حد تک منحرف ہیں' جس طرح بھی ہو سکے تم انہیں قید کر لو۔ اور شاہ ورک کے قلعے میں نظربند کردو اور ان کے گھوڑے اور ہاتھی بارگاہ شاہی میں روانہ کردو۔ ان تمام امور کے سلسلے میں انتہائی احتیاط سے عمل کرنا۔

بدو میاں کا منصوبہ

بدو میاں خود کسی حد تک حریص انسان تھا اور وہ سپہ سالاری کے منصب پر فائز ہونے کا خواہاں تھا۔ اس نے کشور خاں کے حکم کی تعمیل کا ارادہ کر لیا اور حمید خاں اور اخلاص خاں کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بنانے لگا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنے گھر پر دعوت کے بہانے بلا کر گرفتار کرنے کی تجویز سوچی۔ امراء کے گروہ کو بدو میاں کے ارادے کا علم ہوگیا انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے یہ طے کیا' پہلے تو بدو میاں کو ہی دعوت کے بہانے قید کیا جائے۔ اور پھر پایہ تخت میں پہنچ کر کشور خاں کا خاتمہ کیا جائے' بعدازاں نظام شاہیوں سے مقابلہ کر کے ان کے ہنگامے کو ختم کیا جائے۔

بدو میاں کی گرفتاری

اخلاص خاں نے یہ مشہور کیا کہ بیجاپور سے خبر آئی ہے کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اسی خوشی میں اس نے ایک جشن عیش و عشرت منعقد کیا۔ اور بدو میاں کو اپنے گھر پر مدعو کیا' اس نے چند ہاتھی بھی فراہم کر دیئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ ان کو بدو میاں کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرے گا۔ بدو میاں' اخلاص خاں کے جال میں پھنس گیا اور اپنے چند مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ اس کے گھر آیا۔ اخلاص خاں نے بھی اس کے ساتھ وہی کچھ کیا جو اس نے دیگر امراء کے لئے سوچ رکھا تھا۔

امراء کا عزم بیجاپور

میاں بدو کو گرفتار کرنے کے بعد ان حبشی امراء نے بیجاپور کو سفراختیار کیا یہ سب کچھ چونکہ انتہائی عجلت میں ہوا تھا۔ اس لئے امراء کے لشکر میں انتشار پیدا ہوگیا۔ عین الملک اور آنکش خاں ایک دوسرے راستے سے اپنی جاگیروں کی طرف روانہ ہوگئے' کشور خاں کو یہ خبر معلوم ہوئی' اگرچہ وہ ان حبشی امراء سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا' تاہم ظاہری طور پر اس نے مقابلے کے لئے تیاری شروع کر دی۔

کشور پر لعنت ملامت

کشور خاں نے بادشاہ کی دلجوئی کے لئے ایک بہت بڑا جشن عیش و عشرت اپنے مکان پر منعقد کیا اور بادشاہ کو بھی وہاں لے کر آیا۔ اس

نے بادشاہ کی خدمت میں طرح طرح کے گراں قدر تحفے پیش کئے' لیکن اس طریق کار کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہ جب شہر میں نکلتا تو عام لوگ یہاں تک کہ عورتیں بھی اس کو لعنت ملامت کرتیں اور یہ کہتیں "یہی وہ بدبخت کشور خاں ہے جس نے مصطفیٰ خاں کے سے عالی نسب انسان کو قتل کروایا' یہی وہ سیاہ کار ہے جس نے انتہائی بے ادبی کے ساتھ چاند بی بی کی قید کر رکھا ہے۔"

کشور خاں کو اس بات کا پورا پورا اندازہ ہوگیا کہ ساری رعایا اس سے نفرت کرتی ہے۔ جب اسے یہ علم ہوا کہ حبشی امراء بیجاپور سے صرف ایک منزل کے فاصلے پر ہیں تو وہ بادشاہ کو شکار کے بہانے شہر سے باہر لے گیا۔ کالا باغ میں تھوڑی دیر قیام کیا گیا' پھر کشور خاں نے بادشاہ سے کہا آج بڑی گرمی ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ آج شکار کا ارادہ ملتوی کیا جائے۔ حضور تو شہر میں تشریف لے جائیں' میں ذرا شاہ پور کے بازاروں میں گھوم پھر آؤں اور سیر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔

کشور خاں کا قتل

بادشاہ قلعہ ارک میں چلا آیا۔ کشور خاں چار سو سواروں اور بے شمار دولت ساتھ لے کر اپنے بال بچوں سے علیحدہ ہو کر احمد نگر کی طرف بھاگ گیا۔ اس نے بڑی برق رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کیں اور نظام شاہی سرحد تک راستے میں کہیں قیام نہ کیا۔ اس طرح حبشی امیروں کے ہاتھ سے نجات پائی نظام شاہی امراء کشور خاں کے حالات سے واقف تھے اور وہ اس کو اچھا آدمی نہ سمجھتے تھے' اس وجہ سے وہ احمد نگر میں قیام نہ کر سکا اور قطب شاہی پایہ تخت گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوگیا' یہیں ایک شخص نے اس سے مصطفیٰ خاں کا انتقام لیا۔ کشور خاں مارا گیا اور اس طرح بخوبی متذکرہ بالا کی پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

اخلاص خاں کا اقتدار

سرحدی فوج کے تینوں امراء بیجاپور پہنچے انہوں نے شاہی ملازمت اختیار کی اور خلعت فاخرہ سے نوازے گئے۔ ان میں اخلاص خاں حبشی کو وکیل السلطنت مقرر کیا گیا' ملکی ومالی امور اس کی نگرانی میں آگئے۔ اسی دوران میں چاند بی بی شاہی فرمان کے مطابق قلعہ ستارا سے محل میں واپس آگئی۔ اخلاص خاں نے حسب دستور بادشاہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ چاند بی بی کے سپرد کیا۔ افضل خاں شیرازی کو پیشوائی کا منصب عطا کیا گیا۔ وہ اس سے پہلے بھی علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں اسی عہدے پر فائز تھا۔ پنڈت برہمن کو صدر محاسب بنایا گیا۔

اخلاص خاں نے رفتہ رفتہ چاند بی بی کے دل میں اپنے لئے جگہ پیدا کرلی اور غریبوں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگا۔ کشور خاں کی طرح اس نے بھی غریبوں پر ظلم ڈھانے شروع کئے۔ اس کو یہ وہم پیدا ہوا کہ غیر ملکی امراء کی وجہ سے اس کا اقتدار خطرے میں ہے۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے سب سے پہلے افضل خاں شیرازی اور راسو پنڈت کو قتل کیا اور فتح اللہ شیرازی۔ ابوالقاسم اور شاہ مرتضیٰ خاں انجو وغیرہ کو بیجاپور سے خارج البلد کر دیا۔ اس کے بعد اس نے حمید خاں اور دلاور خاں کی مدد سے سلطنت کی مہمات کو انجام دینا شروع کر دیا۔

اخلاص خاں کی گرفتاری

اخلاص خاں نے عین الملک کو پایہ تخت میں طلبی کا شاہی فرمان بھجوایا۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں عین الملک بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا۔ اخلاص خاں نے چند مقربین کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ عین الملک نے جب یہ دیکھا کہ اخلاص خاں کے ساتھ صرف گنتی کے چند لوگ آئے ہیں تو اس نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر کر کے انہیں ساتھ لے کر بادشاہ سے ملنے کے لئے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ دروازہ اللہ پور تک ہی پہنچا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ بعض شاہی ملازمین نے دستور خاں تھانیدار کو اس جرم میں قتل کر دیا ہے کہ وہ عین الملک سے ملا ہوا ہے۔

رہائی

یہ سن کر عین الملک بہت پریشان ہوا اس نے گرفتار شدہ امراء کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور فوراً واپس ہوگیا۔ مقصود خاں نامی ایک شاہی غلام نے ایک جماعت کے ساتھ ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ یہ لوگ ابھی شہر سے باہر بھی نہ نکلے تھے کہ مقصود خاں کے ہاتھ وہ ہاتھی لگ گئے جن پر اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کو عین الملک نے پابہ زنجیر کر کے بٹھا رکھا تھا مقصود خاں نے ان ہاتھیوں کو روک لیا اور شہر سے باہر نہ جانے دیا۔ اس نے فوراً مقید امراء کو ہاتھیوں سے اتارا اور ان کی زنجیروں کو کاٹ دیا یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عین الملک اپنی جاگیر کی طرف روانہ ہوگیا۔

طوائف الملوکی

عین الملک نے بہت سے امیروں کو اپنے ساتھ ملالیا اور انہیں حبشیوں کی اطاعت کرنے سے منع کر دیا جو دوبارہ برسر اقتدار آ گئے تھے۔ اس وجہ سے پایہ تخت میں سخت انتشار پھیل گیا۔ نظام شاہی حکام جو موقع کے منتظر تھے انہوں نے اس طوائف الملوکی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور عادل شاہی علاقے کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔

بہزاد ملک جو شکست کھاکر' عادل شاہی علاقے سے کچھ فاصلے پر مقیم تھا۔ اس نے اس طوائف الملوکی اور انتشار کی خبر سنی اس نے برار کے امیر امراء' مرتضیٰ خاں کو ساتھ لیا اور پھر معرکہ آرائی کے لئے آیا۔ ۹۸۹ھ میں فرمان روائے تلنگ ابراہیم قطب شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا محمد علی شاہ بہت چھوٹی عمر میں اس کا جانشین ہوا۔ محمد علی قطب شاہ نے اپنے امراء کے مشورے سے نظام شاہیوں سے مل کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کے پرگنوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

قلعہ شاہ درک پر نظام شاہی قبضہ

مرتضیٰ نظام نے سب سے پہلے بہزاد ملک اور سید مرتضیٰ کی معاونت میں شاہ درک کا قلعہ فتح کیا۔ بعدازاں اس نے قلعہ گلبرگہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ بادشاہ جلد از جلد گولکنڈہ سے شاہ درک پہنچ گیا اور بہزاد الملک اور سید مرتضیٰ نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ دشمن نے تین اطراف سے قلعے پر توپیں اور منجنیقیں نصب کیں۔ صبح سے لے کر شام تک جنگ ہوتی رہی اور یہ لوگ قلعے کو فتح کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

اس قلعے کے تھانیدار محمد آقا نے بڑی بہادری اور جرات کا ثبوت دیا۔ اس نے ہر ممکن طریقے سے دشمن کی مدافعت کی اسے یہ معلوم تھا کہ بیجاپور میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔ اس لئے وہاں سے کسی قسم کی مدد لینا مشکل ہے' لیکن اس نے پھر ہمت سے کام لے کر دشمن کو اپنے آپ پر غالب نہ آنے دیا وہ روزانہ آلات آتش بازی سے نظام شاہی اور قطب شاہی افواج کے سپاہیوں کو ہلاک کرتا۔

قطب شاہ اور نظام شاہ نے محمد آقا کو بہلانے پھسلانے کی بہت کوشش کی اس سے آئندہ کی ترقی کے وعدے کئے اور اپنے آقا سے غداری کرنے کے لئے کہا' مگر اس نمک حلال نے جواب دیا کہ "میرے آقا نے مجھ پر بھروسہ کر کے یہ قلعہ میرے حوالے کیا ہے' میں اس کی عنایت سے بہت خوش ہوں اگر آج میں بددیانتی سے کام لے کر یہ قلعہ آپ کے حوالے کر دوں تو کل خدا اور خلق کے سامنے میری جو تذلیل ہوگی وہ بیان سے باہر ہے' میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے اس قسم کی کوئی توقع نہ کی جائے اور مجھے اپنے آقا کا سچا وفادار سمجھا جائے۔

قطب شاہ نے جب تھانیدار کی یہ مستقل مزاجی دیکھی تو بہت حیران ہوا۔ محاصرے کے چار مہینے گزر گئے جب اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو بادشاہ نے مرزا اصفہانی کو بہت برا بھلا کہا۔ کیونکہ اسی نے بادشاہ کو اس طرف آنے کی ترغیب دی تھی۔ بہزاد ملک اور سید مرتضیٰ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو محاصرے کی طوالت سے گھبرا کر وہ بھی قطب شاہ کے ہم آواز بن گئے اور یہ کہا "ہمیں محاصرے سے دست بردار ہو کر

یہاں سے کوچ کر دینا چاہئے۔ اس وقت بیجاپور میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے اگر ہم لوگ وہاں پہنچ کر کوئی ہنگامہ بپا کریں تو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

بیجاپور پر دشمن کی یورش

قلی قطب شاہ تو یہاں سے رخصت ہونے کا بہانہ ڈھونڈھ ہی رہا تھا اس نے جب دوسروں کو اپنا ہم خیال پایا تو دوسرے ہی روز وہ دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ شاہ درک سے بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا۔ ان لوگوں نے چالیس ہزار لشکریوں کی زبردست جمعیت کے ساتھ بیجاپور کے پاس پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ پایہ تخت میں اس وقت صرف دو تین ہزار لشکر خاصہ کے سوار موجود تھے۔ دشمنوں نے اپنے خیمے نصب کر دیئے اور شہر کو فتح کرنے کی کوشش شروع کر دیں۔

معرکہ آرائیاں

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ عادل شاہی سپاہیوں اور قطب شاہی و نظام شاہی لشکر میں لڑائی بھی ہوا چاہتی تھی۔ حبشیوں نے قلعے میں پناہ لی اور اسے مضبوط و مستحکم کیا۔ حریف کی تعداد چونکہ زیادہ تھی اس لئے اس کا پلہ بھاری ہوتا رہا۔ اسی دوران میں بارش ہوگئی اور قلعے کی دیوار بیس گز کے قریب گر گئی۔ بادشاہ نے فرمان بھیج کر عین الملک کنعانی اور آنکش خاں کو طلب کیا یہ دونوں چھ ہزار سواروں کے ساتھ بیجاپور آئے اور دروازہ اللہ پور کی طرف مقیم ہوگئے۔

عین الملک کا سید مرتضیٰ سے مل جانا

چونکہ عین الملک اور آنکش خاں حبشیوں کی طرف سے خطرہ تھا اس لئے وہ سید مرتضیٰ سے مل گئے۔ قلی قطب شاہ اور بہزاد الملک نے صبح کے وقت قلعے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا' لیکن سید مرتضیٰ نے ایسا نہ کرنے دیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ بہزاد الملک سے آزردہ خاطر تھا اس سے عادل شاہیوں نے فائدہ اٹھایا اور جلد از جلد قلعے کی دیوار کے شکستہ حصے کو از سر نو تعمیر کر لیا۔ سلطنت کے اکثر امراء اور ارکین حبشیوں سے ناراض تھے اور ان کی کسی بات پر کسی عمل پر اعتماد نہ کرتے تھے۔

حبشیوں کی حکومت سے علیحدگی

حبشیوں کو اس صورت حال کا علم ہوگیا انہوں نے چاند بی بی سے کہا کہ "ہم لوگ غلام ہیں' اس لئے ارکین دربار اور اشراف ملک ہم سے آزردہ خاطر ہیں۔ اور ہماری حکومت ناپسند کرتے ہیں اس وقت دشمن ہمارے سر پر کھڑا ہوا ہے اس لئے عادل شاہی خاندان کی بہی خواہی اسی میں ہے کہ عنان حکومت اشراف اور عالی خاندان امراء کے سپرد کر دی جائے تاکہ باہمی چپقلش اور فتنہ و فساد کا دروازہ بند ہو جائے۔

شاہ ابوالحسن کا میر جملہ مقرر ہونا

چاندی بی بی نے حبشیوں کی رائے سے اتفاق کیا اور انہیں کے مشورے کے مطابق شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کو میر جملہ مقرر کیا گیا۔ سید ابوالحسن نے اپنا عہدہ سنبھالتے ہی دشمنوں کے دفع کی تدابیر کو عمل میں لانا شروع کیا۔ سب سے پہلے اس نے برکیوں کے نام فرامین بھیج کر انہیں بیجاپور میں طلب کیا۔

سید ابوالحسن کا خط سید مرتضیٰ کے نام

سید مرتضیٰ' شاہ ابوالحسن کے خاندان سے عقیدت رکھتا تھا۔ ابوالحسن نے اس تعلق کا فائدہ اٹھا کر سید مرتضیٰ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "ابراہیم عادل شاہ اپنی قوت عسکری طاقت اور اقبال کے لحاظ سے دشمنوں سے بہت آگے ہے اسے مغلوب کرنا کوئی آسان کام نہیں

ہے' تم قطب شاہ اور بہزاد الملک کو یہ اچھی طرح سمجھا دو کہ وہ بادشاہ کی مختصر سی فوج کو دیکھ کر کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ ابھی تھوڑے ہی عرصے میں ممالک محروسہ سے بے شمار لشکری پایہ تخت کے آس پاس جمع ہونے کے لئے یہاں چلے آئیں گے۔"

شاہ ابوالحسن نے سید مرتضیٰ کو یہ بھی لکھا۔ "برگی امراء جو علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں خوف کی وجہ سے پایہ تخت میں آتے ہوئے گھبراتے تھے اور بیجانگر چلے گئے تھے انہیں طلبی کا شاہی فرمان بھجوایا جا چکا ہے۔ اور وہ اس طرف آنے ہی والے ہیں' ایسی صورت میں تمہارے لئے یہاں رہنا تو کیا یہاں سے فرار ہو جانا بھی انتہائی مشکل ہو جائے گا۔

سید مرتضیٰ کی عادل شاہیوں کی طرف داری

سید مرتضیٰ اپنی ماتحتی کی وجہ سے دل ہی دل میں اپنے ساتھیوں سے کبیدہ خاطر تھا اور اس کی یہ خواہش تھی کہ قلی قطب شاہ اور بہزاد الملک اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوں۔ شاہ ابوالحسن کا خط ملنے کے بعد وہ عادل شاہیوں کا طرفدار ہو گیا اور اس نے اس سلسلے میں عملی اقدامات بھی اٹھانے شروع کئے۔ سب سے پہلے تو اس نے عین الملک اور آنکس خان کو سمجھایا اور ان سے کہا۔ "اپنے برابر کے لوگوں سے ناراض ہو کر اپنے آقائے ولی نعمت کے ساتھ غداری اور نمک حرامی کرنا شرفاء کا کام نہیں ہے۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اپنے بادشاہ کی مخالفت کرو اور اس کے دشمنوں کے ملازمین میں داخل ہو جاؤ۔ اس وقت بیجاپور میں حبشیوں کے ہاتھ اقتدار نہیں رہا' اب شاہ ابوالحسن تمام سیاہ و سفید کا مالک ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اس پر اعتماد کرو اپنے آقا کی اطاعت کا دم بھرو۔"

عادل شاہی سلطنت کا استحکام

عین الملک اور آنکس خاں نے اس مشورے کو مناسب و موزوں سمجھا اور رات کے وقت چپکے سے کوچ کر کے دروازہ اللہ پور کے قریب اپنی پہلی جگہ پر مقیم ہو گئے۔ انہوں نے پورے خلوص کے ساتھ بادشاہ کی اطاعت اور وفاداری کا اظہار کیا۔ اسی طرح دوسرے امراء بھی اس خبر کو سن کر بیجاپور میں جمع ہونے لگے۔ برگی امراء بھی جوق در جوق اس طرف آنے لگے' الغرض شاہ ابوالحسن کی خوش اسلوبی اور حسن اخلاق سے تھوڑے سے عرصے ہی میں بیجاپور میں بیس ہزار سوار جمع ہو گئے اور سلطنت کی بنیادیں از سر نو مضبوط و مستحکم ہو گئیں۔

دشمن کی واپسی

بادشاہ کے حکم کے مطابق سب سے پہلے برگی امراء نے دشمن کو سیدھے راستے پر لانا شروع کیا۔ ان لوگوں نے بڑی جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا اور دشمن کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ اس کے لشکر میں قحط پڑ گیا۔ دشمن نے قلعہ شاہ درک کی طرح بیجاپور کے محاصرے سے بھی خفت اٹھائی۔ ابراہیم عادل شاہ صلح کے لئے راضی نہ ہوا۔ دشمن نے جب یہ صورت حال دیکھی تو واپسی کا ارادہ کر لیا۔

قطب شاہ اپنے لشکر کے ساتھ حسن آباد گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہاں فتح و شادمانی کا ڈنکہ بجائے۔ بہزاد الملک اور سید مرتضیٰ نے دوبارہ شاہ درک کی طرف جانے کی سوچی تاکہ اس علاقے کو فتح کر کے نظام شاہی سلطنت میں داخل کر لیں لیکن ان لوگوں کو جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ شاہ درک جانا اور وہاں قیام کرنا نصیب نہ ہوا اور کلہر اور مرج کے راستے سے آبادیوں کو ویران و برباد کرتے ہوئے احمد نگر چلے گئے۔

قطب شاہ نے اثنائے راہ میں اپنے ایک امیر شاہ سید زنبیل استر آبادی کو مصطفیٰ خاں کو خطاب سے نوازا اور اسے ایک زبردست لشکر دے کہ ابراہیم عادل شاہ کے ملک کے ایک حصے کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس کے بعد قطب شاہ گولکنڈہ واپس آ گیا۔ ابراہیم عادل شاہ گولکنڈہ واپس آ گیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے اخلاص خاں کے مشورے سے دلاور خاں حبشی کو ایک زبردست لشکر کے ہمراہ دشمنوں کے مرکزی مقام گلبرگہ کی طرف روانہ کیا۔

قطب شاہیوں کی شکست

دلاور خاں بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا حریف کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے دشمن کے مقابلے پر اپنی فوج کو آراستہ کر کے بازار جنگ گرم کر دیا۔ طرفین میں تلواریں چلنے لگیں عادل شاہیوں نے بہت ہی جرات و استقلال کا مظاہرہ کیا قطب شاہی شکست خوردہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گیا اور دلاور خاں حبشی فتح یاب ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کی اقبال مندی

اس معرکے میں دلاور خاں کے ہاتھ بہت مال غنیمت آیا۔ قطب شاہیوں کے ایک سو پندرہ بڑے ہاتھی' نظام شاہیوں کے ہاتھ لگے۔ جو لوگ دنیا کے واقعات پر گہری نظر رکھتے ہیں ان سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ جو واقعات ظہور میں آئے ان کی وجہ بادشاہ کی اقبال مندی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ دشمن کے چالیس ہزار تجربہ کار سپاہیوں کا قلعہ بیجانگر کا محاصرہ کرنا' شہر میں ان کے مقابلے میں صرف دو تین ہزار سپاہیوں کا ہونا' ایک سال تک محاصرہ قائم رکھنے کے بعد دشمن کا ناکام و نامراد لوٹنا' قطب شاہی ہاتھیوں اور دیگر سامان کا ابراہیم عادل شاہ کے ہاتھ لگنا۔ یہ سب کچھ بادشاہ کے اقبال کی برکت نہیں تو اور کیا ہے۔

دلاور خاں کا خواب

متذکرہ بالا کامیابی کے بعد دلاور خاں کا دماغ عرش پر چڑھ گیا اور وہ میر جملگی کے منصب پر فائز ہونے کے خواب دیکھنے لگا' اس نے قلعہ ارک کے تھانیدار حیدر خان پر چوری چھپے یہ ارادہ ظاہر کر دیا۔ اسے آئندہ کی ترقیات اور وعدوں سے اپنا بنایا اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے جلد از جلد بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔

اخلاص خاں کی غفلت

دلاور خاں جلد از جلد راستہ طے کرتا ہوا بیجاپور کی طرف روانہ ہوا وہاں پہنچ کر اس نے دروازہ اللہ پور میں قیام کیا' یہاں سے اس نے اپنے مخصوص مقربین کو اخلاص خاں کے پاس بھیجا اور ان کے توسط سے اخلاص خاں کی خوب خوشامد کی۔ اخلاص خاں نے غفلت سے کام لیا اور دلاور خاں کو کمزور سمجھ کر قلعے کی کوئی حفاظت نہ کی اور اسے پیغام بھیجا۔ "مجھے جب بھی موقع ملے گا میں بادشاہ سے تمہارے متعلق گفتگو کروں گا اور پھر اجازت لے کر بارگاہ سلطانی میں پیش کروں گا۔"

دلاور خاں کا فتنہ

یہ پیغام سن کر دلاور خاں کو اپنے مقصد میں کامیابی کی پہلے سے کہیں زیادہ امید ہو گئی۔ ایک روز اخلاص خان سلطنت کے کاموں سے فارغ ہو کر آرام کے لئے بستر پر لیٹا تھا۔ دلاور خاں کو اس کے مخبروں نے اطلاع دی اس نے موقع کو غنیمت جانا اور اپنے بیٹوں' سات سو سواروں اور پندرہ ہاتھیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔ وہ جلد از جلد قلعہ ارک میں پہنچا جہاں بادشاہ مقیم تھا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی اور بعدازاں اخلاص خاں سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے جلد از جلد قلعے میں اپنے بہی خواہوں اور ساتھیوں کو مناسب جگہوں پر متعین کر دیا۔

دلاور خاں اور اخلاص خاں میں جنگ

اسی اثناء میں اخلاص خاں کی آنکھ کھلی اور اسے تمام حالات کا علم ہوا۔ اس نے فوراً تین چار ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لیا اور قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ دلاور خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں اور حیدر خاں کی مدد سے قلعے کے دروازے بند کر لئے اور دشمن کی مدافعت کی تیاریاں کرنے لگا۔ طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی یہ لڑائی کچھ اس قسم کی تھی کہ کبھی تو اخلاص خاں کا پلہ بھاری

ہوتا اور کبھی دلاور خاں کا' لیکن جانی نقصان زیادہ اخلاص خاں کا ہی ہوا- شام تک اس کے تقریباً پچاس ساٹھ سپاہی مارے گئے' اس کے برعکس اہل قلعہ کا صرف ایک ہی سپاہی کام آیا-

قلعے کا محاصرہ

سورج ڈوبنے کے بعد اخلاص خاں اپنے گھر چلا آیا- اس نے بلبل خاں کو قلعے کے محاصرے اور اہل قلعہ کے لئے غلہ لے جانے کی راہوں کو مسدود کرنے پر مقرر کیا- بلبل خاں پہلے مصطفیٰ خاں کا ملازم تھا اور اب اخلاص خاں کے خدمت گاروں میں شامل ہو گیا تھا- اس نے قلعے کا محاصرہ قائم رکھنے میں بڑی جانفشانی سے کام لیا' تقریباً ایک ماہ تک یہی عالم رہا اور دوست دشمن سبھی نے بلبل کی جرات و ہمت کی تعریف کی-

دلاور خاں نے چوری چھپے اپنا ایک آدمی بلبل خاں کے پاس بھیجا اور اسے خوبصورت وعدوں سے بہلا پھسلا کر اپنا حلیف بنالیا- اخلاص خاں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بلبل خاں کی جگہ ایک دوسرے حبشی کو مقرر کیا اور خود حسب سابق اپنے گھر میں بیٹھا رہا- بلبل خاں کا دلاور خاں سے مل جانا خاصے کے لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو پسند آیا اور وہ بھی اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ کر دلاور خاں سے جا ملے-

اس وجہ سے دلاور خاں کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی- نوبت یہاں تک پہنچی کہ اہل قلعہ کا لشکر بلبل خاں کی سرکردگی میں قلعے سے باہر نکل کر اخلاص خاں کے لشکر کا مقابلہ کرتا اور انہیں پسپا کر کے غلہ اور دیگر سامان ضرورت قلعے کے اندر لے آتا- الغرض اس طریق کار پر عمل کر کے اہل قلعہ نے محاصرے کی تکالیف سے نجات حاصل کی اور ان کو قدرے سکون نصیب ہوا-

خانہ جنگی

پورے چار ماہ تک یہی افراتفری کا عالم رہا- شہر کے کوچہ و بازار میں خانہ جنگی ہوتی' طرفین کے سپاہی مارے جاتے لیکن کوئی خاص نتیجہ نہ نکلتا- اس صورت حال سے تمام امراء اور ساری رعیت تنگ آگئی- بلبل خاں نے بڑی دانشمندی سے کام لیا- اس نے بہت سے امراء کو اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ کرلیا اور یہ امیر اپنی اپنی جاگیروں کی طرف چلے گئے- اب اخلاص خاں اکیلا رہ گیا- لیکن پھر بھی اس کے پائے استقلال کو لغزش نہ ہوئی- اس نے بیجاپور سے چلے جانے کو اپنی توہین سمجھا اور اپنے گھر میں مقیم رہا-

دلاور خاں کا غلبہ

آخر کار دلاور خاں نے اپنے قابل اعتبار سپاہیوں کو اخلاص خاں کے گھر بھیجا یہ سپاہی اسے گرفتار کر کے لے آئے- دلاور خاں نے اخلاص خاں کی قدیم عنایات کو بالکل فراموش کر دیا اور اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں- دلاور خاں نے نامی گرامی امراء سے مراسم پیدا کئے اور ان کو اپنا ہمدرد اور دوست بنالیا- اس نے اپنی اولاد کو زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے بادشاہ کے مصاحبین میں شامل کیا-

دلاور خاں کے بیٹے

دلاور خاں کا بڑا لڑکا معزز امراء کے گروہ میں شامل ہوا اور بادشاہ کو قرآن پاک' گلستان سعدی اور بوستان سعدی کی تعلیم دینے پر مقرر کیا گیا' دوسرے لڑکے کمال خاں کو سرنوبت کا منصب ملا- وہ چوگان بازی میں بادشاہ کا شریک کار ہوا' تیسرا لڑکا خاں بھی امرائے شاہی میں شامل ہوا اور بادشاہ کا پاسبان خاص مقرر ہوا' چوتھا لڑکا عبدالقادر قلعہ ارک کا تھانیدار بنایا گیا چونکہ عبدالقادر کی عمر بہت تھوڑی تھی للذا اس کی طرف سے یہ فریضہ رومی خاں کو سونپا گیا-

ظلم و ستم

دلاور خاں نے بلبل خاں کو منہ بولا بیٹا بنا کر طبقہ امراء میں شامل کر لیا- دلاور خاں نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے ایک لاکھ

غیر ملکی باشندوں اور ساٹھ ہزار حبشیوں کے علاوہ باقی تمام لوگوں کو جن سے اسے خطرہ تھا خارج البلد کر دیا- اخلاص خاں نے اپنے زمانہ اقتدار میں شاہ ابوالحسن کو ایک قلعہ میں نظربند کر رکھا تھا- دلاور خاں کو اس سے خطرہ پیدا ہوا لہٰذا اس نے اسی عالم اسیری میں شاہ صاحب کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں- اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ بعد میں ان کو شہید بھی کروا دیا-

حاجی نور معززین شہر میں سے تھا- وہ علی عادل شاہ کا رازدار بھی تھا- دلاور خاں کو اس سے بھی خطرہ پیدا ہوا- لہٰذا اسے معزول کر دیا گیا اور اس کا درجہ ایک معمولی لشکری کے برابر کر دیا- دلاور خان نے چاند بی بی کو بھی ظلم کا نشانہ بنایا- اور اس کی قوت کو پہلے سے کہیں کم کر دیا اور ایسا انتظام کیا کہ کوئی خیر خواہ یا ہمدرد اس کے پاس پھٹکنے نہ پائے- دلاور خاں نے قلعہ اردنی کے تھانیدار پر بھی ظلم ڈھایا اسے تھانیداری کے عہدے سے معزول نہیں کیا بلکہ اس کی آنکھیں نکلوادیں-

مذہب اہل سنت کا رواج

دلاور خاں نے ملک سے شیعہ مذہب کے اقتدار کو ختم کر دیا اور اہل سنت کے مذہبی احکامات کو صادر کیا- ان تمام وجوہات کی بنا پر وہ ہر لحاظ سے خودمختار ہوگیا اور بغیر کسی کی مخالفت کے خطرے کے بڑے امن و اطمینان کے ساتھ حکومت کے امور سرانجام دینے لگا-

راجگان مالابار کی سرزنش

مالابار کی راجاؤں نے مصطفےٰ خان کے بعد عادل شاہی حکومت کو خراج دینا بند کر دیا تھا- اس وجہ سے دلاور خاں نے ۹۹۸ھ میں بلبل خاں کو ان راجاؤں کے مقابلے پر روانہ کیا- اسی سال مرتضیٰ نظام شاہ کے وکیل السلطنت صلابت خاں ترک سے بات چیت کر کے دلاور خاں نے نظام شاہی حکومت سے اچھے تعلقات پیدا کئے-

نظام شاہی سے اچھے تعلقات

مرتضیٰ نظام شاہ نے ابراہیم عادل کو محبت آمیز خطوط روانہ کئے اور اپنے بیٹے میراں شاہ حسین کی شادی بادشاہ کی بہن خدیجہ سلطان المعروف بہ "راجہ جیو" سے کرنے کی درخواست کی- اسی سال احمد نگر کے معزز امراء و اراکین سلطنت قاسم بیگ ولد قاسم بزرگ اور میرزا احمد نقی وغیرہ میراں حسین شاہ کی شادی کے لئے بیجاپور آئے- خدیجہ سلطان کی شادی کر دی گئی اور اسے احمد نگر روانہ کر دیا گیا-

شہزادی خدیجہ سلطان کی شادی

چاند بی بی اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کی بے حد خواہاں تھی- لہٰذا وہ شہزادی خدیجہ کے ساتھ احمد نگر روانہ ہوگئی- جب قاسم بیگ' میرزا محمد نقی اور دیگر امرائے احمد نگر' ابراہیم عادل شاہ سے انعامات و خلعت وغیرہ حاصل کر کے شاہ پور روانہ ہوگئے تو ۹۹۳ھ کے آخر میں خدیجہ سلطان بھی احمد نگر پہنچ گئی- اور اسے میراں حسین شاہ کے محل میں داخل کیا گیا- شہزادی کے بیجاپور سے جو امراء (شیخ قاسم عرب نجفی' اور غیاث بیگ قزوینی المخاطب بہ چنگیز خاں وغیرہ) آئے تھے- احمد نگر سے کامیاب و کامران واپس ہوئے-

ابراہیم عادل شاہ کی شادی کی تیاریاں

اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ کو بھی شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا- اس نے امرائے بیجاپور کی ایک جماعت کو اس مقصد کے لئے حیدر آباد جو بھاگ نگر کے نام مشہور ہے روانہ کیا- ابراہیم عادل شاہ سلطان ابراہیم قطب شاہ کی بیٹی' چاند بی بی سے جو اپنے بھائی محمد قلی قطب شاہ کے سایہ عاطفت میں پرورش پا رہی تھی شادی کرنا چاہتا تھا- امرائے بیجاپور کا گروہ' جو خواجہ علی ملک التجار شیرازی کی ماتحتی میں روانہ ہوا تھا- جب قطب شاہی علاقے میں پہنچا تو اس کا بہت شاندار طریقے سے استقبال کیا گیا-

جشن عشرت

امرائے بیجاپور جب حیدر آباد کے قریب پہنچے تو قطب شاہی امراء ان کو بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ شہر میں لائے۔ اور بہت اعلیٰ درجے کے مکانات میں ان کی رہائش کا انتظام کیا۔ شادی کی بات چیت شروع ہوئی قطب شاہیوں نے ابراہیم کا پیغام قبول کر لیا اور جشن عشرت منعقد کر کے شہزادی کا عقد کر دیا گیا۔

رنگ میں بھنگ

مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ قلی صلابت خاں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی چونکہ یہ عقد ان کے مشورے کے بغیر کیا گیا تھا۔ اس لئے ان دونوں نے محمد قلی قطب شاہ کی شکایت کی، قلی قطب شاہ اپنے باپ کی نصیحت کے مطابق خاندان نظام شاہی کا بہت ادب و لحاظ کرتا تھا للہذا اس نے اپنی بہن کو رخصت کرنے میں تامل کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو وہ بہت غصے میں آیا اور اس فتنے کو دبانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

نظام شاہیوں پر لشکر کشی

ابراہیم نے فوراً اپنے لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا جب تمام لشکری اور امراء جمع ہوگئے تو بادشاہ ۹۹۵ھ میں شہر سے روانہ ہوا۔ چونکہ یہ بادشاہ کی پہلی لشکر کشی تھی اس لئے اراکین سلطنت اور امرائے دربار نے بادشاہ پر اشرفیاں نچھاور کیں۔ دلاور خاں کی رائے کے مطابق، عالم خاں نے نظام شاہی سرحد میں قدم رکھا۔

صلابت خاں کی معزولی و گرفتاری

عالم خاں قلعہ دنیر کے نواح میں قیام پذیر ہوا۔ عادل شاہی لشکر نے قلعے کو فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور شولاپور کلیان اور شاہ درک سے لڑائی کا سامان منگوایا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو جب معلوم ہوا کہ اس ہنگامے کا سبب صلابت خاں ہے تو وہ بہت برا فروختہ ہوا۔ پہلے بھی صلابت خاں، مرتضیٰ نظام شاہ کی مرضی کے خلاف بہت سی باتیں کر چکا تھا۔ اس بار مرتضیٰ کو بہت زیادہ غصہ آیا اور اس نے صلابت خاں کو قید کر دیا اور اس کی جگہ قاسم بیگ کو منصب پیشوائی عطا کیا۔

قطب شاہیوں کا راہ راست پر آنا

ابراہیم عادل شاہ نے جب دیکھا کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا رویہ بہت شریفانہ اور ہمدردانہ ہے۔ نیز قاسم بیگ نے بھی کئی پر خلوص خطوط ابراہیم کی خدمت میں روانہ کئے تو بادشاہ نے نظام شاہی سلطنت پر لشکر کشی کے خیال کو ترک کر دیا اور قطب شاہی ملک کی طرف واپس ہو لیا۔ قطب شاہیوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ محمد قلی قطب شاہ کو جب ابراہیم کی آمد کا مقصد معلوم ہوا تو اس نے جلد از جلد اپنی بہن کو ۹۹۶ھ میں مع سامان جہیز اور دیگر گراں قدر تحفوں کے ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ مصطفیٰ خاں استر آبادی، مرتضیٰ نظام شاہ کی طرف سے شہزادی کے ساتھ آیا۔

جشن عروسی

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے تمام امراء اور درباریوں کو ملک جہاں ہمشیرہ قلی قطب شاہ کے استقبال کے لئے روانہ کیا اور اس کے بعد خود بھی روانہ ہوا اور ملکہ کو اپنے لشکر میں لے آیا۔ چار روز تک لشکر میں عیش و عشرت کا ہنگامہ بپا رہا اس کے بعد بادشاہ نے درک کا رخ کیا یہاں شاہی خدمت گاروں نے جشن عروسی کا اہتمام کیا اور پورے ایک مہینے تک عیش و عشرت کی مجالس گرم رہیں۔

انعام و اکرام

اسی زمانے میں بادشاہ نے ملکہ جہاں سے ملاقات کی اور تمام خدمت گزاروں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ اس کے بعد بادشاہ پایہ تخت میں آیا اور مصطفیٰ خاں استر آبادی کو بہت سے گراں قدر تحفے اور ہدیے (دو بڑے ہاتھی' چودہ چھوٹے ہاتھی' بارہ ہزار ہون' ایک کمربند' ایک دستار مرصع اور بہت سا دیگر قیمتی سامان) دے کر رخصت کیا۔ زیر نظر کتاب کی تالیف کے زمانے تک ملکہ جہاں کے بطن سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ جن میں دونوں لڑکیاں اور ایک لڑکا خدا کے فضل و کرم سے بقید حیات ہے۔

احمد نگر کی حالت

سطور بالا میں لکھا جا چکا ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ نے صلابت خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ قاسم بیگ کو منصب پیشوائی پر فائز کیا۔ قاسم بیگ بہت ہی نیک طبع اور اعلیٰ کردار کا انسان تھا۔ وہ کبھی کسی کو پریشان نہ کرتا تھا اور ہر شخص سے محبت اور خلوص سے پیش آتا تھا۔ اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر کم عقل اور پست مزاج لوگ سلطنت کے معاملات میں دخل دینے لگے اور صاحب اقتدار بن گئے۔ ان لوگوں نے امراء اور اراکین سلطنت پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو قید کیا اور باقی جو امراء رہ گئے انہیں شہر بدر کر دیا۔

رذیلوں کی خوش طالعی

مرتضیٰ نظام شاہ سلطنت کے کاموں سے دلچسپی نہ لیتا تھا اس پر تو ہر لحہ دیوانگی و جنون کا غلبہ رہتا تھا۔ اس لئے اس نے ان رذیلوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش نہ کی۔ بادشاہ کی اس غفلت اور بے خبری سے ان موقع پرستوں نے فائدہ اٹھا کر بڑے بڑے عہدے آپس میں تقسیم کر لئے۔ اس سبب سے خاندان نظام شاہی کی تمام رونق رخصت ہو گئی سارا وقار خاک میں مل گیا۔

باپ بیٹوں کی دشمنی

مرتضیٰ نظام شاہ اپنے بیٹے میراں حسین شاہ کا جانی دشمن تھا۔ ان دنوں وہ اس کی دشمنی میں اور زیادہ سرگرم ہو گیا اس کو قتل کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ مرتضیٰ نے اپنے ایک قابل اعتبار امیر اسمٰعیل خاں دکنی کو میراں حسین شاہ کے قتل کے لئے مقرر کیا۔ سلطان حسین شیرازی کے بیٹے میرزا خاں کو جو ان دنوں قاسم بیگ کا قائم مقام تھا۔ ان حالات کا علم ہوا اس نے شاہی اطاعت کا خیال دل سے نکال کر مرتضیٰ نظام شاہ کو معزول کر کے میراں حسین شاہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کر لیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کے خاتمے کی تیاریاں

چونکہ یہ کام بڑی ذمہ داری کا تھا اور بڑی حد تک مشکل تھا۔ اس لئے میرزا خاں کو عادل شاہی امراء اور اراکین سلطنت کے مشورے کی ضرورت پڑی۔ میرزا خاں نے اس مقصد کے پیش نظر اپنا ایک قابل اعتماد قاصد دلاور خاں کے پاس روانہ کیا اور اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا۔ چونکہ میرزا خاں کا پیغام میراں حسین شاہ اور خاندان نظام شاہی دونوں ہی کی بقا سے وابستہ تھا۔ اس لئے بادشاہ نے اس کی مدد کرنے کا وعدہ کر لیا اس کے بعد دلاور خاں سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔

ابراہیم کا سفر احمد نگر

۹۹۶ھ میں ابراہیم عادل شاہ نے احمد نگر کا سفر اختیار کیا۔ وہ آہستہ خرامی سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد نگر کے قریب پہنچا۔ میرزا خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے احمد نگر کے امراء کو اپنا ہم خیال بنا کر بادشاہ سے تمام تعلقات منقطع کر لئے اور دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاں شہزادہ میراں حسین شاہ مرتضیٰ نظام کے حکم سے قید و بند کی سختیاں جھیل رہا تھا۔

میراں حسین شاہ کی تخت نشینی

میرزا خاں نے شہزادہ میراں حسین شاہ کو قلعے سے نکالا اور اپنے ساتھ لے کر احمد نگر روانہ ہوا۔ ادھر ابراہیم عادل شاہ ثانی بھی شہر کی طرف روانہ ہوا تاکہ لوگ مرتضیٰ نظام شاہ کے ساتھ مل کر شہزادہ میراں حسین شاہ کی تخت نشینی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ جس روز ابراہیم نے احمد نگر سے پانچ کوس کے فاصلے پر بمقام ماتور قیام کیا اسی روز میراں حسین شاہ نے احمد نگر میں داخل ہو کر اپنے باپ کو قید کر لیا اور خود اس کی جگہ تخت نشین ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا قتل

ابراہیم نے میراں حسین شاہ کو مبارکباد دی اور اس سے نیز اپنی بہن سے ملاقات کا ارادہ کیا۔ اسی دوران میں اچانک یہ اطلاع ملی کہ میراں حسین شاہ نے کم عقلی اور نادانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو سخت مصائب و آلام میں جھونکا اور بعد میں اسے قتل کر دیا گیا۔

اس قتل کا سبب یہ تھا کہ میرزا خاں نے جو اس تمام ہنگامے کی بنیاد تھا۔ میراں حسین شاہ سے کہا تمہارے باپ نے ایک عرصے تک حکومت کی ہے اور بہت سے ممالک کو فتح کیا ہے۔ اس لئے جب تک مرتضیٰ زندہ رہے گا تمہیں بادشاہت راس نہ آئے گی۔ میراں حسین شاہ' میرزا خاں کے دام فریب میں آگیا اور اس نے ابراہیم عادل شاہ سے جو اس کا بہی خواہ تھا مشورہ کئے بغیر ہی اپنے باپ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ ابراہیم کو یہ خبر سن کر بہت دکھ ہوا اور اس نے میراں حسین شاہ سے ملاقات کا ارادہ ترک کر دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا پیغام میراں حسین کے نام

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے حسین کرد کو میراں حسین کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا۔ "میں لشکر لے کر اس طرف اس مقصد سے آیا تھا کہ حکومت کی باگ ڈور تمہارے سپرد کر دوں اور تمہارے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو کسی قلعہ میں نظربند کر دوں تاکہ تم پورے اطمینان کے ساتھ امور سلطنت انجام دے سکو مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے خدا کا خوف دل سے نکال کر اپنے باپ کو تہہ تیغ کر دیا ہے اگر ایسا ہی کرنا تھا تو مرتضیٰ نظام کو میرے سپرد کر دیا ہوتا یا اس بیچارے کو اندھا کر کے اس کے خوف سے نجات حاصل کر لی ہوتی۔ مجھے یقین ہے کہ اس مظلوم کا خون رنگ لائے گا اور تم خدا کے عذاب میں مبتلا ہو کر اپنے اعمال کی سزا پاؤ گے۔ خیر جو ہوا سو ہوا میں اس وقت تم سے کوئی باز پرس نہیں کرنا چاہتا اور معاملے کو خدا پر چھوڑتا ہوں۔ تاکہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں تمہارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں۔"

مالابار کے راجاؤں کی نافرمانی

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ اپنے ملک کو واپس آگیا۔ بیجاپور پہنچ کر ابراہیم عادل شاہ کو معلوم ہوا کہ مالابار کے راجے خراج کی رقم ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔ اور عادل شاہ کے عہد حکومت میں مصطفیٰ خاں اردستانی کے توسط سے جو رقم مقرر ہوئی تھی۔ اس کی ادائیگی سے انکار کر رہے ہیں۔ ابراہیم نے بلبل خاں حبشی کو دو ہزار سواروں کے ساتھ اس علاقے کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ان نافرمان راجاؤں کو راہ راست پر لائے۔ اور تین سال کا خراج اکیس لاکھ پچاس ہزار ہون وصول کرے۔

میراں حسین شاہ کا قتل

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ میراں شاہ حسین' نظام شاہ کے بارے میں ابراہیم عادل شاہ ثانی نے جو کچھ کہا تھا ایک سال بعد ہی پیش آیا۔ جمال خاں مہدوی نے اتنا اقتدار حاصل کر لیا کہ اس نے حسین نظام کو قتل کرا دیا اور سارے ملک میں مہدوی مذہب جاری کر دیا۔ اس نے غیر ملکی باشندوں سے بڑی نرمی اور محبت کا برتاؤ کیا۔ جب ان امور کی خبریں بیجاپور میں پہنچیں تو ابراہیم عادل شاہ نے نظام شاہی خاندان

کی اصلاح اور دوسرے ضروری کاموں کی تکمیل کا ارادہ کیا۔

بادشاہ کا عزم احمد نگر

۹۹۷ھ میں ابراہیم' دلاور خاں کی رائے سے احمد نگر روانہ ہوا۔ بادشاہ نے بلبل خاں اور فوج کے دوسری افسروں کے نام طلبی کے احکامات جاری کئے اور انہیں تاکید کی کہ اس سے پہلے کہ بادشاہ نظام شاہی حدود میں داخل ہو۔ تمام امراء اپنے لشکروں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ جب شاہی سواری قلعہ شاہ ورک کے قریب پہنچی تو بادشاہ نے دلاور خاں کے مشورے سے تقریباً ایک مہینے تک اس علاقے میں قیام کیا۔ اس دوران میں بلبل خاں حبشی کا لشکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ دلاور خاں نے یہ سوچا کہ اگر بلبل خاں کا زیادہ انتظار کیا گیا تو جمال خاں مہدوی اس دوران میں اور زیادہ قوت حاصل کرے گا۔ لہٰذا وہ احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جمال خاں مہدوی کا سامنا

جمال خاں کو جب ابراہیم عادل شاہ کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ پندرہ ہزار سواروں کا لشکر جرار لے کر مع اسمٰعیل نظام شاہ کے قصبہ اشی کے قریب بادشاہ کے مقابلے پر آیا۔ اس زمانے میں برسات کی جھڑی لگی ہوئی تھی اس وجہ سے طرفین میں سے کسی نے بھی جنگ کی ابتدا نہ کی' بیس دن اسی عالم میں گزر گئے۔ جمال خاں مہدوی سخت پریشان ہوا اور اس نے صلح کا ارادہ کیا۔ اس مقصد سے اس نے چند آدمیوں کے توسط سے بادشاہ سے صلح کی درخواست کی اور اس سے اپنے ملک کو واپس چلے جانے کے لئے کہا۔ جمال خاں نے اس سلسلے میں بڑی منت وزاری سے کام لیا اس لئے بادشاہ نے اس کی درخواست منظور کرلی۔

جمال خاں اور ابراہیم عادل شاہ میں صلح

بادشاہ نے جمال خاں سے کہا کہ اگر میری بہن کی پالکی مع حسین نظام شاہ کے بغل بہا کے میرے پاس پہنچ جائے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ جمال نے یہ شرط تسلیم کرلی اور فوراً خدیجہ سلطان کی پالکی مع پچھتر ہزار ہون کے ابراہیم کی خدمت میں روانہ کر دی۔ جس روز بادشاہ وہاں سے کوچ کرنے والا تھا اسی روز بلبل خاں حبشی بھی اپنے لشکر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا اس موقع پر بلبل کا آنا بے کار تھا کیونکہ طرفین میں صلح ہو چکی تھی۔

بلبل خاں کی بہادری

بلبل خاں کی بہادری اور جرات کی سارے ملک میں شہرت ہو رہی تھی اس نے وہ تمام نقد رقم اور غلہ جو راجگان مالابار سے بطور لگان اور خراج وصول کیا تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے پیش کیا۔ بلبل خاں نے تھوڑے ہی عرصے میں مالابار کے راجاؤں سے بہت کچھ حاصل کر لیا تھا اور اس کے لئے وہ بادشاہ کی زبان سے تحسین و آفرین کا کلمات سننا چاہتا تھا' لیکن دلاور خاں کی مخالفت کی وجہ سے وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا اور اس کی تمنا تشنہ تکمیل رہی۔

بلبل خاں کی توہین

بلبل خاں اپنے ساتھ جو چیزیں لے کر آیا تھا۔ جوہریوں نے دلاور خاں کے اشارے پر ان کا بہت کم اندازہ لگایا جو چیز دس ہزار ہون کی تھی۔ اس کی قیمت ایک ہزار ہون بتائی گئی۔ اس طرح تمام اشیاء کی قیمتوں کا تعین اصل سے بہت کم کیا گیا اور پھر مالابار کے راجاؤں سے جو بلبل خاں کے ساتھ آئے تھے' بقیہ رقم کا تقاضا کیا گیا۔ اس ساری کارروائی کا یہ مقصد تھا کہ بلبل خاں کی توہین کی جائے۔

دلاور اور بلبل خاں کی چپقلش

ایک روز کا ذکر ہے کہ دلاور خاں بادشاہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا دیوان داری کے فرائض انجام دے رہا تھا کہ بلبل خاں آگیا۔ بلبل

خاں کے ہاتھ میں رومال تھا وہ بادشاہ کے قریب آکر کھڑا ہو گیا اور رومال سے مکھیاں ہٹانے لگا۔ دلاور خاں نے بڑی نفرت سے اس کی طرف دیکھا اور پھر انتہائی اہانت آمیز لہجے میں کہا۔ "جس بادشاہ کے حکم کے خلاف عمل کرنے کی آسمان کو بھی مجال نہیں ہے تم نے کس طرح بادشاہ کے فرمان کو ٹالا۔ جب بادشاہ نے تمہیں طلب کیا تھا کہ تمہیں چاہئے تھا کہ تمام کام چھوڑ کر فوراً شاہی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔"

بلبل خاں کا بیان صفائی

بلبل خاں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ اس پر مہربان ہے۔ لہٰذا اس نے جواب دیا۔ "بادشاہ کے قدموں کی خاک کی قسم! میں نے حکم شاہی کی سرمو خلاف ورزی نہیں کی۔ میں نے اپنی مرضی سے مالابار میں قیام نہیں کیا میری کیا بساط ہے جو میں شاہی فرمان کی تعمیل نہ کروں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ جب مجھے شاہی فرمان ملا اس وقت میں کرناٹک میں تھا اور وہاں کے راجاؤں کو زیر کر کے خراج کی رقم وصول کرنے میں مصروف تھا۔ اگر میں خالی ہاتھ وہاں سے روانہ ہو جاتا یا وہ راجے فرمان کے مضمون سے واقف ہو جاتے تو میری ساری محنت ضائع ہو جاتی اور اتنی بڑی رقم شاہی خزانے میں داخل نہ ہوتی۔"

"اس کے علاوہ تمام لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس علاقے کے جنگلوں میں ہمارے لشکر کو بے انتہا مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ان وجوہ کی بنا پر کچھ عرصے تک وہاں قیام کرنا ناگزیر تھا' مگر دلاور خاں! تم اپنی تو کہو' تم نے کیوں بلاوجہ بادشاہ کو تلنگانہ کے سفر کی زحمت دی جب کہ تمہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ مالابار کے لشکر کے بغیر گوہر مقصود ہاتھ نہ آئے گا' اگر تم پندرہ روز تک اور ہمارا انتظار کر لیتے اور ہم سب مل کر نظام شاہی علاقے پر حملہ کرتے تو مجھے یقین ہے کہ احمد نگر کے بہت سے قلعے اور پرگنے عادل شاہی قبضے میں آ جاتے۔ اگرچہ شاہی بارگاہ میں میرا تاخیر سے پہنچنا بغیر معقول وجہ کے نہیں ہے مگر میں پھر بھی اپنے جرم کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے نیک دل آقا سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے قدیم نمک خوار اور غلام کی خطا معاف کر دے۔

بلبل خاں کی عزت افزائی

بلبل خاں کا یہ مدلل اور طویل جواب سن کر دلاور خاں غصہ سے آگ بگولہ ہو گیا وہ دل ہی دل میں کڑھا اگر اس کے بس میں ہوتا تو بلبل خاں کو وہیں قتل کر دیتا' لیکن وہ اس وقت شاہی مجلس میں تھا اور شاہی مجلس کے آداب ایسی بدتمیزی کی اجازت نہ دیتے تھے۔ دلاور نے اپنے غصہ کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا اور بڑی نرمی سے بلبل کا ہاتھ پکڑ کر بادشاہ سے درخواست کی' "بلبل خاں حضور کے خاندان کا پرانا نمک خوار ہے اس لئے اس کی خطا معاف کی جائے۔" بادشاہ نے دلاور خاں کی درخواست قبول کی اور بلبل کو خلعت فاخرہ سے نوازا۔

جب شاہی مجلس برخاست ہو گئی تو دلاور خاں' بلبل کو اپنے ساتھ گھر لایا وہاں اس کی بہت خاطر تواضع کی اور کہا کہ "میں ایک بار تمہیں اپنی زبان سے اپنا بیٹا کہہ چکا ہوں اگر سیاسی و ملکی امور میں' میں تم سے سختی کے ساتھ پیش نہ آؤں گا تو لوگ یہ کہیں گے میں اپنے بیٹے کی رعایت کرتا ہوں۔" الغرض اس طریقے سے دلاور خاں نے بلبل خاں کو مطمئن کر دیا۔ بعدازاں اس نے راجگان مالابار کے متعلقین کو جو بلبل خاں کے ساتھ آئے تھے' طرح طرح کے انعامات سے سرفراز کر کے واپس بھیجا۔

بلبل خاں کی نظربندی

ابراہیم عادل شاہ ثانی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا برہان پور پہنچا۔ دلاور خاں اپنے مدمقابل بلبل خاں کی عظمت و شہرت سے دل ہی دل میں بہت زیادہ خائف ہوا اور کچھ بے بنیاد الزامات کی بناء پر اسے نظربند کر دیا۔ پانچ چھ مہینوں کے بعد دلاور خاں نے اخلاص خان کو سبز باغ دکھا کر اپنا ہم راز بنا لیا۔ بلبل خاں کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ دلاور کی یہ حرکت بادشاہ کو سخت ناگوار گزری آخر کار ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

احمد نگر کی حالت

قارئین کرام اچھی طرح جانتے ہیں کہ میراں حسین شاہ نے اپنے باپ کو قتل کیا اور پھر اس جرم کی سزا میں اسے خود بھی جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ اس کے بعد اسمٰعیل برہان شاہ بن حسین نظام شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں ملک میں چاروں طرف سے حملے ہوئے اور فتنہ و فساد کا ایسا بازار گرم ہوا کہ الاماں والحفیظ۔ ایسا انقلاب آیا کہ شریف اور ذلیل میں کوئی فرق نہ رہا ملک کی حالت تباہی کے کنارے تک پہنچ گئی۔ جمال مہدوی نے بدمعاشوں کو اپنا رفیق بنایا اور سارے ملک پر قابض ہوگیا۔

برہان شاہ کا ارادہ

برہان شاہ ولد اسمٰعیل شاہ کو (جو اس سے پہلے اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کی قید سے فرار ہو کر شہنشاہ اکبر کی خدمت میں پہنچ گیا) یہ معلوم ہوا کہ احمد نگر کے تخت پر ایک کمسن بچہ بٹھایا گیا ہے۔ برہان شاہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور دہلی کی فوج کو ساتھ لے کر دکن پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ بعدازاں اس نے اپنی رائے بدل دی اور اکبر اعظم سے عرض کیا۔ "میں اگر دہلی کی فوج کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا تو احمد نگر کے امراء میرے خلاف ہو جائیں گے اس لئے یہی بہتر ہے کہ میں اکیلا ہی احمد نگر جاؤں اور امراء سے سازباز کرکے اپنے موروثی ملک پر قبضہ کر لوں۔

اکبر نے برہان شاہ کی درخواست قبول کر لی اور کہا اگر تم اپنے ملک پر قبضہ کر لو تو پھر برابر کا علاقہ ہمارے حوالے کر دینا بالکل اسی طرح جس طرح ۹۸۱ھ میں تفال خاں نے یہ علاقہ ہمارے حوالے کر دیا تھا۔ برہان شاہ نے یہ شرط مجبوراً منظور کر لی اور دکن کی طرف روانہ ہوگیا۔ برہان نے دکن کی سرحد پر پرگنہ ہنڈیا میں کچھ دنوں تک قیام کیا۔ وہ اکبر کی طرف سے اس پرگنے کا جاگیردار تھا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر پر قبضہ کرنے کی تیاریاں

برہان شاہ نے سب سے پہلے برہان پور اور اسیر کے حکمران علی خاں کے مشورے سے خواجہ نظام استر آبادی کو احمد نگر کے امراء کے پاس بھیجا۔ خواجہ استر آبادی لباس تبدیل کر کے قلندروں کا سا حلیہ بنا کر روانہ ہوا۔ تاکہ احمد نگر کے امراء اور سرداران لشکر سے برہان نظام شاہ کی مدد کا وعدہ لے۔ خواجہ ان لوگوں کے پاس پہنچا اور اپنی آمد کا مقصد ظاہر کیا۔ احمد نگر کے امراء میں سے بعض نے برہان کی مدد کا وعدہ کیا اور بعض نے انکار کیا۔ جن امیروں نے مدد کا وعدہ کیا۔ ان میں جہانگیر خاں حبشی بھی تھا۔ وہ برار اور خاندیس کے قرب و جوار کے پرگنوں کا جاگیردار تھا اور مذہب مہدویہ کے مروج ہونے کے بعد جمال خاں کا جانی دشمن ہوگیا تھا۔

جہانگیر خاں حبشی، خواجہ نظام استر آبادی سے بے حد خوش اخلاقی سے پیش آیا اور اس کی بہت عزت کی۔ اس نے برہان نظام شاہ کے نام ایک خط لکھا اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ خواجہ استر آبادی کے چلے جانے کے بعد جہانگیر خاں نے اپنے ایک رشتہ دار کو بہت سے قیمتی تحفے تحائف دے کر برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا اور اس کو جلد از جلد احمد نگر آنے کا پیغام دیا۔

جہانگیر خاں اور برہان شاہ کی جنگ

برہان نظام بڑے امن و اطمینان سے برار کی سرحد میں داخل ہوا اور جہانگیر خاں کی قیام گاہ کے قریب پہنچا۔ اتفاق کی بات کہ جب برہان اور جہانگیر میں ملاقات ہوئی تو دونوں میں جنگ چھڑ گئی۔ برہان شاہ کو شکست ہوئی اور وہ پریشان و خستہ حال ہو کر جس راستے سے برار میں آیا تھا اسی راستے سے واپس ہنڈیا چلا گیا۔

برہان اور راجہ علی خاں میں خط و کتابت

برہان شاہ نے راجہ علی خان کے نام ایک خط لکھ کر اسے تمام حالات سے آگاہ کیا اور جمال خاں کے ذریعے اور اپنے موروثی ملک پر قبضہ کرنے کے بارے میں اس سے مشورہ طلب کیا۔ علی خاں نے جواب دیا کہ اگر تم شہنشاہ اکبر سے عسکری مدد حاصل کرو گے تو دکن

کے تمام فرماں روا تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور جمال خاں مہدوی کی مدد کریں گے۔ اس صورت میں معاملہ طول پکڑ جائے گا اور کون کہہ سکتا ہے کہ دس یا بیس برس یا اس سے بھی زیادہ مدت درکار ہو۔ میرے پاس اتنی فوج نہیں ہے کہ میں جمال خاں سے جنگ کروں۔ میرا خیال یہ ہے کہ تمہیں ابراہیم عادل شاہ ثانی سے رجوع کرنا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری ضرور مدد کرے گا۔

برہان شاہ کے خطوط ابراہیم عادل شاہ کے نام

برہان نظام شاہ نے راجہ علی خاں کی نصیحت پر عمل کیا اور ابراہیم عادل شاہ ثانی کو چند خطوط لکھے اور چند تیز رفتار قاصدوں کے ہاتھ یہ خطوط روانہ کئے۔ یہ نامہ بر ۹۹۸ھ میں ربیع الاول کے آخر میں بیجاپور پہنچے اور راقم الحروف "فرشتہ" کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ راقم الحروف اسی ماہ کے شروع میں ابراہیم عادل شاہ کے ملازموں میں داخل ہوا تھا۔ ان خطوط میں سے ایک خط میرے نام تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

برہان شاہ کا خط فرشتہ کے نام

تمام راہیں مسدود ہیں اور سارے راستوں پر دشمن کا قبضہ ہے اس لئے میں نے اپنے قاصدوں کو اس راستے سے روانہ کیا ہے تم میرے وفادار مخلص اور ہمدرد ہو جس طرح بھی ممکن ہو یہ خط ابراہیم عادل شاہ کے ملاحظے کے لئے پیش کرنا اور اس کا جواب جلد از جلد لے کر روانہ کرنا' راقم الحروف ان قاصدوں کو ساتھ لے کر دلاور خاں کے پاس گیا اور اس سے تمام داستان بیان کی۔

ابراہیم عادل شاہ کا برہان شاہ کی مدد کے لئے آمادہ ہونا

دلاور خاں نے وہ خطوط بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے' بادشاہ نے ان خطوں کو پڑھا اور برہان شاہ کی مدد کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اس نے اسی وقت ان خطوں کا جواب لکھ کر قاصدوں کے حوالے کیا اور ان کو واپسی کی اجازت دی۔ دو تین روز کے بعد ہی بادشاہ نے ملک میں تیز رفتار قاصدوں کو دوڑایا اور جب برار کی فوج جمع ہو گئی تو شاہی جلوس نکالا گیا اور بیجاپور سے چھ کوس کے فاصلے پر بہمن علی کے مقام پر لشکر انداز ہوا۔

شاہ ورک کو روانگی

بادشاہ نے ربیع الثانی ۹۹۸ھ میں جمعرات کے روز برہان نظام کی مدد اور جمال خاں مہدوی کا قلع قمع کرنے کے لئے شاہ ورک کا سفر اختیار کیا۔ اس مقام پر پہنچ کر بادشاہ نے چند روز سیر و تفریح میں گزارے' بعدازاں برار کے امراء اور شرفاء کے نام بڑے پرخلوص خطوط لکھے' جن کا نفس مضمون یہ تھا:۔

"میں نے خداوند تعالیٰ کی فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بات کا تہیہ کیا ہے کہ احمد نگر کے تخت پر اسمٰعیل کی بجائے برہان نظام شاہ کو بٹھاؤں۔ اگرچہ ان دونوں میں باپ بیٹے کا رشتہ ہے' لیکن اسمٰعیل شاہ کمسن ہے' دوسرے باپ کی موجودگی میں بیٹے کا تخت پر بیٹھنا کچھ عجیب سی بات ہے اس لئے تم سب پر لازم ہے کہ میری رائے کی مخالفت نہ کرنا اور برہان نظام شاہ کی وفاداری و اطاعت کا دم بھرنا۔"

راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے قاصدوں کی آمد

راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے چند قاصد ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بادشاہ کو چند خطوط دیئے۔ ان خطوط میں لکھا تھا کہ حضور کی آمد سے ہمیں جس قدر خوشی ہوئی ہے دشمنوں کو اس بات کا اتنا ہی غم ہے۔ حضور کی لشکر کشی سے جو فوری نتیجہ برآمد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ برار کے امراء خصوصاً جہانگیر خاں حبشی اور اس کے ساتھی جلد از جلد ہم تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ احمد نگر سے چند قاصد آئے ہیں اور انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ جمال خاں مہدوی سفر کی تیاری کر چکا ہے اور

اسمٰعیل نظام شاہ کو ساتھ لے کر برار کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ اس وجہ سے امرائے برار' اپنے علاقے کو خطرے میں چھوڑ کر حضور کی خدمت میں پہنچنے سے معذور ہیں اگر آپ دو تین منزل اور آگے بڑھیں تو جمال خاں آپ کے ڈر سے احمد نگر سے نکلنے اور برار پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دے گا اور پھر امرائے برار آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔

ابراہیم عادل شاہ کی وار اسنگ کو روانگی

ابراہیم شاہ نے اس مشورے کو معقول اور مناسب سمجھا اور اسی پر عمل کرتے ہوئے شاہ درک سے رخصت ہوا اور برار کے سرحدی مقام وار اسنگ کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے برہان نظام شاہ اور راجہ علی خاں کو پیغام بھیجا کہ میں نے تمہاری رائے کے مطابق پیش قدمی کی ہے اور برار کے امیروں کے نام خطوط روانہ کر دیئے ہیں کہ وہ برہان نظام شاہ کی اطاعت اور فرماں برداری کو اپنا شعار بنائیں۔ اب تم لوگوں کا یہ فرض ہے کہ فوراً برار کی سرحد پر پہنچ جاؤ اور ان امیروں کو اپنے پاس بلاؤ میں بھی جمال مہدوی کی سرزنش کے بعد تم سے آملوں گا۔

جمال خاں مہدوی کی تدابیر

جمال خاں مہدوی کو ان تمام حالات سے آگاہی ہوگئی وہ بڑا جری اور دانش مند تھا۔ اس نے دشمن کی دونوں جماعتوں کی تباہی کا منصوبہ بنایا اور برار کے سپہ سالار سید احمد الملک مہدوی کو خط لکھا کہ "آس پاس کے تمام فرماں روا دو وجوہ کی بناء پر مجھے تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک سبب تو مہمات ملکی ہیں۔ جو خالص دنیاوی امر ہے اور دوسرا سبب مہدوی مذہب کی نشرو اشاعت ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مہدوی مذہب کو جسے میں نے بے حد محنت سے رائج کیا ہے دنیا میں باقی نہ رہنے دیں اور اس کا نام و نشان تک مٹادیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر مردانگی اور ہم مذہبی کا یہ تقاضا ہے کہ تم امرائے برار کو سنبھالے رکھو اور انہیں برہان سے سازباز نہ کرنے دو نیز برہان کو برار میں داخل نہ ہونے دو۔ راجہ علی خاں تمہاری مخالفت کرے گا تم اس کی پروانہ کرنا۔ تم اس کے ساتھ باقاعدہ جنگ کر کے اسمٰعیل نظام شاہ کی وفاداری و بہی خواہی کا ثبوت دینا۔ اس کے بعد عنقریب ہی دلاور خاں سے صلح کر کے میں بھی تمہاری طرف آؤں گا۔"

جمال خاں کی وار اسنگ کو روانگی

اس کے بعد جمال خاں مہدوی نے دلاور خاں کے نام ایک خط لکھا اور اس سے صلح کی درخواست کی۔ اگرچہ اس سلسلے میں اس نے بہت پر زور انداز بیان اختیار کیا لیکن کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ جمال خاں نے شاہی خزانے کے دروازے کھول دیئے اور روپے کی مدد سے اس نے ایک زبردست لشکر تیار کیا۔ اس نے اسمٰعیل کو ساتھ لیا اور جنگ کے ارادے سے احمد نگر سے وار اسنگ کی طرف روانہ ہوا۔

صلح کی ناکام کوشش

جمال خاں' عادل شاہی لشکر سے سات کوس کے فاصلے پر ٹھہرا۔ اس نے صلح کی بات چیت کے لئے دوبارہ دلاور خاں کے پاس قاصد روانہ کئے۔ دلاور خاں نے پہلی بار کی طرح اس مرتبہ بھی اس سلسلے میں گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر جمال خاں اپنے انجام کا تصور کر کے کانپ کانپ گیا۔

اسی دوران میں دلاور خاں کے چند ساتھیوں نے عاقبت نااندیشی سے کام لے کر اس سے کہا۔ جمال خاں کا یہ ارادہ ہے کہ وہ مہدویوں کا ایک گروہ ساتھ لے کر میدان جنگ سے فرار ہو جائے۔ اور ایک جنگل میں چھپ جائے۔ دلاور خاں کی بدنصیبی کے اس نے اس بات کا یقین کر لیا اور جمال خاں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ بھتک نامی ایک امیر' اتفاقاً جمال خاں سے ناراض ہو کر عادل شاہی لشکر سے آملا۔ وہ بیٹر کے راستے سے روانہ ہو کر برہان نظام شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ جمال خاں کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے سمجھا کہ اب اس کے تمام امیر اسی طرح ایک ایک کر کے دشمن سے جا ملیں گے۔

جمال خاں کی پریشانی

اس خیال سے جمال خاں بہت پریشان ہوا اس نے فوراً اپنی قیام گاہ سے کوچ کیا اور ایک ایسی جگہ چلا گیا جو پانی اور پہاڑوں سے گھری ہوئی تھی۔ یہ جگہ فوجی نقطہ نظر سے بہترین تھی۔ دلاور خاں کو اس کے جاسوسوں نے اس امر کی اطلاع دی دلاور خاں یہ سمجھ کر کہ جمال خاں نے بھاگنے کے ارادے سے کوچ کیا ہے۔ بیس ہزار سواروں کو ساتھ لے کر جمال خاں کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے یہ قدم بادشاہ کی اجازت کے بغیر اٹھایا۔

دلاور خاں کی عاقبت نااندیشی

دلاور خاں نے اپنی قوت کے نشے میں سرشار ہو کر یہ بھی نہ سوچا کہ اس کے پاس سامان جنگ کافی ہے کہ نہیں۔ جب وہ اپنے دشمن سے دو تین کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو اسے دور سے ہی خیمے دکھائی دیئے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ خیمے کس کے ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ یہاں نظام شاہی لشکر مقیم ہے اور کسی نے کہا یہ عادل شاہی فوج کے خیمے ہیں۔ دلاور خاں اسی شش وپنج میں تھا کہ مخبروں نے آکر اطلاع دی کہ نظام شاہی فوج فلاں جگہ پر مقیم ہے اور یہ خیمے اسی کے ہیں۔

احساس ندامت

یہ سن کر دلاور خاں ٹھٹھک گیا۔ اس نے فوراً آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور اپنے سفر پر بہت نادم ہوا وہ چاہتا تو باسانی واپس ہو سکتا تھا لیکن اپنے غرور کی وجہ سے اس نے ایسا نہ کیا اور اسی جگہ لنگرانداز ہوا۔ دلاور نے یہ منصوبہ بنایا کہ جب وہ لشکر جو اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا تھا۔ اس کے پاس پہنچ جائے تو وہ دشمن سے جنگ کرے۔ اسی اثناء میں بادشاہ کا ایک قاصد دلاور خاں کے پاس آیا اور اسے ابراہیم عادل شاہ ثانی کا پیغام دیا چونکہ تم نے جنگ کی تیاری پوری طرح نہیں کی ہے۔ اس لئے آج کے دن جنگ نہ کرنا۔ جب تم اچھی طرح تیاری کر لو پھر دشمن کو چھیڑنا' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو نقصان کا اندیشہ ہے۔

دلاور خاں کی ہٹ دھرمی

دلاور خاں نے بادشاہ کی ہدایت پر عمل نہ کیا اسے تو ہاتھیوں اور سپاہیوں کی کثرت کی وجہ سے اپنی قوت کا بڑا غرور تھا۔ اس نے بادشاہ کے قاصد سے کہا۔ "تم میری طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ میں بہت جلد جمال خاں کو گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں لا رہا ہوں۔" اس کے بعد دلاور خاں جنگ کی تیاریاں کرنے لگا اس نے بڑی مشکل سے اپنے خستہ حال اور بے ترتیب لشکر کو اس جگہ سے ہٹایا اور دشمن کے سامنے ڈٹ گیا۔

جنگ کی تیاریاں

دلاور خاں نے پانچ چھ ہزار ترک سپاہیوں کو دشمن کی فوج کے پیچھے متعین کر دیا تاکہ نظام شاہی امراء اپنے ہاتھیوں اور خزانے کو میدان جنگ سے باہر نہ لے جا سکے۔ نیز مہدوی جماعت کے افراد کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں قتل کرنے کی کوشش کی جا سکے۔ جمال خاں نے جب یہ دیکھا کہ فرار کے تمام راستے بند ہیں تو اس نے بھی لڑائی کا ارادہ کیا۔ ۵ جمادی الاول کو جمال خاں' دلاور خاں کے سامنے ڈٹ گیا

جنگ کا آغاز

طرفین ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے اور بڑے زور وشور سے لڑائی شروع ہو گئی۔ عادل شاہی امراء عالم خاں اور عین الملک کنعانی وغیرہ نے اس موقع پر میدان جنگ سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ دلاور خاں سے بہت زیادہ ناراض ہے

کیونکہ ایک تو اس نے بلبل خاں کو اندھا کر دیا تھا- دوسرے بادشاہ کی اجازت کے بغیر جنگ شروع کر دی تھی- یہ امراء اس بہانے سے کہ اب شکست یقینی ہے میدان جنگ سے بھاگ کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

دلاور خاں کا فرار

ان امیروں کے چلے جانے کے بعد دلاور بے سہارا ہو گیا- اس موقع پر جمال خاں اور خداوند خاں حبشی نے دلاور خاں پر حملہ کیا جس کے پاس اس وقت دو سو سواروں سے زیادہ کی جمعیت نہ تھی- اس صورت حال کے پیش نظر دلاور خاں نے میدان جنگ میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور سات اشخاص کے ہمراہ جن میں سے ایک راقم الحروف فرشتہ بھی تھا راہ فرار اختیار کی۔

دلاور خاں کو اپنے جاسوسوں سے معلوم ہوا کہ عالم خاں اور عین الملک جیسے بہادر شکست کا بہانہ بنا کر میدان جنگ سے فرار ہوئے ہیں- اور اب بادشاہ کے پاس وارانسگ کی طرف جا رہے ہیں تاکہ دلاور خاں کی تباہی و بربادی کا سامان کریں- دلاور خاں یہ سن کر بہت پریشان ہوا اور بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرنے لگا- اس سے قبل کہ متذکرہ بالا امراء بادشاہ کے پاس پہنچتے دلاور خاں وارانسگ پہنچ گیا- چونکہ دشمن کے تعاقب کا خوف تھا اس لئے دلاور خاں نے بادشاہ کو ساتھ لیا اور شاہ ورک کی طرف روانہ ہو گیا تمام رات سفر کرنے کے بعد صبح کے وقت وہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

ابراہیم شاہ کی روانگی شاہ ورک

جمال خاں کامیاب و کامران ہوا ایسی فتح اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی- اس نے دلاور خاں اور اس کے لشکر کے تین سو ہاتھی گرفتار کئے اور بڑی شان و شوکت سے دارانسگ پہنچا اور وہیں ٹھہرا- راقم الحروف فرشتہ جو اس معرکے میں شریک تھا زخم کھانے کی وجہ سے سفر کے قابل نہ تھا- لہٰذا وہ دارانسگ ہی میں مقیم رہا- اور بادشاہ کے ساتھ شاہ ورک نہ گیا اسے مہدویوں نے گرفتار کر لیا اس فقیر بے نوا نے بڑی منت و سماجت کے بعد ان لوگوں سے چھٹکارا حاصل کیا۔

تمام عادل شاہی امراء اور فوجی سردار شاہ ورک میں جمع ہوئے وہاں یہ خبر گرم ہوئی کہ راجہ علی خاں برہان نظام شاہ کا حلیف ہو گیا ہے- اور برار کے امراء بھی' ابراہیم عادل شاہ ثانی کے حکم کے مطابق برہان نظام شاہ کے گرد جمع ہو کر احمد نگر پر لشکر کشی کرنے والے ہیں۔ جمال خاں کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے دارانسگ میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہاں سے برار کی طرف روانہ ہو گیا- اس نے طے کیا کہ برار پہنچ کر راجہ علی خاں سے جنگ کرے گا- علی خاں کو جب اس کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے سید امجد الملک اور دوسرے مہدوی امراء کو قلعہ اسیر میں قید کر دیا- اور ابراہیم عادل شاہ کو خطوط لکھ کر جمال خاں کو تباہ و برباد کرنے پر رضامند کر لیا۔

جمال خاں کا تعاقب

بادشاہ نے جمال خاں کا قلع قمع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اس نے لشکر اور سامان جنگ کی دیکھ بھال کے بعد جمال خاں کے تعاقب میں شاہ ورک کا سفر اختیار کیا- اسی کوس کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بادشاہ جلد از جلد قصبہ پاتری میں پہنچ گیا- اسی مقام سے جمال خاں کے لشکر تک صرف آٹھ روز کی مسافت تھی- جمال خاں بادشاہ کے تعاقب سے خوف زدہ ہو کر بے تحاشا بھاگتا چلا گیا- اس نے راستے میں کہیں قیام نہ کیا۔

ترکی لشکریوں کی روانگی

ابراہیم شاہ نے آٹھ ہزار ترکی سپاہیوں کو اپنے لشکر سے علیحدہ کر کے جمال خاں کے تعاقب میں روانہ کیا تاکہ یہ لشکر جلد از جلد دشمن کے پاس پہنچ کر تمام راستوں کو مسدود کر دے- اور کوئی ضرورت کی چیز' مثلاً غلہ اور چارہ وغیرہ اس کے پاس پہنچنے نہ دے- نیز دشمن کو اس انداز سے تنگ کرے کہ برہان نظام اور راجہ علی خاں بڑی آسانی سے اسے مغلوب کر سکیں۔

دلاور کی تباہی کا ارادہ

ان لشکریوں کو روانہ کرنے کے بعد بادشاہ نے ایک دریا کے کنارے خیمے لگائے' یہ بہت ہی پر فضا اور دلکش مقام تھا- اس لئے بادشاہ نے یہاں چند روز تک قیام کر کے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا- دلاور خاں کو بادشاہ کے اس فیصلے سے اختلاف تھا وہ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ اس مقام سے کوچ کرے اور کات روہنگر تک کسی جگہ نہ ٹھہرے- بادشاہ کو دلاور خاں کی بے ادبی ناگوار گزری اور اس نے دلاور کو تباہ کرنے کا پکا ارادہ کر لیا- تمام امراء دلاور خاں کے تابع فرمان تھے اس لئے بادشاہ اس سلسلے میں ان سے کوئی مدد نہ لے سکتا تھا- لٰہذا اس نے اس کام کو خود اپنے ہاتھوں انجام دینے کا ارادہ کیا-

عین الملک کا مشورہ

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے دو ہندوؤں کو (جو ایک عرصے تک اس کی والدہ کی ملازمت میں رہ چکے تھے اور جنہیں کوئی نہ پہچانتا تھا) چوری چھپے عین الملک کنعانی کے پاس روانہ کیا اور اسے دلاور خاں سے اپنی بیزاری کی تفصیل بیان کی- عین الملک بہت ہی عقل مند اور مدبر امیر تھا- اس نے جواب میں کہا کہ اگر حضور دلاور خاں سے اس قدر تنگ آ گئے ہیں تو ہم جان نثاروں کو حکم دیا جائے کہ اسے جلد از جلد ٹھکانے لگا دیا جائے- انہیں دونوں ہندوؤں کی معرفت بادشاہ اور عین الملک میں یہ طے ہوا کہ آدھی رات کے وقت جبکہ دلاور خاں سو رہا ہو عین الملک لشکر میں چلا جائے- اس کے بعد عین الملک' دو امیروں' آنکس خاں اور علی خاں کو ساتھ لے کر دلاور خاں پر حملہ کر دے-

تجویز پر عمل

بادشاہ نے اس تجویز کو بہت ہی موزوں اور مناسب خیال کیا- ۱۴- رجب ۹۹۸ھ کو آدھی رات کے وقت بادشاہ اپنی قیام گاہ سے باہر نکلا اس نے اپنے دل کی بات کسی سے بیان نہ کی اور کنش دار خاں نامی ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ خاصہ کا ایک گھوڑا جلد از جلد لے آئے- یہ غلام گھوڑا لینے کے لئے گیا- جلوداروں کے سردار نے گھوڑا دینے سے انکار کیا اور کہا کہ دلاور خاں کے حکم کے بغیر گھوڑا نہیں دیا جا سکتا- غلام نے یہ جواب سنتے ہی جلودار کے منہ پر تھپڑ مارا وہ سہم گیا اور سمجھ گیا کہ معاملہ دگرگوں ہے' اس نے فوراً کئی گھوڑے لا کر حاضر کر دیئے-

بادشاہ اور اس کے کے غلام ان گھوڑوں پر سوار ہوئے- بادشاہ کی دایہ کا بیٹا الیاس خاں اس رات سرنوبت تھا- اس نے جو بادشاہ کو آدھی رات کے وقت ایسے عالم میں دیکھا تو وہ فوراً دوڑا ہوا آیا- اور عرض کیا "حضورا یہ وقت باہر جانے کا نہیں ہے آخر اس تیاری کی وجہ کیا ہے؟" بادشاہ نے جواب دیا- یہ موقع گفتگو کا نہیں ہے تم اس وقت فوراً میرے ساتھ چلو معاملہ خودبخود تمہاری سمجھ میں آ جائے گا- الیاس خاں اسی وقت اپنے سپاہیوں کے ساتھ جو تعداد میں سو سے بھی کم تھے بادشاہ کے ساتھ ہو لیا-

بادشاہ بڑے لشکر سے علیحدہ ہو کر عین الملک کی قیام گاہ پر پہنچ گیا- جس وقت بادشاہ کے سراپردہ سے باہر آنے کی خبر مشہور ہوئی تو لشکر خاصہ کے سپاہی اور بادشاہ کے اہل مجلس فوراً مسلح ہو گئے- ان میں راقم الحروف فرشتہ بھی شامل تھا یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان لوگوں کی تعداد تین ہزار تھی-

دلاور خاں کی عیش پرستی

دلاور خاں جس کی عمر اسی سال سے زیادہ تھی وہ ایک دکنی لڑکی کے حسن وجمال کا فریفتہ ہو چکا تھا اس وقت وہ اپنے خیمے میں اسی ماہ جبین کے ساتھ معروف عیش ونشاط تھا- جب بادشاہ رات گئے عین الملک کے لشکر کی طرف جانے لگا تو دلاور خاں کے مخبروں نے اسے حالات سے مطلع کیا- دلاور اور اس کا بیٹا اسی وقت جنگ کے ارادے سے تیار ہوئے اور سورج نکلنے کے وقت تک پانچ یا چھ ہزار سوار وہاں

کے ہمراہ بادشاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان لوگوں کو یہ توقع تھی کہ لشکر خاصہ کے سپاہی اور دیگر امراء پہلے کی طرح بادشاہ کی اطاعت سے منحرف ہو کر دلاور خاں کے ساتھ مل جائیں گے۔ اور اسی کے احکام پر عمل کریں گے اور یوں دلاور خاں تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے گا۔

عین الملک کی زمانہ سازی

جب دلاور خاں بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے اپنے مقرب خاص کو عین الملک کے پاس بھیجا اور اسے دلاور خاں کی مدافعت کا حکم دیا۔ عین الملک نے بظاہر تو بادشاہ کے فرمان کی اطاعت کی لیکن چوری چھپے دلاور خاں کو یہ پیغام دیا۔ "بادشاہ اچانک ہمارے پاس آ گیا ہے اور ہم لوگ مجبوراً اس کی اطاعت کا دم بھر رہے ہیں۔ تم بے فکر ہو کر بادشاہ کو اپنے ساتھ لو اور اپنی جگہ واپس جاؤ ہم تمہاری راہ میں حائل نہ ہوں گے۔"

دلاور خاں پر قاتلانہ حملہ

یہ پیغام سن کر دلاور خاں نے اپنی فوج اور لڑکے کو کچھ فاصلے پر چھوڑا اور خود پانچ سو سواروں اور ہاتھیوں کے ساتھ بادشاہ کے سامنے آیا اور اس سے کہا۔ "آپ کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ رات کے وقت سراپردہ شاہی سے نکلتے خیر جو ہوا سو ہوا۔ اس وقت یہی بہتر ہے کہ آپ میرے ساتھ واپس روانہ ہوں۔" بادشاہ نے انتہائی غصے میں کہا۔ "اس گستاخ کو کون سزا دینے کے لئے تیار ہے؟" یہ سنتے ہی اوزبک خاں نامی لشکر خاصہ کا ایک سپاہی آگے بڑھا' اس نے دلاور خاں پر تلوار کا ایک وار کیا اگرچہ یہ ضرب کاری نہ تھی تاہم دلاور خاں نے گھبرا کر اپنا گھوڑا پیچھے ہٹالیا۔

دلاور خاں کا فرار

اوزبک خاں نے تلوار کا ایک اور وار کرنا چاہا' دفعتاً دلاور خاں کا گھوڑا بدک اٹھا اور وہ زمین پر گر گیا دلاور کے لشکر کے ایک مہاوت نے فوراً اپنا ہاتھی دلاور اور شاہی لشکر کے درمیان کھڑا کر دیا تاکہ دلاور موقع پا کر کسی دوسرے گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ دلاور خاں کے لشکر پر بادشاہی رعب و جلال کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ بے شمار سپاہی خوف زدہ ہو کر اس سے علیحدہ ہونے لگے۔ دلاور نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ خود بھی میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ بادشاہ کے لشکر نے اس کا تعاقب کیا لہٰذا وہ راستے میں کسی جگہ قیام کئے بغیر ہی احمد آباد بیدر پہنچ گیا۔

الغرض اس طرح بادشاہ نے دلاور خاں کی چیرہ دستیوں سے نجات حاصل کی اس نے عین الملک اور دیگر امراء کو باوجود ان کے متذکرہ بالا جرم کے خلعت فاخرہ سے نوازا اور آئندہ کے انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد بادشاہ اپنی مجلس میں آیا۔ جہاں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مذہب کا معاملہ

دلاور خاں حنفی المذہب تھا۔ اس ملک میں مذہب شیعہ کے تمام طریقوں کو متروک قرار دے کر اہل سنت والجماعت کے طریقوں کو رواج دیا اور چار یاروں کا خطبہ جاری کیا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بادشاہ بھی حنفی المذہب تھا' مگر بعضوں کا کہنا ہے ابراہیم اپنے باپ اور چچا طہماسپ شاہ اور علی عادل کی طرح شیعہ تھا۔ ابراہیم کا شیعہ ہونا زیادہ صحیح معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے لوگ تبدیلی مذہب کر کے شیعہ ہوگئے اور مسجدوں میں شیعوں کے دستور کے مطابق اذانیں ہونے لگیں۔

حنفی مشرب ابراہیم کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ جو لوگ میری تقلید کے خیال سے شیعہ ہوئے ہوں۔ انہیں سخت سزا دی جائے' لیکن بعد میں ایسے لوگوں کو معاف کر دیا گیا' لیکن بادشاہ انہیں شرمندہ کرنے کے لئے "شعار، مصلحتی" کے لقب سے یاد کیا کرتا تھا۔

برہان نظام شاہ کی فتح اور جمال خاں کا قتل

آج تک بیجاپور میں چاروں خلفاء کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ یوسف عادل شاہ کے عہد حکومت کی طرح بارہ اماموں کے نام بھی خطبے میں شامل ہیں۔ اسی زمانے میں جبکہ بادشاہ مذہبی معاملات میں گھرا ہوا تھا اور خطاکاروں کو سزا دینے کے درپے تھا اسے برہان نظام شاہ کی فتح اور جمال خاں مہدوی کے قتل کی خبر ملی۔ تمام لوگ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔ برہان نظام شاہ کو تہنیت نامہ بھیجا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بیجاپور آ گیا۔ یہاں اس نے حکومت کا انتظام اس طریقے سے کیا کہ سبھی لوگ اس کی قابلیت کے معترف ہو گئے۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی کے ابتدائی حالات

اب ابراہیم عادل شاہ ثانی کے تفصیلی حالات بیان کئے جاتے ہیں جو اسپ شاہ بن ابراہیم عادل شاہ اول کی چار اولادیں تھیں۔ دو لڑکیاں اور دو لڑکے' بیٹے ابراہیم اور اسمٰعیل تھے اور بیٹی خدیجہ سلطان (میراں حسین نظام شاہ کی بیوی) اور ثانی بی بی (محمد برید شاہ کی بیوی) تھیں۔ شہزادہ ابراہیم اپنے چچا علی عادل شاہ کی وصیت کے مطابق تخت و سلطنت کا وارث ہوا اور سارے ملک میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہو گیا۔

بادشاہ کا پیغام شہزادہ اسمٰعیل کے نام

ابراہیم کے تخت نشینی کے وقت شہزادہ اسمٰعیل کی عمر تین سال کی تھی وہ اپنے بھائی کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا۔ جب وہ سن بلوغ کو پہنچا تو دلاور خاں حبشی نے جو ان دنوں وزیر سلطنت کے عہدے پر فائز تھا اسے بلگوان کے قلعہ میں قید کر دیا حبشیوں کا ہنگامہ اور دلاور خاں کا اقتدار جب ختم ہوا تو بادشاہ نے اپنے ایک خاص درباری کو شہزادہ اسمٰعیل کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "میں اب تک تمہارے دیدار سے محروم ہوں۔ اگرچہ تمہیں دیکھنے کی تمنا میرے دل میں ہروقت چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ مگر میں کچھ ایسا مجبور ہوا کہ اس تمنا کو پورا نہ کر سکا۔ تم اصل حالات سے پوری طرح باخبر ہو۔ اس لئے مجھے کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اب اس وقت تم یہ کرو کہ اس قلعے میں عیش و عشرت سے زندگی گزارو۔ ساقی اور شراب کے ساتھ علوم فنون سے بھی دلچسپی لو' خاص طور پر علم تاریخ اور فن شاعری کے مطالعے سے اپنی نظر میں وسعت اور اپنے ذہن میں کشادگی پیدا کرو۔ سواری اور چوگان بازی کی بھی عادت ڈالو۔ الغرض غم و الم کو کسی طرح اپنے پاس نہ آنے دو۔ جب سلطنت کے چند اہم اور ضروری کام طے پا جائیں گے تو میں تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا۔

شہزادہ اسمٰعیل کا خیال

اس کے بعد بادشاہ نے قلعہ بلگوان کے کوتوال اور تھانیدار کے نام بھی احکام جاری کئے کہ شہزادہ اسمٰعیل کے پاؤں کی زنجیر کاٹ دی جائے۔ بادشاہ کے احکامات کی تعمیل کی گئی شہزادے کو آزاد کر دیا گیا اس قلعے میں ہر چہار طرف گھومنے پھرنے کی آزادی تھی۔ پابندی اگر تھی تو صرف اتنی کہ وہ قلعے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ بادشاہ ہر مہینے ایک ہزار ہون شہزادے کے اخراجات کے لئے روانہ کرتا۔ نیز گراں قدر تحفے تحائف اور انواع واقسام کے پھل بھی بھیجتا تاکہ شہزادے کی دلجوئی ہوتی رہے' عیدوں اور دیگر تقریبات مسرت کے موقع پر بادشاہ شہزادے کو ضرور یاد کرتا۔

بھائی کی محبت

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے بارگاہ شاہی کے مقرب خاص اور خزینہ دار احمد خاں سے یہ روایت سنی ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ کی خدمت میں تھا۔ ملکاان نے بہترین آم پیش کئے گئے۔ ان آموں کو دیکھ کر بادشاہ نے پوچھا۔ "کیا یہ آم شہزادہ اسمٰعیل کے پاس بھی بھیجے

گئے ہیں؟" اس جواب میں عرض کیا گیا۔ "چونکہ درختوں میں پہلی مرتبہ پھل آیا ہے اس لئے فی الحال حضور کی خدمت میں تحفہ پیش کیا گیا ہے۔ بعدازاں شہزادے کی خدمت میں بھی ارسال کئے جائیں گے۔"

بادشاہ نے اس جواب کو معقول نہ سمجھا اور فوراً وہ آم شہزادے کے پاس بلگوان بھجوادیئے اور یہ کہلا بھیجا "بلگوان میں جو پھل پیدا ہوں ان پر پہلے تمہارا حق ہے اس لئے یہ آم تمہیں بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد جب اور آم درختوں سے اتریں تو مجھے بھجوا دینا۔ نیز بادشاہ نے قلعہ بلگوان کے تھانیدار کو حکم دیا کہ "جو پھل پیدا ہو وہ پہلے شہزادے کی خدمت میں پیش کیا جائے اور بعد میرے پاس روانہ کیا جائے۔ الغرض بادشاہ نے ہمیشہ اپنے بھائی سے محبت اور اخلاص کا مظاہرہ کیا۔ شہزادہ اسمٰعیل بڑے عیش و عشرت سے قلعہ بلگوان میں زندگی بسر کرتا رہا اور اسے کبھی کوئی تکلیف نہ اٹھانا پڑی۔

شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت

شہزادہ اسمٰعیل کو خدا جانے کیا ہوا کہ اس نے اپنے بھائی کی محبت کی قدر نہ کی اور مفسدوں اور ہنگامہ پروروں کی ترغیب سے بادشاہ کی مخالفت پر اتر آیا۔ اس نے ۷۔ رمضان المبارک ۱۰۰۲ھ کو بادشاہ کے خلاف علم سرکشی بلند کیا اور کھلم کھلا مخالفانہ کارروائیاں کرنے لگا۔ بادشاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا اور ہنگامہ پروروں کی سازش کا بھید کھلا تو اس نے سب سے پہلے شہزادہ اسمٰعیل کو ایک نصیحت آمیز خط لکھا۔

بادشاہ کا خط اسمٰعیل کے نام

ابراہیم نے اسمٰعیل کو لکھا "مجھے تمہاری مخالفانہ کارروائیوں کا علم ہوا ہے، تم اگر یہ روش چھوڑ دو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا ورنہ تمہیں سخت سزا دی جائے گی۔ خداوند تعالیٰ جس کو سلطنت و تخت سے سرفراز کرتا ہے وہ ایسے ہنگاموں سے کبھی نہیں ڈرتا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ملک دکن کا بہترین حصہ میرے قبضے میں ہے۔ اور یہاں کے تمام باشندے اور امراء دل و جان سے میرے فرماں بردار ہیں۔ تم اپنے ارادے سے باز آ جاؤ، مجھے خوف ہے کہ کہیں معرکہ آرائی میں تمہیں نقصان اٹھانا پڑے اور تمہاری بدقسمتی تمہیں ناکام و نامراد بنائے۔"

بادشاہ نے یہ خط اپنے ایک قابل اعتماد امیر شاہ نور عالم کے ہاتھ روانہ کیا جو شیخ المشائخ حضرت قطب عالم جنید بغدادیؒ کی اولاد میں سے تھا۔

برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل میں سازباز

شاہ نور عالم بادشاہ کا خط لے کر بلگوان پہنچا۔ شہزادہ اسمٰعیل خط پڑھ کر سیدھے راستے پر نہ آیا اس نے نور عالم کو گرفتار کر کے بادشاہ کو بہت برا جواب لکھ بھیجا اور پھر بغاوت اور خروج کی تیاریوں میں مشغول ہوگیا۔ اسمٰعیل نے پہلے تو برہان نظام شاہ کے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ برہان نظام شاہ تو پہلے ہی وقت اور موقع کا منتظر تھا اس نے فوراً مدد کا وعدہ کر لیا اور جواب دیا۔ "اگر تمہارا کام مناسب اور ٹھیک طریقے سے انجام پائے تو تم بیجاپور کے بڑے بڑے امیروں کو آئندہ کے دل خوش کن وعدوں سے اپنا بنا لو خصوصاً عین الملک کنعانی سے گہرے مراسم پیدا کرو۔ کیونکہ وہ امیر الامراء اور بلگوان کے قریبی علاقے کا جاگیردار ہے اگر یہ امیر تمہارا حلیف ہوگیا تو پھر دوسرے امراء بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔"

عین الملک اور اسمٰعیل میں مراسم

شہزادہ اسمٰعیل، برہان نظام شاہ کے اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ عین الملک کنعانی ان دنوں قصبہ ہیگری میں مقیم تھا۔ شہزادے نے اس سے اور اس کے منہ بولے بیٹے آنکس سے تعلقات پیدا کئے اور ان دونوں کو اپنا ساتھی بنا لیا۔ عین الملک یہ چاہتا تھا کہ معاملہ طول کھینچے اور اسمٰعیل بلگوان کو اپنا دارالسلطنت بنا کر اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے۔ تاکہ ایک ہی سلطنت میں دو حکمرانوں کی حکومت قائم ہو جائے۔

ابراہیم عادل شاہ کا اسمٰعیل کی سرزنش کے لئے فوج روانہ کرنا

عین الملک بظاہر تو ابراہیم عادل شاہ ثانی کی رفاقت کا دم بھرتا تھا' لیکن بباطن اس کی تمام ہمدردیاں شہزادہ اسمٰعیل کے ساتھ تھیں۔ اس نے اسمٰعیل کو یہ پیغام بھیجا کہ "جب سلطنت کی تمام مہمات انجام پا جائیں گی تو میں چند امراء کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اسی اثناء میں ابراہیم عادل شاہ کو شاہ نور عالم کی گرفتاری کی خبر ملی وہ بہت طیش میں آیا اور فوراً الیاس خاں سرنوبت کو ایک زبردست فوج کے ہمراہ بلگوان کی طرف روانہ کیا تاکہ شہزادہ اسمٰعیل کے ہنگامے کو فرو کیا جا سکے۔

قلعہ بلگوان کا محاصرہ

الیاس خاں نے بلگوان پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا' اسمٰعیل میں مقابلے کی ہمت نہ تھی لہٰذا وہ قلعہ بند ہوگیا۔ الیاس نے قلعے کے آنے جانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ عین الملک بھی بادشاہ کے حکم کے مطابق بلگوان پہنچا اور ظاہری طور پر اس نے بھی قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ وہ چوری چھپے اہل قلعہ کو غلہ اور ضرورت کا دیگر سامان پہنچاتا رہا۔ بادشاہ کو اس کا علم ہوگیا اور اس نے عین الملک کی طلبی کا فرمان جاری کر دیا۔

عین الملک کی طلبی کا فرمان

اس فرمان میں لکھا تھا کہ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے ان دنوں سب سے اہم مسئلہ قلعہ بلگوان کی فتح ہے۔ تم چونکہ سپہ سالار ہو اس لئے اس سلسلے میں تم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا تم جلد از جلد شاہی بارگاہ میں پہنچ جاؤ تم جو تدبیر بتاؤ گے اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ کچھ اور امور کے متعلق بھی تم سے بات چیت کرنی ہے۔

عین الملک کا بیجاپور پہنچنا

عین الملک نے بڑی خندہ پیشانی سے شاہی فرمان کا استقبال کیا اور جلد از جلد پایہ تخت کی طرف روانہ ہوگیا تاکہ بادشاہ کو اپنی طرف سے مطمئن رکھے۔ عین الملک اپنے چند خاص الخاص رفیقوں کے ہمراہ شاہی بارگاہ میں پہنچ گیا اور اس نے چند غیر مسلم مقربین شاہی کو روپیہ پیسہ دے کر اس کام پر نامزد کیا کہ وہ ہر وقت بادشاہ کے سامنے اس کی تعریف کرتے رہیں۔

بادشاہ کا نقطہ نظر

ابراہیم عادل شاہ ثانی اگرچہ عین الملک کی حرکات اور اس کی مکاریوں سے پوری طرح واقف تھا' لیکن اس نے کوئی ایسی بات نہ کی جس سے غصے کا اظہار ہوتا۔ زمانہ ماضی میں عین الملک نے بادشاہ کی جو خدمت کی تھی' ابراہیم کے دل میں اس کی بہت قدر تھی۔ اس وجہ سے بادشاہ نے نرمی اور لطف و کرم سے کام لے کر عین الملک کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ بادشاہ کا خیال تھا کہ اس قسم کے سلوک سے عین الملک نادم ہو کر اپنے دل سے نمک حرامی اور غداری کے خیالات کو دور کر دے گا۔

عین الملک شاہی دربار میں

عین الملک کی آمد کے بعد بادشاہ نے اپنا دربار وسیع پیمانے پر آراستہ کیا' تمام امراء اور عسکری سردار کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے۔ شان و شوکت کا یہ عالم دیکھ کر عین الملک قدرے سہم گیا اور اس نے تین چار جگہ زمین خدمت کو بوسہ دیا اور بعدازاں شاہی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تخت شاہی کے پایوں کو چوم کر بادشاہ کے حکم کے مطابق اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

شاہی عنایات عین الملک پر

بادشاہ کی نگاہوں نے عین الملک کے خوف و ہراس کو بھانپ لیا لہٰذا کچھ دیر تک دوسروں سے باتیں کرتا رہا۔ اور پھر عین الملک کی

طرف متوجہ ہوا' بادشاہ نے اس سے بڑی میٹھی میٹھی باتیں کیں اور اسے خلعت فاخرہ کمربند' خنجر مرصع' اسپ تازی اور ایک چابک سے سرفراز کیا۔ جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے اس کے بعد عین الملک کو اپنی جاگیر میں واپس جانے کی اجازت مل گئی۔ اور دوسرے روز صبح کے وقت وہ اپنے پرگنہ بکری کی طرف روانہ ہوگیا۔

عین الملک کی روش

عین الملک نے بادشاہ کے لطف وکرم اور اس کے بہترین سلوک کا کوئی خیال نہ کیا اور حسب سابق اسمٰعیل کی دوستی کا دم بھرتا رہا اور اہل قلعہ کو چوری چھپے غلہ اور دیگر سامان ضرورت پہنچاتا رہا' عین الملک کی یہ حرکت سب پر ظاہر ہوگئی۔ اتفاق سے انہیں دنوں بیجاپور کا کوتوال حیات خاں (جو کہ دکن کے ایک ادنیٰ طبقے سے تعلق رکھتا تھا) الیاس خاں کو بارود اور ضرورت کی دوسری اشیاء پہنچانے کے لئے بلگوان گیا ہوا تھا۔ واپسی پر وہ قصبہ بکری میں مقیم ہوا اور اس نے عین الملک کی دعوت کی۔

حیات خاں اور عین الملک میں سخت کلامی

حیات خاں کی زندگی گھٹیا قسم کے لوگوں میں گزری تھی اور وہ ان سے بازاری باتیں کرتا رہتا تھا۔ عین الملک کو اس نے ایسا ہی شخص سمجھا اور اس سے بہت ہی سطحی قسم کی گفتگو شروع کی۔ عین الملک کو اس رذیل کی اس ناشائستہ حرکت پر سخت غصہ آیا اور اسے سخت سست کہا۔ حیات خاں بھی آپے سے باہر ہوگیا اور اس نے عین الملک کو کھلے لفظوں میں غدار اور حرام خور کہا۔

حیات خاں کی گرفتاری

حیات خاں نے عین الملک کو اس طرح مخاطب کیا۔ "میں ایک ضروری کام کے لئے بلگوان گیا تھا اور اسی سلسلے میں یہاں آیا ہوں مجھے بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں کہ جن سے تمہاری غداری اور نمک حرامی کا ثبوت ملتا ہے۔" حیات خاں نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ عین الملک خوفزدہ ہو۔ اس کو روپیہ پیسہ دے دلا کر خوش کرے لیکن عین الملک اب اس مرحلے سے بہت آگے نکل چکا تھا۔ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ اس کی غداری اب کوئی راز نہیں رہی۔ لہٰذا اس نے نرمی اور ملائمت کو بالائے طاق رکھ کر حیات خاں کو گرفتار کرلیا۔

عین الملک کی علانیہ بغاوت

اس کے بعد عین الملک نے برسرعام بادشاہ کی مخالفت کرنی شروع کردی اور اپنی طاقت پر ناز کرنے لگا۔ اس نے فوراً قرب وجوار کے حاکموں کو خطوط لکھے اور انہیں شہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت کی ہدایت کی۔ ان حاکموں میں سے اکثر نے خفیہ طور پر اطاعت کا وعدہ کیا۔ قلعہ مرج کے باشندوں نے بسرایک نامی تھانیدار قلعہ کو معزول کردیا اور اسمٰعیل کی اطاعت کا کھلے بندوں اعلان کیا۔

عین الملک کا خط برہان نظام شاہ کے نام

عین الملک نے برہان نظام شاہ کے نام ایک خط لکھا جس میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کی شکایت کی گئی تھی اور یہ پیغام دیا گیا تھا کہ "تمام قلعے اور قصبے شہزادہ اسمٰعیل کے قبضے میں آگئے ہیں اور اس علاقے کے تمام امراء اور پایہ تخت کے سارے معزز اشخاص نے شہزادے کی وفاداری کا عہد کرلیا ہے سب لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ شہزادے کے سر پر چتر شاہی رکھ کر بیجاپور کا سفر اختیار کیا جائے۔ لیکن یہ عظیم اقدام آپ کی اعانت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ اگر حضور اپنے کرم سے کام لیں تو یہ کام بڑی عمدگی سے انجام دیا جاسکتا ہے۔ شہزادے کے ہاتھ میں حکومت آگئی تو وہ سب کے لئے باعث رحمت ہوگا۔ کامیابی کے بعد ہم بطور شکریہ کے شاہ درک اور شولاپور کے قلعے اور تمام سرحدی پرگنے آپ کے نذر کریں گے۔

عین الملک کی خوشی

برہان نظام شاہ کے پاس جب خط پہنچا تو اس نے ابراہیم عادل شاہ ثانی کے تمام احسانات کو فراموش کر کے شہزادے کی مدد کا وعدہ کر لیا اور اپنی فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا' عین الملک کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بے انتہا خوش ہوا' اس نے فوراً وہ لشکر جو الیاس خاں کی مدد کے لئے بلگوان بھیجا تھا واپس بلا لیا۔

ملابار کے ہندوؤں کا فتنہ

اسی دوران میں ملابار کے ہندوؤں نے ایک ہنگامہ بپا کیا۔ انہوں نے قلعہ چند کوئی کو جسے علی عادل شاہ نے تسخیر کیا تھا' اپنے قبضے میں کر لیا۔ ان غیر مسلموں کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ انہوں نے بنکاپور میں بھی تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔

الیاس خاں اور محمد خاں رومی کی گرفتاری

الیاس خاں قلعہ بلگوان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا وہ بھی دوسرے امراء کی طرح بادشاہ کا مخالف تھا۔ اس کے جی میں خدا جانے کیا آئی کہ سوچے سمجھے بغیر ہی بیجاپور چلا آیا۔ پایہ تخت میں اس کی آمد سے سخت کہرام مچا' ہر شخص خوفزدہ ہو گیا عین ممکن تھا کہ پایہ تخت میں بھی ایک طوفان بدتمیزی بپا ہو تا کہ بادشاہ نے دانش مندی اور فراست سے کام لے کر الیاس خاں اور محمد خاں رومی کو جو دشمن سے ملے ہوئے تھے' گرفتار کر لیا۔ اور انہیں ایک تنگ و تاریک قید خانے میں ڈال دیا۔

بادشاہ نے چاروں طرف امراء کے نام فرمان روانہ کئے اور انہیں بارگاہ شاہی میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ کچھ ہی عرصے میں پایہ تخت میں بے شمار سپاہی جمع ہو گئے۔ بڑے امراء میں عالم خاں دکنی جو ابھی تک بادشاہ کا مخلص وفادار تھا۔ پچاس سواروں کے ساتھ سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ عین الملک نے بلگوان کے قرب وجوار کے امراء کو جب ان جگہوں پر موجود نہ پایا تو اس نے آنکس خاں کی ساتھ مل کر اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی تیاریاں تیز تر کر دیں۔

اسمٰعیل چترشاہی کے سائے میں

آنکس خاں نے ان گنت روپیہ صرف کر کے دس ہزار سواروں اور بیس ہزار پیادوں کا ایک زبردست لشکر جمع کر لیا اور اپنی قوت کے نشے میں سرشار ہو کر برہان نظام شاہ کی آمد کا انتظار کئے بغیر بلگوان کی طرف روانہ ہو گیا۔ آنکس خاں نے شہزادہ اسمٰعیل سے ملاقات کی اور برہان نظام شاہ کی آمد کی امید میں شہزادے کے سر پر چترشاہی سایہ فگن کر دیا۔

باغیوں کی سرزنش کا انتظام

ابراہیم عادل شاہ ثانی کو جب ان حالات کی خبریں پہنچیں تو اس نے فوراً حمید خاں حبشی کو سرلشکر مقرر کیا اور اسے ربیع الثانی کے مہینے میں امراء اور منصب داروں کے ساتھ باغیوں اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ جب حمید خاں عساپور پہنچا تو عین الملک اور اس کے ساتھیوں نے اسے شہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ حمید خاں نے ویسا ہی کیا جیسا کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے کہا تھا۔ حمید خاں نے باغیوں کی بڑی عزت کی اور عین الملک کو کہلا بھیجا کہ میں تم لوگوں سے لڑائی کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ میرا ارادہ شہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت و وفاداری کا اظہار کرنا ہے۔ اگر شہزادہ برہان نظام شاہ کی آمد سے پہلے ہی قلعے سے باہر نکل کر چترشاہی کو اپنے سر پر سایہ فگن کرے تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت کا اظہار کروں گا۔

عین الملک کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے۔ اس نے حمید خاں کی بات مان لی اور برہان نظام شاہ کی آمد کا انتظار کئے بغیر (جو قلعہ پرندہ کے قرب وجوار میں پہنچ چکا تھا) شہزادے کو ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکل آیا۔ عین الملک اور حمید خاں نے ایک بہت بڑے میدان میں ملاقات کی۔ حمید خاں اور اس کے ساتھیوں نے عین الملک اور شہزادے کے استقبال میں بڑے تکلف اور خوش اسلوبی سے کام لیا۔

عین الملک کا بڑا بیٹا عالی خاں بہت سمجھ دار اور عاقبت اندیش تھا۔ وہ اپنے باپ کو ہمیشہ بادشاہ کی مخالفت سے منع کیا کرتا تھا اس نے حمید خاں اور اس کے ساتھیوں کی نیت کو بھانپ لیا۔ اسے اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ ان لوگوں کے ظاہری خلوص کی تہہ میں کتنا زہر بھرا ہوا ہے۔ عالی خاں نے عین الملک کو حمید خاں کے فریب سے آگاہ کرنے کی کوشش کی' لیکن عین الملک کو یقین نہ آیا اور اس نے عالی خاں کے بیان کو خود غرضی و مطلب پرستی پر محمول کیا۔

عین الملک کا قتل

ربیع الثانی کی ۱۹ تاریخ کو جمعہ کے روز ہیکری میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ عین الملک کے حکم کے مطابق فرش اور قالین بچھا کر مجلس کو سجایا گیا۔ شہزادہ اسمٰعیل' حمید خاں کے بارے میں تحقیق حال کئے بغیر ہی شراب نوشی اور گانا سننے میں مشغول ہو گیا۔ حمید خاں کچھ اور ہی سوچے ہوئے تھا۔ اس نے اپنے توپچیوں کو اشارہ کیا اور شہزادے کے لشکر پر گولہ باری ہونے لگی۔ عین الملک نے اس موقع پر فرار ہو جانے کی کوشش کی لیکن سہیل خاں خواجہ سرا کے حملے نے اس کے لشکر کو تہس نہس کر دیا' عین الملک زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ سہیل خاں نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

شہزادہ اسمٰعیل کی گرفتاری

اس کے بعد سہیل خاں نے شہزادے کے لشکر کی طرف رخ کیا۔ شہزادے نے عالی خاں اور آنکس خاں کے پاس پہنچ جانے کا ارادہ کیا تاکہ ان دونوں کے ساتھ برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہو اور بعد میں جنگ کی باقاعدہ تیاری کر کے میدان جنگ میں آئے۔ شہزادہ اسمٰعیل پر شراب کا نشہ طاری تھا اس لئے گھوڑے کو دوڑاتے وقت وہ زمین پر گر گیا۔ سہیل خاں کے سپاہیوں نے فوراً اسے گرفتار کر لیا۔

شہزادے کا قتل

شاہی ملازموں نے عین الملک کا سر پایہ تخت بیجاپور روانہ کیا اس کو رسی سے باندھ کر لٹکا دیا گیا۔ تمام لوگ اسے دیکھنے کے لئے دور دور سے آئے الغرض ایک ہفتے تک یہی عالم رہا۔ شہزادہ اسمٰعیل کو سلحداروں کے سردار خانجی بن شجاعت خاں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعدازاں سہیل خاں اور اعتماد خاں وغیرہ امرائے عادل شاہی بیجاپور پہنچے اور انہوں نے بارگاہ شاہی میں حاضری دی۔ اسی روز عین الملک کے سر کو ایک توپ کے دہانے پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔

نمک حراموں کا قتل

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے قلعہ مرج کے تھانیدار مسمی مالک کے نام ایک فرمان روانہ کیا کہ تمہارے قلعے میں سترہ عدد غدار اور نمک حرام نظربند ہیں انہیں جلد از جلد قتل کر دیا جائے۔ اور ان کے سر پایہ تخت روانہ کر دیئے جائیں۔ قلعے کے تھانیدار نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور سترہ قیدیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے تہہ تیغ کر دیا اور ان کے سر پایہ تخت بیجاپور روانہ کر دیئے۔

انعام واکرام

جب سرکشوں اور باغیوں کو خوب اچھی طرح نیست و نابود کر دیا تو پھر بادشاہ نے ہر چہار طرف سے مطمئن ہو کر اپنے وفادار اور جاں نثار امراء اور ملازمین کو انعام واکرام سے مالا مال کیا۔ عالم خاں کو مصطفیٰ خاں کا خطاب دیا گیا اور اسے دو ہزاری امراء کے طبقے میں داخل کیا گیا۔ سہیل خاں کو (جس نے اپنی بہادری کا بروقت مظاہرہ کر کے دشمن کو پامال کیا تھا خلعت عطا کیا گیا۔ نیز اس کے عہدے میں اضافہ کیا گیا۔

برہان نظام شاہ کی پریشانی

یہ تمام واقعات دشمنوں کے لئے بڑی اذیت دہ تھے خاص طور پر برہان نظام شاہ بہت پریشان تھا کیونکہ اس نے عادل شاہی خاندان کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ قلعہ ہرندہ کے نواح سے احمد نگر واپس آگیا۔

شاہ نواز خان کے حالات

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہئے کہ راقم الحروف فرشتہ پر خان والا شان شاہ نواز خاں کے لئے بے پناہ احسانات ہیں۔ اس تاریخ کی تالیف کے زمانے میں اس نے جس طرح راقم الحروف پر احسانات کئے ان کا تقاضا ہے کہ ہندوستان کے فرماں رواؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ نواز خاں کے حالات بھی درج کئے جائیں۔

خواجہ علاؤ الدین محمد شیرازی اپنے زمانے کے ایک مشہور بزرگ تھے۔ شیراز کے حاکم اور معززین شہران سے بہت لگاؤ رکھتے تھے اور ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ خواجہ صاحب کے تین بیٹے تھے۔ خواجہ معین الدین' خواجہ معزالدین عنایت اللہ اور خواجہ ہدایت اللہ' یہ تینوں علم و فضل کے اعتبار سے اپنے معاصرین میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔

علم و فضل

خواجہ شیرازی کو علم منطق و حکمت سے بہت دلچسپی تھی انہوں نے اس سلسلے میں بہت کمال حاصل کیا۔ کئی کتابیں لکھیں جو آج بھی شائقین علم کے لئے بہترین رہنما ہیں۔ جن دنوں خواجہ فتح اللہ شیرازی کو علی عادل شاہ نے ہندوستان آنے کی دعوت دی' خواجہ شیرازی نے سفر ہندوستان کا ارادہ کیا' وہ سمندر کے راستے بیجاپور آئے کچھ دنوں یہاں قیام کرنے کے بعد ہندوستان کے مشہور شہروں برہان پور' مندو' اجین' آگرہ' دہلی اور لاہور وغیرہ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔

زیارات مقامات مقدسہ

اس کے بعد ہندوستان کے تحفے تحائف لے کر وہ شیراز واپس گئے۔ کچھ مدت بعد انہوں نے حج کا ارادہ کیا اور شیراز سے حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوگئے۔ راستے میں بغداد میں قیام کر کے حضرت امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی کے روضہ مبارک کی زیارت کی پھر سامرہ پہنچے۔ اور حضرت امام نقیؓ اور امام حسن عسکریؓ کے روضوں کی زیارت کر کے یہاں کے مجاوروں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔
اس کے بعد خواجہ صاحب نجف اشرف میں پہنچے اور حضرت علیؓ کے روضہ پاک پر جبہ سائی کی اور مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی راہ لی۔ حضرت محمد صلعم کے آستانہ مبارک پر حاضری دینے کے بعد اپنے وطن شیراز میں واپس آگئے۔ کچھ دنوں کے بعد خواجہ صاحب کو پھر شوق سیاحت نے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ ۹۹۷ھ میں ملا تکیبی شاعر اور خواجہ عنایت اللہ کے ہمراہ براستہ بندر خروان بذریعہ کشتی بند چیول پہنچے۔ کچھ دنوں تک یہاں کے عالموں اور فاضلوں کا فیض صحبت اٹھا کر بیجاپور پہنچے۔
ان دنوں بیجاپور میں دلاور خاں وکیل السلطنت تھا۔ خواجہ صاحب اس کے توسط سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ ان سے بڑی مہربانی سے پیش آیا اور انہیں اپنے خاص ندیموں میں شامل کر لیا۔ ۱۰۰۰ھ میں انہیں عادل شاہی قاصد کی حیثیت سے برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا گیا۔ انہوں نے بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ بادشاہ ان کی خدمات سے بہت خوش ہوا اور ان کے عہدے میں ترقی دی گئی۔

۱۰۰۲ھ میں انہیں بادشاہ کی طرف سے محمد قلی شاہ کے پاس حیدر آباد میں جو کہ بھاگ نگر کے نام سے مشہور ہے بھیجا گیا کہ کچھ اہم سیاسی امور کے بارے میں گفتگو کی جائے۔ خواجہ صاحب نے اس کام کو بھی بڑی اچھی طرح انجام دیا انہیں دنوں بلگوان کا فتنہ اٹھا اور [illegible] اسمٰعیل نے علم بغاوت بلند کیا۔ اس زمانے میں جبلہ عین الملک جیسے بڑے امیر نے بادشاہ کی کھلم کھلا مخالفت کی اور دوسرے امراء

نے خفیہ طور پر بادشاہ کے مخالفین کا ساتھ دیا۔ خواجہ صاحب نے بادشاہ کی بڑی خدمات انجام دیں۔

مورخ فرشتہ کی بادشاہ سے ملاقات

انہوں نے اس ہنگامہ خیز زمانے میں بادشاہ کی بہی خواہوں کو بڑے بڑے عہدے اور انعامات اور مخالفین کو سخت ترین سزائیں دلوائیں۔ اسی زمانے میں انہوں نے راقم الحروف فرشتہ، مصنف کتاب ہذا کو اپنی عنایات کا مرکز بنایا اور بادشاہ کی مجلس میں حاضری کا موقع دیا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے مجھ سے بات چیت کی اور مشہور تاریخ "روضۃ الصفا" کا ایک نسخہ جو بہت اعلیٰ خط میں لکھا ہوا تھا عطا کیا۔ خلعت سے سرفراز کیا نیز عہدے اور جاگیر میں اضافہ کیا۔ بادشاہ نے راقم سے فرمایا "اب تک ہندوستانی حکمرانوں کے حالات میں کوئی مفصل کتاب نہیں لکھی گئی۔ اگرچہ نظام الدین احمد بخشی کی کتاب موجود ہے لیکن یہ بہت ہی مختصر ہے۔ نیز اس میں فرماں روایان دکن کے حالات سرسری طور پر ہیں نہ ان میں تحقیق ملتی ہے اور نہ تفصیل، اب تم ہمت کرو اور ایک ایسی تاریخ مرتب کرو جو ہر لحاظ سے قابل قدر ہو اور جس میں ہمارے عہد حکومت کے حالات تفصیل سے درج ہوں۔ عبارات منشیانہ، تصنع اور تکلف، نیز جھوٹ اور بے سروپا باتوں سے بالکل عاری ہو۔

راقم الحروف بارگاہ شاہی میں آداب بجالایا اور اس کام کو انجام دینے کا وعدہ کیا میں نے اسی ہفتے چند واقعات لکھے اور سب سے پہلے شاہ نواز خاں کی خدمت میں پیش کئے۔ خان موصوف نے ان اوراق کو دیکھا اور تصحیح کی اور پھر انہیں شاہی خدمت میں ارسال کیا۔

شاہنواز خاں کا وکیل مطلق مقرر ہونا

شہزادہ اسمٰعیل کے ہنگامے کو ختم کرنے کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی نے یہ ارادہ کیا کہ برہمنوں کی جماعت جس کے ہاتھ میں تمام ملکی مہمات کی باگ ڈور رہتی تھی، معزول کر دیا جائے اور اس کی جگہ ایسے مدبر اور صاحب دانش شخص کا تقرر کیا جو ان معاملات میں خوش اسلوبی سے طے کر سکے، بادشاہ کی نظر انتخاب شاہنواز پر پڑی ۱۰۰۳ھ میں خان صاحب موصوف کو سب سے بڑا عہدہ دیا گیا یعنی وکیل مطلق مقرر کیا گیا۔

شاہنواز خاں نے سلطنت و حکومت کے کاموں کو اس خوش اسلوبی اور عمدگی سے انجام دیا کہ زبان قلم تعریف کرنے سے قاصر ہے۔ یہ خان صاحب ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ملک بڑی تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ خان صاحب کی تعریف کرنے سے قاصر ہے لہٰذا مدح وثنا سے گریز کر کے مزید حالات سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔

ملک کے حالات سے بادشاہ کی آگاہی

وکیل مطلق کے عہدے پر سرفراز ہونے کے بعد شاہنواز خاں نے طے کیا کہ بادشاہ کو ملک کے حالات سے پوری طرح باخبر رکھنا ملک اور بادشاہ دونوں ہی کے لئے بہتر ہے لہٰذا اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ پرچہ نویسوں کی بھیجی ہوئی خبروں کو خود پڑھنے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیتا۔ بادشاہ ان تحریروں کو پڑھ کر نہ صرف یہ کہ ملک کے حالات سے باخبر رہتا بلکہ اسے خط شکستہ کے پڑھنے میں بھی مہارت حاصل ہو گئی۔

بادشاہ کی فارسی دانی

اس کے بعد شاہنواز نے بادشاہ کی خدمت میں فارسی نظم و نثر کی کتابیں پیش کرنی شروع کیں۔ بادشاہ نے ان کتابوں کو پڑھا اور زبان فارسی میں اتنا کمال حاصل کیا کہ اہل زبان حضرات کی طرح گفتگو کرتا۔ جس وقت بادشاہ فارسی میں بات چیت کر رہا ہوتا تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ بادشاہ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی دوسری زبان میں بات چیت بھی کی ہے۔

اگرچہ شاہنواز خاں بادشاہ کا استاد تھا لیکن اس خیال سے کہ اس نے اکثر دنیاوی معاملات میں بادشاہ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ بادشاہ کو

اپنا استاد کہتا تھا۔ شاہنواز نے ایک گراں قدر یاقوت پر یہ عبارت نقش کروائی "شاگرد ابراہیم عادل شاہ' شاہنواز خاں" اور پھر اس یاقوت کو انگشتری میں جڑوا کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے شاہنواز کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

شاہی محل کی تعمیر

ایک روز ابراہیم عادل شاہ ثانی نے شاہنواز خاں سے کہا۔ "ملک میں ہمارا مرتبہ سب سے اونچا ہے اور ہر شخص پر ہمیں برتری حاصل ہے اور تمہیں ہم سے قربت حاصل ہے۔ اسی مناسبت سے تمہارا محل بھی انتہائی عظیم الشان ہونا چاہئے لہذا تم ایک ایسا عالیشان محل تعمیر کرواؤ جو ہر لحاظ سے رشک فردوس ہو۔ شاہنواز خاں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور معماروں کو کام پر لگا دیا کچھ عرصہ میں ایک عظیم الشان محل تیار ہو گیا۔

اس محل کی تفصیل یہ ہے چار دیواریں ہیں جن کا ضلع تقریباً چار سو گز ہے شمال کی طرف دو دروازے ہیں' ان میں سے ایک دروازہ بہت ہی بلند ہے جو اس بازار کی طرف کھلتا ہے جو بازار شاہ نواز کے نام سے مشہور ہے۔ دوسرا دروازہ بادشاہ کے دربار کی طرف واقع ہے اس دروازے کے اوپر ایک ہشت پہلو عمارت بنی ہوئی ہے جس کا نام "نورس بہشت" ہے' اس عمارت کی دیواروں پر اندر اور باہر دونوں طرف سنہرے نقوش بنائے گئے ہیں جو لوگ شاہی محل میں داخل ہوتے ہیں وہ پہلے ان نقوش کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہوتے ہیں تب قدم آگے بڑھاتے ہیں۔

شاہنواز خاں اکثر اس عمارت میں اپنی مجلس آراستہ کرتا ہے اور حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ چار دیواری کے درمیان ایک اور خوبصورت عمارت بھی ہے جس کے دونوں طرف کمرے بنائے گئے ہیں۔ اس عمارت کا رخ شمال کی طرف ہے اور اس کا نچلی حصہ خس پوش ہے۔ اس عمارت کے پیچھے دوسرے بلند ترین مکانات ہیں جن پر چڑھ کر سارے شہر کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ شمالی ایوان کے سامنے پختہ چبوترہ ہے اور عمارت کے بالکل درمیان میں ایک تالاب ہے جس کا پانی بہت ہی صاف و شفاف ہے۔ عمارت کے چاروں طرف ایک خوبصورت باغ ہے۔

میرزا علاؤ الدین دلیسہ کی پیدائش

یہ محل بہت ہی مبارک ثابت ہوا اس کی تکمیل کے بعد ۳ ربیع الثانی ۱۰۱۰ھ کو شاہنواز کے گھر بیٹا پیدا ہوا جس کا نام میرزا علاؤ الدین رکھا گیا۔ شہر کے اکابر نے شاہنواز خاں کو مبارکباد دی۔ مولانا فہمی نے مبارکباد کا قصیدہ پیش کر کے انعام و اکرام حاصل کیا۔ اس محل کے مسعود ہونے کی دوسری اور بڑی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کو شاہنواز کے گھر بیٹا ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے خاں موصوف کو مبارکباد دینے کے لئے اس محل میں تشریف لانے کا ارادہ کیا۔

شاہانہ سواری

شاہ نواز خاں کو شاہی ارادے کی اطلاع ہوئی تو اس نے شاہانہ سواری کے استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں' اس نے ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا۔ محل کے صحن میں ایک قیمتی فرش بچھایا گیا اور اس پر زریں شامیانہ لگایا گیا۔ مقررہ دن کو صبح کے وقت بادشاہ کی سواری شاہ نواز کے محل کی طرف روانہ ہوئی۔ سارا راستہ دلہن کی طرح سجایا گیا طرح طرح کی رنگین جھنڈیاں بازار شاہ نواز کی دونوں جانب لگائی گئیں۔ بڑے بوڑھوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی عمر میں بازار کو کبھی ایسا آراستہ نہیں دیکھا۔

بادشاہ' شاہ نواز کے گھر میں

بادشاہ جب شاہ نواز کے محل پر پہنچا تو بڑے اعلیٰ طریقے سے اس کا استقبال کیا گیا۔ سب سے پہلے بادشاہ نے منقش دہلیز کا نظارہ کیا اور آگے بڑھا۔ اس کے بعد نورس بہشت کو دیکھا' اس عمارت کی خوبصورتی اور دلکشی سے بادشاہ اس قدر متاثر ہوا کہ وہیں اپنی بزم نشاط

منعقد کی- پانچ مجمر روشن کئے گئے' عطر کی خوشبو سے ساری فضا مہکنے لگی- بادشاہ نے اپنے بعض مقربین' شعراء اور درباریوں کو طلبی کا حکم دیا اور اخلاص خاں وغیرہ حاضر خدمت شاہی ہوئے- امرائے شاہی ادب سے آداب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوئے اور مولانا فیضی اور مولانا ظہوری نے موقع و محل کی مناسبت سے کچھ بہترین اشعار سنا کر محفل کو گرم کیا بادشاہ نے کلام کی تعریف کر کے دونوں کی ہمت افزائی کی-

جشن عیش و عشرت

اس کے بعد ملازمین نے چاروں طرف اعلیٰ درجے کے کھانے اور انواع واقسام کے پھل ترتیب سے لا کر رکھ دیئے- جب بادشاہ کھانے سے فارغ ہوا تو شاہ نواز نے تازی گھوڑے' گران قدر کپڑے اور حبشی غلام بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے اور امراء وارا کین سلطنت کو خلعتوں سے نوازا' جشن مسرت کے اختتام پر بادشاہ نے شاہ نواز خاں کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا نیز ایک ہزار ہون نقدر' دو مرصع پٹکے اور چند تازی گھوڑے عطا کئے اس کے بعد بادشاہ واپس اپنے محل میں آ گیا-

خواجہ معین الدین محمد

اس موقع پر شاہ نواز خاں کے سب سے بڑے بھائی خواجہ معین الدین محمد کا تذکرہ کرنا بھی مناسب ہوگا- خواجہ معین کی ذات خوبیوں کا مرکز تھی- فصاحت بیان' خوش خلقی اور انسان دوستی ہیں وہ اپنی مثال آپ تھا- شاہ نواز جب مقربین شاہی میں شامل ہوا تو خواجہ معین بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا- بادشاہ نے اسے عمدہ جاگیر عنایت فرمائی' لیکن کچھ ہی عرصے بعد ۱۰۱۰ھ میں خواجہ معین کا انتقال ہو گیا- خواجہ معین کی وفات کے وقت اس کے عالم نزع میں راقم الحروف فرشتہ اس کی بالیں پر موجود تھا- اس کی وفات کے بعد بہت زور شور سے بارش ہوئی حالانکہ وہ برسات کا زمانہ نہ تھا-

خواجہ معین کی وفات کے بعد اس کے بڑے بیٹے محمد ظریف کو جو اس وقت چار سال کا تھا باپ کی جاگیر اور املاک کا مالک بنایا گیا- محمد ظریف نے اپنے چچا کے زیر سایہ پرورش پائی اور علوم وفنون میں کمال حاصل کیا- شاہ نواز کا سب سے چھوٹا بھائی خواجہ ہدایت اللہ اپنے بھائی کی وفات کی خبر سن کر شیراز سے بیجاپور آیا اور بڑے بھائی (شاہ نواز خاں) سے تعزیت کر کے واپس شیراز چلا گیا-

خواجہ ہدایت اللہ ان دنوں شیراز ہی میں ہیں اور بڑے بھائی کی طرف سے ایک مسجد تعمیر کروا رہے ہیں- بیجاپور سے ہر سال اس مقصد کے لئے ایک بڑی رقم شیراز بھیجی جاتی ہے-

مفسدوں کی بیخ کنی

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے قلعہ بلگوان کو باغیوں اور سرکشوں کے قبضے سے نکالنے کے بعد مفسدوں کی طرف توجہ کی- ایسے تمام امراء کو جو باغیانہ خیالات رکھتے تھے' معزول کر کے نظر بند کر دیا گیا- برہان نظام شاہ کی طرف سے بھی بادشاہ کا دل مکدر تھا لہٰذا اس کی سرزنش کا بھی ارادہ کیا-

راجائے کرناٹک کی پریشانی

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے- برہان نظام شاہ' شہزادہ اسمعیل کی مدد کے لئے بلگوان روانہ ہوا تھا اور قلعہ پرندہ کے قرب وجوار ہی میں اس نے عین الملک کے قتل اور شہزادے کی گرفتاری کی خبر سن لی تھی' اس وجہ سے اس نے آگے بڑھنا مناسب خیال نہ کیا اور واپس احمد نگر جانے کا خیال کیا- اس ہنگامے اور شورش کے درمیان میں چندر کونی کا قلعہ جو عادل شاہی حکومت کی ملکیت تھا کرناٹک کے غیر مسلم ہندوؤں کے قبضے میں چلا گیا- کرناٹک کا راجہ بڑا سمجھ دار تھا اس نے اندازہ کر لیا کہ ابراہیم عادل شاہ اس طرف ضرور توجہ کرے گا اور اگر اس نے چندر کونی کے قلعے پر دوبارہ قبضہ کر لیا تو کرناٹک کو بہت نقصان پہنچے گا

عالی شاہ کا مشورہ

راجہ یہ سوچ کر بہت پریشان ہوا۔ ان دنوں عین الملک کا بیٹا عالی شاہ راجہ کے پاس ہی مقیم تھا اس نے راجہ کو یہ مشورہ دیا کہ برہان نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے چاہئیں۔ تاکہ عادل شاہی مقبوضات پر ایک طرف سے برہان لشکر کشی کرے اور دوسری طرف سے رائے کرناٹک۔ رائے کرناٹک کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اس نے برہان نظام شاہ کو یہ پیغام دیا۔

برہان نظام شاہ کے نام پیغام

"ابراہیم عادل شاہ کا اقتدار بہت بڑھ گیا ہے اور اندیشہ ہے کہ اس کی ہوس اور بڑھے اور وہ دکن کے دوسرے فرمانرواؤں کو زیر کرنے کی کوشش کرے۔ ایسی صورت میں ہمیں اطمینان سے نہ بیٹھنا چاہئے بلکہ اس اندیشے کا قلع قمع کرنا چاہئے۔" اور برہان نظام شاہ تو خود ہی یہی چاہتا تھا لہٰذا وہ فوراً راجہ سے مل گیا اور یہ طے کیا گیا کہ رام راج مدگل اور ٹپکاپور کے قلعوں پر قبضہ کرے اور برہان شولاپور اور شاہ ورک کے قلعوں کو تسخیر کرے۔

عادل شاہی مقبوضات پر برہان کا حملہ

قصہ مختصر یہ کہ برہان نظام شاہ نے کچھ کئے بغیر قلعہ پرندہ کے قرب وجوار سے واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور لڑائی کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اس نے مرتضیٰ خاں انجو کو سپہ سالار بنا کر دس بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ عادل شاہی ملک کی طرف روانہ کیا۔ اس کارروائی سے اس کا مقصد شاہ ورک اور شولاپور کے قلعوں کو سر کرنا تھا۔

رام راج نے بھی ہنگامہ برپا کیا اور کرناٹک کے بعض شہروں کو عادل شاہی قبضے سے نکال لیا۔ برہان نظام شاہ کے امراء مرتضیٰ خاں وغیرہ قلعہ پرندہ کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ رام راج ابراہیم عادل شاہ کے خوف سے پریشان ہے۔ ان امیروں نے خود تو اسی جگہ قیام کیا اور اپنے سپاہیوں کی مختلف جماعتوں کو عادل شاہی قصبوں اور دیہاتوں کی بربادی' تاراجی کے لئے روانہ کیا۔ ان سپاہیوں نے بڑا فتنہ اٹھایا اور رعایا کو بہت تنگ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے سرحدی امیروں کو باغیوں کی سرزنش کے لئے حکم دیا۔

اوزبک خاں کا قتل

اسی دوران میں مشہور نظام شاہی امیر اوزبک خاں' جس نے عادل شاہی علاقے میں بڑی ہنگامہ خیزی کی تھی' عادل شاہی امراء کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کی موت نے تمام شاہی امیروں کے دل ہلا دیئے۔ احمد نگر کے باشندے بھی یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور مصیبت ٹوٹی وہ یہ کہ ماہ جمادی الاخر کے آخری دنوں میں برہان نظام شاہ تپ محرقہ میں مبتلا ہوا اور ۹ رجب کو خونی اسہال شروع ہو گئے۔ اس کی بیماری کی خبر جب عام ہوئی تو نظام شاہی لشکر میں جو قلعہ پرندہ کے قریب کھڑا تھا سخت بے چینی اور اضطراب پیدا ہوا۔

نظام شاہی لشکر میں انتشار

اس لشکر میں اخلاص خاں حبشی سے زیادہ کوئی صاحب اقتدار امیر نہ تھا وہ نظام شاہی غلاموں کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے دوسرے حبشی اور دکنی امراء کے ساتھ مل کر مرتضیٰ خاں اور دوسرے غریب یا غیر ملکی امرا کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا۔ غیر ملکی امراء کو اس کی اطلاع ہو گئی اور وہ فوراً لشکر سے علیحدہ ہو گئے علیحدگی اختیار کرنے والے امراء میں مرتضیٰ خاں' احمد خاں قزلباش اپنے عزیزوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف چلے گئے۔ خلیفہ عرب اور قزلباش خاں نے ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ عادل شاہ کی بارگاہ میں پناہ لی۔

برہان نظام کی وفات

نظام شاہ کو یہ تمام حالات معلوم ہوئے یہ سب کچھ سن کر اس کو بہت صدمہ ہوا۔ اس کی بیماری پہلے سے کہیں زیادہ مہلک ہوگئی اور آخرکار (جیسا کہ کسی مناسب وموزوں مقام پر تفصیل سے لکھا جائے گا) اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

برہان نظام شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم نظام تخت پر بیٹھا میاں منجدی دکنی وکیل سلطنت کے عہدے پر فائز ہوا چونکہ ابراہیم نظام کی ماں حبشیہ تھی اس لئے تمام مفسد اور فتنہ پرداز حبشی بادشاہ کے مقربین اور ندیمان خاص میں شامل ہوگئے۔ میاں منجدی دکنی مجبوراً خاموش رہا۔

امرائے نظام شاہی کی عاقبت نااندیشی

اسی دوران میں دکنیوں، حبشیوں اور مخلوط النسل امراء نے انتہائی عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کیا اور پے درپے ایسے واقعات ظہور میں آئے کہ ملک کی حالت تباہ ہوگئی۔ ان امراء نے اس علاقے کی عادل شاہی ایلچیوں کا ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ عادل شاہی کی ہمسری کا دعویٰ کرنے لگے اس صورت حال کے پیش نظر ابراہیم عادل نے بذات خود ان نافرمان اور بدکردار امیروں کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کیا اور ایک جرار لشکر ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔

ابراہیم عادل کی لشکرکشی

۲۰ شعبان کو ابراہیم عادل شاہ بہمن علی نامی مقام پر پہنچا۔ بادشاہ نے کچھ دنوں یہاں قیام کیا اور پھر امراء کو انعام واکرام سے مالا مال کر کے شاہ ورک کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم کا خیال تھا کہ اگر احمد آباد کے باشندوں نے سلامت روی سے کام لیا اور لڑائی نہ کی تو ان کی خطاؤں کو معاف کر کے دوستانہ مراسم از سرنو پیدا کر لئے جائیں گے۔ اس خیال کے پیش نظر ابراہیم نے ایک جماعت کو ابراہیم نظام شاہ کے پاس روانہ کیا۔ ابراہیم چونکہ صلح جو تھا اس لئے وہ روزانہ صرف ایک میل کا فاصلہ طے کرتا تھا۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ کسی مقام پر پانچ پانچ، چھ چھ دن ٹھہر جاتا تھا۔ اس تاخیر سے یہ مقصد تھا کہ نظام شاہیوں کو سوچنے اور غور کرنے کی مہلت مل جائے اور وہ اپنی غلطیوں کا خیال کر کے راہ راست پر آجائیں۔ اور ابراہیم عادل شاہ سے معذرت طلب کریں لیکن ایسا نہ ہوا، نظام شاہی امراء اپنی سابقہ روش پر چلتے رہے۔

نظام شاہی امراء کی جنگ کی تیاریاں

ابراہیم عادل شاہ، شاہ ورک پہنچا۔ یہ مقام اپنی آب وہوا کے لحاظ سے بہت پرفضا اور دلکش ہے۔ اس لئے بادشاہ نے چند روز یہاں قیام کیا اور مجالس ہائے عیش ونشاط منعقد کیں۔ اسی دوران میں اخلاص خاں اور دیگر امراء نے جو ابراہیم نظام شاہ پر پوری طرح چھائے ہوئے تھے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ امیر بیس ہزار سواروں کے ساتھ ابراہیم عادل سے مقابلہ کرنے کے لئے عادل شاہی سرحد کے قریب پہنچ گئے۔

ان امیروں نے برہان نظام شاہ کی پیروی کرتے ہوئے ان راجاؤں کو جو عادل شاہی حکومت کے اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے۔ عادل شاہی قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ وبربادی کے لئے اکسایا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت غصے میں آیا اس نے کہا۔ "یہ سچ ہے کہ عالی نسب اور شرافت ہی دنیا کے تمام اچھے کاموں کے پس پردہ ہوتی ہے۔ ہم لاکھ نرمی اور ملائمت سے کام لیتے ہیں لیکن حبشی اور دکنی غلاموں کی فطرت انہیں راہ راست پر آنے سے روکتی ہے۔ لہٰذا اب یہ ضروری ہے کہ ہم لوگ ان عاقبت نااندیشوں اور مفسدوں کو راہ راست پر لانے کے لئے تلواریں سونپ لیں اس کے علاوہ دوسرا طریقہ اب باقی نہیں رہا۔

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے فوج کے تمام سرداروں اور افسروں کو حکم دیا کہ فوراً لشکر کو تیار کر کے دشمن کے مقابلے پر آجائیں

۱۸ ذیقعدہ کو صبح کے وقت بادشاہ نے شاک ورک کے محل میں قیام کیا اور تمام خاص و عام لوگ بادشاہ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنی قوت کا اندازہ کرنے کے لئے لشکر کا معائنہ کیا اور مجید خاں اور شجاعت خاں کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ نظام شاہی فوج سے لڑنے کے لیے روانہ کیا۔

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے متذکرہ بالا سرداروں کو یہ نصیحت کی۔ "تم بہر صورت یہ کوشش کرنا کہ جنگ کی بجائے صلح سے مقصد پورا کیا جائے۔ اور نظام شاہ کے لشکر کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے' لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھنا کہ اگر دشمن اپنی حد سے آگے بڑھے اور ہمارے علاقے میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اسے پوری جواں مردی اور بہادری کے ساتھ تباہ وبرباد کر دینا۔"

عادل شاہی لشکر کی ترتیب

نظام شاہی امراء جنگ پر تلے بیٹھے تھے انہوں نے صلح کی بات چیت کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ یکم ذی الحجہ کو ان لوگوں نے عادل شاہی علاقے میں قدم رکھا اور لڑائی کے لئے تیار ہوگئے۔ حمید خاں نے اپنی فوج کو بڑی خوش اسلوبی سے ترتیب دیا۔ میمنہ پر سہیل خاں خواجہ سرا اور عنبر خاں حبشی کو مقرر کیا گیا' میسرہ پر شجاعت خاں اور ترزہ خاں متعین ہوئے۔ قلب لشکر کو حمید خاں نے خود سنبھالا' مقصود خاں شاہی ہاتھیوں کے ساتھ قول کے سامنے کھڑا ہوا۔

عادل شاہی فوج کی ظاہری شکست

الغرض عادل شاہی لشکر اچھی طرح منظم ہو کر دشمن کی طرف بڑھا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ فریقین نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا' زمین خون سے لالہ زار ہوگئی۔ ایک زبردست جنگ کے بعد عادل شاہ میسرہ اور قلب دشمن سے مغلوب ہوگیا۔ بہت سے عادل شاہی سپاہی میدان جنگ میں مارے گئے اور بہت سے زخمی ہو کر بھاگ نکلے..... لیکن یہ شکست' ظاہری شکست تھی اس کو فتح وکامرانی کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ عادل شاہی لشکر جلد ہی کامیاب ہوا اس اجمال کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

میدان جنگ میں بہت آتش بازی کی گئی تھی' اس لئے دھوئیں کی وجہ سے زمین وآسمان تاریک ہو گئے تھے' ہوا کا رخ عادل شاہی فوج کی طرف تھا۔ شاہی میسرہ اس دھوئیں میں بری طرح گھر گیا۔ ایسی صورت میں سپاہیوں کا اپنی جگہ ٹھیرے رہنا مشکل ہی نہیں تھا بلکہ ناممکن تھا۔ لہٰذا وہ یکے بعد دیگرے میدان سے بھاگنے لگے۔ نظام شاہی امراء نے اس واقعہ کو اپنی فتح پر محمول کیا اور یک دم عادل شاہی لشکر پر حملہ کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عادل شاہی میسرہ کی طرح میمنہ اور قلب لشکر میں بھی انتشار پیدا ہوگیا۔ نظام شاہی لشکر نے مفرور سپاہیوں کا تعاقب کیا۔

ابراہیم نظام شاہ اپنے تحفظ کے خیال سے اپنی فوج کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ اس نے جب عادل شاہی لشکر کو منتشر دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ چند عادل شاہی امراء نے جن میں سنبل خاں اور عنبر خاں بھی شامل تھے۔ ایک طرف کھڑے ہوئے تھے انہوں نے ابھی تک لڑائی میں حصہ نہ لیا تھا اور کسی موقع کے انتظار میں تھے۔ انہوں نے جب نظام شاہی چتر و علم کو دیکھا تو اس کی طرف بڑھے۔ نظام شاہی ہمراہیوں نے جب دشمن کو دیکھا تو انہوں نے ابراہیم نظام سے کہا۔ "ہم لوگ تعداد میں پانچ سو سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس کے برعکس دشمن کے سپاہی ایک ہزار سے زیادہ ہیں اس لئے مناسب یہی ہے کہ ہم لوگ اس وقت جنگ نہ کریں اور کسی محفوظ جگہ پر مقیم ہو جائیں۔ اور اس وقت تک خاموش رہیں' جب تک ہمارے امراء ہمارے پاس جمع نہ ہو جائیں بصورت دیگر نقصان کا اندیشہ ہے۔

سنبل خاں خواجہ سرا اور ابراہیم نظام شاہ میں مقابلہ

ابراہیم نظام شاہ پر جوانی کا نشہ تو چھایا ہوا تھا ہی لیکن وہ اس وقت شراب کے نشے میں بھی غرق تھا اس نے اپنے ہمراہیوں کی نصیحت کو

قابل التفات نہ سمجھا اور کہا۔ "میرے چھوٹے بھائی اسمٰعیل نے دلاور خاں کے مقابلے پر بہادری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہے میں کیسے بزدلی دکھاؤں' سنبل خاں خواجہ سرا کے سامنے بھاگ جانا میرے شایان شان نہیں ہے۔" یہ کہہ کر ابراہیم نظام شاہ نے تلوار نیام سے نکالی اور دشمن پر حملہ آور ہوا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس نے بہادری کا بہت شاندار مظاہرہ کیا لیکن تقدیر کے سامنے اس کی ایک نہ چلی۔

ابراہیم نظام کا قتل

دوران جنگ میں ایک تیر ابراہیم نظام شاہ کو آ کر لگا وہ اس کی تاب نہ لا سکا اور وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے ہمراہیوں نے بڑی مشکل سے اس کی لاش کو میدان جنگ سے باہر نکالا۔ نظام شاہ اپنے حبشی غلاموں کی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے عین عالم شباب میں راہی ملک عدم ہوا۔ تمام سپاہ اور رعیت اس کے غم سے نڈھال ہو کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوئی۔

جو دکنی اور حبشی امراء غارت گری میں مصروف تھے انہوں نے اپنے بادشاہ کے قتل کی خبر سنی وہ ایسے پریشان ہوئے کہ سب کچھ بھول کر ادھر ادھر بھاگ گئے۔ اس طرح انہوں نے اپنے مالک کے خاندان کو پوری طرح تباہ کر دیا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ

اس معرکے میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا' قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے اس کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔ جنگ کے دوران میں جب عادل شاہی میسرہ پریشان ہوا اور اس کے سپاہی میدان جنگ سے فرار ہوئے تو ان میں سے کچھ ایسے حواس باختہ ہو کر بھاگے کہ شہر ورک جا پہنچے۔ ان لوگوں نے شاہ نوار خاں سے کہا۔ دونوں لشکروں نے عصر کے وقت تک ایک دوسرے کا مقابلہ کیا' لیکن بعد میں عادل شاہی لشکر کی بہت بری حالت ہوئی۔ تقریباً سارے امراء کو دشمن نے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ صرف گنتی کے چند جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ سکے اس طرح دشمن نے سارے فیل خانے پر قبضہ کر لیا۔ صرف ایک ہاتھی جس کا نام "رضوان" ہے' ایک ترکی غلام کی بہادری سے محفوظ رہا۔

بادشاہ کا استقبال

اسی اثناء میں چند مخبر بھی شاہی بارگاہ میں پہنچے اور انہوں نے متذکرہ بیان کی تصدیق کی۔ ان اطلاعات کے پہنچنے سے عادل شاہی لشکر میں بڑی بے چینی پھیل گئی' لیکن بادشاہ قطعاً پریشان نہ ہوا اور ہر وقت خداوند تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتا رہتا۔ اس نے عوام و خواص سبھی سے بار بار کہا کہ "یہ خبریں قطعاً بے بنیاد ہیں۔"

حسن اتفاق

ایک روز بھرے دربار میں بادشاہ نے حاضرین سے کہا۔ "مجھے اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ ہم لوگ اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی و بربادی سن کر بہت مسرور و شادماں ہوں گے۔" ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ شاہ نواز خاں دربار میں آیا اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ "حضور! مبارک ہو کہ ہمارا لشکر کامیاب و کامران ہوا دشمن کو شکست فاش ہوئی اور ابراہیم شاہ میدان جنگ میں مارا گیا۔ ہمارے لشکر نے نظام شاہی فیل خانے اور توپ خانے پر قبضہ کر لیا ہے۔" یہ سن کر تمام حاضرین بے انتہا خوش ہوئے۔

ابراہیم عادل شاہ کا حسن اخلاق

اگرچہ ابراہیم نظام شاہ نے بڑی عاقبت نااندیشی سے کام لیا تھا تاہم ابراہیم عادل شاہ کو اس کی موت کا بہت افسوس ہوا۔ اور اس نے اسی وقت اپنی فوج کے سرداروں کے نام یہ حکم جاری کیا کہ وہ اس بات کا پورا پورا خیال رکھیں کہ نظام شاہی ملک تباہ و برباد نہ ہو اور نہ ہی وہاں کی رعایا کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے۔ نیز تمام ارا کین دولت اور سرداران لشکر اس علاقے سے بیجاپور کی طرف چلے جائیں۔ کیونکہ اب یہاں عادل شاہی لشکر کا قیام [illegible]

انعام واکرام

اسی ماہ کے آخری دنوں میں تمام اراکین سلطنت اور امرائے عادل شاہی شاہ ورک میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے گرد جمع ہوگئے۔ بادشاہ نے ہرایک کو انعام واکرام سے مالا مال کیا۔ سہیل خاں عنبر خاں نے چونکہ بہادری اور جرات کا بے مثال مظاہرہ کیا تھا۔ اس لئے ان دونوں کو دوسروں سے زیادہ نوازا گیا اس کے بعد بادشاہ اپنے پایہ تخت میں آگیا اور ذی الحجہ کی ۲۰ تاریخ سے شہید کربلا کی عزاداری میں مصروف ہوگیا۔

اسی دوران میں بادشاہ کو یہ اطلاع ملی بیجانگر کے وہ غیر مسلم جنہوں نے مفسدوں کو ترغیب سے ہنگامہ خیزی کو اپنا شعار بنایا ہوا تھا۔ امرائے عادل شاہی کی آمد کی خبر سنتے ہی اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے ہیں۔ جو غیر مسلم مسلمان سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

حضرت صلعم کے موئے مبارک کی زیارت

یکم محرم ۱۰۰۵ھ کو میر محمد صالح ہمدانی کی آمد کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھ سرکار دو عالم صلعم کے چند موئے مبارک بھی لائے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر بجا لایا۔ اس نے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ محمد صالح سے ملاقات کی اور موئے مبارک کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔ اس واقعے سے بادشاہ کی دینی عقیدت مندی لوگوں پر واضح ہوگئی۔ ابراہیم عادل شاہ کے اکثر فرماں رواؤں نے ان موئے مبارک کی زیارت کرنی چاہی لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی تھی۔ ابراہیم کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسے یہ سعادت نصیب ہوئی۔

بادشاہ جب ان موئے مبارک کی زیارت کے لئے تیار ہوا تو شاہی ملازموں نے طلائی اور نقرئی مجمر میں عود روشن کیا اور سرکار دو عالم پر درود بھیجا۔ ہجرت نبوی کے پورے ایک ہزار پانچ سال بعد یہ معجزہ رونما ہوا کہ آنحضرت صلعم کا موئے مبارک ایک ایسی ڈبیہ سے جس میں کوئی سوراخ نہ تھا روشنی کی کرن کی طرح چمکتا ہوا برآمد ہوا۔

میر محمد صالح کی تعظیم و تکریم

بادشاہ نے میر محمد صالح کو انعام واکرام سے مالا مال کیا۔ یکم محرم سے بادشاہ عزاداری میں مشغول ہوا اور میر محمد صالح کو یہ پیغام بھجوایا۔ "میں نے آپ کے جد محترم کا تعزیہ رکھا ہے اگر آپ تشریف لا سکیں تو بڑا احسان ہوگا۔" میر محمد صالح نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور مع موئے مبارک کے شاہی محل میں قیام پذیر ہوئے۔ بادشاہ نے میر صاحب کی بہت تعظیم و تکریم اور امرائے شاہی و اراکین سلطنت کو ان کی خدمت کا حکم دیا اور کہا کہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے اور ان کے آرام کا پورا خیال رکھا جائے۔ ان کو جس چیز کی ضرورت ہو فوراً بہم پہنچائی جائے اور ان کی کسی فرمائش کو ٹالا نہ جائے۔

میر صاحب کی خواہش

میر محمد صالح سے بادشاہ خود بھی کبھی کبھی ملاقات کرتا اور انہیں شاہی عطیات سے نوازتا۔ جب محرم کا مہینہ ختم ہوگیا اور ماہ صفر کا آغاز ہوا تو بادشاہ نے میر صاحب کو پھر اپنی مہربانیوں سے نوازا' انہیں دس بارہ ہزار ہون نقد اور گراں قدر کپڑوں کی چند گٹھڑیاں عنایت کی گئیں بعدازاں بادشاہ نے ان سے پوچھا "اگر حضور کے دل میں کوئی بات ہو تو بلاتکلف ارشاد فرمائیں فوراً تعمیل کی جائے گی۔" میر صاحب نے جواب دیا۔ "آپ کی عنایت سے مجھے سب کچھ حاصل ہوگیا اب اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ صرف ایک خواہش ہے کہ میں بیت اللہ شریف کا طواف اور آستانہ رسول اکرم صلعم کی زیارت کرنا چاہتا ہوں نیز دوسرے مقدس مقامات کی زیارت کی بھی خواہش ہے اور چاہتا ہوں کہ اب جب کہ میری عمر اسی سال کی ہو چلی ہے انہیں مقدس مقامات میں سے کسی ایک مقام پر اپنی زندگی کے

باقی دن گزار دوں۔"

بادشاہ نے فوراً جہاز کے عملے کو حکم دیا کہ میر صاحب کے سفر کی تیاری کی جائے چند دنوں میں جب سارے انتظامات مکمل ہو گئے۔ تو میر صاحب مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے بوقت رخصت میر صاحب نے دو عدد موئے مبارک بادشاہ کو دیئے۔ یہ مبارک یادگار ایک سونے کی ڈبیہ میں رکھی ہوئی ہے اور ہر جمعہ کی رات اور دیگر متبرک راتوں کو اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اس مقدس تحفے کی وجہ سے بادشاہ طرح طرح کی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کا اقبال روز بروز ترقی کر رہا ہے۔

احمد نگر کی حالت

قارئین کرام کو اچھی طرح معلوم ہے کہ نظام شاہی امیروں نے اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے ابراہیم نظام شاہ کو موت سے ہم کنار کیا اور پھر خود میدان جنگ سے جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے۔ شہر میں پہنچ کر مشہور دکنی امیر منجوی خاں بیگی نے قلعہ اور خزانہ شاہی پر قبضہ کر لیا۔ اس نے تمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا اور سلطنت کے امور کو حسب منشاء طے کرنے لگا۔ بڑے بحث مباحثے کے بعد (جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے بیان کیا جائے گا) منجوی خاں نے ۱۰ ذی الحجہ ۱۰۰۳ھ کو احمد شاہ بن طاہر شاہ کو تخت پر بٹھایا' تمام امراء میں از سرنو عہدے اور منصب تقسیم کئے گئے۔ منجوی خاں حسب معمول سب سے بڑے عہدے یعنی وکیل السلطنت اور نائب کے منصب پر فائز رہا۔

دس پندرہ روز کے بعد احمد نگر کے امراء کو معلوم ہوا کہ احمد شاہ نظام شاہی نسل سے تعلق نہیں رکھتا۔ لہٰذا انہوں نے اس شخص کو معزول کر کے بہادر شاہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا' لیکن منجوی نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکنی اور حبشی امراء میں جنگ شروع ہو گئی۔ منجوی خاں قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا' حبشیوں اور مخلوط النسل امیروں نے قلعے کو گھیر لیا اور اہل قلعہ پر ظلم کرنے لگے۔ منجوی خاں جب بہت زیادہ پریشان ہوا اور اسے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے مجبور ہو کر اپنے قاصدوں کو گجرات روانہ کیا اور شہنشاہ اکبر کے بیٹے شہزادہ مراد سے مدد کا طالب ہوا اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔

شہزادہ مراد کا ورود احمد نگر

شہزادہ مراد کو شہنشاہ اکبر کی طرف سے احمد نگر کو فتح کرنے کی اجازت مل چکی تھی اور وہ موقع و محل کا انتظار کر رہا تھا۔ اتنے میں منجوی خاں کی طرف سے جو دعوت ملی تو وہ بغیر کسی قسم کی تاخیر کے فوراً تیار ہو گیا وہ خاں خاناں کے ساتھ بیس ہزار سپاہیوں کا لشکر جرار لے کر سلطان پورندر کے راستے سے احمد نگر پہنچا۔

شہزادہ مراد کا قلعے کو حاصل کرنے کا ارادہ

شہزادہ مراد سے احمد نگر پہنچنے سے پہلے ہی منجوی خاں حریف پر غالب آ چکا تھا لہٰذا اب اسے مراد کی قطعاً ضرورت نہ رہی تھی۔ ادھر مراد کے ارادے کچھ اور تھے اس نے منجوی خاں سے قلعہ احمد نگر طلب کیا۔ منجوی خاں اپنے کئے پر بہت پچھتایا اسے اس بات پر بہت افسوس ہوا کہ اس نے خواہ مخواہ شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ منجوی خاں نے قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضرورت کا مناسب و معقول انتظام کیا اور اپنے ایک قابل اعتماد امیر انصار خاں کو اس کا نگران مقرر کر کے خود احمد شاہ کے ساتھ آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر بیٹر کی طرف روانہ ہو گیا۔

امرائے احمد نگر کے اختلافات

اس کارروائی سے منجوی خاں کا مقصد یہ تھا کہ موجودہ صورت حال کے پیش نظر لشکر میں اضافہ کرے اور ابراہیم علی عادل شاہ سے مدد کا خواستگار ہو۔ میاں منجوی کو یہ خبر ملی کہ مغلوں نے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا ہے اور چاند بی بی دشمن کی مدافعت کر رہی ہے۔ منجوی

نے لشکر جمع کرنے کی کوشش کی' لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی' اس کی وجہ یہ تھی کہ امرائے احمد نگر اس وقت تین جماعتوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ ایک جماعت آہنگ خاں حبشی کی تھی جس نے شاہ علی بن برہان شاہ بن احمد نظام شاہ کو بادشاہ بنا رکھا تھا' دوسری جماعت اخلاص خاں حبشی کی تھی جس نے موتی نامی ایک مجہول النسب شخص کی بادشاہت کا سکہ جاری کر رکھا تھا' تیسری جماعت منجوی خاں کی تھی جس نے احمد شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا تھا۔

مغلوں کی آمد کے بعد امرائے احمد نگر کی مختلف جماعتوں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اس وقت محاصرے سے علیحدگی اختیار کرے' اپنے حریف کو تباہ و برباد کر کے کسی ایک شخص کو سارے ملک کا بادشاہ اور پھر مغلوں کے ساتھ معرکہ آرائی کرے' لیکن یہ طریق کار بہت نقصان دہ تھا اول تو اس کے لئے بہت وقت درکار تھا' دوسرے یہ اندیشہ تھا کہ جو جماعت مغلوب ہو گی وہ مغلوں سے مل جائے اور اس طرح ملک پر مغلوں کا قبضہ ہو جائے گا۔

اختلافات کا خاتمہ

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے احمد نگر کی امراء کی متذکرہ بالا تینوں جماعتوں کو یہ پیغام دیا "اس وقت یہی بہتر ہے کہ تم لوگ آپس کے اختلاف کو مٹا کر متفقہ طور پر دشمن کا مقابلہ کرو' اس کے بعد جو شخص حکومت کے قابل ہو گا عنان اقتدار اسی کے ہاتھ دے دی جائے گی۔" تینوں فرماں رواؤں نے ابراہیم عادل شاہ کے پیغام کی معقولیت کو سمجھا اور باہمی اختلافات کو ختم کر کے دشمن کے دفیعے کی تدبیر کرنے لگے۔

نظام شاہی امراء کی حمایت

میاں منجوی نے اپنے بیٹے میاں حسن اور مرتضیٰ خاں انجو کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ جب یہ قاصد شاہی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ابراہیم نے فوراً لشکر کی طلبی کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں چاند بی بی نے بھی ابراہیم کے نام ایک درخواست لکھی اور اس سے بصد منت مدد کی خواستگار ہوئی' شاہ نواز خاں نے یہ خطوط بادشاہ کی خدمت میں ملاحظے کے لئے پیش کئے۔ بادشاہ نے ہمسائگی اور قرابت کا لحاظ کیا اور خواجہ سہیل خاں خواجہ سرا کو بیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ نظام شاہیوں کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

دکنی فوج کا متحدہ لشکر

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے نظام شاہی امراء منجوی خاں اور اخلاص وغیرہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی ساری فوج کو ساتھ لے کر سہیل خاں کے ساتھ شاہ درک میں ملاقات کریں اور پھر سب مل کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوں۔ نظام شاہی امیروں نے ابراہیم کی ہدایت پر عمل کیا اور سہیل خاں کے ساتھ مل کر ایک زبردست فوج لے کر آگے بڑھے۔ محمد قلی قطب شاہ نے مہدی قلی سلطان ترکمانی کی نگرانی میں تلنگانہ کا لشکر بھی روانہ کیا جو سہیل خاں سے آملا۔

امرائے اکبری کے مشورے

شہزادہ مراد کو یہ تمام خبریں معلوم ہوئیں اس نے اکبری امراء خاں خاناں اور محمد صادق وغیرہ سے مشورہ کیا' ان امراء نے کہا "ہمارے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ سرکوب تیار کر کے خندق کھود کر قلعے کو فتح کر لیں کیونکہ دشمن ہمارے ہر سرکوب کے مقابلے پر ایک نیا برج تیار کر لیتا ہے اور ہماری ساری محنت بے کار چلی جاتی ہے۔ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے کہ دکنی افواج کی آمد سے پہلے ہی ہم قلعے کو فتح کر لیں۔" سب امراء نے بہت دیر تک غور و خوض کیا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچے کہ نقب زنی کے علاوہ کسی اور تدبیر سے قلعے کو تسخیر نہیں کیا جا سکتا' شہزادہ مراد نے امراء کے اس مشورے کو پسند کیا۔

نقب کی تیاری

اس تجویز پر عمل شروع ہوگیا' اہل قلعہ کو اس ارادے سے بے خبر رکھنے کے لئے آنے جانے کا راستہ بند کر دیا گیا اور نقب کھودنے کا کام پوری مستعدی سے شروع کر دیا گیا۔ شہزادے مراد نے مورچل کی طرف سے حصار کی دیوار میں پانچ مقامات پر شگاف کروایا۔ یکم رجب کو نقب زنی کا کام مکمل ہوگیا اور ان نقبوں میں بارود رکھ کر پتھر اور چونے سے انہیں مضبوط کر دیا گیا۔ ان لوگوں نے یہ سوچا کہ دوسرے روز نماز جمعہ کے بعد نقبوں میں آگ لگا دی جائے گی اور یوں برجوں کو مسمار کر دیا جائے گا۔

شہزادے کے لشکر میں خواجہ محمد خاں شیرازی بھی تھا۔ اس نے چوری چھپے اہل قلعہ کو نقبوں کی تیاری کی اطلاع دے دی' اہل قلعہ اس اطلاع سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے دو نقبوں کا سراغ تو فوراً لگا لیا اور ان میں سے بارود نکال لیا' اس کے بعد وہ باقی نقبوں کو تلاش کرنے لگے وقت مقررہ پر شہزادہ مراد اور دیگر امرائے اکبری جن میں محمد صادق بھی شامل تھا۔ خان خاناں سے مشورہ کئے بغیر ہی تیار ہوگئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جب بارود کو آگ لگنے سے حصار کی دیوار میں شگاف پیدا ہو تو وہ فوراً اندر داخل ہو جائیں اور قلعے پر قبضہ کر لیں' خان خاناں کو انہوں نے اس لئے اپنا شریک راز نہ بنایا تھا تاکہ فتح میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو اور کامیابی کا سہرا شہزادہ مراد اور دیگر امرائے اکبری کے سر رہے۔

قصہ مختصر یہ کہ نقبوں میں آگ لگائی گئی' تین نقبیں جن میں بارود بھرا ہوا تھا' وہ تو فوراً اڑ گئیں اور تقریباً پچاس گز دیوار مسمار ہوگئی لیکن باقی دو نقبیں نہ اڑیں۔ شہزادہ مراد اور محمد صادق وغیرہ کو اصل معاملے کا علم نہ تھا وہ یہ سمجھے کہ باقی دونوں نقبوں میں بھی بارود بھرا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ ان کے اڑنے کا انتظار کرنے لگے تاکہ بعد میں قلعے داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں۔

اہل قلعہ کی مستعدی

شہزادہ اور محمد صادق کے لشکر کا انتظار کرنا اہل قلعے کے لئے ایک نعمت ثابت ہوا۔ ان لوگوں کو ایک نادر موقع مل گیا اور انہوں نے (جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے لکھا گیا ہے) شگافوں میں توپ اور ضرب زن رکھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کا پورا پورا انتظام کر لیا۔ اس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رات تک کوئی مغل سپاہی قلعے کے اندر داخل نہ ہو سکا۔ اہل قلعہ نے شکستہ دیوار کی تعمیر کی طرف بھی توجہ کی' رات کے وقت تمام بڑے چھوٹے یہاں تک کہ عورتیں بھی دیوار بناتی رہیں اور تین گز بلند دیوار چن دی گئی۔

شہزادہ مراد اور محمد صادق یہ توقع لگائے بیٹھے تھے کہ قلعہ جلد فتح ہو جائے گا' لیکن یہ صورت حال دیکھ وہ مایوس ہوگئے۔ اسی دوران میں سہیل خان دکنی لشکر کو ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ شہزادے کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہوئے اس لئے اس نے جنگ ترک کر کے خان خاناں سے مشورہ کیا۔ خان خاناں کو اس بات کا خیال تھا کہ شہزادے نے پہلے ہی اس سلسلے میں بات کیوں نہیں کی۔ لہٰذا اس نے محمد صادق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "جو حضور کے امراء کی رائے ہو وہی مناسب ہوگی۔"

خان خاناں کا مشورہ

یہ جواب سن کر سبھی لوگ نادم ہوئے انہوں نے خان خاناں سے معذرت کا اظہار کیا۔ اس پر اس نے شہنشاہ اکبر کی خیر خواہی کے خیال سے کہا کہ دکنی فرماں رواؤں کے لشکر بڑی تیز رفتاری سے اس طرف آ رہے ہیں۔ ہماری فوج میں غلے کی کمی ہے اس وجہ سے تمام لشکر اور جانوروں کی بہت بری حالت ہے۔ ایسی صورت میں معرکہ کار زار بپا کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ہم اس مقام سے کوچ کر جائیں۔ اور برار میں قیام کریں سب سے پہلے ہمیں برار اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ فتح کرنا چاہئے۔ جب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اور برار کی رعایا کو پوری طرح اپنا مطیع و فرماں بردار بنا لیں تو پھر ہمیں احمد نگر کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اس وقت ہم یقیناً اس قابل ہوں گے کہ اس قلعے کو فتح کر سکیں۔

شہزادہ مراد غلے اور دیگر امراء اور دیگر سامان ضرورت کی کمی کی وجہ سے سخت پریشان ہو رہے تھے ایسے عالم میں خان خاناں کا مشورہ انہیں بہت پسند آیا- ان لوگوں نے اسے اپنا راہنما بنایا اور اس کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا- خاں خاناں اور سید مرتضیٰ خاں سبزواری (جو ممتاز امرائے اکبری میں شامل تھے اور اس سے پہلے مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں برار کا سر لشکر رہ چکا تھا) نے خفیہ طور پر ایسی تدبیریں کیں کہ چاند بی بی خود صلح کا پیغام دے-

صلح

قصہ مختصر یہ کہ شہزادہ مراد کے لشکر اور اہل قلعہ دونوں ہی کی طرف سے کچھ آدمی درمیان میں پڑے اور طرفین میں اس شرط پر صلح ہوگئی کہ "برار کا وہ حصہ جو تقال خاں کے قبضے میں تھا شہزادہ مراد کے حوالے کر دیا جائے- اور باقی تمام حصہ (قلعہ ہور سے لے کر بندر جیول تک اور پرندہ سے لے کر دولت آباد اور سرحد گجرات تک) احمد نگر کے حاکم کے قبضے میں رہے-"

اس معاہدے پر سختی سے پابند رہنے کے لئے طرفین نے آپس میں ایک دوسرے کو بہت یقین دلایا قسمیں کھائی گئیں- معاہدے نامہ پر دونوں طرف سے معززین اور اکابر امراء نے اپنی مہریں ثبت کیں-

حبشی اور دکنی امراء کی علیحدگی

اسی دوران میں سہیل خاں بھی اپنے لشکر جرار کے ساتھ احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا- سہیل کو جب مغلوں کے لشکر اور اہل قلعہ میں صلح کا حال معلوم ہوا تو دکنی اور حبشی امراء نے میاں منجوی اور احمد شاہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور خود احمد نگر کی طرف روانہ ہوگئے- ان لوگوں نے احمد نگر پہنچ کر چاند بی بی سلطانہ کے مشورے اور ہدایت کے مطابق بہادر شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا- بہادر شاہ کی عمر اس وقت تین یا چار سال کی تھی اسی دوران میں چند دنوں کے بعد سہیل خاں، میاں منجو اور احمد شاہ کو ساتھ لے کر بیجاپور کی طرف روانہ ہوا-

فرمانروایان احمد نگر

یعنی

سلاطین نظام شاہی

احمد نظام شاہ

ملک نائب کے آباؤ اجداد

مورخین کا بیان ہے کہ احمد شاہ بحری' ملک نائب نظام الملک بحری کا بیٹا ہے اس کا جد اعلیٰ بیجا نگر کا ایک برہمن تھا۔ جس کا نام "تیمابہت" اور اس کے باپ کا نام "بھر" تھا۔ تیمابہت احمد شاہ بہمنی کے عہد حکومت میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور اس نے مشرف بہ اسلام ہو کر اپنا نام ملک حسن رکھ لیا۔ ملک حسن اپنی ذاتی صلاحیتوں کی وجہ سے شاہی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ سلطان احمد شاہ نے جب دیکھا کہ ملک حسن بہت ہی دانش مند اور صاحب عقل ہے نیز ہندی زبان کا زبردست ماہر ہے تو اس نے یہ غلام اپنے بیٹے محمد شاہ کو عطا کیا۔

ملک حسن بحری

ملک حسن' محمد شاہ کے ساتھ مکتب میں جانے لگا' کچھ ہی عرصے میں اس نے فارسی خط و کتابت میں بڑی مہارت حاصل کر لی اور وہ ملک حسن برلو کے نام سے مشہور ہوا۔ سلطان محمد شاہ اپنے بچپن کے زمانے میں ملک حسن کو "برلو" کی جگہ "بحری" کہا کرتا تھا' لہٰذا بعد ازاں یہی لقب خواص و عام میں مشہور ہو گیا۔

اقتدار میں اضافہ

محمد شاہ نے اپنے عہد حکومت میں ملک حسن پر بڑی مہربانیاں کیں اور اسے اپنے مقربین خاص میں شامل کر لیا۔ اسے قوش بیگی یعنی شکاری جانوروں کا عہدہ عطا کیا' رفتہ رفتہ ملک حسن کے اقتدار اور عزت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اسے "اشرف ہمایوں نظام الملک" کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔

طرف داری تلنگانہ

خواجہ جہاں کاواں نے بھی ملک حسن پر بڑی مہربانی کی اور اسے تلنگانہ کا طرف دار مقرر کیا نیز راجمندری اور کنہ بیل مع مضافات کے اس کی جاگیر میں شامل کر دیئے۔ اس اقتدار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ملک حسن تلنگانہ کے تمام ملکی و مالی معاملات پر حاوی ہو گیا۔ خواجہ جہاں کے قتل کے بعد ملک حسن اس کا جانشین مقرر ہوا اور اسے ملک نائب کا خطاب دے کر سرلشکر بنایا گیا۔

ملک احمد کا تقرر

سلطان محمد شاہ کے انتقال کے بعد اس کی وصیت کے مطابق محمود شاہ بن محمد شاہ نے ملک حسن کو وکیل السلطنت کے منصب جلیلہ پر فائز کیا۔ ملک حسن نے دولت آباد کے ماتحت پرگنوں بیڑ وغیرہ کو صوبہ جنیر میں داخل کیا اور یہ پرگنے اپنے بیٹے ملک احمد کو عطا کیے۔ حسن نے خواجہ جہاں دکنی کی رائے کے مطابق جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے ملک احمد کو جنیر کی طرف روانہ کیا' احمد وہاں قیام پذیر ہوا اور ملکی و سیاسی معاملات طے کرنے لگا۔

مرہٹوں کی نافرمانی

ملک حسن نے مرہٹوں کے نام اس مضمون کے خطوط کئی بار روانہ کیے کہ بیڑ اور جونہ کے قلعے ملک احمد کے حوالے کر دیئے جائیں۔ لیکن مرہٹوں کے ایک گروہ نے (جس پر خواجہ جہاں نے اعتماد کر کے یہ قلعے اس کے حوالے کر دیئے تھے) ان خطوں پر عمل نہ کیا اور یہ

جواب دیا۔ "جب تک ہمارا بادشاہ محمود شاہ بالغ نہ ہو گا ہم بادشاہ کے مطیع و فرمانبردار رہتے ہوئے یہ قلعے اپنے قبضہ میں رکھیں گے اور جب بادشاہ سن بلوغ کو پہنچے گا تو اس کے حوالے کر دیں گے۔"

قلعہ بیٹر کی فتح

ملک احمد نے اس جواب کا برا مانا اور قلعوں کو بزور قوت حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا' اس نے سب سے پہلے قلعہ بیٹر پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ پہاڑ کی ایک بہت بلند چوٹی پر واقع ہے' اہل قلعہ محاصرہ کی طوالت کی وجہ سے بہت پریشان ہوئے آخر کار جب چھ مہینے گزر گئے تو صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ مجبوراً تلوار اور کفن سے آراستہ ہو کر نیز قلعہ کے دروازے کی چابی ہاتھ میں لے کر ملک احمد کے پاس آئے' ملک احمد کے لشکر نے قلعے پر حملہ کر دیا' سپاہی جب اندر گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کے قتل کے بعد سے پانچ سال کی مرہٹوں کی لگان کی رقم قلعہ میں موجود ہے۔ سپاہیوں نے یہ رقم اپنے قبضے میں لی اور ملک احمد کے پاس پہنچا دی۔

کوکن کے علاقے پر قبضہ

یہ روپیہ مل جانے سے ملک احمد بہت خوش ہوا' اس نے اپنے سپاہیوں اور امراء میں یہ روپیہ تقسیم کر کے انہیں شاد کام کیا۔ ملک احمد نے اسی زمانے میں چونہ بہاکر تنگی تروئی' کندھاپور' پورند' پورب' چندول' گرورک' مرنجن' ماہولی اور مالی کے مقامات کو فتح کیا اور اس طرح کوکن کے تمام علاقے پر قابض ہو گیا۔

جن دنوں ملک احمد نظام قلعہ ندراج پوری کو فتح کرنے میں سرگرداں تھا ان دنوں اسے اپنے باپ کے خطاب اور "احمد نظام الملک بحری" کے لقب سے مشہور کیا اگرچہ ملک احمد نے کبھی اپنے آپ کو "شاہ" کے لقب سے مشہور نہیں کیا' لیکن دکن میں اس کا نام "احمد نظام شاہ" مشہور ہے۔ اس لیے راقم الحروف "مورخ فرشتہ" اپنی اس کتاب میں اسے "احمد نظام شاہ بحری" کے نام سے یاد کرے گا۔

ملک احمد کی بہادری

ملک احمد جنیر پہنچا باپ کی رسوم تعزیت ادا کرنے کے بعد اس نے رعایا اور لشکر کو انعام و اکرام دے کر مطمئن کیا اور پھر قصبہ بیر کو (کانوا اور پٹن کی حدود تک) اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ملک احمد نے آغاز شباب ہی میں کندبیل اور راجمندری کے ہندو راجاؤں سے معرکہ آراء ہو کر اپنی جرات و بہادری کے جھنڈے گاڑ دیئے تھے' اس لیے سلطان محمود شاہ جب بھی کبھی اپنے امیروں اور لشکریوں کو ملک سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کرتا تو یہ لوگ خوف کے مارے جنگ کا نام تک نہ لیتے تھے۔

یوسف عادل شاہ اور احمد نظام شاہ میں دوستانہ مراسم

سلطان محمود نے قاسم برید کے کہنے پر یوسف عادل شاہ کے نام ایک فرمان روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ "تم خواجہ جہاں دکنی اور حاکم جالنہ زین الدین علی طاش کے ساتھ جنیر جاؤ اور احمد نظام الملک کو راہ راست پر لاؤ۔" یوسف عادل شاہ نے معذرت کا اظہار کیا اور خفیہ طور پر اپنا ایک قاصد احمد نظام الملک کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "اس علاقے کا انتظام اچھی طرح کرو اور دوسرے علاقوں کو بھی اپنے قبضے میں لانے کی کوشش کرو۔" اس کے علاوہ یوسف نے احمد کی فوجی مدد بھی کی اور اس [illegible] میں اضافہ کیا۔

زین الدین علی تاش کے نام پیغام

احمد نظام شاہ نے امیر الامراء کا عہدہ ظریف الملک افغان کو اور میر جملہ کا منصب [illegible] دیا' زین الدین علی تاش کے نام احمد نے یہ پیغام بھیجا "چونکہ ہم اور تم دونوں ہمسائے ہیں اس لیے ہم دونوں پر کچھ حقوق [illegible] میں تمہاری بہادری اور شجاعت کا دل و جان سے قائل ہوں میری خواہش ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہ رہیں [illegible]

علاقے میں دوستوں کی طرح رہیں اور سب کو مغلوب کریں۔"

شیخ مودی کا جنیر پر حملہ

انہیں دنوں شیخ مودی عرب نے احمد نظام شاہ کی تباہی و بربادی پر کمر باندھی' وہ بہادری اور شجاعت میں بڑا اونچا درجہ رکھتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اسے "بہادر الزمان" کا خطاب ملا تھا۔ شیخ مودی بارہ ہزار سواروں کو ساتھ لے کر قلعہ جنیر کی طرف بڑھا' پہلے اس نے قلعہ پرندہ کے دامن میں پناہ لی زین الدین علی کی نیت بھی بدل گئی اور اس نے شیخ مودی کا ساتھ دینے کی غرض سے اس کے لشکر سے مل جانے کا ارادہ کر لیا۔ احمد نظام کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے بال بچوں کو قلعہ سبز میں بھیج دیا اور خود شیخ مودی کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

زین الدین علی پر احمد کا حملہ

احمد نظام الملک جب دشمن کے لشکر کے قریب پہنچا تو اس نے اپنی اور دشمن کی قوت کا اندازہ کر کے جنگ سے کنارہ کش رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور دشمن سے چار کوس کے فاصلے پر ایک جگہ قیام پذیر ہوا۔ احمد نے بڑی دانش مندی سے کام لے کر یہ معلوم کر لیا کہ زین الدین علی' شیخ مودی سے جلد از جلد مل جانے کا موقع ڈھونڈھ رہا ہے۔ احمد نے اپنا لشکر نصیر الملک اور زین الملک کے سپرد کیا اور خود منصب داروں اور سلحداروں (جنہیں نظام شاہی اصطلاح میں "حوالہ دار" کہا جاتا تھا) ایک جماعت کے ساتھ شکار کے بہانے سے باہر نکلا' اس نے زین الدین علی کی قیام گاہ جالنہ پر حملہ کیا۔

قلعہ جالنہ کی فتح

احمد نظام الملک رات کے وقت دشمن کے سر پر جا پہنچا' جب کہ زین الدین اور اس کے ساتھی غفلت کی نیند میں کھوئے ہوئے تھے۔ احمد لکڑی کے زینے اپنے ساتھ لایا تھا' ان زینوں کو اس نے قلعہ کی دیوار سے لگا کر اور سب سے پہلے خود سترہ آدمیوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد تمام لشکری بھی قلعے میں انہیں چوبی زینوں کے ذریعے داخل ہو گئے۔ اہل قلعہ بالکل غافل و بے خبر تھے اور احمد کے تمام لشکری مسلح' نتیجہ یہ ہوا کہ زین الدین مارا گیا اور قلعہ جلد ہی فتح ہو گیا۔

شیخ مودی اور نصیر الملک میں لڑائی

قلعہ جالنہ کی تسخیر کی خبر بڑی مشہور ہوئی۔ نصیر الملک کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کے دل میں بھی کوئی کارنامہ دکھانے کی امنگ اٹھی۔ اس نے تین ہزار کے قریب لشکریوں کو ساتھ لیا اور شیخ مودی کی طرف روانہ ہوا جب دونوں لشکروں میں ایک کوس کا فاصلہ رہ گیا تو شیخ مودی نے نصیر الملک کی آمد سے مطلع ہو کر سپاہیوں کی ایک جماعت اس کے مقابلے پر روانہ کی' فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ آخر کار شیخ مودی کے لشکر کو شکست فاش ہوئی' دوسرے دن پھر شیخ مودی نے اپنے سپاہی روانہ کیے' انہیں بھی نصیر الملک نے مغلوب کر لیا۔ اب شیخ مودی نے اپنے آدمیوں کو بھیجنا مناسب نہ سمجھا اور بذات خود نصیر الملک کا مقابلہ کرنے کے لیے آیا۔

نصیر الملک کی شکست

نصیر الملک دو دن کی متواتر فتح کی وجہ سے بہت خوش اور قدرے مغرور تھا۔ وہ اپنے خستہ حال اور تھکن سے چور چور لشکر کے ساتھ شیخ مودی سے لڑا اور جلد ہی شکست کھا کر ظریف الملک کے پاس آ گیا۔ اسی دوران میں احمد نظام شاہ بھی جالنہ سے واپس آ گیا' اسے تمام حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ نصیر الملک کی قیام گاہ پر گیا' اس کی مزاج پرسی کی' ہمت بڑھائی اور شکست کی وجہ سے نصیر کو جو ندامت تھی اسے دور کرنے کی کوشش کی

احمد نظام شاہ کی فتح

کچھ دنوں بعد احمد نظام شاہ نے ایک زبردست فوج اپنے ساتھ لی اور آدھی رات کے وقت دشمن کی طرف روانہ ہو گیا۔ احمد نے دشمن پر شب خون مار کر اس کے لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ شیخ مودی مع بہت سے عربی' دکنی اور حبشی امراء کے مارا گیا' بہت سا مال غنیمت احمد کے ہاتھ لگا۔ شیخ مودی کے خیمے اور بار برداری کا سامان ملنے کی وجہ سے احمد کے لشکر کی شان و شوکت میں بہت اضافہ ہوا' اس واقعے کے بعد احمد نظام شاہ جنیر واپس آ گیا۔

احمد نظام شاہ کا بیدر پر حملہ

سلطان محمود شاہ کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو بہت غصے میں آیا اس نے عظمت الملک دبیر کو اٹھارہ امراء اور ایک زبردست لشکر کے ساتھ جنیر کو فتح کرنے کا حکم دیا' احمد نظام شاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو کر قادر آباد کے پہاڑی علاقے میں قیام پذیر ہوا۔ سلطان محمود شاہ کا لشکر سیری گھاٹ کے نچلے حصے میں پہنچا' احمد نظام نے تین ہزار بہادر اور تجربہ کار سپاہیوں کو ساتھ لے کر قادر آباد سے احمد آباد پر حملہ کیا۔ رات کے وقت جب کہ تمام لوگ بالکل غافل اور بے خبر تھے' احمد نظام بڑے اطمینان کے ساتھ بیدر پہنچ گیا۔ شہر کے دربانوں میں سے ایک شخص احمد نظام کے ساتھ ملا ہوا تھا اس لیے شہر کا دروازہ بغیر کسی مزاحمت کے کھل گیا اور احمد نظام اپنی فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔

نامزد امراء کے متعلقین کی گرفتاری

احمد نظام سب سے پہلے امیر نائب کے مکان پر گیا اس نے اپنے باپ کے متعلقین اور اہل و عیال کو اپنے خاص آدمیوں کے ہمراہ پالکیوں میں سوار کر کے جنیر روانہ کر دیا' بعد ازاں اس نے سارے شہر کا دورہ کیا اور نامزد امراء کے بیوی بچوں کو گرفتار کیا اور صبح کے وقت شہر سے باہر نکلا۔ قصبہ بٹیر کے راستے سے وہ قلعہ پرندہ میں پہنچا اور امراء کے گرفتار شدہ اہل و عیال کی عزت کی پوری پوری حفاظت کی۔ نامزد امراء کو سیری گھاٹ کے قریب یہ معلوم ہوا کہ احمد نظام بیدر کی طرف روانہ ہوا لہٰذا وہ تعاقب میں روانہ ہوئے شہر کے قریب ہی ان امیروں نے احمد نظام کو جالیا اور اسے یہ پیغام دیا۔

نامزد امراء کا پیغام

"تم نے چونکہ ہمارے بیوی بچوں کی پوری طرح حفاظت کی ہے اس لیے ہم تمہارے بہت بہت ممنون ہیں اور دل و جان سے تمہاری اطاعت کا اقرار کرتے ہیں۔ البتہ ایک بات کا ملال ہے کہ تم ڈاکوؤں اور لیٹروں کی طرح ہمارے سامنے سے فرار ہو گئے۔ یہ امر تمہاری بہادری اور شجاعت کے منافی ہے تم نے پردہ نشین عورتوں پر مظالم بھی کیے ہیں اور ایسا افسوس ناک واقعہ ہے کہ جسے گبرو فرنگ بھی گوارا نہیں کرتے۔" احمد نظام شاہ اس پیغام سے بہت نادم ہوا اور اسی وقت ان امیروں کے بیوی بچے ان کے پاس بھجوا دیئے۔

سلطان محمود شاہ کا پیغام اپنے امراء کے نام

انہیں دنوں سلطان محمود شاہ نے اپنے امیروں کے نام اس مضمون کا ایک فرمان جاری کیا کہ "احمد نظام مسلسل ہنگامہ آرائیاں کر رہا ہے۔ بربادی اور غارت گری کا جو بازار اس نے گرم کر رکھا ہے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہو رہی تم لوگوں کو خدا جانے کیا ہوا ہے کہ اس سے ڈر کر اپنے اپنے خیموں میں چھپے بیٹھے ہو۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم احمد نظام کو گرفتار کر کے میرے حضور میں لاؤ' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا' میں تمہیں بری طرح ذلیل و رسوا کروں گا۔"

امراء کا جواب

یہ فرمان سننے کے بعد تمام امیر شہر کے قریب جمع ہوئے اور انہوں نے باہمی مشورے سے بادشاہ کو ایک عریضہ ارسال کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ "ہم لوگوں کا پیشہ سپاہ گری ہے' ہمارا کام تلوار چلانا اور دشمن کا قلع قمع کرنا ہے۔ اگر ہم سے کسی قسم کی کوتاہی ہوئی ہے تو اس کی ذمہ داری عظمت الملک پر عائد ہوتی ہے۔ ہماری ناچیز رائے یہ ہے کہ عظمت الملک کی بجائے کسی دوسرے امیر کو ہمارا سردار مقرر فرمایا جائے' ایسی صورت میں دشمن کو مغلوب کرنا آسان ہو جائے گا۔" سلطان محمود شاہ نے عظمت الملک کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ جہانگیر خاں کو نامزد کر کے تین ہزار سواروں کے ساتھ بئیر روانہ کر دیا۔

جہانگیر کی نامزدگی

جہانگیر خاں بہمنی سلطنت کے نامی گرامی امیروں میں سے تھا اس کی بہادری اور دور اندیشی کا شہرہ ملک میں چاروں طرف تھا وہ بہت معرکے سر کر چکا تھا۔ سلطان محمود شاہ کے حکم کے مطابق وہ فوراً قلعہ پرندہ روانہ ہو گیا۔ مخدوم خواجہ جہاں قلعہ پرندہ میں آیا اور اس نے اپنے بیٹے اعظم خاں کو احمد نظام کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا۔ احمد نظام نے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنے قاصدوں کے ذریعہ فتح اللہ عمادی کو تمام حالات سے باخبر کیا۔ فتح اللہ عمادی نے اس سلسلے میں بے توجہی سے کام لیا اور جہانگیر خاں پٹن کے قریب پہنچ گیا۔

جہانگیر کا پٹکاپور پہنچنا

احمد نظام شاہ پٹن سے روانہ ہو گیا۔ جیور گھاٹ کو عبور کرنے کے بعد وہ جنیر کے پہاڑی علاقے میں داخل ہوا۔ نصیر الملک گجراتی قادر آباد سے لشکر' خزانہ اور غلہ وغیرہ لے کر جیور گھاٹ کے راستوں کو مسدود کرتا ہوا احمد نظام کے پاس پہنچ گیا اور وہیں مقیم ہوا۔ جہانگیر خاں کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ جیور گھاٹ پر نظام شاہیوں نے قبضہ کر رکھا ہے اس لیے وہ بیگاتو گھاٹ سے پٹکاپور پہنچا اور احمد نظام شاہ کے راستے میں مقیم ہو گیا۔

شاہی فوج کی غفلت

فریقین کے درمیان صرف چھ کوس کا فاصلہ تھا' دونوں لشکر پورے ایک مہینے ایک دوسرے کے سامنے خیمہ زن رہے یہ برسات کا زمانہ تھا جہانگیر خاں کے لشکر نے احمد نظام کے مقابلے میں بڑی سختیاں اور مصیبتیں اٹھائی تھیں۔ اس لیے سارے لشکری عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے وہ دن رات شراب پیتے اور مست رہتے' دشمن کی طرف سے وہ بالکل غافل ہو گئے۔ احمد نظام شاہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے شاہی لشکر کی غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھا کر ۳/ رجب ۸۹۵ھ کی رات کو اعظم خاں کے ہمراہ قصبہ جیور سے کوچ کیا اور بڑی برق رفتاری سے فاصلہ طے کرتا ہوا صبح کے وقت پٹکاپور کے قریب پہنچ گیا۔

شاہی لشکر کی تباہی

احمد نظام نے پوری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ شاہی لشکر لڑائی کے لیے بالکل تیار نہ تھا' بہت سے سپاہی عیش و عشرت میں مشغول تھے اور بہت سے گہری نیند سو رہے تھے۔ احمد نظام نے کئی ایک کو قتل کیا اور بے شمار سپاہی جان بچا کر بھاگ نکلے۔ جہانگیر خاں' سید اسحاق' سید لطیف اللہ نظام خاں اور فتح اللہ خاں وغیرہ مارے گئے ان کے علاوہ بہت سے امیر گرفتار ہوئے۔ احمد نظام شاہ نے ان قیدیوں کو گائے بھینس پر سوار کرکے اور ان کے لباسوں کو زانوؤں تک چاک کر کے اپنے لشکر کے گرد پھرایا اور بعد ازاں ان کی جان بخشی کر کے انہیں دار الملک روانہ کر دیا

باغ نظام

راقم الحروف مورخ فرشتہ سے شاہ جمال الدین حسین انجو نے (جس کا تفصیلی ذکر مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد حکومت کے حالات کے ساتھ بیان کیا جائے گا) یہ بیان کیا کہ یہ لڑائی "جنگ باغ) کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قصبہ پنکاپور کے اس مقام پر جہاں احمد نظام کو فتح حاصل ہوئی تھی وہاں اس نے ایک باغ لگوایا تھا اور اس کا نام باغ نظام رکھا تھا۔ اس باغ کے گرداگرد اعلیٰ درجہ کی چار دیواری کھینچی گئی تھی باغ کے اندر ایک خوبصورت اور بے مثال عمارت تعمیر کرا دی گئی تھی۔ کچھ عرصے میں یہ باغ جنت الفردوس کی طرح سراپا بہار بن گیا۔ برہان نظام شاہ اور اس کی اولاد نے اس باغ کو اپنے لیے بہت مبارک سمجھا اس میں ایک قلعہ تعمیر کروایا گیا' اور اس میں رہائش اختیار کی۔

احمد نظام کے نام کا خطبہ و سکہ

اس فتح کی خوشی میں احمد نظام شاہ نے پنکاپور کے قصبے کو عالموں اور مذہبی راہنماؤں کے لیے وقف کر دیا اور خود کامیاب و کامران جنیر واپس آ کر مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ یوسف عادل کے مشورے سے احمد نظام نے سلطان محمود کی جگہ اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور چتر سفید (جو اس زمانے میں دہلی' گجرات اور مندو کے حکمرانوں کا نشان تھا) اپنے سر پر سایہ فگن کیا۔ احمد نظام شاہ کے وفادار اور بہی خواہ دکنی امراء جن میں خواجہ جہاں بھی شامل تھا' اس بات سے سخت ناراض ہوئے۔ انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ "سلطان محمود شاہ کی حیات میں ہی اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرنا اور سر پر چتر سایہ فگن کرنا سوئے ادب میں شامل ہے۔"

خطبے کی منسوخی

احمد نظام شاہ بہت موقع شناس اور دانش مند انسان تھا۔ اس نے جو اپنے امیروں کو یوں برگشتہ ہوتے دیکھا تو فوراً اپنے نام کا خطبہ منسوخ کر دیا اور سرداران لشکر کو طلب کر کے ان سے کہا "تم لوگوں کی رائے مناسب اور درست ہے' میں نے خطبہ منسوخ کر دیا ہے' لیکن چتر اپنے سر پر سایہ فگن رکھوں گا۔ اس سے میرا مدعا صرف اتنا ہے دھوپ سے محفوظ رہوں۔" یہ سن کر سرداران لشکر نے کہا۔ "اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر عام اعلان کر دینا چاہیے کہ جس کا جی چاہے وہ دھوپ سے بچنے کے لیے چتر استعمال کر سکتا ہے۔" احمد نظام شاہ کو مجبوراً یہ بات ماننا پڑی اور اس سلسلے میں احکامات جاری کر دیئے۔ حاکم اور رعایا میں یہ امتیاز رکھا گیا کہ احمد کا چتر سفید پر سرخ رنگ کا ایک پھول ہوتا تھا اور عام لوگوں کا چتر بالکل سفید۔

چتر کا عام استعمال

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ عادل شاہی' برید شاہی' قطب شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں چتر کا استعمال کرنے کا رواج عام ہو گیا۔ اس وقت یعنی ۱۰۱۸ھ میں جب کہ یہ کتاب لکھی جا رہی تھی دکن میں ہر چھوٹے بڑے کے سر پر چتر نظر آنے لگا' لیکن ہندوستان کے دوسرے حصوں میں چتر صرف فرمانرواؤں کے لیے مخصوص تھا۔

احمد نظام کے نام کے خطبے کا دوبارہ رواج

احمد نظام شاہ نے خواجہ جہان' اعظم خاں اور دیگر امرائے دکن پر بڑے احسانات کیئے انہیں طرح طرح سے نوازا' اس سلوک کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام امراء نے بالاتفاق احمد نظام شاہ سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے نام کا خطبہ جاری کرے۔ احمد تو خود ہی چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے فوراً اپنے نام خطبہ جاری کر دیا۔

قلعہ دندار راجپوری پر قبضہ

احمد نظام نے قلعہ دندار راجپوری کو فتح کرنے کا ارادہ کیا جو ایک مضبوط ترین قلعہ تھا اور بندر چیول میں واقع ہے۔ احمد نے بذات خود اس قلعے پر لشکر کشی کی اور دو ماہ یا ایک سال تک اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ آخر کار فریقین میں صلح ہو گئی اور قلعہ احمد نظام کے قبضے میں آ گیا۔

قلعہ دولت آباد کی تسخیر کا خیال

قلعہ دندار اجپوری پر قبضہ کرنے کے بعد احمد نظام شاہ نے دولت آباد کے قلعے کو تسخیر کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ احمد نظام کو اس امر کو پورا پورا احساس تھا کہ قوت کے بل پر اس قلعے کو فتح کرنا مشکل ہے۔ للٰذا اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور قلعے کے والیوں' ملک وجیہ الدین اور ملک اشرف سے راہ و رسم پیدا کی۔ یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور ایک دوسرے سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ یہ دونوں بھائی خواجہ جہاں کاواں کے ملازم تھے اور اس کے بعد سلطان محمود کے سلحداروں میں شامل ہو گئے تھے۔

ملک وجیہ اور ملک اشرف

ملک نائب الملک نے ان دونوں بھائیوں پر بڑی مہربانی کی اور ان کو امراء کے گروہ میں داخل کر دیا۔ ملک وجیہ کو قلعہ دولت آباد کا تھانیدار اور ملک اشرف کو شہر کا حاکم مقرر کیا گیا۔ ان دونوں بھائیوں نے اس علاقے کے انتظامات کی طرف پوری پوری توجہ کی۔ تمام چور اچکوں اور بدمعاشوں کو تباہ و برباد کیا' رہزنوں کو اس طرح پامال کیا کہ تمام راستے محفوظ ہو گئے اور تاجر بڑے اطمینان کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ رعیت خوشحال ہو گئی ملک آباد ہوا اور چاروں طرف امن و آرام کا ڈنکا بجنے لگا۔

ملک وجیہ سے احمد نظام شاہ کی بہن کی شادی

مرہٹوں کا ایک سردار بہمنی سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر قلعہ جالنہ پر قابض ہو گیا تھا۔ وجیہ اور اشرف نے اس مرہٹہ سردار سے مراسم پیدا کئے اور اسے لوٹ مار اور ہنگامہ آرائیوں سے باز رکھا۔ یہ دونوں بھائی ملک نائب نظام الملک کی مہربانیوں کی وجہ سے احمد نظام شاہ کی بہی خواہ تھے۔ احمد نظام نے باغ نظام اور دندار اجپوری کی فتح کے بعد اپنی بہن زینب بی بی کی شادی ملک وجیہ سے کر دی اور اس طرح فریقین میں تعلقات بہت مضبوط ہو گئے۔ زینب بی بی کو خداوند تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا کیا ملک وجیہ نے احمد نظام شاہ سے درخواست کی کہ وہ اس بیٹے کا نام تجویز کریں۔ احمد نے کہا "بچپن میں میرے والدین مجھے موتی کہہ کر پکارا کرتے تھے بہتر یہی ہے کہ تم بھی اس لڑکے کا نام موتی رکھو۔" ملک وجیہ نے اپنے بردار نسبتی کی رائے سے اتفاق کیا اور بیٹے کا نام موتی رکھا۔

ملک وجیہ کا قتل

ملک اشرف نے جب اپنے بھائی کی یہ روزافزوں قدر و منزلت دیکھی تو اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکنے لگی' لیکن اس نے اپنے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ملک اشرف یہ چاہتا تھا کہ ملک وجیہ کو قتل کر کے دولت آباد' رتھمبور اور دیگر پرگنوں پر قابض ہو جائے اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے۔ اہل قلعہ کو اپنے ساتھ سازش میں شریک کر کے اشرف نے ملک وجیہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا' اس کے بیٹے موتی کو بھی زہر سے ہلاک کر دیا اور خود دولت آباد کا حکمران بن بیٹھا۔

ملک اشرف کی حکمرانی

ملک اشرف نے برہان پور اور برار کے حاکموں سے تعلقات پیدا کئے اور محمود شاہ گجراتی کی وفاداری کا دم بھرنے لگا۔ محمود کی خدمت میں گاہے گاہے وہ تحفے تحائف بھی بھیجتا رہتا تھا تاکہ محمود اسے اپنے ہمدردوں اور دوستوں میں شمار کرتا ہے۔

دولت آباد کی طرف احمد نظام شاہ کی روانگی

اپنے شوہر اور بیٹے کے قتل کے بعد بی بی زینب جنیر میں اپنے بھائی احمد نظام شاہ کے پاس آئی اور اس سے تمام حالات بیان کئے۔ احمد نے اپنی بہن کو دلاسا دیا اور ۸۹۹ھ میں ایک زبردست لشکر لے کر دولت آباد کو فتح کرنے کی غرض سے بئیر سے روانہ ہوا۔ احمد نظام نے ٹپکاپور کے قریب پہنچ کر باغ نظام میں قیام کیا اور چند روز تک عیش و عشرت میں مشغول رہا۔ اسی دوران میں قاسم برید کی طرف سے تاج الدین دکنی اور ڈیورس پنڈت' احمد کے پاس آئے اور اسے امیر قاسم برید کا یہ پیغام دیا۔

امیر قاسم برید کا پیغام

"یوسف عادل نے میری تباہی اور بربادی کا پورا پورا تہیہ کر لیا ہے اور اس نے احمد آباد بیدر کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر آپ اس وقت دولت آباد کی تسخیر کا خیال ترک فرمائیں اور میری طرف توجہ کریں تو زندگی بھر ممنوں احسان رہوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یوسف عادل کے فتنے سے نجات حاصل کرنے کے بعد آپ کے ساتھ دولت آباد کو فتح کرنے کی کوشش کروں گا۔"

قلعہ بیدر کا محاصرہ

احمد نظام نے قاسم برید کی درخواست منظور کر لی اور دولت آباد کی فتح کے خیال کو ترک کر کے احمد آباد بیدر جا پہنچا اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کو دو ماہ گزر گئے تو احمد نظام نے قلعے کے آس پاس جائزہ لے کر یہ اندازہ کیا کہ قلعے کو بزور قوت فتح کرنا دشوار ہے لہٰذا وہ محاصرہ ترک کر کے جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

راستے میں ٹپکاپور کے مقام پر اس نے قیام کیا اور اس جگہ ایک نیا شہر آباد کرنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ یہ مقام جنیر اور دولت آباد کے درمیان واقع ہے۔ احمد نے اس مجوزہ شہر کو اپنا دارالملک بنانے کا فیصلہ کیا تھا کہ ہر سال ربیع و خریف کے زمانے میں دولت آباد کے لئے غلہ اور دیگر سامان ضرورت باہر سے آئے تو اسے لوٹا جا سکے۔ احمد کا خیال تھا کہ اس طرح دولت آباد والوں کو تنگ کیا جا سکتا ہے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ مجبور ہو کر قلعہ احمد کے حوالے کر دیں گے۔

احمد نگر کی بنیاد

۹۰۰ھ میں احمد نظام نے نجومیوں کی بتائی ہوئی مبارک ساعت باغ نظام کے سامنے نہر سین کے کنارے پر ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی۔ احمد نظام نے یہ سن رکھا تھا کہ احمد آباد گجرات کا نام احمد شاہ گجراتی نے تجویز کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ' وزیر اور قاضی شہر تینوں کا نام احمد ہی تھا۔ اس لئے شہر کی بنیاد کے وقت بھی یہی صورت پیش آئی کہ بادشاہ کا نام احمد نظام تھا۔ مسند عالی نصیر الملک گجراتی کا اصل نام احمد تھا' اسی طرح لشکر کا قاضی بھی یہی نام رکھتا تھا۔ لہٰذا احمد نظام نے نئے شہر کا نام "احمد نگر" رکھا۔

دولت آباد کے حملے

احمد نظام نے اس شہر کی تعمیر میں بہت دلچسپی لی۔ کچھ عرصے میں تمام امیروں اور عہدہ داروں وغیرہ نے اپنے لئے عمارات تعمیر کروائیں۔ دو تین سال کی مدت ہی میں یہ شہر مصر اور بغداد کی طرح آباد ہو گیا۔ جب شہر پوری طرح آباد ہو گیا تو احمد نظام نے اپنی تجویز پر عمل کرنا شروع کیا۔ وہ ہر سال' دو مرتبہ اپنے لشکر کو دولت آباد پر حملہ کرنے کے لئے بھیجتا' نظام شاہی لشکری اس شہر کو بری طرح لوٹتے اور مکانوں وغیرہ کو نذر آتش کر دیتے۔

حاکم برہان پور سے تعلقات

"وقائع نظام شاہیہ" میں (جس کا مولف سید علی سمنانی ہے اس نے برہان نظام شاہ کے عہد حکومت میں یہ کتاب لکھنا شروع کی تھی'

لیکن موت کے ظالم ہاتھوں نے اسے کتاب کی تکمیل کی مہلت نہ دی اور یہ نامکمل رہی)۔ یہ درج ہے کہ احمد نظام شاہ کی رعب و دبدبہ کی چاروں طرف دھوم سی مچ گئی۔ برہان پور کے حاکم عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی نے احمد نظام سے مراسم پیدا کئے اور دو ہزار سوار اس غرض سے دیئے کہ جب احمد نظام دولت آباد کی طرف جائے تو یہ سوار اس کے ساتھ رہیں۔

عادل خاں نے فتح اللہ عماد الملک سے بھی دوستانہ تعلقات استوار کئے اور اس سے خوب رسم و راہ پیدا کی۔ اپنے بزرگوں کی روش کے خلاف عادل سلطان محمود گجراتی کے خلاف ہوگیا۔ یہ مخالفت اس حد تک بڑھی کہ عادل نے وہ رقم جو ہر سال گجرات کے خزانے میں داخل کی جاتی تھی موقوف کر دی۔

سلطان محمود گجراتی کا ملک اشرف کی مدد کے لئے آمادہ ہونا

سلطان محمود گجراتی نے ۹۰۵ھ میں اپنے ملک کی سیر کے بہانے سے سفر اختیار کیا۔ ملک اشرف حاکم دولت آباد نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً اپنے قاصدوں کو محمود گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا اور اسے یہ پیغام دیا کہ "احمد نظام شاہ کے محاصرے اور دست درازیوں کی وجہ سے میں بے حد پریشان ہوں میں بہت ممنون ہوں گا۔ اگر آپ میری مدد کے لئے اس طرف تشریف لائیں۔" سلطان محمود نے قلعہ دولت آباد کو اپنے قبضے میں کرنے کی ہوس میں ایک زبردست لشکر جمع کیا اور دکن کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے عادل خان فاروقی کی سرزنش کرتے ہوئے دولت آباد کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔

احمد نظام شاہ کا عزم برہان پور

جب محمود گجراتی' سلطان پور ندربار کے قریب پہنچا تو عادل خاں بہت پریشان ہوا۔ احمد نظام شاہ بحری سے مدد کا طالب ہوا اور اس سے دولت آباد کے محاصرے کو ترک کرنے کی درخواست کی۔ احمد نظام پندرہ ہزار سواروں کا لشکر لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب وہاں پہنچا تو فتح اللہ عمادی بھی اپنے لشکر کے ساتھ عادل خاں کی مدد کے لئے آگیا۔ نصیر الملک گجراتی نے' احمد نظام کے مشورے کے مطابق ایک گجراتی امیر کے ذریعہ محمود گجراتی کے نام ایک خط بھجوایا۔ جس کا مضمون یہ تھا:

نصیر الملک کا خط محمود شاہ گجراتی کے نام

"اگرچہ میں گردش تقدیر کی وجہ سے احمد نظام شاہ کا ملازم اور نمک خوار ہوں' لیکن گجرات کا باشندہ ہونے کی وجہ سے اپنے وطن کے حاکم کی بہی خواہی میرا اولین فرض ہے۔ آپ جیسے ذی مرتبت فرمانروا کے لئے کسی طرح یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ چھوٹے چھوٹے معاملات لوٹے کرنے کے لئے بذات خود زحمت گوارا فرمائیں۔ برہان پور کا حاکم اپنی عسکری قوت کے اعتبار سے آپ کے کسی امیر کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا چہ جائے کہ آپ خود اس کے مقابلے پر آئیں۔ ان دنوں خاص طور پر ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ دکن کا عظیم المرتبت فرماں روا عادل خاں کی مدد کے لئے آیا ہوا ہے۔"

"بہتر یہی ہے کہ آپ معرکہ آرائی کے خیال کو دل سے نکال دیں' صلح کا راستہ سب سے بہتر ہے۔ اگر آپ لڑنے پر مصر رہے تو فتح یا شکست دونوں صورتوں میں آپ ہی کا نقصان ہوگا۔ وہ اس طرح کہ اگر آپ ہار گئے تو دنیا یہ کہے گی کہ ذرا سے لشکر نے محمود گجراتی کو مار بھگایا اور اگر آپ جیت گئے تو یہ کہا جائے گا کہ محمود گجراتی نے ایک زبردست لشکر کی مدد سے چند اشخاص کو زیر کر لیا تو کون سا بڑا کام کیا الغرض دونوں صورتوں میں آپ کے عظیم المرتبت خاندان کی بدنامی کا اندیشہ ہے۔"

احمد نظام شاہ کی چال

متذکرہ بالا گجراتی امیر نے نصیر الملک کا مراسلہ محمود شاہ گجراتی کی خدمت میں پیش کیا' محمود نے یہ خط پڑھا اور سوچنے لگا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ دوسری طرف احمد نظام شاہ نے محمود گجراتی کے ایک مصاحب کو جو بحری سالار [illegible] سے متعلق تھا روپیہ پیسہ دے کر

اپنا بنالیا۔ اور اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ رات کے وقت جب کہ محمود گجراتی اور اس کے لشکری اپنے اپنے خیموں میں آرام کر رہے ہوں' وہ اپنے مست اور طاقت ور ہاتھی کی زنجیر کھول کر اسے لشکر کی طرف ہانک دے۔

نظام شاہی لشکر کا گجراتیوں پر حملہ

اس منصوبے کے مطابق احمد نظام شاہ نے اس رات کو پانچ ہزار پیادوں اور پانچ ہزار تیر انداز سواروں کا ایک لشکر گجراتی فوج کی طرف روانہ کر دیا۔ احمد نظام نے اپنے لشکر کو یہ ہدایت کر دی کہ وہ پناہ گاہوں میں چھپا رہے اور جب گجراتی فوج میں شور و شغب پیدا ہو اس وقت باہر نکل کر دشمن کو پامال کیا جائے۔ نظام شاہی فوجیوں نے اس ہدایت پر عمل کیا اور گجراتی لشکر کے قریب پہنچ کر ادھر ادھر چھپ گئے۔ جب رات دو گھڑی کے قریب بیت گئی تو مہابت نے ہاتھی کو آزاد کر کے گجراتی لشکر کی طرف بھگا دیا' ہاتھی نے تباہ کاریاں مچانی شروع کیں۔ اہل لشکر سخت ہراساں ہوئے اور چیخنے چلانے لگے' شور وفغاں کی آواز سن کر نظام شاہی سوار اور پیادے پناہ گاہوں سے باہر نکلے اور گجراتیوں پر حملہ کر دیا۔

گجراتیوں کی حالت

چاروں طرف نفیر و نقارہ کی آوازیں گونجنے لگیں اور نظام شاہیوں نے تیر و تفنگ چلانا شروع دیئے۔ سلطان محمود اور اس کے امراء کو اہل دکن سے ایسی جرات اور بہادری کی امید نہ تھی وہ دشمن سے بے پرواہ ہو کر اپنے خیموں میں غافل پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب شور کی آوازیں سنیں تو ان کے کان کھڑے ہوئے اور اپنی جان بچانے کے لئے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

اس واقعہ سے پہلے سلطان محمود گجراتی نے یہ سن رکھا تھا کہ احمد نظام شاہ نے بہمنی فرماں رواؤں کے لشکر کے چار ہزار چنیدہ سواروں کو انعام واکرام سے مالا مال کر کے اپنے لشکر خاصہ میں شامل کر رکھا ہے۔ احمد نظام بارہا اس بات کا اعلان کر چکا تھا کہ میں انہیں چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر سلطان محمود گجراتی پر میدان جنگ میں حملہ کروں گا اور اس مخالفت کا مزہ چکھاؤں گا۔ اس کے بعد جو خدا کو منظور ہو گا وہی ہو گا۔

محمود گجراتی کی پریشانی

محمود شاہ گجراتی کو رہ رہ کر یہ بات یاد آ رہی تھی۔ ویسے بھی اس رات یہ خبر مشہور تھی کہ احمد نظام نے متذکرہ چار ہزار چنیدہ سواروں سے شب خون مارا ہے اور وہ محمود شاہ کے خیمے پر حملہ کر کے اسے نقصان پہنچانے کی سوچ رہا ہے۔ سلطان محمود گھوڑے پر سوار ہو کر دس بارہ سپاہیوں کے ساتھ اپنے خیمے سے باہر آیا۔ اس وقت بحری سال نامی ہاتھی نے شاہی سر پردہ کے پیچھے پہنچ کر خیمے کے چند حصوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے' عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ محمود شاہ کو اب پورا پورا یقین ہو گیا کہ احمد نظام شاہ نے عقب سے حملہ کیا لہٰذا وہ فوراً اپنے چند مقربین کے ساتھ جلد اس جگہ سے فرار ہو گیا اور ایک دوسری جگہ مقیم ہو گیا۔

دکنی لشکر کی واپسی

اس جگہ تین چار اشخاص اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ شور شرابے کی آوازیں اور زیادہ بلند ہوئیں یہ عالم دیکھ کر محمود نے اس جگہ سے بھی کوچ کیا اور تین کوس دور ایک مقام پر پہنچ گیا۔ اسی دوران میں گجراتی امراء نے فوج کو مرتب کر کے دشمن کا مقابلہ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکنی لشکر واپس چلا گیا۔ گجراتی امراء اپنے بادشاہ کو مبارک دینے کے لئے اس کے خیمے میں گئے' لیکن انہوں نے محمود شاہ کو وہاں نہ پایا اس سے وہ سمجھ گئے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

گجراتی امراء نے اسی رات باہمی اتفاق سے آب و ہوا کی خرابی کا بہانہ کیا اور اس جگہ محمود شاہ گجراتی کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ یوں سلطان محمود کو اہل دکن کی عیاری کا حال معلوم ہو گیا۔ چونکہ اسی رات واپس ہونا مصلحت کے خلاف تھا۔ لہٰذا اس نے جہاں وہ پہنچ چکا تھا'

وہیں قیام کیا۔ احمد نظام شاہ تو یہی چاہتا تھا للذا اس نے صبح کے وقت عادل خاں کے ساتھ کوچ کیا اور محمود گجراتی کی فرودگاہ میں قیام پذیر ہوا۔

فریقین میں صلح

اس واقعہ کے بعد دونوں طرف کے آدمی بیچ میں پڑے اور فریقین میں صلح کرادی' صلح اس شرط پر ہوئی کہ سب فرماں روا اپنے اپنے علاقے کو واپس چلے جائیں۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال ہے کہ اس صلح کا تفصیلی احوال عام طور پر نظرانداز کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ احمد نظام شاہ برہان پور سے چلا آیا اور دولت آباد پہنچا' اس بار بھی اس نے اپنے لشکر کو محاصرے کی ذمہ داری سونپی اور خود بالا گھاٹ میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

بالا گھاٹ کے مشہور باغبانوں کی ایک جماعت نے احمد نظام شاہ کی خدمت میں کچھ آم پیش کئے اور یہ عرض کی۔ "آج سے سات سال پہلے حضور اس حصار کو فتح کرنے کی غرض سے اس طرف تشریف لائے تھے اور یہیں قیام پذیر ہوئے تھے تو سراپردہ شاہی میں آموں کی چند گٹھلیاں رہ گئی تھی چونکہ برسات کا موسم تھا اس لئے گٹھلیاں سرسبز ہوئیں۔ ہم لوگوں نے جو حضور کے نمک خوار ہیں' ان پودوں کی پوری پوری حفاظت کی۔ حضور کے اقبال اور ہماری جانفشانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ درخت اب پھل لے آئے ہیں جو ہم حضور کی خدمت میں لے کر آئے تھے۔"

ملک اشرف کا خط محمود گجراتی کے نام

احمد نظام نے یہ آم قبول کر لئے اور باغبانوں سے کہا۔ "یہ حصار کے فتح ہونے کی علامت ہے۔" ملک اشرف کو احمد نظام کی تدبیروں اور کوششوں کا اندازہ ہو گیا اس نے محمود شاہ گجراتی کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں احمد نظام کی ہنگامہ آرائیوں اور محاصرے کی شکایت کی گئی تھی' نیز اسے یہ پیغام دیا گیا تھا کہ "یہ قلعہ حقیقت میں آپ ہی کی ملکیت ہے اگر آپ ایک بار اس طرف تشریف لے آئیں اور مجھے احمد نظام شاہ کے پنجے سے رہائی دلائیں تو میں سارے ملک میں آپ کے نام کا خطبہ جاری کردوں گا اور ہر سال خراج آپ کے خزانے میں داخل کرتا رہوں گا۔"

محمود گجراتی کی دولت آباد کو روانگی

سلطان محمود دل و جان سے اس امر کا خواہاں تھا کہ فرار ہونے کا جو بدنما دھبہ اس کے دامن پر لگا ہوا ہے اسے کسی طرح دھویا جائے اور ندامت کو دور کیا جائے۔ وہ اہل دکن کو بھی سزا دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ لوگ اسے شب خون کے واقعے کے بعد سے "سلطان محمود بیگڑہ" کے نام سے یاد کرنے لگے تھے۔ محمود نے ملک اشرف کی درخواست قبول کر لی اور بڑے تزک و احتشام سے دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔

احمد نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

سلطان محمود جب دریائے پٹن کے کنارے پر پہنچا تو احمد نظام محاصرے سے دست بردار ہو کر احمد نگر واپس آگیا۔ ملک اشرف اس سے بہت خوش ہوا اس نے سلطان قطب الدین کی بنوائی ہوئی مسجد میں محمود گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر بیش قیمت تحفے پیش کئے۔ اور ہر سال خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے محمود شاہ کو خوش کیا۔

دولت آباد کے شہریوں کی درخواستیں نظام شاہ کے نام

سلطان محمود گجراتی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور عادل خاں سے کئی سالوں کا خراج وصول کر کے اپنے ملک کو واپس روانہ ہو گیا۔ احمد نظام شاہ کو جونہی اس کی روانگی کی خبر ملی وہ پھر دولت آباد آن پہنچا' اہل قلعہ ملک اشرف سے سخت ناراض تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی

کہ اس نے سلطان محمود گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھوایا تھا۔ ان لوگوں نے چوری چھپے احمد نظام کو اس قسم کے خطوط روانہ کئے کہ "ہم سب آپ کے خادم ہیں اور دل وجان سے آپ کے ہی بہی خواہ ہیں۔ ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے کہ آپ ہی ہمارے حاکم ہوں ہمیں آپ سے بے حد عقیدت ہے۔ آپ بذات خود یہاں تشریف لاکر ہماری وفاداری کا جائزہ لیجئے۔"

ملک اشرف کی موت

احمد نظام شاہ نے ان خطوں کو دریائے گنگا کے کنارے پڑھا۔ اسی رات کو وہ دو تین ہزار سواروں کو ساتھ لے کر دولت آباد پہنچ گیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ تمام کے تمام مرہٹے تھے، ملک اشرف کو ان کے ارادے کی اطلاع ہوگئی اس بات کا اسے اتنا غم ہوا وہ بیمار پڑگیا اور پانچ چھ دنوں کے اندر ہی اندر مرگیا۔

قلعہ دولت آباد پر قبضہ

حصار کے محافظ احمد نظام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دروازے کی چابی اس کو پیش کی۔ احمد نظام ان لوگوں سے بڑی مہربانی سے پیش آیا اور قلعے کی سیر کے لئے اندر گیا۔ احمد نے قلعے کا معائنہ کیا اور جہاں جہاں مرمت کی ضرورت تھی مرمت کروائی۔ اس کے بعد اس نے قلعے کو اپنے قابل اعتماد امیروں کے سپرد کیا اور خود واپس احمد نگر آگیا۔

قلعہ شوراوغیرہ کی فتح

احمد نظام باغ نظام کو اپنے لئے بہت مبارک سمجھتا تھا اس نے اس باغ کے اندر اپنے لئے ایک عالی شان محل، ایک پختہ قلعہ اور کئی ایک عمدہ عمدہ عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ان عمارتوں میں سونے اور چاندی کے ملمع کی کئی خوبصورت اور دلچسپ تصویریں بھی آویزاں کیں۔ اسی دوران میں بھی احمد نظام خاموشی سے نہ بیٹھا اس نے کئی مہمات سرکیں قلعہ شور اور دوسرے بہت سے قلعوں کو فتح کیا۔ کالنہ اور بگلانہ کے راجاؤں کو اپنا باجگذار بنایا۔

برہان پور میں ہنگامہ

۹۱۳ھ میں داؤد خاں کا انتقال ہوگیا، برہان پور میں اس کے بعد اس مسئلے پر بڑا ہنگامہ ہوا کہ سلطنت کا وارث کون ہو۔ تمام امراء اس سلسلے میں مختلف رائے رکھتے تھے۔ برہان پور کے امیر الامراء ملک حسان الدین مغل نے احمد نظام کے پاس قاصد روانہ کئے اور خان زادہ عالم خاں کو اس سے طلب کیا تاکہ اسے برہان پور کا حاکم بنایا جائے۔ خان زادہ عالم خاں اسیر کے حکام کی اولاد میں سے تھا اور ان دنوں احمد نگر میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ احمد نظام اور حاکم کاویل کے مشورے سے خان زادہ عالم خاں کو برہان پور کا حکمران تسلیم کر لیا گیا۔

محمود گجراتی کی خواہش

حاکم گجرات سلطان محمود شاہ گجراتی یہ چاہتا تھا کہ اس کا نواسہ عادل خاں بن حسن خاں فاروقی، برہان پور کا والی ہو، اس مقصد کے لئے اس نے فوج جمع کر کے خاندیش کا سفر اختیار کیا۔ ملک حسام الدین نے نظام شاہ اور عمادالملک سے مدد کی درخواست کی، یہ دونوں فرمانروا اپنے اپنے لشکر لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہوگئے۔ ملک لاڈن برہان پور کا نامی گرامی امیر تھا اس نے ملک حسام الدین کے رائے سے اختلاف کیا، اس وجہ سے ملک میں افراتفری کا دور دورہ ہوگیا۔

سلطان محمود متا میر کے قریب پہنچا اور اس نے ایک ہزار سواروں کو ملک حسام الدین کے لئے نامزد کیا۔ یہ دونوں لشکر برہان پور سے کاویل کی طرف روانہ ہوئے۔ احمد نظام نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے عمادالملک کو رخصت کر دیا اور خود دولت آباد واپس آگیا۔ خان زادہ عالم خاں خاندیش سے بھاگ کر دوبارہ احمد نگر چلا آیا۔

احمد نظام کا خط محمود گجراتی کے نام

جب سلطان محمود گجراتی واپس چلا گیا تو احمد نظام شاہ عالم خاں کو اپنے ساتھ لے کر اپنے ملک کی سرحد پر قیام پذیر ہوا۔ اس نے ایک قاصد کو خط دے کر سلطان محمود گجراتی کے پاس روانہ کیا۔ خط میں لکھا تھا کہ "خان زادہ عالم خاں میرے پاس مقیم ہے اس لئے آپ کی ذات سے توقع ہے کہ امیراور برہان پور کا ایک حصہ اسے بھی عنایت کیا جائے گا۔"

محمود گجراتی کا جواب

سلطان محمود' احمد نظام کے گذشتہ مخاصمانہ برتاؤ سے بے حد آزردہ تھا۔ اس کے علاوہ عادل خاں نے کئی بار اس کی شکایت بھی کی تھی۔ اس وجہ سے محمود قاصد سے بڑی بری طرح پیش آیا اور اسے کہا۔ "بھمنیہ فرماں رواؤں کے ایک غلام زادے کی اتنی جرات کیسے ہوگئی کہ وہ بادشاہوں سے اس قسم کی خط وکتابت کرے' اسے اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق بات کرنی چاہئے' اگر اس نے اپنے گذشتہ گناہوں سے توبہ نہ کی' اپنی بداعمالیوں پر نادم نہ ہوا تو عنقریب اس کو سخت سزا دی جائے گی۔"

نصیرالملک کی وفات

یہ جواب پا کر احمد نظام شاہ خاموش ہوگیا۔ اس نے کسی قسم کی مزید سلسلہ جنبانی کی کوشش نہ کی۔ اور خان زادہ عالم خاں کو اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد احمد نگر واپس آگیا۔ احمد نگر نظام کے تمام کام اس کی خواہش کے مطابق ایک ایک کر کے پورے ہو چکے تھے لہٰذا اب فلک پیر نے اپنے کام شروع کئے۔ سب سے پہلے نصیرالملک نے جو احمد نظام کا رکن الدولہ تھا۔ داعی اجل کو لبیک کہا اور مکمل خاں حبشی کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔

احمد نظام شاہ کی موت

نصیرالملک کی موت کے دو یا تین مہینوں کے بعد احمد نظام بیمار پڑ گیا اس کا مرض لاعلاج تھا۔ اس نے تمام امراء اور اراکین دولت کو اپنے گرد جمع کیا اور اپنے سات سالہ بیٹے برہان شاہ کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے تمام امراء سے اطاعت ووفاداری کے وعدے لئے' آخر کار ۹۰۴ھ میں احمد نظام کی روح اس قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

احمد نظام شاہ کا کردار

اگرچہ احمد نظام کی عمدہ عادات وخصائل کا تذکرہ کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ تاہم قارئین کرام کی معلومات کے لئے مورخین گذشتہ کی پیروی کرتے ہوئے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اس نیک طبیعت اور محتاط بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ جب سوار ہو کر بازار سے گزرتا تھا تو کبھی اپنے دائیں بائیں نگاہ نہ ڈالتا تھا۔ ایک شوخ چشم امیر نے ایک بار بادشاہ سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا "بازار سے گزرتے ہوئے ہر طرح کے زن و مرد نظر آتے ہیں اور وہ سواری کو دیکھنے کے لئے دونوں طرف کھڑے رہتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میری نظر کسی نامحرم عورت پر پڑ جائے اور میں مفت میں گناہ گار ہوں۔

طہارت نفس

احمد نظام نے اپنی حکومت کے ابتدائی دنوں میں جب کہ اس کی جوانی شباب پر تھی' کاویل کی فتح کے لئے سفر اختیار کیا۔ اس قلعے کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں سے ایک انتہائی خوبصورت اور پری چہرہ لڑکی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حسن وجمال میں اس کا ثانی دور دور تک نہ تھا' نصیرالملک نے اس عورت کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہوگیا۔

نصیرالملک اس عورت سے خود محظوظ ہونا چاہتا تھا' لیکن ایسا نہ کر سکا۔ مجبوراً اس نے عورت کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کا

ارادہ کر لیا۔ موقع پا کر نصیرالملک نے احمد نظام سے کہا "قیدیوں میں ایک انتہائی خوبصورت عورت بھی ہے میں نے اسے سب لوگوں کی نگاہوں سے چھپائے رکھا ہے تاکہ آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے حرم میں بھجوادوں۔" یہ بات سن کر احمد نظام شاہ بہت خوش ہوا اور نصیرالملک کی بے حد تعریف کی۔ رات کے وقت نصیرالملک نے عورت کو احمد کے حرم میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے بغیر ہاتھ لگائے اس سے دریافت کیا کہ وہ کس قبیلے اور قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ عورت نے جواب دیا "میری زندگی بادشاہ پر سے قربان ہو میں فلاں قبیلے سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے والدین اور میرا شوہر حضور کے قیدیوں میں ہیں۔" احمد نظام شاہ نے جونہی عورت کی زبان سے "شوہر" کا لفظ سنا۔ فوراً الگ ہٹ کر بیٹھ گیا اور کہا "تم فکر نہ کرو میں تمہارے والدین اور شوہر کو آزاد کر دوں گا اور تمہیں ان کے حوالے کر دوں گا۔ عورت نے احسان مند نگاہوں سے بادشاہ کی طرف دیکھا اور زیادتی اقبال کی دعا کی۔

صبح ہوئی تو نصیرالملک بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ مبارک باد دے۔ بادشاہ نے اسے دیکھتے ہی مسکرا کر کہا۔ "عورت اسی عالم میں ہے جس طرح کہ میرے پاس آئی تھی میں نے اس ہاتھ تک نہ لگایا۔ اس کے بعد احمد نظام نے اسی وقت عورت کے والدین اور شوہر کو طلب کیا۔ عورت کو ان لوگوں کے حوالے کیا گیا اور انہیں انعام واکرام سے نوازا گیا۔

سپاہیوں کی ہمت افزائی

احمد نظام شاہ کی عمدہ عادات میں یہ عادت بھی شامل تھی کہ جب کبھی میدان جنگ میں کوئی سپاہی جرات اور بہادری کا شاندار مظاہر کرتا تو احمد اس کی بے حد ہمت افزائی کرتا۔ جنگ کے بعد سب سے پہلے اس کو خلعت فاخرہ سے نوازا جاتا' دوسروں کی باری بعد میں آتی۔

ایک بار ایک گستاخ مقرب شاہی نے بادشاہ سے پوچھا کہ فلاں سپاہی کو شاہانہ نوازشوں سے کیوں سرفراز کیا گیا' حالانکہ اس نے میدان جنگ میں جرات وبہادری کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس وہ لڑائی سے منہ موڑ کر بھاگ نکلا تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ "اس وقت اصل حقیقت بیان کرنے کا موقع نہیں جب وقت آئے گا تمہیں بتا دیا جائے گا۔"

اتفاق کی بات کہ انہیں دنوں احمد نظام شاہ نے سلطان محمود بہمنی کی مدد کی غرض سے یوسف عادل کا تعاقب کیا۔ پٹن کے قریب یوسف عادل کا لشکر احمد نظام کے مقدمہ لشکر سے بہت ڈرا اور اسے شکست ہوئی بہمنی فوج کے پیچھے بظاہر شاہی لشکر تھا جس نے عادل شاہی فوج کا مقابلہ کیا دشمن کی فوج پر سب سے پہلے جس سپاہی نے حملہ کیا وہ وہی تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ احمد نے اس مقرب سے جس نے اس سپاہی کے بارے میں سوال کیا تھا' کہا۔ "بادشاہ میر شکار ہے اور سپاہیوں کا شکار کے لئے دشمن پر چھوڑا جاتا ہے۔

شمشیرزنی کا رواج

ملک دکن میں یک یک (شمشیرزنی) کا رواج بھی احمد نظام شاہ کی وجہ سے ہوا۔ احمد کو شمشیرزنی سے بے پناہ لگاؤ تھا اور وہ اس میں اپنی مثال آپ تھا اس کی دیکھا دیکھی رعایا بھی اس فن سے خاطرخواہ دلچسپی لینے لگی۔ شہر کے تمام چھوٹے بڑے اپنا زیادہ وقت اسی شغل کی نذر کرتے تھے۔ احمد نگر میں مدرسے خالی ہوگئے' شمشیربازی کے اکھاڑے جگہ جگہ کھل گئے۔ اس فن کی بے انتہا قدر کی جانے لگی' ہر مجلس میں اسی فن سے متعلق گفتگو ہوتی تھی۔

لوگوں کو شمشیربازی کا کچھ ایسا شوق ہوا کہ ہر شخص اپنے آپ کو اس میدان کا مرد تصور کرنے لگا' دوسرے کو کوئی خاطر ہی میں نہ لاتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ شمشیربازی کرنے والوں میں آپس میں جھگڑا ہو جاتا تھا۔ اس قسم کے جھگڑوں کا فیصلہ عام طور پر احمد نظام شاہ ہی کیا کرتا تھا وہ فریقین کو بلا کر شمشیربازی کا معائنہ کرتا' جو شخص حریف پر ضرب لگانے میں پہل کرتا اسی کو بہتر جانا تھا۔

روزانہ شمشیربازوں کا ایک گروہ شاہی دیوان خانے میں حاضر ہوتا اور اپنے کمال کا مظاہرہ کرتا۔ احمد نظام بڑی دلچسپی سے لوگوں کے کمال کی داد دیتا تھا چونکہ اس کھیل میں جان کا خطرہ بھی رہتا ہے۔ اس لئے شاہی دیوان خانے میں ہر روز تین آدمی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے

تھے۔ بادشاہ اس خطرناک اور خونی منظر کو گوارا نہ کر سکا لہٰذا اس نے یہ حکم دیا کہ آئندہ سے یہ کھیل کالے چبوترے والے میدان میں جو قلعہ کے عین سامنے ہے ہوا کرے' فریقین کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور عہدہ دار درمیان میں کسی قسم کا دخل نہ دیا کریں' بادشاہ نے یہ بھی کہا۔ اس کھیل میں جو شخص مارا جائے اس کے قتل کا قصاص معاف ہے۔

دکنی مسلمانوں کو شمشیر بازی کا کچھ ایسا چسکا پڑا کہ سارے دکن میں اس کھیل کا رواج ہوگیا۔ کیا بادشاہ اور کیا علماء' طلباء مشائخ اور امیرزادے الغرض سبھی اس فن کے والہ وشیدا ہوگئے۔ اس فن کو قابلیت اور اہلیت کا معیار سمجھا جانے لگا' اگر کوئی شمشیرزنی کے فن کے ماہر نہیں ہوتا تو اسے بہادروں میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

ایک چشم دید واقعہ

راقم الحروف مورخ فرشتہ ۱۰۱۰ھ میں بیجاپور میں تھا۔ اس نے وہاں یہی واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ دو بھائی تھے سید مرتضیٰ اور سید حسن۔ یہ دونوں بوڑھے تھے اور یوسف عادل کے درباریوں میں سے تھے۔ ہر شخص ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے ان کی عزت کرتا تھا اور انہیں معقول آدمی سمجھتا تھا۔ ان دونوں بزرگوں کی تین اشخاص سے کسی بات پر بازار میں تکرار بھی ہوئی۔ تینوں آپس میں حقیقی بھائی تھے اول الذکر بزرگوں کی طرح معمر تھا۔ سید مرتضیٰ کا بیس سالہ بیٹا اپنے باپ کی طرف داری کرنے آیا اور قتل ہوگیا۔ سید مرتضیٰ نے جو بیٹے کو دم توڑتے دیکھا تو وہ بھی دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے بہت شاندار طریقے سے شمشیرزنی کا مظاہرہ کیا اور آخر دشمن کے ہاتھوں مارا گیا۔

سید حسن نے بھائی اور بھتیجے کی موت کے بعد جان کی بازی لگا دی اور تھوڑی دیر میں خود بھی راہی ملک عدم ہوا۔ ان تینوں کی لاشیں ابھی میدان میں پڑی تھیں کہ دوسری طرف کے تینوں افراد بھی جو تلواروں سے بہت زخمی ہو گئے تھے چل بسے اور یوں تھوڑی سی دیر میں چھ خاندان تباہ وبرباد ہو کر رہ گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن میں مسلمان شمشیربازی میں اپنی مثال آپ رکھتے تھے۔ جب تک کوئی شخص اس فن سے پوری طرح واقف نہ ہو اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ زمین پر شمشیربازی کی مشق کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اس فن میں ایسے مستغرق ہو جاتے ہیں کہ سواری' چوگان بازی' نیزہ بازی اور تیراندازی وغیرہ سے بالکل نابلد رہتے ہیں۔ یہ طریقہ بہت خطرناک ہے کیونکہ اگر کسی دکنی کا غیردکنی سے مقابلہ ہو جائے تو اس میں غیردکنی ہی کو فتح ہوتی ہے لیکن جب کبھی خانہ جنگی یا بازار وغیرہ میں لڑائی کا موقع ملتا ہے تو یہ دکنی باشندے شیر کی طرح بپھر کر مخالف پر حملہ کرتے ہیں۔

حکومت بہمنی کے بعد دکن میں جتنے بھی فرمان روا ہوئے ہیں ان میں سے کسی نے بھی اس خطرناک مشغلے کو ختم کرنے کی طرف توجہ نہیں دی۔ بلکہ سبھی نے اس فن کی ترویج وترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ ایسے خطرناک مشغلے کو ترقی دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ سلطان عادل' ابراہیم شاہ ثانی نے اس سلسلے میں واقعی بڑا کام کیا۔ اس نے شمشیربازوں کی کبھی ہمت افزائی نہیں کی اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ اب دکن میں شمشیربازی یا یک یکی کا فن کچھ زیادہ مروج نہیں ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ یہ تباہ کن مشغلہ اور خطرناک کھیل' عظیم المرتبت بادشاہوں اور عادل حاکموں کی مہربانی سے کسی ملک میں بھی باقی نہ رہے گا اور تمام علاقے اس خانہ جنگی سے پاک وصاف ہو جائیں گے۔ سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی کی تقلید میں تلنگانہ میں سلطان محمد قلی قطب شاہ نے بھی شمشیربازی کی ممانعت کر دی ہے۔ توقع ہے کہ اب یک یکی کا نام تک دکن میں باقی نہ رہے گا۔

احمد نظام شاہ نے انیس سال تک حکمرانی کی۔

برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بحری

تخت نشینی

برہان نظام شاہ جب احمد نگر کے تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا تو اس کی عمر سات سال کی تھی' اس کی تخت نشینی کی تاریخ "فیض جاوید" ہے- برہان کے عہد حکومت میں کمل خاں دکنی' احمد نظام شاہ کے عہد کی طرح منصب پیش دانی اور میر جملگی پر فائز رہا- اس کے بیٹے میاں جمال الدین کو عزیزالملک کے خطاب سے نوازا گیا- اور سرنوبتی کے عہدے پر مقرر کیا گیا- نظام شاہی خاندان کے تمام ملکی و مالی معاملات پر ان دونوں باپ بیٹوں کا قبضہ ہو گیا-

عزیزالملک کے بے اعتدالیاں

تین برس تک یہی عالم رہا یہاں تک کہ عزیزالملک سرنوبت بہت زیادہ مغرور ہو کر بڑی بے اعتدالیوں سے کام لینے لگا- اس کی یہ حرکتیں دیکھ کر دوسرے نامی گرامی امراء رومی خاں' کرم خاں اور امیر خاں رشک و حسد سے جلنے لگے- ان امیروں نے کمل خاں دکنی اور عزیزالملک کو تباہ و برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی-

امراء کی تدبیر

ان امراء نے مایوس ہو کر آخر کار یہ چال چلی کہ حرم سرا کی ایک عورت بی بی عائشہ نامی سے مراسم پیدا کئے- یہ عورت برہان نظام شاہ کی دایہ اور بہت ہی صاحب اختیار تھی- عائشہ سے مراسم پیدا کر کے متذکرہ امیروں نے یہ طے کیا کہ عائشہ موقع پا کر برہان نظام شاہ کے چھوٹے بھائی' راجہ جیو کو قلعہ سے باہر نکال کر ان کے حوالے کر دے- اس سے ان امراء کا مقصد یہ تھا کہ راجہ جیو کو احمد نگر کے تخت پر بٹھا دیا جائے- اور برہان نظام شاہ کو معزول کر دیا جائے اور اس طرح کمل خاں اور عزیزالملک کا اقتدار خود بخود ختم ہو جائے گا-

شہزادہ جیو کی گم شدگی

بی بی عائشہ نے وعدے کے مطابق اپنا کام شروع کر دیا اور موقع کا انتظار کرنے لگی- ایک روز اس نے راجہ جیو کو جس کی عمر صرف چار سال کی تھی لڑکیوں کا لباس پہنایا اور اسے پالکی میں بیٹھا کر شہر کی طرف لے گئی- اتفاق کی بات کہ اسی وقت برہان نظام شاہ کی ماں نے اپنے چھوٹے بیٹے راجہ جیو کو یاد کیا- شاہی حرم سرا میں شہزادے کو ڈھونڈا گیا' لیکن وہ کہیں نہ ملا- چاروں طرف ایک ہنگامہ سا بچ گیا- محل کے تمام اندرونی اور بیرونی ملازم ایک جگہ جمع ہو گئے- ان میں سے ایک نے کہا "ہو سکتا ہے کہ شہزادہ محل کے کسی حوض میں گر پڑا ہو-"

قلعے میں واپسی

ملازموں کی ایک جماعت حوضوں میں اتری راجہ جیو کو بہت تلاش کیا گیا' لیکن کچھ پتہ نہ چلا- کچھ لوگوں نے بی بی عائشہ کا تعاقب کیا- ابھی وہ رومی خاں کے گھر میں پہنچی بھی نہ تھی کہ اسے گرفتار کر لیا گیا- شہزادے کو قلعے میں لایا گیا' بی بی عائشہ کبھی کبھی شہزادہ جیو کو اپنے گھر لے جاتی تھی' کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس کی دادی کہا کرتی تھی- اس روز بھی اس نے یہی بہانہ کیا کہ میں راجہ جیو کو اپنے گھر لے جا رہی تھی' لیکن کچھ دنوں بعد اصل راز فاش ہو گیا اور ہر شخص یہ جان گیا کہ یہ سب کچھ امراء کے اشارے پر ہوا ہے-

برہان نظام شاہ کی تعلیم و تربیت

اس واقعہ کے بعد کمل خاں نے برہان نظام شاہ اور راجہ جیو کی طرف بہت توجہ کی اور ان کی نگرانی بڑی کڑی نظر سے کرنے لگا- ہر

وقت چوکس رہتا' ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتا۔ برہان نظام شاہ کی تعلیم کا ایسا عمدہ انتظام کیا گیا کہ وہ صرف دس سال کی عمر ہی میں کافیہ پڑھنے اور بڑی عمدگی سے خط نسخ لکھنے کے قابل ہوگیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد حکومت میں ناچیز راقم الحروف فرشتہ نے شاہی کتب خانے میں ایک رسالہ دیکھا جو علم سلوک واخلاق سے متعلق تھا۔ اس رسالے کے خاتمے پر یہ عبارت درج تھی۔ "کاتبہ شیخ برہان بن ملک احمد نظام الملک الملقب بہ حضرت البحری۔"

مخالف امراء کا فرار

متذکرہ بالا تینوں امراء اور کمل خاں کے باہمی اختلاف پہلے سے کہیں زیادہ بڑھتے چلے گئے۔ موافقت کا کوئی ذریعہ نہ دیکھ کر یہ تینوں امراء احمد نگر سے فرار ہو کر شیخ علاؤ الدین عماد الملک کے پاس چلے گئے۔ ان کے ساتھ دوسرے پانچ نامی گرامی امیر بھی تھے۔ نیز آٹھ ہزار سواروں کا لشکر تھا ان لوگوں نے شیخ علاؤ الدین سے بالمشافہ گفتگو کی اور اسے یہ باور کروا دیا کہ احمد نگر کو فتح کرنا بہت ہی آسان ہے۔ عماد الملک پر ان لوگوں کا جادو چل گیا اور وہ پوری طرح ان کے دھوکے میں آگیا' اس نے لشکر جمع کیا اور کاویل ایلچی پور سے روانہ ہو کر نظام شاہی سرحد میں داخل ہوگیا اور اس نے بہت سے پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔

عماد الملک اور کمل خاں میں مقابلہ

کمل خاں کو جب یہ خبریں معلوم ہوئیں تو اس نے دشمن کو راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور برہان نظام اور حاکم پرندہ خواجہ جہان کے ہمراہ بڑی شان وشوکت سے عماد الملک کی سرزنش کے لئے روانہ ہوا۔ قصبہ رانوری کے قریب ۹۱۶ھ میں عماد الملک اور کمل خاں کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے' فریقین نے اپنی اپنی صفیں درست کیں۔ کمل خاں نے برہان نظام شاہ کو کمسنی کی وجہ سے قلب لشکر میں رکھا۔ ایک ترکی غلام آذر خاں کو بادشاہ کا ردیف مقرر کیا گیا۔

عماد الملک کی شکست

جب جنگ شروع ہوئی تو کمل خاں نے بڑی جوانمردی اور بہادری سے اس میں حصہ لیا' طرفین کے سپاہیوں نے فتح کے لئے جی توڑ کر کوششیں کیں۔ بڑا گھمسان کا رن پڑا جس کے نتیجے میں نظام شاہی کامیاب وکامران ہوئے۔ عماد الملک اور اس کے ساتھی حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گئے اور ایلچی پور تک راستے میں کہیں نہ ٹھہرے۔ مفروروں کا بہت سامان' گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ نظام شاہیوں کے قبضے میں آئے۔ برار کے بہت سے پرگنے اور دیہات اس شورش کی وجہ سے تباہ وبرباد ہوئے۔

عماد الملک کا تعاقب

کمل خاں نے برہان نظام شاہ کو ساتھ لے کر مفروروں کا تعاقب کیا' ان کے پیچھے پیچھے وہ برار میں داخل ہوگیا۔ عماد الملک نے گھبرا کر برہان پور کا راستہ لیا۔ کمل خاں نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا آخر کار برہان پور کے علماء اور مشائخ نے بیچ بچاؤ کر کے فریقین میں اس شرط پر صلح کرادی کہ ہر فریق اپنے اپنے ملک کو واپس چلا جائے۔

قصبہ پاتری کا قضیہ

مورخین کا بیان ہے کہ نظام شاہیوں کے اسلاف میں ککرنی نام کا ایک شخص تھا جو پرگنہ پاتری کا رہنے والا تھا۔ وہ کسی سبب سے غریب الوطن ہو کر بیجاپور نگر چلا گیا تھا۔ جب نظام شاہی خاندان کے ہاتھ میں حکومت آئی اور ان کی ایک علیحدہ سلطنت قائم ہوئی تو وہ تمام برہمن جو بادشاہ سے قرابت رکھتے تھے بیجانگر سے احمد نگر میں آگئے۔ ان برہمنوں کو اپنے وطن (قصبہ پاتری) سے بے انتہا محبت تھی۔ اس لئے کمل خاں نے عماد الملک کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"ہمیں قصبہ پاتری سے جو تمہارے ملک میں داخل ہے اور سرحد پر واقع ہے' بہت پرانا تعلق ہے۔ ہماری تمہاری دوستی کا یہ

تقاضا ہے کہ تم اس قصبے کو ہمارے حوالے کر دو' اس کے عوض تم ہمارے ملک کا جو قصبہ چاہو' ہم سے لے لو۔" عمادالملک نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ جب اسے اس امر کا یقین ہو گیا کہ اسے قصبے کے لئے ایک دن بڑی زبردست جنگ ہو گی تو اس نے اس مقام پر ایک زبردست قلعہ تعمیر کروانا شروع کر دیا۔

عمادالملک کی ہٹ دھرمی

اس صورت حال کے پیش نظر مکمل خاں نے عمادالملک کو لکھا۔ "سرحدی مقام پر تمہیں قلعہ تعمیر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس طرح تمہارے سپاہی ہمیشہ ہم سے جنگ کرتے رہیں گے۔ اور اس طرح ہم کو تکلیف پہنچتی رہے گی' یہی بہتر ہے کہ تم قلعہ کی تعمیر کا کام فوراً رکوا دو۔" عمادالملک نے اس سلسلے میں بھی کوئی توجہ نہ کی اور قلعہ مکمل کروا کے ہی اپنے ملک کو واپس گیا۔

پاتری کی فتح

مکمل خاں نے اس بہانے سے کہ وہ بالا گھاٹ' دولت آباد اور ایلورہ کی سیر کرنا چاہتا ہے فوج جمع کرنی شروع کر دی اور ۹۲۵ھ میں برہان نظام شاہ کے ساتھ دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کی چند منزلیں طے کرنے کے بعد مکمل خاں نے پاتری پر حملہ کر دیا۔ قلعے کا محاصرہ کر لیا اور لڑائی شروع کر دی۔ مکمل خاں کے بہادر سپاہیوں نے کمندوں اور زینوں کے ذریعے قلعے کے میناروں پر چڑھ کر حصار کو تسخیر کر لیا۔ یوں پاتری نظام شاہیوں کے قبضے میں آ گیا۔ میاں محمد غوری نے اس معرکے میں بڑی ہمت اور جواں مردی کا مظاہرہ کیا۔ اسے کامل خاں کے خطاب سے نوازا گیا اور قلعے کا حاکم مقرر کیا گیا۔

جوانی کی دیوانگی

برہان نظام شاہ کامیاب و کامران احمد نگر واپس آ گیا' جوانی کا زمانہ تھا جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ لہٰذا برہان بھی اس دیوانگی کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک بازاری عورت پر عاشق ہو گیا۔ اس سے نکاح کر کے اسے داخل حرم کیا۔ حرم کی دوسری تمام خواتین پر اس عورت کو فوقیت دی گئی۔ اس عورت نے برہان نظام شاہ کو بادہ نوشی کے راستے پر لگا دیا۔

مکمل خاں کی سبکدوشی

مکمل خاں بہت دانش مند اور عاقبت اندیش انسان تھا اس نے موقع و محل کی مناسبت سے ایک روز برہان نظام شاہ سے عرض کی۔ "لیجئے حضور وکالت و وزارت کی انگوٹھی حاضر ہے جب تک آپ کم عمر تھے میں نے اپنی ضعیف العمری کے باوجود آپ کی بڑی بھی خدمت کی۔ اب جب کہ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور خود مہمات سلطنت کو انجام دینے کے قابل ہو گئے ہیں۔ مجھے معاف فرمائیں۔ "مکمل خاں کو اپنی سبکدوشی پر بہت اصرار تھا لہٰذا برہان نظام نے مجبوراً اس کی درخواست منظور کر لی۔ مکمل خاں کے بیٹے کو سلطنت کے نامی گرامی امراء کے زمرے میں شامل کیا گیا اور پیشوائی کا منصب ٹیکاپور کے ایک باشندے شیخ جعفر دکنی کو سونپا گیا۔

مکمل خاں کا انتقال

مکمل خاں نے تمام سیاسی و ملکی معاملات سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنے مکان میں خلوت نشیں ہو گیا۔ کبھی کبھی وہ عیدوں اور دوسرے مبارک موقعوں پر اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کی فرمائش پر شاہی بارگاہ میں حاضری دیتا رہتا تھا' وہ شاہی دربار میں صرف چند لمحے ٹھہرتا۔ بادشاہ کو سلام کر کے فوراً اپنے مکان پر واپس آ جاتا آخر کار اسی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

شاہ طاہر کی آمد

۹۲۸ھ شاہ طاہر احمد نگر میں تشریف لائے انہیں مصاحبین شاہی میں داخل کر لیا گیا۔ ان دنوں سارے شہر میں مہدوی مذہب کا دور دورہ تھا۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے بھی اس مذہب سے متاثر ہو کر اپنے ایک لڑکے کو مہدوی شیخ [illegible]

ان کی کوششوں سے مہدوی مذہب کا نام و نشان مٹ گیا۔ تمام مہدویوں کو شاہی دربار میں آنے کی ممانعت کر دی گئی۔ برہان نظام شاہ نے مہدوی مذہب سے جو قرابت پیدا کرلی اس پر وہ بہت نادم ہوا۔ اس نے احمد نگر کے علماء سے سخت بازپرس کی اور ان سے کہا کہ جس طرح شاہ طاہر نے مہدوی مذہب کی کم مائیگی اور بطلان کو میرے ذہن نشین کر دیا ہے تم نے ایسا کیوں نہیں کیا۔

برہان نظام شاہ اور بی بی مریم کی شادی

شاہ طاہر کی کوشش سے ۹۳۰ھ میں برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ شولاپور کے نواح میں ملاقات کی۔ دونوں طرف کے امراء کی کوششوں سے یوسف عادل شاہ کی لڑکی بی بی مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ سے کر دی گئی اس سلسلے میں ایک بہت بڑا جشن مسرت منعقد کیا گیا۔ اسد خاں بلکوانی وغیرہ نے یہ وعدہ کیا کہ قلعہ شولاپور بی بی مریم کے جہیز میں دے دیا جائے گا۔ شادی کے بعد برہان نظام شاہ نے اس قلعے کو طلب کیا تو اسمٰعیل عادل شاہ نے یہ جواب دیا کہ "میں نے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا تھا۔ اگر میرے ملازموں نے ایسی کوئی بات کی تھی تو انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ مجھ پر یہ لازم نہیں ہے کہ ان کے کئے ہوئے وعدے کا پابند رہوں۔"

قلعہ شولاپور کی فتح کی تیاریاں

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر سے مشورہ کیا۔ شاہ طاہر نے اس سلسلے میں خاموش رہنے کا مشورہ دیا اس کے بعد برہان نظام شاہ احمد نگر واپس آگیا۔ برہان کی پہلی بیوی یعنی مرتضیٰ نظام کی والدہ نے بی بی مریم کے ساتھ برا برتاؤ کیا اس کی اطلاع اسمٰعیل عادل کو بھی ملی۔ اس نے احمد نگر کے قاصدوں سے جو بیجاپور میں مقیم تھے کہا کہ بادشاہوں کی اولاد سے ایسا سلوک کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ برہان نظام شاہ تک جب یہ بات پہنچی تو اس نے قلعہ شولاپور کو فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

معرکہ آرائی

برہان نے شاہ طاہر کو امیر برید کے پاس اور ملا حیدر استر آبادی کو عمادالملک کے پاس روانہ کیا اور ان دونوں حکمرانوں سے مدد کا طالب ہوا۔ انہوں نے برہان کا ساتھ دیا۔ ۹۳۱ھ میں برہان نظام تیس ہزار سواروں اور ایک بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ قلعہ شولاپور کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اسمٰعیل عادل نے نو ہزار تجربہ کار تیراندازوں کو ساتھ لے کر اس کا مقابلہ کیا' دونوں فوجوں میں زبردست لڑائی ہوئی۔

نظام شاہیوں کی ناکامی

سب سے پہلے تو اسد خان بلگوانی کے حملے کی تاب نہ لا کر عمادالملک کاویل کی طرف بھاگ گیا۔ عین اس وقت جب کہ جنگ ہو رہی تھی پانی کی کمی اور سورج کی گرمی کی وجہ سے برہان نظام شاہ بے ہوش ہوگیا۔ خورشید نامی ایک ترکی غلام نے جو بادشاہ کا آبدار تھا' فوراً آگے بڑھ کر بادشاہ کو پانی پلایا تو اسے ہوش آیا۔ شاہ طاہر کے مشورے سے ترکی اور حبشی غلاموں نے بادشاہ کے جسم سے ہتھیار اتار لئے اور اسے اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوگئے۔

پاتری کا قضیہ

۹۳۲ھ میں اسمٰعیل عادل شاہ کے اکسانے پر عماد شاہ نے سلطان قلب قلی کی اعانت سے قصبہ پاتری کو اپنے قبضے میں کرلیا۔ برہان نظام شاہ' امیر برید اور خواجہ جہاں دکنی کے ساتھ' ایک زبردست لشکر لے کر پاتری کی طرف روانہ ہوا۔ دو ماہ کی مسلسل کوششوں کے بعد برہان نظام نے دوبارہ پاتری پر قبضہ کر لیا۔

پاتری کے برہمن

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے نظام شاہی خاندان کے معتبر برہمنوں سے سنا ہے کہ نظام شاہ بحری کی حکومت سے پہلے اس خاندان کے بزرگ قصبہ پاتری میں رہتے تھے اور وہ برہمن تھے۔ کسی سبب یہ لوگ پاتری کی سکونت کو ترک کر کے بیجانگر چلے گئے اور وہیں رہنے لگے۔ جب ملک حسن منصب امارت پر سرفراز ہوئے اور ملک احمد نے سر پر چتر سایہ فگن کیا تو یہ برہمن رشتہ داری کے خیال سے احمد نگر چلے آئے۔ یہ لوگ بادشاہ سے اکثر کہا کرتے تھے کہ قلعہ پاتری کا فلاں فلاں گاؤں پرانے زمانے سے ہمارے بزرگوں کے قبضہ میں ہے۔

ملک احمد نے عمادالملک کو ایک بار اس مضمون کا خط روانہ کیا۔ "قصبہ پاتری سے چونکہ ہمارا تعلق بہت قدیم ہے۔ اس لئے ہماری تمہاری دوستی کا یہ تقاضا ہے کہ تم یہ قصبہ ہمارے حوالے کر دو اور اس کے بدلے میں جو قصبہ تم چاہو ہم سے لے لو۔" عمادالملک نے اس درخواست کو منظور نہ کیا ابھی یہ بات چیت جاری ہی تھی کہ احمد نظام شاہ نے اس قصبہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ہم نسل برہمنوں کو عطا کیا جو بڑے نامی گرامی رئیس تھے۔

قلعہ ماہور کی فتح

مغل اعظم جلال الدین اکبر کے عہد حکومت تک قصبہ پاتری مذکورہ بالا برہمنوں ہی کے قبضے میں رہا۔ برہان نظام شاہ اس مقام سے قلعہ ماہور کی طرف روانہ ہوا۔ اس قلعے کو بھی اس نے فتح کر لیا اور خداوند حبشی کے حوالے کیا۔ بعدازاں ایلچی پور پر قبضہ کرنے کے لئے سفر اختیار کیا۔ عمادالملک مقابلے کی تاب نہ لا کر پہلے کی طرح برہان پور کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان محمد شاہ فاروقی نے عمادالملک کی مدد کی اور اس کے ساتھ برہان نظام شاہ اور امیر برید سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

عمادالملک اور محمد شاہ فاروقی کی پسپائی

طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس میں برہان نظام شاہ کا پلہ بھاری رہا۔ عمادالملک اور محمد شاہ فاروقی پریشان ہو کر برہان پور بھاگ گئے۔ برہان نظام شاہ نے دشمن کے بہت سے مال واسباب پر جس میں تین سو ہاتھی اور دیگر اشیاء شامل تھیں قبضہ کر لیا۔ نیز برار کے کئی علاقے اپنی حکومت میں شامل کر لئے۔

حاکم گجرات کا عزم دکن

یہ عالم دیکھ کر عمادالملک اور محمد شاہ فاروقی نے حاکم گجرات سلطان بہادر کی خدمت میں بہت سے گراں قدر تحفے تحائف ارسال کئے اور مدد کی درخواست کی۔ سلطان بہادر نے ان کی درخواست منظور کر لی اور اپنے لشکر اور خزانے کو ساتھ لے کر دربار اور سلطان پور کے راستے سے ۹۳۵ھ میں دکن کی طرف روانہ ہوا۔

برہان نظام شاہ کا خط بابر کا نام

برہان نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے پہلے تو شاہ طاہر کے مشورے سے مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں تخت نشینی کی مبارک باد دی گئی تھی اور اس کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار کیا گیا تھا' اس خط کا مضمون یہ تھا۔

"ہمیں حضور کے التفات خسروانہ سے پوری پوری توقع ہے کہ آپ جلد ازجلد دکن کی طرف تشریف لائیں گے اور اس علاقے کے دشمنوں اور فتنہ خیزوں کو پامال کر کے دکن کے عوام کو "جاء الحق وزھق الباطل" کی خوشی خبری سنائیں گے۔ ہم آپ کے لئے چشم براہ رہیں گے آیئے اور جلد آیئے۔"

سلطان قلی قطب شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ سے مدد کی درخواست

بابر کے علاوہ برہان نظام شاہ اور سلطان قلی قطب شاہ کے نام بھی خطوط روانہ کئے۔ سلطان قلی قطب شاہ ان دنوں کچ کی مہم میں معروف تھا اس لئے اس نے برہان نظام کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے البتہ برہان کی مدد کی اور اپنے لشکر سے چند ہزار سوار منتخب کئے اور ان کو امیر برید کے ساتھ مع خزانہ وسامان جنگ کے روانہ کر دیا۔

سلطان بہادر سے عماد الملک کی درخواست

سلطان بہادر قلعہ ماہور اور پاتری کو نظام شاہیوں کے قبضے سے نکالنے کے لئے برار میں داخل ہوا۔ حرص وہوس نے اس کو کوئی سبز باغ دکھایا اور کچھ عرصے کے لئے وہ اس جگہ مقیم ہوگیا۔ عماد الملک یہ صورت دیکھ کر اپنے انجام سے لرز لرز اٹھا اس نے سلطان بہادر سے عرض کیا "یہ میرا ملک ہے' آپ کو چاہئے کہ پیش قدمی کریں۔ برہان نظام شاہ کو تباہ وبرباد کر کے اگر آپ اس کے ملک کا کچھ حصہ مجھے بھی عنایت فرمائیں تو میں اپنے بیوی بچوں کو بھیج کر مذکورہ علاقہ سارے کا سارا آپ کی نذر کر دوں گا اور ملازموں کی طرح آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

امیر برید کا ہنگامہ

سلطان بہادر نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور نظام شاہی فوج کی طرف جو پہاڑی علاقے میں مقیم تھی پیش قدمی کی۔ امیر برید نے چھ ہزار عادل شاہی اور تین ہزار اپنے خاص سواروں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور کوچ کے وقت قصبہ پٹن اور بیٹر کے درمیان اہل گجرات پر حملہ کیا۔ اس ہنگامے میں سلطان بہادر کے دو تین ہزار سوار مارے گئے اور امیر برید کے ہاتھ بہت سامال واسباب اور خزانے سے لدے ہوئے بہتر (۷۲) اونٹ آئے۔

سلطان بہادر کا غصہ

سلطان بہادر کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو اسے بہت غصہ آیا جس مقام پر اس نے یہ خبر سنی وہیں قیام کیا اور اپنے وزیر خداوند خاں کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ دشمن سے بدلہ لینے کے لئے مقرر کیا۔ امیر برید نے برہان نظام شاہ کی مدد کے بغیر ہی اس لشکر سے معرکہ آرائی کرنے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر آتے اور دکنی اور گجراتی ایک دوسرے کے خون کی ندیاں بہاتے۔ امیر برید اور عادل شاہی امراء نے فتح کی توقع میں اپنی فوج کو مرتب کرنا شروع کر دیا۔

گجراتیوں اور دکنیوں میں معرکہ

امیر برید میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ گجراتیوں کو من مانی کرنے کا موقع ہاتھ آیا انہوں نے وہ ظلم توڑے کہ الامان والحفیظ' امیر برید دراصل کمین گاہ میں تھا' موقع پا کر وہ باہر نکلا اور دشمن پر حملہ آور ہوا اور تھوڑی سی دیر میں گجراتیوں کے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ سلطان بہادر نے عماد الملک اور خداوند خاں کی نگرانی میں بیس ہزار سواروں کا ایک دوسرا لشکر روانہ کیا۔ برہان نظام شاہ امیر برید اور خواجہ جہان میں اس لشکر سے مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی۔ لہٰذا یہ لوگ جلد از جلد پرندہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

برہان نظام شاہ کی والدہ کا انتقال

گجراتیوں نے ان لوگوں کا تعاقب کیا۔ دکنی پرندہ ہی میں رہے یہاں برہان نظام شاہ کی والدہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اسے پرندہ ہی میں دفن کیا گیا۔ مرحومہ ایک استر آبادی امیر کی بیٹی تھیں۔

سلطان بہادر احمد نگر میں

سلطان بہادر احمد نگر آیا وہ خود تو باغ نظام میں قیام پذیر ہوا اور اس کے امراء احمد نگر کے دیگر مکانات میں ٹھہرے۔ سلطان بہادر نے حکم دیا کہ باغ نظام میں عمارت کی تعمیر کے لئے جو پتھر اور چونہ جمع کیا گیا ہے اسے باہر لایا جائے اور اس سے ایک اونچا اور وسیع چبوترہ تعمیر کیا جائے تاکہ اس پر بیٹھ کر ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھا جا سکے۔ تجربہ کار معماروں نے ایک دن اور ایک رات ہی میں یہ چبوترہ تیار کر دیا۔ یہ چبوترہ "کالا چبوترہ" کے نام سے مشہور ہے۔ بادشاہ چالیس روز تک متواتر اس چبوترے پر بیٹھا رہا وہ ہر خاص و عام کا سلام لیتا' ہاتھی' اونٹ اور ہرن میدان میں چھوڑے جاتے اور بادشاہ ان کی لڑائی کا تماشا دیکھتا۔

گجراتی لشکر میں زبردست قحط

سلطان بہادر کا ارادہ تھا کہ وہ احمد نگر میں ابھی کچھ دن اور قیام کرے' لیکن نظام شاہی امراء کی ہنگامہ آرائیوں نے اس کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔ یہ لوگ غلہ اور ضرورت کی دوسری چیزوں کو باسانی گجراتیوں تک نہ پہنچنے دیتے تھے۔ اس وجہ سے گجراتیوں کے لشکر میں سخت قحط پڑ گیا' بے شمار شاہی گھوڑے اور ہاتھی ہلاک ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر خداوند خاں اور دوسرے گجراتی امیروں نے بادشاہ سے یہ عرض کی کہ اگر اس ملک کو فتح کرنے کا ارادہ ہے تو سب سے پہلے قلعہ دولت آباد کو تسخیر کرنا چاہئے جو کہ سرحد پر واقع ہے۔

سلطان بہادر کا بھیانک خواب

سلطان بہادر کو امیروں کی یہ تجویز پسند آئی' لیکن یہاں سے کوچ کرنے میں اس نے تاخیر کی۔ اسی دوران میں سلطان بہادر نے ایک بڑا بھیانک خواب دیکھا کہ عفریتوں کا ایک گروہ اس کی طرف چلا آ رہا ہے یہ عفریت انتہائی خوفناک اور بدصورت تھے۔ ان میں کسی کے ہاتھ میں آگ تھی اور کوئی اپنے ہاتھ میں پہاڑ لئے ہوئے تھا۔ سلطان بہادر اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا یہ عفریت چاہتے تھے کہ جو چیزیں ان کے ہاتھ میں ہیں وہ سلطان بہادر پر ڈال دی جائیں۔

روحوں کا اثر

سلطان بہادر ایک دم خواب سے بیدار ہوا جو لوگ اس کے قریب تھے ان سے خواب کی روداد بیان کی۔ ان لوگوں نے جواب دیا "نظام شاہ کے زمانے میں اس مقام پر ایک بہت بڑی لڑائی ہوئی تھی' ہندو مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد عالم مستی میں قتل کی گئی تھی' ان مقتولوں کی روحوں کو عالم بالا میں جگہ نہیں ملی۔ اس لئے وہ اسی جہان آب و خاک میں خاص طور پر اسی مقام پر رہنے لگی ہیں اور شیطانوں کے روپ میں سامنے آتی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ خواب جو ابھی آپ نے بیان کیا انہیں روحوں کے اثر سے آپ کو نظر آیا ہو گا۔"

سلطان بہادر کا دولت آباد پہنچنا

سلطان بہادر نے اسی رات اس مقام سے کوچ کر کے کالے چبوترے کے قریب قیام کیا اور دو تین روز کے بعد وہاں روانہ ہو گیا۔ جب عماد الملک براری اور گجرات کے امیر آ گئے تو سلطان بہادر نے ان لوگوں کو قلعے کے محاصرے پر مقرر کیا اور خود سلطان محمد فاروقی کے ساتھ بالا گھاٹ دولت آباد میں قیام پذیر ہوا۔

برہان نظام شاہ کے لیے اسمٰعیل عادل شاہ کی امداد

برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل کے پاس قاصد روانہ کئے اور اسے یہ پیغام دیا۔ "آپ نے جس برادرانہ محبت سے میری مدد کی ہے میں اس کا بہت ممنون ہوں' لیکن جب تک آپ بذات خود اس طرف توجہ نہ فرمائیں گے مجھے مصیبت سے چھٹکارا نہ ہو گا۔" عادل شا

نے اس پیغام کا یہ جواب دیا۔ "بیجا نگر کے ہندو اس وقت موقع کی تلاش ہیں اگر میں بیجا نگر سے نکلوں گا تو یہ لوگ دریائے کرشنا کو عبور کر کے سارے شہر کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ میں فی الحال حیدر الملک قزوینی کی نگرانی میں پانچ سو دو اسپہ سوار بھیج رہا ہوں۔ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے توقع ہے کہ تم کامیاب و کامران ہو نگے۔"

شیخ جعفر کی معزولی اور کانونوسی کا تقرر

عادل شاہ کے نہ آنے سے برہان نظام شاہ کو بہت مایوسی ہوئی اور وہ اپنے انجام کا خیال کر کے بے انتہا پریشان ہوا تمام رعایا اور سپاہی شیخ جعفر کی پیشوائی سے ناخوش تھے۔ برہان نظام نے جعفر کو معزول کر کے اس کی جگہ اسی کے ملازم کانونوسی کو جو برہمن قوم سے تعلق رکھتا تھا پیشوا مقرر کیا۔ کانونوسی بہت ہی عقل مند اور معاملہ فہم انسان تھا' امانت و دیانت میں بھی اس کا پایہ بہت بلند تھا۔

برہان نظام شاہ دولت آباد میں

کانونوسی کی رائے کے مطابق برہان نظام احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا وہاں پہنچ کر اس نے حسب استطاعت لشکر جمع کیا اور دولت آباد کی راہ لی۔ سلطان بہادر لشکر کے قریب پہنچ کر چار کوس کے فاصلے پر قیام کیا۔ اس جگہ وہ بڑی احتیاط سے اور چوکسی کے ساتھ پورے تین مہینے تک مقیم رہا۔ دکنی لشکر نے گجراتیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور انہیں خوب ستایا اس سے اہل گجرات بڑے پریشان ہوئے اور جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ سلطان بہادر کو اس امر کی اطلاع ہوگئی۔

گجراتیوں سے لڑائی

امیر برید نے جو بہادری میں اپنی مثال آپ تھا نظام کی اجازت کے بغیر ہی صف آرائی شروع کر دی' دکنی لشکر میں یہ خبر مشہور ہوگئی۔ برہان نظام شاہ امیر برید کی جرات و بے باکی سے اچھی طرح واقف تھا اسی وقت میدان جنگ میں آیا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ طرفین نے پوری پوری داد شجاعت دی۔ آخر کار امیر برید اور عادل شاہی لشکر کا پلہ بھاری رہا گجراتیوں کو شکست فاش ہوئی۔

برہان نظام شاہ اور امیر برید کا فرار

سلطان بہادر کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے خداوند خاں' عضد الملک اور صفدر خاں وغیرہ امیروں کو دشمنوں کی سرزنش کے لئے روانہ کیا۔ یہ گجراتی امراء اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں آئے' پہلے ہی حملے میں عالم خاں میواتی' جو احمد نگر کا نامی گرامی عسکری سردار تھا' مارا گیا۔ امیر برید اور برہان نظام نے اب میدان میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے بھاگ کر کوہستان میں آگئے۔

میراں محمد شاہ اور عماد الملک سے دوستانہ مراسم

برہان نظام شاہ اور امیر برید اپنے آپ کو سلطان بہادر کا مدمقابل نہ سمجھتے تھے۔ ان دونوں نے کانونوسی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے عماد الملک اور میراں محمد شاہ کے پاس اپنے قاصد روانہ کئے اور ان سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ان سے یہ وعدہ بھی لیا گیا جو ہاتھی اور قلعے ان سے لئے گئے تھے واپس کر دیئے جائیں گے۔

سلطان بہادر کی شکایت

میراں محمد شاہ اور عماد الملک' خداوند خاں گجراتی (جو بہت ہی خلیق اور ملنسار وزیر تھا) کے پاس گئے اور اس سے کہا۔ "ہم نے ہر موقع پر سلطان بہادر کا ساتھ دیا' اس سے مل کر پاتری اور ماہور کے قلعے نظام شاہی قبضہ سے نکالے برار اور احمد نگر میں اس کے نام کا خطبہ جاری کیا ہر سال اسے قیمتی اور کمیاب تحفے بھیجے' لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اب ایسا محسوس ہوتا ہے سلطان بہادر ہم سے ہمارا ملک چھیننا چاہتا ہے۔"

خداوند خاں کا جواب

خداوند خاں نے جواب دیا۔ "اس زوال کا باعث تم خود ہو جس وقت دکن کے تمام فرماں روا آپس میں اتحاد سے رہیں گے اور تمام اختلافات کو دور کر دیں گے تو معاملہ خودبخود طے ہو جائے گا۔ عمادالملک اور میراں محمد شاہ نے خداوند خاں کا مطلب سمجھ لیا اور اس کے پاس سے چلے آئے۔

گجراتیوں کی رائے

سب سے پہلے عمادالملک نے بہت سا غلہ اور سامان ضرورت دولت آباد میں منجھن خاں کے پاس بھیجا اور خود اسی رات ایلچ پور روانہ ہوگیا۔ سلطان بہادر نے محمد خاں فاروقی اور اپنے امراء سے واپسی کے متعلق مشورہ کیا ان لوگوں نے کہا۔ "ان دنوں دریائے تاپتی کے علاوہ دوسرے دریاؤں میں بھی پانی بہت چڑھا ہوا ہے۔ گجرات اور خاندیش سے غلے اور سامان ضرورت کا منگوانا بہت مشکل ہے۔ اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ دکن کے فرماں روا آپس میں اتحاد کر لیں اور اس طرح معاملہ خواہ مخواہ طول کھینچے' بہتر یہی ہے کہ ان علاقوں کو عمادالملک اور نظام شاہ کے حوالے کر کے انہیں اپنا مطیع و فرماں بردار بنایا جائے۔

سلطان بہادر کی واپسی

برہان نظام شاہ اور عمادالملک نے میراں محمد شاہ کی رائے کے مطابق سلطان بہادر کے نام خطبہ پڑھوایا اور اپنے آدمیوں کو تحفوں اور نذرانوں کے ساتھ اس کی خدمت میں روانہ کیا۔ سلطان بہادر نے دکنیوں کی مخالفت کا خیال ترک کر دیا اور گجرات واپس چلا گیا۔

برہان نظام شاہ احمد نگر میں آگیا۔ میراں محمد شاہ نے اسے یہ پیغام دیا کہ "اپنا وعدہ پورا کرو اور پاتری اور ماہور کے قلعے مع ہاتھیوں کے عمادالملک کے حوالے کردو۔" اس کے جواب میں برہان نے تین ہاتھی جورانوری کے معرکے میں اس کے ہاتھ لگے تھے میراں محمد شاہ کو بھجوادیئے اور عمادالملک کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور محمد شاہ کے سوال کا جواب نہ دیا۔

میراں محمد شاہ تو اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا تھا جب وہ پورا ہوگیا تو اس نے برہان نظام شاہ سے عمادالملک کے بارے میں کوئی گفتگو نہ کی اور برہان سے پہلے سے بھی زیادہ دوستی کا برتاؤ کرنے لگا۔

سلطان بہادر کی خفگی

دوسرے سال برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو اپنا قاصد بنا کر اعلیٰ تحفوں اور چند مشہور ہاتھیوں کے ساتھ سلطان بہادر کی خدمت میں گجرات روانہ کیا۔ سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کرنے میں قدرے تاخیر کی اور میراں محمد شاہ کو لکھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ برہان نظام نے میرے نام کا خطبہ صرف ایک بار پڑھا ہے میراں محمد شاہ نے جواب دیا "برہان آپ کا مطیع و فرمان بردار ہے اگر اس سے کوئی امر آپ کی مرضی کے خلاف سرزد ہوا تو آپ معاف فرمائیں اور اس کی درخواست کے مطابق اس کے قاصد شاہ طاہر کو شرف باریابی بخشیں۔"

سلطان بہادر اور شاہ طاہر کی ملاقات

سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کی' لیکن ان کے شایان شان تعظیم و تکریم نہ کی۔ خداوند خاں شاہ طاہر کے علم و فضل اور مرتبہ بزرگی سے واقف تھا اس نے سلطان بہادر کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ سلطان بہادر نے اس کے بعد شاہ طاہر سے بڑا اچھا برتاؤ کیا' ایک بہت بڑی مجلس منعقد کی گئی اور اس میں شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔

شاہ صاحب کی تعظیم و تکریم

شاہ صاحب شاہی مجلس میں تشریف لائے۔ سلطان بہادر نے انہیں تمام علماء و فضلاء سے بلند مقام پر بٹھایا اور کہا "آپ کی تعظیم و تکریم کے سلسلے میں اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو مجھے معاف فرمائیں۔ پہلی ملاقات میں میں نے جو بد تہذیبی کی تھی اسی کی تلافی کے لئے یہ مجلس منعقد کی گئی ہے۔ گجرات کے وہ تمام علماء و فضلاء جو اس مجلس میں شریک تھے شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں شاہ طاہر کی تعظیم و تکریم بالکل پسند نہ آئی۔

عالمانہ صحبت

یہ لوگ دل ہی دل میں بہت جلے اور آخرکار نوبت یہاں تک پہنچی کہ دل کی کدورت زبان تک آگئی اور شاہ صاحب کی شان میں الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے۔ سلطان بہادر نے خداوند خاں کو حکم دیا کہ وہ ایک ایسی مجلس منعقد کرے جس میں تمام علماء کو مدعو کیا جائے اور انہیں شاہ صاحب سے عالمانہ گفتگو کرنے کا موقع دیا جائے۔ یہ مجلس منعقد ہوئی علماء نے شاہ صاحب سے گفتگو کی تو ان پر شاہ صاحب کے علمی کمالات ظاہر ہوئے لوگ اپنی سابقہ حرکت پر سخت نادم ہوئے اور اس بات کا اقرار کیا کہ شاہ صاحب گجرات کے علماء و فضلاء سے ہر لحاظ سے برتر و بلند ہیں۔ سلطان بہادر نے تمام گفتگو خود سنی اور اس دل میں شاہ صاحب کی عزت پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی' شاہ طاہر نے تین ماہ تک گجرات میں قیام کیا' اس کے بعد سلطان بہادر نے انہیں واپسی کی اجازت دے دی۔

سلطان بہادر کی عظمت و شوکت

۹۴۷ھ سلطان بہادر نے خلجی حکمرانوں کو نیچا دکھایا اور مندو پر قبضہ کر لیا۔ برہان نظام شاہ' سلطان بہادر کی یہ عظمت و شوکت دیکھ کر سخت پریشان ہوا۔ اس نے شاہ طاہر کو نرسو برہمن کے ساتھ دوبارہ سلطان بہادر کی خدمت میں فتح کی مبارک باد دینے کے لئے روانہ کیا۔ جب شاہ طاہر برہان پور پہنچے تو وہاں اتفاق سے سلطان بہادر بھی آگیا۔ میراں محمد شاہ نے سلطان بہادر سے شاہ طاہر کی ملاقات کروائی۔

میراں محمد شاہ کی خوش اسلوبی

میراں محمد شاہ نے بڑی خوش اسلوبی سے سلطان بہادر کو برہان نظام شاہ کے خلوص و محبت کا یقین دلایا اور کہا "یہ میری حقیر رائے ہے کہ آپ برہان نظام شاہ پر لطف و کرم کر کے اپنا ہی خواہ بنالیں۔" سلطان بہادر بہت اونچی فضاؤں میں اڑتا تھا' وہ شاہان دہلی کی برابری کے خواب دیکھا کرتا تھا لہٰذا اس نے میراں محمد شاہ کی بات مان لی۔ محمد شاہ' شاہ طاہر سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔ انہیں انعام و اکرام سے نوازا اور جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ کر دیا تاکہ برہان نظام شاہ کو یہاں لایا جائے اور اس کی ملاقات سلطان بہادر سے کروائی جائے۔

برہان نظام کی برہان پور کو روانگی

شاہ طاہر جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے احمد نگر پہنچے اور برہان نظام شاہ کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا پہلے تو برہان نے سفر سے انکار کیا' لیکن بعدازاں نرسو برہمن کے کہنے پر تیار ہوگیا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ حسین کو ولی عہد مقرر کیا۔ تمام ملکی امور نرسو برہمن کے سپرد کئے اور سات ہزار پیادوں اور سواروں کو ساتھ لے کر شاہ طاہر کے ہمراہ برہان پور روانہ ہوگیا۔

موضع چا نکدیوی میں قیام

برہان نظام شاہ نے خواجہ ابراہیم کو اپنا قاصد بنا کر اپنی روانگی سے پہلے ہی میراں محمد شاہ کے پاس روانہ کر دیا تاکہ امور ضروری کے بارے میں پہلے ہی گفتگو کر لی جائے۔ برہان نظام موضع چا نکدیوی میں پہنچا جو دریائے تاپتی کے کنارے واقع ہے۔ محمد شاہ نے اس کا استقبال کیا اور ملاقات کی بات چیت کے دوران میں محمد شاہ نے کہا۔ "یہ قرار پایا ہے کہ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا رہے اور ہم اس کے

سامنے ہاتھ باندھ کر سلام کریں۔"

شاہ طاہر سے مشورہ

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو اکیلے میں بلایا اور اس سے کہا۔ "مجھ سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا رہے اور میں اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہوں۔ بہتر یہی ہے کہ ملاقات کا ارادہ ترک کیا جائے اور تمام معاملات خواجہ پر چھوڑ دیئے جائیں۔" شاہ طاہر نے جواب دیا۔" دنیا داری کا یہ تقاضا ہے کہ مصلحت کا خیال کر کے ایک دن کسی کے سامنے سر نیچا کر لیا جائے اور پھر ساری ساری زندگی امن و آرام سے بسر کی جائے۔"

ایک موزوں تدبیر

برہان نظام چونکہ ذی فہم انسان تھا اس لئے اس نے شاہ طاہر کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسی گفتگو کے دوران شاہ صاحب کو ایک تدبیر سوجھی اور انہوں نے برہان سے کہا "میرے پاس قرآن مجید کا ایک نادر نسخہ ہے جو حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کے مبارک ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ سلطان بہادر اس مصحف مقدس کی زیارت کرنے کا بہت مشتاق ہے میرا خیال یہ ہے کہ ہم خداوند خاں کو اس نسخے کی موجودگی کی اطلاع کر دیں۔ اور ملاقات کے روز اسے اپنے ساتھ لیتے چلیں تاکہ سلطان بہادر بے اختیارانہ اس مصحف مقدس کے استقبال کے لئے تخت سے نیچے قدم رکھے۔" شاہ طاہر کی اس تجویز سے برہان نظام شاہ خوش ہوا اور ان کی دوراندیشی کی داد دی۔

دوسرے روز سورج نکلنے کے بعد برہان نظام شاہ شاہ طاہر اور میراں محمد شاہ کے ساتھ اس مقام کی طرف روانہ ہوا' جو سلطان بہادر سے ملاقات کے لئے مقرر ہوا تھا۔ جب یہ لوگ سلطان بہادر کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو شاہ طاہر نے مصحف مقدس کو اپنے سر پر رکھ لیا۔ شاہی پردہ سرا کے اندر داخل ہوئے تو سلطان بہادر نے انہیں دور سے دیکھا اور خداوند خاں سے پوچھا۔ "شاہ طاہر کے سر پر کیا ہے؟"

برہان نظام اور سلطان بہادر کی ملاقات

خداوند خاں نے جواب دیا۔ "یہ قرآن مجید کا ایک نسخہ ہے جو حضرت علیؓ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔" یہ سننا تھا کہ سلطان بہادر بے اختیار اپنے تخت سے نیچے اترا اور استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ اس نے فوراً مصحف شریف کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا دو تین بار چوم کر آنکھوں سے لگایا اور اسی طرح کھڑے کھڑے برہان نظام شاہ سے سلام لیا۔

آغاز گفتگو

سلطان بہادر نے گجراتی زبان میں برہان سے خیریت پوچھی' برہان نے زبان فارسی میں جواب دیا۔ "خداوند تعالیٰ کا بڑا کرم ہے اور آپ کی عظمت و شوکت کے سہارے بہت ہی خوش ہوں۔" اس کے بعد سلطان بہادر تخت پر بیٹھ گیا اور برہان نظام' شاہ طاہر اور محمد شاہ اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ سلطان بہادر نے جب شاہ طاہر کو اس طرح کھڑے دیکھا تو اسے ناگوار گزرا اور ان سے بیٹھنے کی درخواست کی شاہ صاحب نے اس کے جواب میں معذرت کا اظہار کیا۔

شاہ طاہر کی تعظیم

بادشاہ نے تقریباً تین بار شاہ صاحب سے بیٹھنے کے لئے کہا آخر کار شاہ صاحب نے جواب دیا۔ "حضور کا حکم میرے سر آنکھوں پر' مگر تعمیل حکم سے مجبور ہوں۔ برہان نظام میرا آقا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کھڑا رہے اور میں بیٹھ جاؤں یہ بات پاس ادب سے دور ہے۔" اس کے جواب میں سلطان بہادر نے کہا۔ "نہیں وہ بھی بیٹھے میں نے منع تھوڑا ہی کیا ہے۔" شاہ صاحب نے برہان نظام شاہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک مناسب جگہ پر بٹھا دیا اور پھر خود اس سے ذرا فاصلے پر ایک فرو تر جگہ پر بیٹھ گئے۔

سوال و جواب

اس کے بعد سلطان بہادر نے بات چیت شروع کی وہ دیر تک فارسی زبان میں گفتگو کرتا رہا۔ اس نے برہان نظام شاہ سے کہا "موجودہ زمانہ بڑا ہنگامہ خیز ہے۔ چاروں طرف شورشیں برپا ہیں بتاؤ تو سہی' ایسے عالم میں تم نے کس طرح زندگی بسر کی؟" برہان نظام شاہ نے بڑے ادب کے ساتھ جواب دیا۔ جس پستی کا انجام بلندی ہو اور جس ہجر کی انتہا وصل اس کے آخری لطف ہی کو یاد رکھنا چاہئے۔ ابتدائی کلفتوں کو فراموش کر دینا چاہئے۔ خداوند تعالیٰ کا لاکھ بار شکر ہے کہ میں نے جس قدر پریشانی اٹھائی آج تھوڑی سی دیر میں اس کی تلافی ہو گئی۔

اظہار مسرت

برہان نظام کے منہ سے یہ کلمات سن کر سلطان بہادر بہت خوش ہوا اور اس نے بڑی تعریف کی اور میراں محمد شاہ سے پوچھا۔ "تم نے ان کا جواب سنا؟" میراں محمد شاہ نے کہا۔ "دور ہونے کی وجہ سے میں سن نہیں پایا۔" اس پر سلطان بہادر نے اپنا سوال اور برہان نظام کا جواب اونچی آواز سے دہرایا تاکہ تمام حاضرین دربار سن لیں۔ اس کے بعد شاہ طاہر کھڑے ہوئے اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ "یہ سب کچھ حضور کی نوازشات کا نتیجہ ہے مجھے امید ہے کہ آپ کی عنایات کا سلسلہ روز بروز وسیع ہوتا جائے گا۔"

محبت کا برتاؤ

سلطان بہادر نے کمربند' خنجر اور مرصع تلوار جو خود زیب تن کئے ہوئے تھے اپنے جسم سے علیحدہ کئے اور برہان نظام شاہ کی مرش باندھ دیئے۔ برہان نظام نے اپنے لئے "شاہ" کا لفظ اب تک استعمال نہ کیا تھا اس لئے سلطان بہادر نے اس سے کہا کہ "نظام شاہ" کا خطاب مبارک ہو۔"

گھوڑے کی سواری

کچھ دیر بعد سلطان بہادر نے برہان نظام کو اپنے ایک خاص گھوڑے پر سوار کروایا اور اس سے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم فن شہ سواری میں مہارت کامل رکھتے ہو یہ عربی گھوڑا حاضر ہے ذرا سراپردہ کے گرد دو چکر تو لگاؤ۔ برہان نظام نے دکن کے دستور کے مطابق گھوڑے پر سوار ہو کر اسے پھرایا۔ سلطان بہادر نے اس کی بہت تعریف کی اور کہا "یہ سواری چتر کے بغیر کچھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔"
اس کے بعد سلطان بہادر نے حکم دیا کہ جو سفید چتر اور آفتاب گیر بادشاہ مندو سے حاصل کیا گیا تھا برہان نظام کے سر پر سایہ فگن کیا جائے۔ میراں محمد شاہ اور خداوند خاں سے سلطان نے کہا۔ "برہان نظام شاہ کو اسی طرح گھوڑے پر سوار کر کے سراپردہ کے باہر لے جایا جائے اور اس قیام گاہ پر پہنچ کر سلطان محمود خلجی کا سراپردہ اس کے لئے نصب کیا جائے اور تمام لوگ اسے مبارک باد دیں۔

انعام و اکرام

کہا جاتا ہے کہ دوسرے روز سلطان بہادر نے ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا۔ اپنے تخت کے اطراف میں چار طلائی کرسیاں بچھوائیں اور برہان نظام شاہ' شاہ طاہر' میراں محمد شاہ اور شیخ عارف ولد شیخ اولیاء کو طلب کیا اور ان کو ان کرسیوں پر بٹھایا۔ سلطان بہادر نے خوب دل کھول کر ان لوگوں کی تواضع کی۔ برہان نظام شاہ کو پانچ گھوڑے دو ہاتھی اور بارہ سوہون عنایت کئے۔ شاہ طاہر کو دو گھوڑے اور ایک بڑا ہاتھی عطا کیا۔

چوگان بازی

سلطان بہادر نے عالم خاں میواتی کے بیٹے کو (جو اپنے باپ کے منصب اور جاگیر پر فائز تھا) خلعت' کمربند' شمشیر مرصع اور خنجر سے سرفراز کیا۔ سلطان کو یہ بھی معلوم تھا کہ چوگان بازی میں برہان نظام اپنی مثال آپ ہے۔ اس لئے اس نے برہان کے ساتھ تقریباً دو گھنٹے

تک سراپردہ کے اندر ہی یہ کھیل کھیلا۔

مزید التفات

بعدازاں دونوں فرماں روا گھوڑوں پر سوار ہو کر سراپردہ کے باہر نکل آئے۔ خواجہ ابراہیم اور ساباجی پیشکش باہر کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے بہت سامان سلطان بہادر کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا۔ سلطان بہادر نے نذرانہ قبول کیا اور ان لوگوں کو انعام واکرام سے نوازا جو سامان بادشاہ کو نذر کیا گیا اس میں ایک ہیکل مصحف' ایک تلوار' جس پر کسی خلیفہ عباسی کا نام کندہ تھا' چار مست ہاتھی اور دو عربی گھوڑے تو سلطان نے خود رکھ لئے اور بقیہ اشیاء مع مملکت دکن کے برہان نظام شاہ کو بخش دیں اور واپسی کی اجازت بھی دے دی۔

برہان نظام شاہ کی واپسی اور دولت آباد میں قیام

واپسی کے دوران میں برہان نظام شاہ نے کچھ دیر بالا گھاٹ دولت آباد میں بھی قیام کیا۔ شیخ برہان الدین اور شیخ زین الدین کے روضوں کی زیارت کی اور یہاں کی مجاوروں کو نذر و صدقہ کی صورت میں بہت سی دولت دی۔ ان دنوں گل چنبہ چاروں طرف کھلے ہوئے تھے۔ ان پھولوں کی بہار شباب پر تھی برہان نظام نے حوض قتلو پر قیام کیا اور چند روز عیش و عشرت میں گزارے۔

تازہ فتوحات

شہزادہ حسین' کالو برہمن اور دیگر امرائے سلطنت برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے مبارک باد دی چونکہ برہان اور سلطان بہادر کے باہمی تعلقات بہتر ہو گئے تھے۔ اس لئے برہان نظام نے اس علاقے کے راجاؤں کی طرف توجہ کی۔ کانونوسی کی دانش مندی سے مرہٹواری کے بہت سے راجہ جو احمد نظام کے عہد حکومت سے لے کر اب تک آزاد خود مختار تھے وہ برہان نظام کے مطیع و فرماں بردار ہوگئے۔ بغیر کسی قسم کی معرکہ آرائی کے برہان نے بیس قلعے اپنی حکومت میں شامل کئے۔ برہان نظام نے شاہ طاہر کو چند بہترین پرگنے بطور انعام دے کر اپنا مقرب خاص بنایا۔ خواجہ ابراہیم کو لطیف خاں اور ساباجی کو پرتاب رائے کے خطاب سے نوازا۔ گجراتیوں کے ہنگامے سے باغ نظام کی جو عمارتیں شکستہ ہو گئی تھیں ان کو برہان نظام نے مرمت کروایا۔

قلعہ کلیان اور قندھار پر اسمٰعیل عادل شاہ کا حملہ

اسمٰعیل عادل شاہ نے ۹۳۸ھ میں قلعہ کلیان اور قندھار پر حملہ کیا۔ امیر برید نے برہان نظام شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل کے نام ایک خط لکھا اور ان قلعوں کو فتح کرنے سے منع کیا۔ اسمٰعیل عادل نے اس کے جواب میں ایک بہت سخت خط برہان کو بھجوایا جس کا مضمون یہ تھا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا خط برہان نظام کے نام

آج تک تم نے کبھی ایسا سلوک نہیں کیا تھا' کیا تم نے احمد نگر کے گذشتہ واقعات کو فراموش کر دیا ہے' جو ایسی نازیبا اور ناشائستہ تحریر مجھے لکھی ہے۔ اگر مندو کے بادشاہوں کے استعمال شدہ اور پرانے چتر اور سراپردہ کو حاصل کر کے تم مغرور ہوگئے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ نشہ بالکل بے کیف ہے۔ اور اگر تم خطاب شاہی سے اپنے آپ کو کوئی چیز سمجھنے لگے تو یقین رکھو یہ سب کچھ وہم و گمان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فخر مجھے تم سے زیادہ حاصل ہے۔ تمہیں تو گجراتیوں کے بادشاہ نے یہ خطاب دیا ہے' لیکن مجھے شہنشاہ ایران نے' جو ایک عالی نسب سید ہے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔"

تم اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ تمہاری بہتری اسی میں ہے ورنہ نتائج کی تمام ذمہ داری تم پر ہوگی۔ میں ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر میدان جنگ میں موجود ہوں۔ ذرا باغ نظام سے باہر نکلو میرے مقابلے پر آؤ پھر تمہیں عادل شاہی بہادروں کی جرات وجوانمردی سے باخبر کیا

جائے۔

عادل شاہی سرحد کی طرف روانگی

برہان نظام یہ خط پا کر بہت شرمندہ ہوا اور اسی وقت حکم دیا کہ سراپردہ شاہی باہر نکالا جائے دوسرے روز وہ سفر کے لئے روانہ ہوگیا۔ اس نے موضع امندپور پہنچ کر جو شہزادہ حسین کی والدہ کا بسایا ہوا تھا۔ چند روز قیام کیا اور لشکر کی فراہمی کی طرف توجہ کی۔ جب تمام سامان مکمل ہوگیا تو برہان نظام بڑی شان و شوکت سے عادل شاہی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔

نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں میں جنگ

عادل شاہی اور نظام شاہی لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے اور خونریز جنگ شروع ہوگئی۔ دونوں طرف کے جوانوں نے اپنی بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا اور دشمن کے خون سے زمین کو لالہ زار کر دیا۔ اس جنگ کا انجام نظام شاہیوں کے حق میں برا ہوا۔ انہیں شکست ہوئی اس معرکے میں بیجاپور کے جواں سال غریبوں نے بڑے عمدہ طریقے سے بہادری کے جوہر دکھائے۔ شیخ جعفر نے دوسرے سلاحداروں کی مدد سے برہان نظام کو صحیح وسلامت میدان جنگ سے نکال لیا۔ احمد نگر کے دو تین ہزار باشندے اس معرکے میں کام آئے۔ عادل شاہیوں نے نظام شاہیوں کے بہت سے گھوڑے اور ہاتھی اپنے قبضے میں کر لئے اور اس طرح برہان نظام کا سارا غرور اپنی شکست کی آواز بن کر رہ گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کی ملاقات

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد ۹۳۹ھ میں عادل شاہی اور نظام شاہی امیروں نے بادشاہوں کی سرحد پر ملاقات کروائی دونوں فرماں رواؤں نے مختلف معاملات پر آپس میں بات چیت کر کے یہ طے کیا کہ برہان نظام شاہ برار کو فتح کرے اور اسمٰعیل شاہ تلنگانہ کو اور پھر ملک دکن کو آپس میں مساوی طور پر تقسیم کر لیں۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال

رضائے خداوندی سے اسی زمانے میں اسمٰعیل عادل شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور تمام شرائط ویسی کی ویسی رہ گئیں کسی پر عمل نہ ہوا۔

برہان نظام کا شیعہ مذہب اختیار کرنا

ایک روز برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر سے کہا کہ مذہب شیعہ کی تعلیمات کے بارے میں کچھ بیان کیجئے۔ شاہ طاہر نے بارہ اماموں کے اسمائے گرامی مع ان کے مناقب کے بیان کئے اور کہا "اس مذہب کی یہ خصوصیت ہے کہ اہل بیت کے ساتھ محبت کی جائے اور ان کے دشمنوں سے نفرت" برہان نظام نے اسی روز شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔

شاہ طاہر کا مشورہ

بادشاہ کے ساتھ ہی شہزادہ حسین' عبدالقادر' اس کی والدہ آمنہ بی بی اور شاہی خاندان کے دوسرے تمام مردوں اور عورتوں نے یہی مذہب اختیار کر لیا۔ اس کے بعد برہان نظام نے بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کرنے کا ارادہ کیا اور تینوں خلفاء کے ناموں کو خطبے سے نکال دینے کا خیال ظاہر کیا۔ شاہ طاہر نے بادشاہ کو اس سے منع کیا اور کہا "فوراً ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ سب سے پہلے ہر فرقے کے علماء کو جمع کیا جائے آپ ان سب سے یہ کہیئے کہ میں حق مذہب کا طلب گار ہوں تم سب آپس میں غور و فکر سے کوئی ایسا مذہب اختیار کرو تاکہ میں بھی اس کو اپناؤں۔"

علماء کا بحث و مباحثہ

برہان نظام نے شاہ طاہر کے مشورے پر عمل کیا اور تمام علماء کو جو احمد نگر میں مقیم تھے جمع کیا۔ ان علماء میں ملا پیر محمد، استاد افضل خاں ثانیہ اور ملا داؤد دہلوی بھی تھے۔ ہر جمعہ کو قلعے کے اندر شاہ طاہر کے مدرسے میں تمام علماء جمع ہوتے اور آپس میں بحث مباحثہ کرتے۔ ہر عالم کی یہی کوشش ہوتی کہ وہ اپنے مذہب کے زیادہ سے زیادہ فضائل بیان کرے اور حریف عالم کے مذہب کی تردید کرے۔ علماء کی ان مجلسوں میں اکثر و بیشتر برہان نظام خود بھی شرکت کرتا رہتا تھا۔

برہان نظام شاہ کا اظہار تعجب

برہان نظام اکثر مذہبی معاملات سے بے خبر تھا وہ علماء کی مجلس میں بیٹھتا ضرور تھا، لیکن ان کی باتیں اس کی سمجھ میں ذرا کم ہی آتیں۔ چھ مہینے تک اسی طرح بحث ہوتی رہی اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر برہان نظام شاہ نے ایک روز شاہ طاہر سے کہا۔ "حیرت کی بات ہے کہ علمائے کرام کسی نتیجے پر نہیں پہنچے، ہر شخص اپنے مذہب کی تعریف کرتا ہے اور دوسرے کے مذہب کی برائی اگر ان لوگوں کے مذاہب کے علاوہ کوئی اور مذہب ہو تو بتاؤ تاکہ میں اسے اپنالوں۔"

شاہ طاہر کا مذہب

شاہ طاہر نے جواب دیا کہ "ایک مذہب اور ہے اور وہ مذہب ہے اثنا عشری اگر آپ حکم دیں تو اس مذہب کی کتابیں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔" مذہب اثنا عشری کے ایک عالم شیخ احمد نجفی کو بادشاہ نے بلوایا اور اسے بقیہ علماء سے بحث کرنے کے لئے کہا۔ اس عالم نے تمام علماء سے مناظرہ کیا، شاہ طاہر اس کی مدد اور اس کی دلائل کی تائید کرتے جاتے تھے۔ جب علماء کو یہ معلوم ہوا کہ شاہ طاہر خود شیعہ ہیں تو انہوں نے مخالفانہ بحث شروع کر دی اکثر ایسا تھا کہ سنی علماء لاجواب ہو کر محفل سے اٹھ جاتے تھے۔

مذہب شیعہ کا عام رواج

برہان نظام شاہ نے جب یہ دیکھا کہ سنی علماء شاہ طاہر کے دلائل کا جواب نہیں دے پاتے اور آئیں بائیں شائیں کرنے لگتے ہیں اور لاجواب ہو کر مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو برہان نظام نے کھلے بندوں شیعہ مذہب کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تقریباً تین ہزار افراد نے (جن میں شاہی مصاحب، ہندی ترکی اور حبشی غلام، امراء، منصب دار، جاروب کش اور فراش، الغرض ہر طبقے کے لوگ شامل تھے) مذہب اثنا عشری قبول کر لیا۔

اماموں کے نام کا خطبہ

برہان نظام نے تینوں خلفاء کے نام خطبے سے نکال دیئے اور ائمہ اہل بیت کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ وہ سفید چتر جو سلطان بہادر گجراتی نے برہان نظام شاہ کو دیا تھا اس کا رنگ سبز کر دیا گیا۔

اہل سنت میں غم و غصہ کی لہر

سنی علماء ملا پیر محمد وغیرہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ بہت چراغ پا ہوئے۔ سارے شہر میں ایک عجیب و غریب ہنگامہ بپا ہو گیا۔ امراء اور منصب داروں کی ایک جماعت رات کے وقت ملا پیر محمد کے مکان پر گئی۔ ان لوگوں نے ملا صاحب سے کہا "یہ شاہ طاہر کہاں سے ٹپک پڑا ہے اس نے تو ہمارے بادشاہ پر جادو کر دیا ہے اور اسی جادو کے زور سے ہماری زبانوں پر تالے ڈال دیئے ہیں۔"

برہان نظام کے خلاف سازش

لوگ شاہ طاہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر سوچنے لگے۔ کچھ لوگوں نے شاہ صاحب کو قتل کرنے کی رائے دی۔ اس پر ملا پیر محمد نے

کہا۔ "جب تک برہان نظام شاہ زندہ ہے، شاہ طاہر کو قتل کرنا ناممکن ہے۔ سب سے اچھی صورت یہی ہے کہ ہم پہلے برہان نظام شاہ کو معزول کریں اور اس کی جگہ شہزادہ عبدالقادر کو بادشاہ بنائیں۔ اس کے بعد شاہ طاہر کو تلوار کے گھاٹ اتار دینا چاہئے تاکہ خلق خدا کو عبرت حاصل ہو۔

احمد نگر میں ہنگامہ

بیجاپور کی طرح احمد نگر بھی ہنگاموں کا مرکز ہو گیا جس طرح وہاں یوسف عادل کے خلاف ہنگامے ہوئے اسی طرح یہاں بھی عوام برہان نظام کے خلاف ہو گئے۔ ملا پیر محمد بارہ ہزار سواروں اور پیادوں کو اپنے ساتھ لے کر قلعے کے دروازے کے سامنے آیا۔ کالے چبوترے کے قریب قیام کیا اور قلعے کے محاصرے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ان لوگوں نے شاہ طاہر اور ان کے بیٹوں کو قلعے کے نگہبانوں کے سپرد کر کے ہنگامہ کیا۔

برہان نظام شاہ کی پریشانی

برہان نظام شاہ کو جب اس ہنگامے کی اطلاع ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ قلعے کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ برجوں پر فوج چڑھ جائے اور دشمنوں پر گولہ باری کر کے انہیں نیست و نابود کر دیا جائے۔ جب معاملے نے طول کھینچا تو برہان نظام نے پریشان ہو کر شاہ طاہر سے دریافت کیا کہ آخر اس ہنگامے کا نتیجہ کیا ہو گا۔ شاہ طاہر کو علم نجوم میں بڑی مہارت تھی اور ملا شمس الدین جعفری کے شاگرد تھے انہوں نے فوراً حساب لگا کر بتایا کہ قلعے کا فلاں دروازہ کھول کر دشمن پر حملہ کرنا چاہئے۔ دشمن حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلے گا اور بادشاہ کو فتح ہو گی۔

باغیوں کی سرکوبی

برہان نظام اس وقت امیروں، چار سو سواروں اور ایک ہزار پیادوں اور پانچ ہاتھیوں کو ساتھ لے کر قلعے کے باہر آیا۔ شاہ طاہر نے ایک مٹھی بھر خاک اٹھائی، اس پر قرآن کی کوئی آیت پڑھی اور اسے دشمن کی طرف پھینک دیا۔ اس کے بعد شاہی قاصدوں کا ایک گروہ دشمنوں کے قریب بھیجا گیا۔ ان قاصدوں نے بلند آواز سے کہا "جو شخص بادشاہ کا مطیع و فرماں بردار ہے وہ ہماری طرف آ جائے اور جو غدار اور نمک حرام ہے وہ بدستور ملا پیر محمد کے ساتھ رہے تاکہ سلطانی قہر و غضب سے اسے پامال کیا جا سکے۔

ملا پیر کی گرفتاری

قاصدوں کا یہ اعلان سنتے ہی سب لوگ بادشاہ کی طرف آ گئے اور ملا پیر محمد اپنے چند مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ اپنے مکان کی طرف چلا گیا۔ برہان نظام شاہ نے احمد تبریزی (جو بادشاہ کے مقرب امراء میں سے تھا) اور خواجگی محمود (جو میرزا جہاں شاہ کا بیٹا تھا) کو ملا پیر محمد کی گرفتاری کے لئے مقرر کیا۔ ملا کو گرفتار کر کے شاہی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ برہان نظام شاہ نے ملا کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

ملا کی رہائی اور بحالی

شاہ طاہر نے ملا پیر محمد کی سابقہ خدمات کا خیال کرتے ہوئے برہان نظام شاہ سے اس کی سفارش کی۔ برہان نے ملا کے قتل کا حکم واپس لے لیا اور اسے ایک قلعے میں نظربند کر دیا۔ چار سال کے بعد طاہر ہی کی درخواست پر ملا پیر محمد کو رہا کر دیا۔ بادشاہ نے پہلے کی طرح اسے پھر وزیر بنا دیا۔

لنگر خانہ دوازدہ امام

برہان نظام شاہ نے شیعہ مذہب کی ترویج و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ تمام وظائف جو اہل سنت کے نام ی کر دیئے تھے

شیعوں کے لئے وقف کر دیئے گئے۔ قلعہ احمد نگر کے سامنے ایک چار دیواری کھنچوائی اور اس میں ایک عمارت تعمیر کروا کے اسے "لنگر خانہ دوازدہ امام" کے نام سے موسوم کیا۔ اس لنگر خانے کے اخراجات کے لئے کئی قصبے (مثلاً جونپور' دسنور' داسا پور وغیرہ) وقف کئے گئے۔ یہاں روزانہ کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا تھا۔

فاضل عالموں کا احمد نگر میں اجتماع

شاہ طاہر نے نظام شاہی خاندان کی بہت خدمت کی اور اس خاندان کی فلاح و بہبود کے کئی کام سرانجام دیئے انہوں نے یہ کوشش بھی کی خاندان رسالت کے تمام پرستار ساری دنیا سے کھنچ کر احمد نگر میں جمع ہو جائیں۔ شاہ صاحب نے شاہی خزانے سے روپیہ حاصل کرکے عراق' خراسان' فارس' روم' گجرات اور آگرہ روانہ کیا۔ اور شیعہ عالموں' فاضلوں کو احمد آباد کی دعوت دی ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے سے عرصے ہی میں احمد نگر میں عالموں اور فاضلوں کی ایک عظیم الشان جماعت جمع ہو گئی۔

احمد نگر ----- علم کی جنت

خواجہ معین صاعدی کے ساتھ اسمٰعیل صفوی احمد نگر میں آئے' آپ ایک طویل مدت تک شیراز میں حکومت کرنے کے بعد گجرات آئے اور اس علاقے میں قیام کیا۔ برہان نظام کی طرف سے شاہ طاہر نے اسمٰعیل صفوی کو بارہ ہزار ہون روانہ کئے۔ تاکہ وہ احمد نگر چلے آئیں شاہ حسن انجو کو احمد نگر میں بلا کر بادشاہ کے مقربین میں شامل کیا گیا۔ ان کے علاوہ شاہ جعفر ملا پیر نیشاپوری' ملا علی گل استر آبادی' رستم جرجانی' مازندانی' ابوالبرکات' ملا عزیز اللہ گیلانی' ملا محمد امامی استر آبادی اور دوسرے بہت سے علماء و فضلاء احمد نگر میں آگئے اور یہ شہر علم کی جنت بن گیا۔

مذہبی تعصب

مدینہ کے مشہور متقی سید حسن مدنی کو بادشاہ نے اپنا داماد بنایا اور ان کو کئی عمدہ قصبے اور جاگیر عطا کی گئی اور وہاں محتاجوں' مسکینوں اور فقیروں وغیرہ میں تقسیم کی گئی۔ اس مذہبی ماحول کا یہ نتیجہ ہوا کہ احمد نگر کے جہلاء بھی خلفائے راشدین کی شان میں بے ادبی کرنے لگے آخرکار سلطان محمود گجراتی' میراں مبارک فاروقی' ابراہیم عادل شاہ اور عمادالملک سے یہ عالم نہ دیکھا گیا اور انہوں نے احمد نگر کو فتح کرکے آپس میں تقسیم کرنے کا فیصلہ لیا۔

برہان نظام شاہ کی درخواست ہمایوں کے نام

متذکرہ فرماں رواؤں کے ارادے کی برہان نظام شاہ کو اطلاع ہو گئی۔ اس نے فوراً راستی خاں نامی ایک شخص کو اپنا قاصد بنا کر ہمایوں شہنشاہ دہلی کے پاس روانہ کیا۔ اس کے قاصد کے ہاتھ ایک عرضداشت بھیجی گئی تھی۔ اس زمانے میں شیر شاہ کی ہنگامہ آرائیوں نے ہمایوں کی تمام توجہ کو اس کی طرف مرکوز کر رکھا تھا۔ اس لئے' اس درخواست کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور راستی خاں ناکام و نامراد واپس احمد نگر آگیا۔

عادل شاہیوں سے جنگ اور برہان نظام کی فتح

اس کے بعد برہان نظام شاہ نے برہان پور اور گجرات کے فرماں رواؤں کو قیمتی تحفے تحائف بھیج کر ان سے دوستانہ مراسم پیدا کئے اور ان کو اپنا بہی خواہ بنا لیا۔ پھر برہان نظام نے اسمٰعیل عادل کے موقوف کردہ تیراندازوں کو اپنے ہاں ملازم رکھا۔ ان کو جاگیروں سے نوازا اور ان کی مدد سے بیجاپور پر حملہ کیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں عادل شاہیوں کو شکست ہوئی اور برہان نظام شاہ کامیاب ہوا۔ برہان نے بہت سی عادل شاہی توپوں اور ایک سو ہاتھیوں پر قبضہ کیا اور احمد نگر واپس آگیا۔

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان مزید معرکہ آرائیاں

اس فتح کے بعد برہان نظام شاہ کا بہت شہرہ ہوا۔ چاروں طرف اس کی قوت کی دھوم مچ گئی۔ تین چار سال کی مدت میں ابراہیم عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کے درمیان تین مرتبہ لڑائیاں ہوئی۔ ان لڑائیوں کی تفصیلات کسی تاریخ میں میری نظر سے نہیں گزریں' لیکن اس قدر مجھے معلوم ہے کہ ان تینوں لڑائیوں میں برہان نظام شاہ کو فتح حاصل ہوئی۔

بیجاپور پر برہان نظام شاہ کا حملہ

۹۴۹ھ میں بیجاپور کے مشہور و معروف' امیر اسد خاں بلگوانی اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے۔ برہان نظام شاہ نے امیر برید کو ساتھ لے کر بیجاپور پر حملہ کر دیا اور یہ مشہور کیا کہ مذہبی یک جہتی کی وجہ سے اسد خاں بلگوانی نے برہان نظام شاہ کو اس علاقے میں بلایا ہے تاکہ بلگوان کا قلعہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔

مرچ و کلہر وغیرہ کی تباہی

ابراہیم عادل کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اور بیجاپور کے قلعہ سے باہر نہ نکلا۔ برہان نظام شاہ شولاپور کے قریب پہنچا' زین خاں کے پرگنوں پر قبضہ کیا اور انہیں خواجہ جہاں کے حوالے کر کے آگے بڑھا۔ بعدازاں اس نے بلگوان کا رخ کیا اور مرچ' کلہر اور مان دیاس کو تباہ و برباد کیا۔ ان شہروں میں ایسی تباہی مچائی کہ آبادی کا نام و نشان تک نہ رہنے دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا فرار

اسد خاں بلگوانی ہی میں تھا غلط خبر مشہور ہو جانے کی وجہ سے وہ ابراہیم عادل کی ملازمت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اپنی عافیت کے لئے یہ انداز اختیار کیا کہ چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ برہان نظام شاہ سے مل گیا۔ برہان نے جب یہ دیکھا کہ قسمت پوری طرح اس کا ساتھ دے رہی ہے تو اس نے بیجاپور کا سفر اختیار کیا۔ ابراہیم عادل شاہ میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ برہان نظام کا مقابلہ کرتا لہٰذا وہ حسن آباد گلبرگہ چلا گیا۔

برہان کی احمد نگر کو واپسی

برہان نظام یہ سوچ کر کہ دشمن کا مقابلہ کرنا اب مناسب نہیں ہے۔ امیر برید کے ساتھ احمد نگر کو واپس ہوا۔ دشمن نے احمد نگر کی سرحد تک اس کا تعاقب کیا اور اس نواح کے اکثر دیہاتوں اور پرگنوں کو تباہ و برباد کیا۔ برہان نظام اور امیر برید نے یہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور دولت آباد کی طرف چلے گئے۔ اتفاق سے یہاں امیر برید نے طبعی موت سے دنیا کو خیرباد کہا۔ برہان نظام شاہ اس رفیق کے جدا ہونے سے بہت پریشان ہوا۔ برہان نے شاہ طاہر' قاسم بیگ اور خواجہ جہاں کے مشورے سے ابراہیم عادل شاہ کا وہ علاقہ جس کی وجہ سے تمام ہنگامہ ہوا تھا اسے واپس کر دیا۔

شاہ طاہر کا گولکنڈہ جانا

سلطان قطب شاہ ۹۵۰ھ میں تلنگانہ کے تخت پر بیٹھا اس تخت نشینی کی مبارک باد دینے کے لئے برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو گولکنڈہ روانہ کیا۔ قطب شاہ نے شاہ طاہر سے اس تالاب کے کنارے ملاقات کی جو احمد نگر کے راستے میں گولکنڈہ سے سولہ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس ملاقات میں قطب شاہ نے شاہ طاہر کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور ان سے اس طرح پیش آیا جیسے کوئی مرید اپنے پیر سے ملتا ہے۔ اس کے بعد وہ شاہ طاہر کو اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی مصالحانہ روش

انہیں دنوں برہان نظام شاہ نے عہد شکنی کر کے قطب شاہ اور راجہ رام راج کو عادل شاہی سلطنت کے پرگنوں پر قبضہ کرنے کے لئے اکسایا۔ جب شاہ طاہر گولکنڈہ سے واپس آگئے تو برہان نظام شاہ خود بھی شولاپور کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب یہ دیکھا کہ دشمن چاروں طرف سے اس پر نگاہیں لگائے ہوئے ہے تو اس نے پانچ پتے کا علاقہ برہان نظام شاہ کے حوالے کر دیا اور راجہ رام راج کو بھی کسی نہ کسی طرح راضی کر لیا۔

شہنشاہ ایران کے قاصدوں کی آمد

اسی زمانے میں شاہ اسمٰعیل صفوی کو یہ اطلاع ملی کہ برہان نظام شاہ نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اس نے اپنے مقرب خاص آقا سلیمان طہرانی المشہور بہ مہترجمال کو احمد نگر روانہ کیا کہ وہ برہان نظام شاہ مبارک باد دے۔ اسمٰعیل کی طرف سے ایک ترکی غلام مسمی شاہ قلی بھی برہان نظام شاہ کے پاس آیا اور اس نے شہنشاہ ایران کی طرف سے ایک زمرد جو ہمایوں سے ملا تھا اور جس پر مستعصم باللہ عباسی کا نام کندہ تھا مع دیگر تحفوں کے برہان نظام کو پیش کیا۔

شاہ اسمٰعیل صفوی نے متذکرہ تحائف کے علاوہ عقیق کی ایک انگوٹھی بھی روانہ کی جس پر "التوفیق من اللہ" کندہ تھا۔ یہ انگوٹھی ایک طویل مدت تک خود اسمٰعیل صفوی کے ہاتھ میں رہ چکی تھی۔

ایرانی قاصد کی گستاخی

مہترجمال نے احمد نگر پہنچ کر برہان نظام شاہ سے ملاقات کی اور شاہ اسمٰعیل کے فرستادہ تحائف اس کی خدمت میں پیش کئے۔ شروع شروع میں تو برہان نظام نے مہترجمال کی بڑی عزت کی لیکن جب اس نے شاہی محفل میں گستاخانہ گفتگو کا آغاز کیا۔ نیز شاہ طاہر سے بے ادبی کی تو برہان نے مہترجمال کا شاہی دربار میں آنا بہت کم دیا۔ برہان نظام اس قاصد سے ایسا ناراض ہوا کہ اس نے اسمٰعیل صفوی کے ارسال کردہ تحفوں کے عوض کوئی تحفہ ایران نہ بھجوایا۔ شاہ طاہر بھی مہترجمال سے بے حد ناراض ہوئے۔ بعدازاں انہوں نے اپنے بڑے بیٹے شاہ حیدر کو جو ایک مستند عالم اور باکمال بزرگ تھے بہت سے تحفے تحائف دے کر احمد نگر سے ایران روانہ کیا۔

عادل شاہیوں سے جنگ

انہیں دنوں برہان نظام شاہ نے راجہ رام راج کی اعانت سے قلعہ گلبرگہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور مضافات گلبرگہ میں آذر جان کے قریب عادل شاہی لشکر کا مقابلہ کیا۔ فریقین میں بڑی زبردست لڑائی ہوئی۔ پہلے تو عادل شاہی لشکر کے میمنہ اور میسرہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اس کے لشکری پریشان ہو کر میدان جنگ سے بھاگنے لگے' لیکن جب خود عادل شاہ نے کمین سے نکل کر نظام شاہی لشکر پر حملہ کیا تو پھر نظام شاہیوں کو شکست کھانا پڑی۔ اور وہ چتر و علم' ہاتھی اور توپ خانہ وغیرہ میدان جنگ میں چھوڑ کر احمد نگر کی طرف بھاگ گئے۔

علی برید کی طرف سے مایوسی

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو علی برید کے پاس بھیجا اور اس سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی' لیکن علی برید نے اپنے باپ کی تقلید میں عادل شاہ کا ساتھ چھوڑنے پر آمادگی ظاہر نہ کی۔ اس کے علاوہ علی برید کے چچا خان جہاں نے شاہ طاہر سے کچھ مذہبی مسائل کے بارے میں گفتگو کی اور ان سے گستاخانہ پیش آیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر شاہ طاہر ناکام و نامراد احمد نگر واپس آگیا۔ برہان نظام کو اس امر کا بہت افسوس ہوا۔

قلعہ اوسہ کا محاصرہ

علی برید کے اس برتاؤ سے برہان نظام شاہ بہت آزردہ خاطر ہوا اور اس سے بدلہ لینے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ساز و سامان اور لشکر سے آراستہ ہو کر برہان نظام مقبوضات علی برید کی طرف روانہ ہوا۔ سب سے پہلے اس نے قلعہ اوسہ کا محاصرہ کیا اور اہل قلعہ کو پریشان کیا۔ علی برید نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے عادل شاہ کو قلعہ کلیان پیش کر کے اپنا مددگار بنالیا۔

دشمن سے مقابلہ اور قلعے کی فتح

عادل شاہ بیجاپور سے روانہ ہوا اس کے ساتھ علی برید بھی روانہ ہوا۔ برہان نظام نے دشمن کا مقابلہ کیا اور قلعہ اوسہ سے ایک میل کے فاصلے پر فریقین پر معرکہ آرائی ہوئی۔ نظام شاہ نے مردانہ وار لڑائی کی اور دشمن کو میدان جنگ سے مار بھگایا۔ اس کے بعد اس نے قلعہ اوسہ کو دوبارہ گھیر لیا اور کچھ مدت میں یہ قلع فتح کر لیا۔

مزید فتوحات

قلعہ اوسہ کو فتح کرنے کے بعد برہان نظام شاہ نے اودگیر کا رخ کیا۔ کچھ عرصے میں اس قلعے کو بھی فتح کر لیا اور پھر قندھار کی طرف چلا گیا۔ اس نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کے دوران میں علی برید اور ابراہیم عادل شاہ نے ایک بار پھر برہان نظام شاہ پر حملہ کیا۔ برہان نظام نے حسب سابق اس بار بھی خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دشمن کو شکست دی۔ اس معرکے میں بہت سے گھوڑے اور ہاتھی برہان نظام کے ہاتھ لگے۔

عادل شاہی امراء کا خط برہان نظام کے نام

۹۵۵ھ میں برہان نظام نے قلعہ قندھار کو بھی تسخیر کر لیا اور اسی سال احمد نگر واپس آگیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے امراء اور منصب داروں نے برہان نظام شاہ کو ایک مراسلہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"بادشاہ کا ظلم حد سے تجاوز کر چکا ہے اور اس وجہ سے بیجانگر کی رعایا بے حد پریشان ہے ہم لوگ چاہتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ کو معزول کر کے شہزادہ عبداللہ کو جو ان دنوں بند کو وہ میں مقیم ہے۔ یہاں بلا کر اپنا بادشاہ بنالیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام آپ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں ہمارا ہاتھ ضرور بٹائیں۔"

بیجانگر کی روانگی

عادل شاہی امراء کا یہ خط پا کر برہان نظام شاہ بہت خوش ہوا۔ اسے بیٹھے بٹھائے ایک اچھا موقع مل گیا۔ اس نے قطب شاہ کو ہمراہ لیا اور عادل شاہی سلطنت کی طرف روانہ ہو گیا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں قلعہ بلگوان میں اسد خاں بیمار پڑا تھا۔ برہان نظام نے اس کی بیماری کی خبر سن کر اپنے اصل مقصد کو پس پشت ڈالا اور پہلے قلعہ بلگوان کو ختم کرنے کی کوشش کی، لیکن اسد خاں نے چند ہی دنوں میں وفات پائی اور برہان نظام شاہ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی بلگوان پر ابراہیم عادل نے قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد برہان احمد نگر واپس آگیا۔

شاہ طاہر کا انتقال

برہان نظام کی احمد نگر میں واپسی کے فوراً بعد ہی یعنی ۹۵۶ھ میں شاہ طاہر نے کچھ دنوں بیمار رہ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اہل احمد نگر کو ان کی دائمی مفارقت کا بے حد ملال ہوا۔ شاہ صاحب کو پہلے تو احمد نگر میں سپرد خاک کیا گیا، لیکن بعدازاں ان کی لاش کو کربلائے معلی بھیج دیا گیا۔ جہاں انہیں حضرت امام حسین کے مزار مبارک کے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر دفن کیا گیا۔

قلعہ کلیان پر لشکر کشی

شاہ طاہر کے انتقال کے بعد برہان نظام شاہ نے بویال راؤ اور قاسم بیگ حکیم کو اپنا معتمد علیہ بنایا۔ اس نے عماد شاہ کو چند اسباب کی بنا

پر عادل شاہ کے خلاف کر دیا اور خود خواجہ جہان کو ساتھ لے کر قلعہ کلیان پر حملہ کر دیا۔ اس قلعے کا محاصرہ کر کے برہان نظام نے اہل قلعہ کو بہت زیادہ پریشان کیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے بہت سے برکی امیروں کو برہان نظام کے دفعیے کے لئے بھیجا اور بعد میں خود بھی روانہ ہوا۔

برکی امراء کی شورشیں

برکی امراء نے قلعہ کلیان کے راستے میں قیام کر کے دشمن کے غلے اور دیگر سامان ضرورت کو اپنے قبضے میں کرنا شروع کیا۔ اس سے نظام شاہیوں کو بہت پریشانی ہوئی۔ ان امیروں نے دشمن کو طرح طرح سے تنگ کیا۔ کبھی تو شب خون مارتے اور کبھی چوروں کی طرح لشکر میں جا کر اودھم مچاتے۔ اس صورت حال کے پیش نظر برہان نظام نے یہ حکم دیا کہ لشکر کے اردگرد تین گز بعض جگہوں پر چار گز کا حصار کھینچا جائے۔ اس حکم پر عمل ہوا اور قلعہ کلیان ایک نئے حصار کے اندر آ گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی آمد

ابراہیم عادل شاہ بھی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا قلعہ کلیان کے قریب آ گیا اور برہان نظام شاہ کے لشکر کے پاس ہی قیام پذیر ہوا۔ برہان نظام کی تقلید میں اس نے بھی اپنے لشکر کے گرد ایک حصار کھینچوا لیا۔ وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ رمضان المبارک کا مہینہ آ گیا۔ غلہ اور دیگر سامان ضرورت نہ پہنچنے کی وجہ سے نظام شاہی امراء کی حالت خراب ہو گئی وہ دو دو تین تین دن کا فاقہ کر کے روزے رکھنے لگے۔

برہان نظام شاہ کی پریشانی

ان تمام واقعات نے برہان نظام شاہ کو حواس باختہ کر دیا۔ اس نے اپنے امراء سے مشورہ کیا کسی نے واپس چلنے کا مشورہ کر دیا۔ کسی نے دیوار کے اندر سے داخل ہو کر دشمن سے لڑنے کے لئے کہا اور یہ رائے دی کہ "اگر ہمیں فتح حاصل ہو تو ہم دوبارہ قلعے کا محاصرہ کر لیں اور اگر شکست ہو تو واپس احمد نگر چلے جائیں۔" برہان نظام نے اس موقع پر کہا۔ "ہمارے گھوڑوں کی حالت اس وقت خراب ہو گئی ہے وہ اس قابل نہیں رہے کہ جنگ میں حصہ لے سکیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم جنگ کے ارادے کو ملتوی کر کے احمد نگر کا راستہ لیں آئندہ پھر کبھی موقع ملے تو خوب اچھی طرح تیاری کر کے اس طرف آنا چاہئے۔"

شاہ جعفر قاسم بیگ کی رائے

شاہ جعفر (شاہ طاہر کا بھائی) اور قاسم بیگ حکیم نے برہان نظام کے خیال کی تائید کی اور کہا کہ "ہم دشمن کو کئی مرتبہ نیچا دکھا چکے ہیں۔ اس لئے اس مرتبہ اگر ہمیں شکست کا منہ دیکھنا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔" یہ سن کر برہان نظام خاموش ہو گیا اسی وقت امراء سے رخصت ہوا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اکیلا ہی دیوپال برہمن کے پاس پہنچا اور اس سے مشورہ کیا۔

دیوپال سے مشورہ

دیوپال نے بادشاہ سے کہا کل عید کا دن ہے۔ میں صبح کے وقت آپ سے اپنی رائے بیان کروں گا۔ مگر اس دوران میں آپ اپنے خزانچی کو یہ حکم فرمائیں کہ میں اس سے جو طلب کروں بغیر کسی حیل وحجت کے میرے حوالے کر دے اور بالکل پس وپیش نہ کرے۔ برہان نظام کو دیوپال پر پورا پورا اعتماد تھا۔ لہٰذا اس نے اسی وقت دیوپال کی خواہش کے مطابق احکامات صادر کر دیئے اور اپنے خزانچی کو یہ حکم دیا۔ "دیوپال تم سے جس وقت بھی جو کچھ مانگے فوراً اس کو دے دو اور اس سے کسی قسم کی بازپرس نہ کرو۔"

دیوپال اور عین الملک کی گفتگو

اسی رات دیوپال برہمن نے شاہی خزانہ سے ایک لاکھ ہون حاصل کئے اور نظام شاہ کے سب سے بڑے امیر عین الملک کے پاس گیا اور اس سے کہا۔ تمام معاملات سے تم بخوبی آگاہ ہو' اگر ہم نے دشمن سے لڑائی کئے بغیر محاصرہ اٹھا لیا اور اپنے ملک کو واپس چلے گئے تو

اس کا انجام بہت برا ہوگا' لیکن اگر دشمن سے جنگ کی جاتی ہے تو یہ بھی کچھ مناسب نہیں- کیونکہ اس وقت ہماری فوج کی حالت بہت خراب ہے- اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے اس بارے میں اگر تم نے کچھ سوچا ہو تو بتاؤ-"

دیوپال کی تدبیر

عین الملک نے جواب دیا- "ہم لوگ تلوار کے دھنی ہیں زبانی جمع خرچ سے ہمیں کچھ واسطہ نہیں- تم جو مناسب سمجھتے ہو وہی کرو- دیوپال نے کہا- "میری رائے تو یہ ہے کہ عید کی صبح کو ہم اپنے لشکر کو منظم کر کے دشمن پر حملہ کر دیں- اس وقت حریف کے لشکر کا ہر سپاہی عید کی تیاریوں میں مشغول ہے کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ ہم حملہ کریں گے ہمیں ان کی غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھا کر حالات کو سنوارنا چاہئے-"

سپاہیوں میں روپے کی تقسیم

عین الملک نے دیوپال کی تجویز کی دل و جان سے تائید کی- دیوپال نے وہ رقم جو نظام شاہی خزانے سے حاصل کی تھی عین الملک کے سپرد کر دی اور کہا- "تم یہ رقم سپاہیوں میں تقسیم کر دو اور یہ ظاہر کرو کہ رقم عید کے اخراجات کے لئے ہے- عین الملک نے اسی وقت وہ رقم سپاہیوں اور عسکری سرداروں میں تقسیم کر دی اور ان سے کہا کہ صبح سویرے ہی بادشاہ کی خدمت میں سلام و مبارک باد کے لئے حاضر ہو جائیں-"

عادل شاہیوں پر حملہ

صبح ہوئی تو نظام شاہیوں کو یہ پتہ چلا کہ عادل شاہی لشکر عید کی مسرتوں میں اس حد تک گم ہے کہ اسے دشمن کی طرف سے کسی قسم کے خطرے کا کوئی احساس نہیں رہا- عین الملک نے اپنے لشکر کے حصار کو ایک جگہ سے توڑا اور سپاہیوں کو ساتھ لے کر دشمن کی طرف بڑھا- نظام شاہی ہاتھیوں نے عادل شاہی لشکر کے حصار کو تقریباً چالیس گز تک گرا دیا- عین الملک اس راستے سے دشمن کے لشکر سے جا ملا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا- عادل شاہی فوج کو دشمن کے حملے کی قطعاً کوئی توقع نہ تھی اس لئے ہر سپاہی حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا-

برہان نظام شاہ کی فتح

عادل شاہ اس وقت نہا رہا تھا اسے جب حملے کی اطلاع ملی تو وہ فوراً ایک گوشے میں آ گیا- نظام شاہیوں نے دشمن کے بے شمار ہاتھی اور گھوڑے اپنے قبضے میں کیے- عادل شاہیوں کو بڑی بری طرح شکست ہوئی اور اس طرح برہان نظام شاہ نے آذر جان کی شکست کا انتقام لے لیا-

قلعہ کلیان پر برہان نظام شاہ کا قبضہ

اس دوران میں اطلاع ملی کہ سیف الملک کی طرف سے ایک جماعت مبارک باد دینے کے لیے آئی ہے' برہان نظام کو اصل حقیقت کی خبر نہ تھی وہ ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور قلعہ کے سامنے پہنچا- یہاں اس نے قسم کھائی اگر اہل قلعہ نے قلعے کو میرے حوالے نہ کیا تو میں انہیں سخت ترین عذاب میں مبتلا کروں گا- قلعے کو آگ لگا دوں گا اور تمام مردوں اور عورتوں کو زندہ جلا ڈالوں گا- اہل قلعہ نے جب یہ سنا تو انہوں نے خوفزدہ ہو کر قلعہ برہان نظام کے سپرد کر دیا-

قلعہ پرندہ پر عادل شاہی قبضہ

عادل شاہ اپنی باقی ماندہ فوج کو ساتھ لے کر نظام شاہی ممالک کی طرف چلا گیا- اس نے بیٹر اور دوسرے پرگنوں کو تباہ و برباد کیا اور

قلعہ پرندہ پر حملہ کر دیا۔ اہل قلعہ بالکل غافل و بے خبر تھے اور قلعے کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ عادل شاہ کے لشکری تلواریں ہاتھ میں لے کر بغیر کسی روک ٹوک کے قلعے میں داخل ہو گئے۔ خواجہ جہاں کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا گیا۔ عادل شاہ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا بعد میں اس کے قلعے کو اپنے ایک قابل اعتماد دکنی امیر کے سپرد کیا اور خود بیجاپور واپس آ گیا۔

برہان نظام شاہ کی روانگی

برہان نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے قلعہ کلیان کو اپنے ایک امیر کے سپرد کیا اور خود جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا پرندہ کی طرف روانہ ہوا۔ قلعے سے دو منزل کے فاصلے پر ایک عجیب اتفاق ہوا اس رات کو قلعے کے عادل شاہی تھانیدار نے مچھروں کی آواز سنی اور انہیں نفیری کی آواز پر محمول کیا وہ سمجھا کہ دشمن آ گیا ہے لہٰذا اس نے فوراً راہ فرار اختیار کی اس کے باقی سپاہی بھی حواس باختہ ہو کر قلعے سے بھاگ گئے۔

قلعہ پرندہ پر نظام شاہی قبضہ

دو روز کے بعد برہان نظام شاہ جب قلعہ پرندہ میں پہنچا تو اس نے قلعے کو بالکل خالی پایا اس نے قلعہ خواجہ جہاں کے حوالے کیا اور احمد نگر چلا گیا اور اس طرح یہ قلعہ خود بخود دوبارہ نظام شاہی قبضے میں آ گیا۔

رام راج اور برہان نظام شاہ میں دوستانہ مراسم

اسی زمانے میں برہان نظام نے بیجانگر کے حکمران رام راج سے دوستانہ مراسم استوار کیے اور اپنے لشکر کے ساتھ عادل شاہی علاقے سے گزرتا ہوا قلعہ شولا پور کے قریب پہنچا اور رام راج سے ملاقات کی۔ برہان نے رام راج سے طے کیا کہ رائچور اور مدگل پر رام راج قبضہ کرے اور قلعہ شولا پور کو برہان اپنے تصرف میں لائے۔

شولا پور کی فتح

اس کے بعد رام راج نے رائچور اور مدگل کا اور برہان نظام نے شولا پور کا محاصرہ کر لیا۔ برہان نے شولا پور کو جلد ہی فتح کر لیا اور پھر رام راج کی مدد کے لیے رائچور کی طرف روانہ ہوا۔ صحیح روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد برہان نظام نے تنکناوری سے کہا کہ برسات کا موسم قریب آ گیا ہے اس لیے میرا اور رام راج کا اس قلعہ کے محاصرے میں وقت ضائع کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں شولا پور پہنچ کر وہاں کے قلعے کا دوبارہ محاصرہ کر لوں تاکہ دونوں قلعے ایک ہی وقت میں فتح ہو جائیں۔

تنکناوری نے رام راج کو سمجھا کر اس امر کی اجازت لے لی اور برہان نظام رام راج کے لشکر کے ایک حصے کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ شولا پور پہنچ کر برہان نظام نے قلعے کا محاصرہ کر لیا رومی خاں نے جو حقیقت میں محمود شاہ گجراتی کا ملازم تھا قلعے کو فتح کرنے کی بہت کوشش کی اور آخر کار اسی کی کوششوں سے تین ماہ کے عرصے میں قلعہ فتح کر لیا گیا۔

گلبرگہ کی فتح کا ارادہ

اس کے بعد برہان نظام نے گلبرگہ جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں کے قلعے کو بھی فتح کرے، لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ رام راج رائچور اور مدگل کے قلعوں کو فتح کر کے بیجانگر واپس آ گیا ہے تو اس نے اس سال گلبرگہ کے قلعے کو فتح کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

بیجاپور کو روانگی

۹۶۰ھ میں برہان نظام شاہ نے دوبارہ عادل شاہی ممالک کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے رام راج سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ (رام راج) قلعہ ساغر اور آہنکر کو فتح کرے اور بیجاپور اور گلبرگہ پر نظام کا قبضہ ہو۔ ۹۶۱ھ میں برہان نظام شاہ نے

رام راج کو ساتھ لیا اور بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔

برہان نظام کی بیماری

عادل شاہ' برہان نظام کا مقابلہ کرنے کی جرات نہ کر سکا اور پنالہ چلا گیا۔ برہان نظام نے بیجاپور کے قلعے کا محاصرہ کر لیا' قریب تھا کہ وہ اس قلعے کو فتح کر لیتا کہ قسمت نے ایک دوسری چال چلی۔ نظام شاہ پر بیماری کا حملہ ہوا اور وہ احمد نگر واپس آ گیا۔

وفات

برہان نظام کا مرض جان لیوا ثابت ہوا بہت علاج معالجہ کیا گیا لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور اس نے سفر آخرت اختیار کیا برہان کو باغ روضہ میں اس کے باپ کی قبر کے قریب ہی دفن کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد احمد نظام اور برہان نظام کے تابوت کربلائے معلی روانہ کر دیئے گئے۔ اور ان کو حضرت امام حسین ؓ کے مزار مبارک کے باہر ایک گز کے فاصلے پر سپرد خاک کر دیا گیا۔

تاریخ وفات

اسی سال گجرات کے حکمران سلطان محمود گجراتی اور شہنشاہ دہلی سلیم شاہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ "راقم الحروف مورخ فرشتہ" کے والد محترم مولوی غلام علی نے ان تینوں فرماں رواؤں کے انتقال کی لاجواب تاریخ "زوال خسرواں" کہی ہے۔

اولاد

برہان نظام شاہ کے بعد اس کی جو اولاد بقید حیات تھی اس کے نام یہ ہیں حسین اور عبد القادر یہ دونوں بی بی آمنہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ شاہ علی حسن یہ یوسف عادل شاہ کی بیٹی بی بی مریم کے بطن سے تھا۔ شاہ حیدر اس کی شادی مخدوم خواجہ جہاں کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ میراں محمد باقر اس کا انتقال بیجاپور میں ہوا شہزادہ محمد خدا بندہ اس نے بنگال میں وفات پائی۔

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

تخت نشینی اور شہزادہ عبد القادر کی مخالفت

تخت نشینی کے وقت حسین نظام کی عمر تیس سال کی تھی۔ شہزادہ عبد القادر اپنے باپ کا بہت لاڈلا بیٹا تھا اس نے حسین نظام کی بادشاہت کو تسلیم نہ کیا اور تخت نشینی کے روز اپنے بھائیوں کو ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکل آیا۔ امراء دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے غریبوں اور حبشی امیروں نے حسین شاہ کی حمایت کی۔ دکنیوں اور ہندوؤں نے شہزادہ عبد القادر کا ساتھ دیا اور قصبہ بنکاپور میں اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کر دیا۔

بھائیوں میں اختلافات

برہان نظام شاہ کے دوسرے بیٹوں محمد خدا بندہ' شاہ حیدر اور میراں محمد باقر نے عبد القادر ہی کا ساتھ دیا۔ عین ممکن تھا کہ ان سب بھائیوں میں خون خرابہ ہوتا کہ قاسم بیگ حکیم کی کوششوں سے چار پانچ سو سلحدار اور حوالہ دار شہزادہ عبد القادر سے الگ ہو کر حسین نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ اہل قلعہ کو اس واقعہ سے بہت تقویت پہنچی اور انہوں نے حسین نظام کے سر پر جتر و آفتاب گیر سایہ فگن کر دیا۔

دکنی امراء کی عبد القادر سے علیحدگی

اس کے بعد اہل قلعہ نے شہزادہ عبدالقادر کے فتنے کو ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور اس مقصد کے لیے لوگوں کو اپنے ساتھ کرنے کے لیے ان میں روپیہ تقسیم کرنے لگے۔ مشہور دکنی امراء خورشید خاں اور عالم خاں میواتی وغیرہ نے جب دیکھا کہ حسین نظام شاہ کی قسمت کا ستارہ بلندی پر ہے تو انہوں نے قاسم بیگ حکیم کی وساطت سے قبول نامہ حاصل کیا اور شہزادہ عبد القادر کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں میں جا بیٹھے۔

شہزادہ عبدالقادر کا فرار اور انتقال

یہ صورت حال دیکھ کر شہزادہ عبدالقادر بہت پریشان ہوا اس نے اپنے بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں سے اس بارے میں مشورہ کیا سبھوں نے راہ فرار اختیار کرنے ہی کو مناسب و موزوں خیال کیا۔ شہزادہ عبدالقادر اپنے چند مقربین خاص کے ہمراہ عبد الملک کے پاس برار چلا گیا اور وہیں پیوند خاک ہوا۔

امن و اطمینان کا دور دورہ

شاہ علی محمد خدا بندہ اور میراں محمد باقر بیجاپور چلے گئے۔ شاہ حیدر نے پرندہ کا رخ کیا مختصر یہ کہ حسین نظام شاہ کے وہ تمام رقیب جو سلطنت کے دعویدار ہو سکتے تھے ایک ایک کر کے ملک سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد حسین نظام نے ملک میں ائمہ اہل بیت کے نام کا خطبہ جاری کیا اور بڑے امن و اطمینان کے ساتھ حکمرانی کے فرائض انجام دینے لگا۔

سیف عین الملک کا فرار

کچھ ہی دنوں میں حسین نظام شاہ نے شہزادہ عبد القادر کے حمایتوں کو سخت ترین سزائیں دیں۔ سیف عین الملک جو سلطان بہادر گجراتی کے انتقال کے بعد احمد نگر میں آ کر سپہ سالاری کے منصب پر فائز ہوا تھا شاہی قہر و غضب سے خوفزدہ ہو کر برار چلا گیا۔

خواجہ جہاں کا ارادہ

شہزادہ حیدر کی شادی پرندہ کے حاکم خواجہ جہاں کی لڑکی سے ہوئی وہ اپنے داماد کو بادشاہ بنانے کے حق میں تھا اس نے ابراہیم عادل شاہ کی مدد سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کی۔ حسین نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت غضب ناک ہوا۔ لیکن مصلحتاً اس نے اپنی خفگی کا اظہار نہ کیا' بلکہ اس کے برعکس ایک محبت نامہ اس کے پاس بھجوایا۔

حسین نظام شاہ کا محبت نامہ خواجہ جہاں کے نام

حسین نظام کا یہ محبت نامہ دیکھ کر خواجہ جہاں بہت حیران ہوا۔ وہ عجیب مشکل میں پڑ گیا اس میں نہ تو اس قدر ہمت تھی کہ کھلم کھلا بادشاہ کی مخالفت کا اعلان کرتا اور نہ ہی وہ اس قابل تھا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی نیاز مندی کا اظہار کرتا بہت سوچ بچار کے بعد خواجہ جہاں نے حسین نظام کے نام ایک خط بھیجا جس میں اس نے لکھا کہ "چونکہ مجھ سے ایک خطا ہو گئی ہے۔ اس لیے ندامت اور شاہی قہر و غضب کے خوف سے حضور کی خدمت میں حاضری دینے سے معذور ہوں۔ مجھے آپ کی خسروانہ عنایات سے پوری پوری توقع ہے کہ آپ میری خطا سے چشم پوشی فرمائیں گے۔"

حسین نظام شاہ کا عزم پرندہ

حسین نظام شاہ سمجھ گیا کہ خواجہ جہاں کبھی احمد نگر نہ آئے گا لہٰذا اس نے خواجہ کی سرزنش کے لیے پرندہ کا سفر اختیار کیا اور وہاں پہنچ کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ خواجہ جہاں بہت پریشان ہوا اس نے اپنے ایک عزیز کو قلعے کی حفاظت کے لیے مقرر کیا اور خود ابراہیم عادل کا تعاون حاصل کرنے کے لیے بیجاپور پہنچا۔

قلعہ پرندہ پر قبضہ

حسین نظام شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ کو ابراہیم عادل شاہ کی مدد کی توقع تھی اس لیے انہوں نے شام تک نظام شاہیوں کا پورا پورا مقابلہ کیا۔ نظام شاہیوں نے توپوں سے گولہ باری کر کے حصار کو گرا دیا اور قلعے کے اندر داخل ہو کر اہل قلعہ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ حسین نظام نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ایک قابل اعتماد امیر کو اس قلعے کا حاکم مقرر کر کے واپس احمد نگر آ گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ

مخدوم خواجہ جہاں اور کئی شہزادے حسین نظام شاہ سے خوفزدہ ہو کر بیجاپور چلے گئے اور ابراہیم عادل شاہ کے دامن دولت سے وابستہ ہوئے۔ اسی دوران میں برار سے سیف عین الملک بھی بیجاپور آ گیا اور ابراہیم عادل شاہ کے دائرہ ملازمت میں داخل ہو گیا۔ ابراہیم عادل نے اپنی پھوپھی زاد بھائی میراں شاہ علی کو چتر و آفتاب گیر سے سرفراز کیا اور یہ ارادہ کیا کہ ان تمام لوگوں کو جو حسین نظام کے ظلم و ستم کی وجہ سے پریشان ہیں میراں شاہ علی کے گرد جمع کرے اور پھر شاہ علی کو احمد نگر کے تخت پر بٹھائے۔

عماد الملک سے مدد کی درخواست

حسین نظام شاہ کو جب یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں تو اس نے واسو پنڈت کو اپنا قاصد بنا کر عماد الملک کے پاس بھیجا تاکہ دونوں فرماں روا باہمی اتحاد سے ابراہیم عادل شاہ پر حملہ کریں اور اس کی مخاصمانہ کارروائیوں کا سد باب کریں۔ عماد الملک نے حسین نظام کی مدد کے لیے تقریباً سات ہزار سوار روانہ کیے۔

حسین نظام شاہ کی شولا پور کو روانگی

عماد الملک کے سواروں کو ہمراہ لے کر حسین نظام شاہ قلعہ شولا پور کی طرف روانہ ہوا جس کا محاصرہ عادل شاہ نے کر رکھا تھا جب سفر

کی منزلیں طے کرتا ہوا حسین نظام شاہ شولا پور کے قریب پہنچا تو ابراہیم عادل شاہ نے حسین نظام کی سرزنش کا مصمم ارادہ کر لیا تاکہ اپنی گذشتہ شکست کے داغ کو مٹائے۔

خوں ریزی

حسین نظام اور ابراہیم عادل نے اپنے لشکروں کو مرتب و آراستہ کیا اور ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے۔ فریقین میں زبردست خونریزی ہوئی اس معرکے میں سیف عین الملک نے جو ابراہیم عادل کے ساتھ تھا بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اس نے عماد شاہی اور نظام شاہی ہراول کے چھکے چھڑا دیئے۔ نظام شاہی میسرہ کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہوگئی۔ اس کے بعد سیف عین الملک نے دشمن کے چتر و علم کا رخ کیا۔

نظام شاہیوں کی بہادری

نظام شاہیوں نے بھی خوب دل کھول کر داد شجاعت دی۔ انہوں نے دشمن کے تقریباً چار سو بہادر اور تجربہ کار سپاہیوں کو آن کی آن میں ٹھکانے لگا دیا۔ اس افراتفری میں سیف الملک کا بھانجا صلابت خاں بھی زخمی ہوا اور اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔

سیف عین الملک کی بہادری

عین الملک کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی میدان جنگ میں وہ پریشان ہو جاتا تو گھوڑے سے اتر کر اپنے سپاہیوں کی ہمت افزائی کرتا اور انہیں جانبازی کے لئے مستعد کرتا۔ اس جنگ میں بھی عین الملک نے گھوڑے سے اتر کر اپنے لشکریوں کا دل بڑھایا اور بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ نظام شاہی لشکر حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

حسین نظام شاہ کی الوالعزمی

نظام شاہی سپاہیوں کے فرار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کے علم کے پاس صرف ایک ہزار سوار اور ایک سو ہاتھی باقی رہ گئے۔ حسین نظام نے اپنی فوج کے انتشار اور اپنے سپاہیوں کی کم ہمتی کا قطعاً خیال نہ کیا اور دشمن کے مقابلے پر ڈٹا رہا۔ میدان جنگ میں فتح و شکست کا فیصلہ خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں انسانی کوششوں کو کوئی دخل نہیں ہوتا' اس جنگ کا نتیجہ بھی توقع کے خلاف ہوا۔

ایک من گھڑت خبر

چند دوں فطرت لوگوں نے ابراہیم عادل کو یہ اطلاع دی کہ سیف عین الملک بڑا عیار ہے وہ محض دھوکہ دینے کے لئے بیجاپور آیا تھا اب میدان جنگ میں اپنے گھوڑے سے اتر کر حسین نظام کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا ہے۔" ابراہیم عادل نے جھوٹے مخبروں کی بات کا یقین کر لیا اور اپنے امراء اور سپاہیوں کو میدان جنگ میں ہی چھوڑ کر خود بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا۔

سیف عین الملک کی جنگ سے دست برداری

عین الملک نے بڑی حد تک معرکہ سر کر لیا تھا دشمن پر پوری طرح غلبہ حاصل کرنے میں تھوڑی سی کسر رہ گئی تھی لیکن جب اسے ابراہیم عادل شاہ کی روانگی کی خبر ملی تو وہ بد دل ہوگیا اور اس نے لڑائی سے ہاتھ روک دیا۔ اس نے صلابت خاں کو جو زخمی ہو چکا تھا ایک چادر میں باندھا اور اپنے ساتھ لے کر بیجاپور کی طرف چل دیا۔

حسین نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

حسین نظام شاہ کے ساتھ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے بہت کم لشکر رہ گیا تھا ایسے عالم میں اس نے دشمن کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور بقول مصنف "وقائع' اول شاہیہ" دو روز کے بعد احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا۔

عین الملک نظام شاہی حدود میں

سیف الملک عادل شاہی علاقے کی حدود سے باہر نکل گیا اور اس علاقے میں قیام کرنے کا اسے موقع ہی نہ ملا۔ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا وہ نظام شاہی حدود میں آ پہنچا۔ حسین نظام شاہ عین الملک سے پوری طرح مطمئن نہ تھا اسے عین الملک نے جو نقصانات پہنچائے تھے ان کی یاد ابھی تازہ تھی' لیکن مصلحتاً نظام نے عین الملک کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ: "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ عین الملک دوبارہ ہمارے پاس آ گیا ہے۔"

حسین نظام شاہ کا خط عین الملک کے نام

حسین نظام شاہ نے حکیم قاسم بیگ کو سیف عین الملک کے استقبال کے لیے روانہ کیا اور اس کے نام ایک خط لکھا' جس کا مضمون یہ تھا۔ "ایک مدت سے میں اس امر کا خواہاں تھا کہ تم یہاں آؤ خدا کا شکر ہے کہ میری خواہش پوری ہوئی تم کچھ عرصے کے لیے ہماری ملازمت سے محروم رہے ہو یہ محض ایک اتفاقی امر ہے اس سلسلے میں تمہیں کسی قسم کا غم یا خوف نہ ہونا چاہیے۔ میری توجہ تم پر پہلے سے دس گنا زیادہ رہے گی تم بالکل بے فکر ہو کر میرے حضور میں آ جاؤ۔"

"میں تمہیں تمہارے قدیم منصب پر بحال کروں گا۔ تمہارے مزید اطمینان کی خاطر یہ خط میں اپنے خاص رومال میں باندھ کر بھیج رہا ہوں' میرا محرم راز حکیم قاسم بیگ تمہارے استقبال کے لیے آ رہا ہے تم جلد از جلد اس کے ساتھ میرے پاس پہنچ جاؤ تاکہ تمہاری حاضری ہماری مجلس میں گرمی اور رونق پیدا ہو جائے۔

عین الملک کی شرائط

حکیم قاسم بیگ' سیف عین الملک کے پاس پہنچا اس سے ملاقات کی اور اسے بادشاہ کا خط دیا۔ عین الملک نے کہا کہ میری دو شرطیں مان لی جائیں تو حسین نظام کے پاس جانے میں مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔ اول یہ کہ حسین نظام خود میرے استقبال کے لیے آئے اور دوسرے یہ کہ جب تک میں بادشاہ سے ملنے جاؤں تو میری واپسی تک قاسم بیگ میرے لشکر میں رہے۔"

حکیم قاسم بیگ نے عین الملک سے کہا۔ "اب تم مجھے اجازت دو تاکہ میں بادشاہ کے پاس جاؤں اور ان شرائط کو اس کے سامنے رکھوں اور پھر واپس آ کر تمہارے لشکر میں اس وقت تک رہوں جب تک تم بادشاہ سے مل کر واپس نہ آ جاؤ۔ عین الملک نے قاسم بیگ کو اجازت دے دی اور وہ وہاں سے رخصت ہو کر بادشاہ کے پاس چلا آیا۔

قاسم بیگ کی بیماری

قاسم بیگ شاہی مجلس میں پہنچا' لیکن اس نے رنگ مجلس کو بدلا ہوا پایا۔ وہ وہاں سے اپنے گھر آ گیا' یہاں اسے روغن بلاروا اپنے منہ اور سر پر مل لیا۔ اس وجہ سے اس کا منہ اور جسم سوجھ گیا' قاسم بیگ نے بیماری کا بہانہ کیا اور صاحب فراش ہو گیا۔

حسین نظام کا پیغام عین الملک کے نام

حسین نظام نے اپنے مصاحبین کی ایک جماعت کو بہت لذیذ اور اعلیٰ درجے کے کھانے اور شربت دے کر عین الملک کے پاس بھیجا۔ اور اس سے کہلوایا کہ تم فلاں وقت مجھ سے ملاقات کرو' مجھے افسوس ہے کہ قاسم بیگ بیمار ہو گیا ہے اس لیے وہ تمہارے پاس آنے سے معذور ہے۔ تم اپنی جگہ سے چل پڑو' میں تمہارے استقبال کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔ عین الملک نے حقیقت حال سے باخبر ہونے کے لیے اپنے قاصدوں کو قاسم بیگ کے گھر بھیجا' قاصدوں نے واپس آ کر بتایا کہ واقعی قاسم بہت زیادہ بیمار ہے۔

بادشاہ سے ملاقات کے لیے روانگی

عین الملک کو یہ اطلاع مل گئی کہ حسین نظام اس کے استقبال کے لیے روانہ ہو چکا ہے' لہٰذا وہ مجبوراً ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ جس میں صلابت خاں بھی شامل تھا- بادشاہ کی ملاقات کے لیے چل پڑا' عین الملک کے غلام مسمی قبول خاں نے اپنے آقا کو روانگی سے بہت منع کیا اور کہا کہ قاسم بیگ کی بیماری خود ساختہ ہے- اور صریحاً مکاری ہے' لیکن عین الملک نے اس کی بات نہ مانی اور اپنے ارادے پر قائم رہا-

قبول خاں کی دانش مندی

قبول خاں' سیف عین الملک سے جدا ہو کر لشکر میں پہنچا- اس نے تمام لشکریوں سے کہا کہ سب لوگ شہر میں چلے جائیں اور جس جگہ بادشاہ نے ان کو ٹھہرانے کا انتظام کیا ہے وہاں پہنچ کر قیام کریں- قبول خاں نے عورتوں کو بھی مردانہ لباس پہنایا اور انہیں گھوڑے پر سوار کرا کے اپنے ساتھ لے چلا-

عین الملک کا استقبال

عین الملک نبہ پور پہنچا اس نے دیکھا کہ حسین نظام شاہ ایک میدان میں گھوڑے پر سوار ہے' اس کے سامنے اور دونوں اطراف میں ہاتھیوں کی قطاریں ہیں' ان قطاروں کی وجہ سے حسین نظام جس جگہ کھڑا ہوا تھا وہ جگہ ایک کوچے کی سی شکل اختیار کر گئی تھی- بادشاہ کے مصاحبوں نے جب عین الملک کو آتے ہوئے دیکھا تو ان میں سے کچھ آگے بڑھ کر اسے اور صلابت خاں کو متذکرہ "کوچے" کے اندر لے آئے- عین الملک اور صلابت دونوں سوار تھے' چند لمحوں بعد کچھ درباریوں نے ان دونوں کو پیادہ پا ہونے کی درخواست کی-

عین الملک کی گرفتاری

عین الملک چاہتا تھا کہ جس طرح حسین نظام سوار ہے اسی طرح وہ بھی سوار ہو کر ہی اس سے ملاقات کرے' لیکن درباریوں کے اصرار کی وجہ سے اس کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور اسے مجبوراً گھوڑے سے اترنا پڑا- اس کے بعد عین االملک نے بادشاہ کی رکاب بوسی کے ارادے سے سر جھکایا' لیکن ابھی رکاب سے اس کے ہونٹ چھوئے بھی نہیں تھے کہ حسین نظام نے عین الملک کی اور صلابت خاں کی گرفتاری کا حکم دیا- حکم کی تعمیل کی گئی اور ان دونوں کو گرفتار کر کے ہاتھیوں پر بٹھا دیا گیا-

عین الملک اور صلابت خاں کا قتل

جب حسین نظام نے اپنے شکار کو اچھی طرح قبضہ میں کر لیا تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو گیا- راستے میں اس فیل بان کو جس کے ہاتھی پر صلابت خاں اور عین الملک سوار تھے نہ جانے کیا سوجھی کہ اس نے بغیر کسی کی اطلاع کے ان دونوں کا گلا گھونٹ کر ٹھکانے لگا دیا اور ان کے مردہ جسم زمین پر پھینک دیئے- حسین نظام نے جب ان دونوں کو اس عالم میں دیکھا تو افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ بیچارے خوف کی وجہ سے مر گئے- بادشاہ نے چند لوگوں کو ان دونوں کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا-

قبول خاں کی روانگی

اس کے بعد حسین نظام نے حکم دیا کہ عین الملک کی عورتیں اور اس کا سامان شاہی بارگاہ میں ملاحظہ کے لیے پیش کیا جائے اور باقی تمام اشیاء کو تباہ و برباد کر دیا جائے- قبول خاں بہت دانش مند اور فہیم انسان تھا اسے ان تمام واقعات کی اطلاع تھی' اس نے عین الملک کی عورتوں کو سوار کرایا اور تقریباً پانچ سو افراد کے ساتھ جو سب عین الملک کے ملازم تھے ابراہیم قطب شاہ کے علاقے کی طرف روانہ ہوا-

قبول خاں کے معرکے

حسین نظام شاہ کے ملازموں نے قبول خاں کا تعاقب کیا' چند مقامات پر فریقین میں معرکہ آرائی بھی ہوئی۔ قبول خاں نے بڑے بہادری کا ثبوت دیا اور نہایت عمدہ طریقے سے جنگ کی' یہاں تک کہ دشمن بھی اس کی بہادری کا معترف ہو گئے۔ قبول خاں سفر کی منزلیں طے کرتا ہو قصبہ اندور کے قریب پہنچا' یہاں کے نظام شاہی امراء کو جب اس کی آمد کی خبر ملی تو انہوں نے قبول خاں کو رات ہی میں پکڑ لیا۔ قبول خاں نے ان امیروں کا مقابلہ کیا اور حسب سابق بڑی بہادری سے لڑائی کی' نظام شاہی امراء کو جن میں ظریف الملک' چندا خاں' دلاور خاں اور پاکباز خاں وغیرہ تھے شکست فاش دی۔ ان امراء کا بہت سا ساز و سامان قبول خاں کے ہاتھ آیا اور وہ گولکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

قبول خاں کی مقبولیت

ابراہیم قطب شاہ نے قبول خاں کی بہت خاطرداری کی۔ قبول خاں نے جس طرح سیف عین الملک کے وارثوں کے ساتھ سلوک کیا تھا اور جس طرح اپنے مالک کے ساتھ وفاداری کی تھی۔ قطب شاہ نے اس سے متاثر ہوا اور قبول خاں کو انعام میں جاگیر عطا کی۔ قبول خاں ہر سال اپنے چند آدمیوں کو احمد نگر روانہ کرتا اور عین الملک اور صلابت خاں کی قبروں پر جو بنکاپور میں واقع ہیں' محتاجوں وغیرہ کو کھانا تقسیم کرواتا نیز قبروں کے مجاوروں کو انعامات سے خوش کرتا۔

خوش اعتقادی

سیف عین الملک اور صلابت خاں کی بہادری ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئی۔ دکن کے تمام باشندے ان دونوں کی شجاعت کے دل و جان سے قائل ہیں' خوش اعتقادی کا یہ عالم ہے کہ لوگ ان کی قبروں کی مٹی کو چاٹتے ہیں اور ان کی روحوں سے بہادری اور شجاعت کے لیے مدد طلب کرتے ہیں۔

عین الملک کے حالات

عین الملک کا باپ' سیف الملک عراق کا رہنے والا تھا' لیکن عین الملک گجرات میں پیدا ہوا تھا۔ گجرات کے بادشاہوں نے جب عین الملک کی بہادری اور شجاعت کا شہرہ سنا تو اسے اپنے منصب داروں میں شامل کر لیا۔ عین الملک نے دوران ملازمت میں بڑے اچھے اچھے کام کیے اور اس وجہ سے رفتہ رفتہ اس کا شمار بڑے بڑے امیروں میں ہونے لگا۔

لشکر کی فراہمی

عین الملک نے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بہادروں اور جان بازوں کو اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا اور دس بارہ سال میں تقریباً دس ہزار سپاہیوں کو ایک زبردست لشکر فراہم کر لیا۔ جس میں مغل' عرب' حبشی' گجراتی' افغانی' دکنی غرض ہر قوم کے سپاہی تھے وہ ان سپاہیوں سے بڑا عمدہ برتاؤ کرتا تھا اور انہیں کبھی یہ محسوس نہ ہونے دیتا تھا کہ وہ اس کے ملازم ہیں۔

کردار کی بلندی

عین الملک نے کبھی اپنے لیے مخصوص گھوڑے اور خیمے نہ رکھے اسے جب کبھی سواری کی ضرورت پیش آ جاتی تھی تو اپنے ملازمین میں سے کسی کا گھوڑا لے کر ضرورت پوری کر لیتا اور اگر اثنائے سفر میں قیام کرنا پڑتا تو اپنے لیے مخصوص خیمہ کبھی نہ لگواتا' بلکہ ملازم کے ساتھ اسی کے خیمے میں قیام کرتا۔ عین الملک کا یہ دستور تھا کہ جب اسے بادشاہ کی طرف سے نئی جاگیر عطا ہوتی تو وہ اپنے سپاہیوں کو بلا کر ان سے کہتا: "خداوند تعالیٰ نے ہمیں فلاں جاگیر عطا کی ہے اب تم یہ آپس میں تقسیم کر لو۔"

کامیاب زندگی

یہ سپاہی بھی بڑے سمجھدار تھے وہ جاگیر کو اس طرح تقسیم کرتے کہ اپنے مالک کے اخراجات کے لیے بھی ایک حصہ مخصوص کر لیتے۔ عین الملک نے چالیس سال تک امارت کی زندگی بسر کی' بارہا دشمنوں سے سابقہ پڑا' لیکن کسی معرکے میں شکست کا منہ نہ دیکھا' سلطان بہادر کے انتقال کے بعد عین الملک برہان نظام شاہ کے پاس چلا گیا اور امیرالامراء کے منصب پر سرفراز ہوا۔

شاہ حیدر کی احمد نگر میں آمد

اسی زمانے میں شاہ طاہر کے فرزند شاہ حیدر ایران سے دکن واپس آ گئے۔ حسین نظام شاہ نے علی قلی منشی کو پالکی کے ساتھ شاہ صاحب کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ وہ انہیں بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ لے کر احمد نگر لایا۔ شاہ طاہر کی جاگیر اور قصبہ دندراج پوری کو شاہ حیدر کے قبضے میں دے دیا گیا۔

گلبرگہ کی فتح کے لیے حسین نظام شاہ کی کوشش

کچھ ہی زمانے میں ابراہیم عادل نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا' حسین نظام نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حسن آباد گلبرگہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے ملا عنایت اللہ اور قاسم بیگ کو گولکنڈہ بھیج کر ابراہیم قطب شاہ کو یہ پیغام دیا کہ اب حالات ہمارے موافق ہیں' ہمیں اس وقت سے فائدہ اٹھا کر قلعہ گلبرگہ پر قبضہ کر لینا چاہیے۔ "ابراہیم قطب شاہ خود یہی چاہتا تھا' لہٰذا اس نے فوراً لشکر تیار کیا اور روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ گلبرگہ میں

حسین نظام کو جب ابراہیم قطب شاہ کی روانگی کی خبر ملی تو وہ بھی گلبرگہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دونوں بادشاہوں نے گلبرگہ میں ایک دوسرے سے ملاقات کی اور یہ طے پایا کہ پہلے تو گلبرگہ کو فتح کیا جائے اس کے بعد قلعہ آہنگر پر حملہ کیا جائے

قلعے کا محاصرہ

قلعہ گلبرگہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ نظام شاہ کے توپچیوں نے رومی خاں کی سرکردگی میں حصار کے برجوں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ قریب تھا کہ رومی خاں قلعے کو فتح کر لیتا کہ مصطفیٰ خاں اور اردستانی نے جو قطب شاہ کے امرائے کبار میں سے تھا۔ اپنے بادشاہ سے کہا' "برہان نظام شاہ وعدے کا کچا ہے وہ قلعہ گلبرگہ پر قابض ہو جائے گا لیکن آپ کو قلعہ آہنگر پر قبضہ نہ کرنے دے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کی مدد نہ کریں۔"

ابراہیم قطب شاہ کی علیحدگی

مصطفیٰ خاں کی بات قطب شاہ کے جی کو لگی' اس نے اپنا تمام سامان وہیں چھوڑا اور خود آدھی رات کے وقت اپنے ملک کی طرف چلا گیا۔ جاتے جاتے اس نے اہل قلعہ کو نظام شاہیوں کی مدافعت کرنے کی بے حد تاکید کی۔ عادل شاہی امیروں کو ابراہیم قطب شاہ کے چلے جانے کی بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

حسین نظام شاہ کو ناکامی

اس کے بعد عادل شاہیوں نے نظام شاہ کے لشکر کو بری طرح پامال کرنا شروع کیا۔ یہ عالم دیکھ کر حسین نظام پریشان ہوا۔ اس نے قلعے کی تسخیر کا ارادہ ترک کر دیا اور ناکام و نامراد اپنے ملک واپس چلا گیا۔

ملا عنایت کا فرار

ملا عنایت اللہ حسین اور ابراہیم قطب شاہ کے درمیان ایک "واسطے" کی حیثیت رکھتا تھا' فریقین کو جب کوئی مسئلہ حل کرنا ہوتا تھا تو وہ اسی کے ذریعے گفت وشنید کرتے تھے۔ ملا عنایت ابراہیم قطب شاہ کی علیحدگی کی وجہ سے بہت گھبرایا' وہ حسین نظام کے غصے سے پوری طرح واقف تھا۔ لہٰذا اس نے راہ فرار اختیار کرنے میں اپنی عافیت دیکھی اور گو گلنڈہ کی طرف چلا گیا۔

قاسم بیگ کی معزولی' نظربندی اور بحالی

ملا عنایت کے فرار سے حسین نظام بہت غصے میں آیا لیکن وہ کچھ کر نہ سکتا تھا کیونکہ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اس نے اپنی آتش و غضب کو تسکین دینے کے لیے قاسم بیگ کو ہدف ستم بنایا اسے گرفتار کر کے قلعہ پرندہ میں نظربند کر دیا گیا۔ دو تین ماہ کے بعد حسین نظام کا دل پسیجا اور اس نے قاسم بیگ کو رہا کر کے حسب سابق اپنے منصب پر بحال کر دیا۔

علی عادل شاہ کا ارادہ

علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے رام راج اور قطب شاہ کو اپنے ساتھ ملایا۔ حسین نظام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے ایک مقرب خاص ملا علی مزندرانی کو عماد الملک کے پاس ایک قاصد روانہ کیا تاکہ نظام شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں دوستانہ مراسم پیدا کیے جائیں۔ حسین نظام اس طرح فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ عماد الملک' ملا زندارانی سے اچھی طرح پیش آیا۔

قلعہ ریگ وندہ کی مہم

اسی سال حسین نظام شاہ نے رومی خاں اور مولانا شاہ محمد نیشاپوری کو قلعہ ریگ وندہ کی فتح کی لیے روانہ کیا۔ اس حملہ کی وجہ یہ تھی کہ غیر مسلم فرنگیوں نے اپنی حدود سے تجاوز کر کے مسلم آزار حرکتوں کا ارتکاب شروع کر دیا تھا' نظام شاہی لشکر اس فتنے کا سدباب کرنے کے لیے گیا تھا (لیکن کسی معرکہ آرائی کی نوبت نہ آئی) غیر مسلم اپنی حرکتوں پر نادم ہوئے اور انہوں نے آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد نظام شاہی لشکر واپس آ گیا۔

قلعہ جالنہ پر قبضہ

۹۶۰ھ میں حسین نظام شاہ نے اپنے باپ دادا کی روش کے خلاف قدم اٹھایا اور قلعہ جالنہ اور اس نواح کے دیگر قلعوں کو جن پر ایک ہندو راجہ حکومت کرتا تھا۔ فتح کیا اور ان قلعوں کی حکومت اس نے اپنے قابل اعتماد امراء کے سپرد کی اور خود احمد نگر واپس آ گیا۔

علی عادل شاہ کی احمد نگر کی طرف آمد

انہیں دنوں نظام شاہ کو یہ اطلاع ملی کہ عادل انتقام لینے کی غرض سے شولاپور اور کلیان کے قلعوں کو فتح کرنے کی غرض سے رام راج اور قطب شاہ کو اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف آ رہا ہیں۔

شاہ حسن انجو سے مشورہ

حسین نظام شاہ نے قاسم بیگ کے مشورے سے شاہ حسن انجو کو طلب کیا' جو ان دنوں بندر جیوں مقیم تھا اور حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ رکھتا تھا۔ بادشاہ نے شاہ حسن سے علی عادل کی آمد کے بارے میں مشورہ کیا۔ شاہ حسین نے کہا۔ "ہم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ ان تینوں بادشاہوں کا مقابلہ کریں سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ ہم کلیان کا قلعہ علی عادل شاہ کے حوالے کر کے اس سے صلح کر لیں۔"

شاہ حسن کی صاف گوئی

حسین نظام نے جواب دیا۔ "جس قلعے کو میرے باپ نے اتنی محنت و مشقت سے فتح کیا ہے' اسے بغیر کسی مزاحمت کے دشمن کے حوالے کر دینا میرے لیے باعث شرم ہے۔" اس پر شاہ حسن نے کہا۔ "یہ وقت کی بات ہے اور ہر زمانے کے تقاضے جدا جدا ہوتے ہیں۔ آپ کے والد محترم کے لیے یہی مناسب تھا کہ وہ قلعہ کلیان پر قبضہ کرتے اور آپ کے لیے یہی موزوں ہے کہ اس قلعے سے دست بردار ہو جائیں' بادشاہوں یا عام لوگوں کی نجی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات آتے رہتے ہیں۔

دشمن کا نواح احمد نگر میں پہنچنا

حسین نظام یہ بالکل نہ چاہتا تھا کہ کلیان کا قلعہ علی عادل شاہ کو واپس کر دے۔ اس نے شاہ انجو کی رائے سے اتفاق نہ کیا اور اپنی بات پر اڑا رہا۔ یہاں تک کہ حریف ایک لاکھ سواروں اور دو لاکھ پیادوں کا زبردست لشکر لے کر احمد نگر کے نواح میں پہنچ گیا۔

حسین نظام شاہ کی پٹن کو روانگی

حسین نظام شاہ نے فوراً احمد نگر کے کچے قلعے میں جس کے سامنے خندق بھی نہ تھی۔ سامان جنگ' غلہ اور دیگر اشیاء جمع کیں اور اس قلعے کو اپنے چند قابل اعتماد امیروں کے سپرد کر کے اپنے بال بچوں اور خزانوں کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس سفر سے اس کا مقصد یہ تھا کہ امیر برید' میراں مبارک شاہ اور عماد الملک کو اپنے ساتھ ملائے اور دشمن کے ساتھ جنگ کرے۔

خاں جہان کا فتنہ

اتفاق کی بات ہے کہ امیر برید کے بھائی خان جہاں نے حسین نظام شاہ کا منصوبہ پورا نہ ہونے دیا۔ خاں جہان' عماد الملک کا مدار المہا تھا۔ علی عادل شاہ کے کہنے پر اس نے پانچ ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لے کر حسین نظام کے علاقے میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا۔

خاں جہان کی شکست

حسین نظام شاہ نے ملا محمد نیشا پوری کو تقریباً دو تین ہزار سواروں کے ساتھ خاں جہان کی گوشمالی کے لیے روانہ کیا۔ ملا نیشا پوری نے پہلے حملے ہی میں خان جہان کو شکست فاش دی۔ خان جہان پریشان و خستہ حال ہو کر بھاگ نکلا۔ شرم کے مارے وہ عماد الملک کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا تھا اس لیے وہ علی عادل کے پاس چلا گیا۔

احمد نگر میں ہنگامہ

جہانگیر خاں دکنی کو جملۃ الملک مقرر کیا گیا۔ اس نے برار کی فوج کو ساتھ لیا اور حسین نظام کی مدد کے لیے آیا۔ اسی زمانے میں علی عادل شاہ' رام راج اور قطب شاہ احمد نگر میں داخل ہو گئے اور انہوں نے تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا۔ انہوں نے مکانوں اور مسجدوں اور سراؤں کو خوب جی بھر کر مسمار کیا اور پھر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرے کی وجہ سے اہل قلعہ کو بہت تکلیف ہوئی۔

قطب شاہ کا احترام

قطب شاہ اگرچہ عادل شاہ کا حلیف تھا' لیکن اس کی یہ خواہش بھی تھی کہ کسی طرح بھی عادل شاہ کو حسین نظام پر فوقیت حاصل نہ ہو۔ اس وجہ سے اس نے قلعے کے ایک طرف کا راستہ جدھر وہ خود مقیم تھا' اہل قلعہ کے لیے کھول دیا' قلعے والے بے خوف و خطر آنے جانے لگے اور ضرورت کی تمام اشیاء ان تک پہنچنے لگیں۔

ملا عنایت کی عاقبت اندیشی

ملا عنایت اللہ نے ان دنوں ابراہیم قطب شاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ وہ تمام معاملات پر چھایا ہوا تھا۔ اسے اہل قلعہ سے ہمدردی

تھی اور ان سے دوستانہ مراسم کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ نیز حسین نظام کی طرف داری کا دم بھرتا تھا۔ عادل شاہ اور رام راج کو جب قطب شاہ کے اقدام کی خبر ہوئی تو وہ اس سے ناراض ہو گئے اور اسے دبانے کی کوشش کرنے لگے۔

ابراہیم قطب شاہ نے اس بار پہلے کی سی سلامت روی سے کام لیا اور جس طرح قلعہ گلبرگہ سے روانہ ہو گیا تھا' اس طرح یہاں سے بھی رات کے وقت تمام سامان چھوڑ کر گولکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب قطب شاہ رخصت ہونے لگا تو ملا عنایت نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور حسین نظام کے پاس آ گیا۔ نظام نے اس کی بہت قدر و منزلت کی۔

جہانگیر دکنی کی کارروائی

خان جہان کی شکست کی بعد عماد الملک نے جہانگیر خاں دکنی کو پیشوا مقرر کیا اور اسے ایک معقول لشکر کے ساتھ نظام شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ جہانگیر خاں نے عادل شاہی سرحد پر قیام کیا اور دشمن کی نقل و حرکت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ ایسی کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رام راج اور عادل شاہی لشکر میں غلہ نہ پہنچ سکا اور قحط کے آثار پیدا ہو گئے۔

رام راج اور عادل شاہ کا منصوبہ

جب پریشانی حد سے بڑھی تو رام راج اور عادل شاہ آشتی نامی قصبے میں آ گئے۔ یہاں انہوں نے اس امر کی کوشش کی کہ ایک بہت بڑی فوج نامی گرامی امراء کی سرکردگی میں قلعہ پرندہ کی فتح کے لیے روانہ کی جائے۔ اور بعد ازاں واپس آ کر احمد نگر کو حسین نظام شاہ کے قبضے سے نکالا جائے۔

رام راج کی شرائط

حسین نظام شاہ کو دشمن کے اس منصوبے کی اطلاع ہو گئی وہ بہت پریشان ہوا' آخر کار اس نے قاسم بیگ اور شاہ حسن انجو کے مشورے سے رام راج سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور اس سے صلح کی بات چیت شروع کی۔ رام راج نے صلح کی لیے تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ کلیان کا قلعہ علی عادل کے سپرد کر دیا جائے۔
۲۔ جہانگیر کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے ہمارے لشکر کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔
۳۔ حسین نظام ہمارے پاس آئے۔

جہانگیر دکنی کا قتل

حسین نظام نے اپنی اور ملک کی خیر ان شرائط کو منظور کر لینے ہی میں دیکھی اور ان کو پورا کرنے کے لیے مستعد ہو گیا۔ اس سلسلے میں اس نے ہمدردوں اور بہی خواہوں پر ظلم ڈھانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ سب سے پہلے تو اس نے بغیر کسی سے مشورہ کیے اپنے چند خاص آدمیوں کو جہانگیر کے گھر روانہ کیا اور اس بے چارے کو جو مہمان تھا قتل کروایا۔

رام راج کا تکبر

عماد الملک بڑا حیران ہوا اس نے اس سلسلے میں حسین نظام شاہ سے کچھ نہ کہا اور خاموشی اختیار کر لی۔ جہانگیر کے قتل کے بعد حسین نظام نے ایک کافر کے کہنے پر اپنے ایک بہی خواہ اور وفادار مخلص کو قتل کر دیا۔ جب عماد الملک رخصت ہو گیا تو حسین نظام رام راج سے ملاقات کرنے کے لیے گیا۔ ملاقات کے وقت رام راج نے بڑے غرور و تکبر کا اظہار کیا اور اپنی جگہ بیٹھا رہا اور اسی طرح سے حسین نظام شاہ کی دست بوسی لی۔

نفرت کا اظہار

حسین نظام رام راج کی اس ناشائستہ حرکت پر بہت جھلایا' راجہ کو زچ کرنے کے لیے اس نے اسی وقت بر سر محفل پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ دھوئے۔ یہ دیکھ کر رام راج چراغ پا ہو گیا اور کنڑی زبان میں کہنے لگا۔ "اگر یہ شخص میرا مہمان نہ ہوتا تو ابھی تلوار سے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا۔ اس کے بعد رام راج نے خود بھی پانی سے اپنے ہاتھ دھوئے۔

چپقلش کا خاتمہ

رام راج کے بھائیوں' تنکناوری اور تمراج نے قاسم بیگ اور ملا عنایت سے گفتگو کر کے معاملے کو وہیں ختم کر دیا اور حسین نظام اور رام راج میں صلح کی کوشش کرنے لگے۔ حسین نظام نے قلعہ کلیان کی چابی رام راج کے سپرد کر دی اور اس سے کہا میں یہ قلعہ تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ "رام راج نے یہ چابی علی عادل کو بھجوا دی۔ حسین نظام نے یہ سمجھا کہ رام راج کے غرور کا اصل سبب علی عادل ہے۔ اس خیال سے اس نے علی عادل سے ملاقات نہ کی اور اپنی قیام گاہ پر چلا آیا اس کے بعد تمام فرماں روا اپنے اپنے علاقے کو چلے گئے۔

قلعہ احمد نگر کی تعمیر

حسین نظام شاہ نے احمد نگر پہنچ کر اپنے کچے قلعے کو جو مسمار ہو گیا تھا تعمیر شروع کروائی' اس نے قلعے کو چونے اور اینٹ سے پختہ کروایا اور اس کی وسعت میں اضافہ کیا۔ اس نے قلعے کی تعمیر پر بہت توجہ صرف کی اور کچھ ہی عرصے میں یہ قلعہ بالکل تیار ہو گیا۔ حصار کے گرد اس نے ایک چوڑی اور گہری خندق کھدوائی' بادشاہ کی تقلید میں عام لوگوں نے بھی اپنے مکانات کو درست کروایا۔

بی بی خدیجہ کی شادی

۹۶۹ ہجری کے شروع میں حسین نظام نے اپنی بڑی بیٹی بی بی خدیجہ (جو خونزہ ہمایوں کے بطن سے تھی) کی شادی شاہ جمال الدین حسین بن شاہ حسین سے کر دی۔ انہیں دنوں عماد الملک نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا عماد الملک جو بہت کم عمر تھا اپنے باپ کا جانشین ہوا۔

حسین نظام شاہ اور قطب شاہ میں اتحاد

حسین نظام شاہ' قطب شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنا چاہتا تھا کیونکہ قلعہ احمد نگر کے محاصرے کے ایام میں قطب شاہ نے اس سے بہت اچھا برتاؤ کیا تھا۔ اس سلسلے میں ملا عنایت نے جو ان دنوں حسین نظام کا مقرب خاص تھا بہت کوشش کی اور حسین نظام کو مشورہ دیا کہ وہ ایک قاصد قطب شاہ کو پاس بھیجے۔

قلعہ کلیان کی فتح کا خیال

حسین نظام اور قطب شاہ میں اچھے تعلقات پیدا ہو گئے اور ان دونوں فرماں رواؤں نے قلعہ کلیان کے قریب ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان دونوں نے یہ بھی طے کیا کہ قلعہ کلیان کو فتح کیا جائے' اگر رام راج اور علی عادل اس سے مزاحمت کریں تو حسین نظام' رام راج سے لڑائی کرے اور قطب شاہ' علی عادل کو سمجھے۔

ابراہیم قطب شاہ کی بی بی جمال سے شادی

۹۷۰ ہجری کے شروع میں نظام شاہ اور قطب شاہ نے قلعہ کلیان کے قریب ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ دونوں ایک دوسرے سے بڑے تپاک سے ملے۔ حسین نظام نے اپنی بیٹی بی بی جمال کو ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ بیاہ دیا اور اس سلسلے میں ایک بہت بڑا جشن مسرت

منعقد کیا۔

قلعہ کلیان کا محاصرہ

جشن شادی سے فارغ ہونے کے بعد حسین نظام اور ابراہیم قطب شاہ نے قلعہ کلیان کا محاصرہ کر لیا۔ قریب تھا کہ اہل قلعہ پہلے کی طرح عاجز آ کر حسین نظام سے امان کے طالب ہوتے اور قلعہ اس کے سپرد کر دیتے کہ اچانک یہ اطلاع ملی کہ علی عادل اور رام راج ایک زبردست لشکر لے کر اس طرف آ رہے ہیں۔

قلعے کے محاصرے سے دست برداری

برہان عماد الملک کو جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ جہانگیر خاں کے قتل کا بہت افسوس تھا' اس نے علی برید کے ساتھ اتحاد کر کے علی عادل کا ساتھ دیا۔ یہ صورت حال دیکھ حسین نظام قلعہ کلیان کے محاصرے سے دست بردار ہو گیا۔ اس نے اپنے بال بچوں وغیرہ کو اپنے بیٹے شہزادہ مرتضیٰ اور داماد جمال الدین حسن انجو کے ساتھ قلعہ اوسہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اور خود پانچ سو ہاتھی اور سات سو توپ زن لے کر قطب شاہ کے ساتھ دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور دشمن سے چھ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔

جنگ کی تیاریاں

دوسرے روز حسین نظام نے بیجانگر کے ہندوؤں سے جنگ کرنے کی غرض سے اپنے سپاہیوں میں ہتھیار تقسیم کیے اور رام راج کی فوج کی طرف بڑھا۔ قطب شاہ نے بھی حسب توفیق اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور حسین نظام کے ہمراہ علی عادل برہان عماد الملک اور علی برید سے معرکہ آرائی کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

خوفناک بارش

یہ دن اگرچہ برسات کے نہ تھے لیکن پھر بھی زبردست بارش ہوئی۔ تمام جنگل اور صحرا پانی سے بھر گئے' خندقیں اور کنوئیں پر آب ہو گئے۔ لشکر کی بڑی بری حالت ہوئی' سپاہی' گھوڑے اور ہاتھی سبھی خستہ حال ہوئے۔ سپاہیوں نے پریشان ہو کر اپنے ہتھیاروں کو اپنے سے علیحدہ کر کے پھینکنا شروع کر دیا۔ ارابے کیچڑ اور پانی میں دھنس گئے' الغرض ایک قیامت کا سماں ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی اپنی قیام گاہ پر واپسی

بارش کے روز حسین نظام نے دیکھا کہ اب دشمن سے جنگ کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے تو وہ اپنی بڑی توپوں اور ارابوں کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر واپس گیا۔ شاہ ابو القاسم انجو کے بھائی مرتضیٰ خاں کو (جو عادل شاہی امراء میں سے تھا) اس کام کے لیے مقرر کیا گیا کہ وہ برکی امراء کے ساتھ میدان جنگ میں جا کر اپنے لشکر کو اس طرح نمایاں کرے کہ دشمن کے سپاہی لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں۔ اتفاق سے مرتضیٰ اس جگہ پر پہنچا جہاں توپوں کے ارابے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔

قطب شاہ پر دشمن کا حملہ

مرتضیٰ خاں ان ارابوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اس نے فوراً علی عادل کے پاس چند آدمی بھیج کر اسے مال غنیمت کی خبر دی۔ علی عادل اور رام راج نے اپنے لشکریوں کو اس جگہ بھیج کر ارابوں پر قبضہ کر لیا اور قطب شاہ کی قیام گاہ پر پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا۔

مصطفیٰ خاں اردستانی کی بہادری

قطب شاہ نے اپنے امیروں کی ایک جماعت کو ہمراہ لیا اور اس جگہ سے مفرور ہو گیا اور حسین نظام شاہ کی قیام گاہ کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا قطب شاہ کا جملۃ الملک' مصطفیٰ خاں اردستانی بہت ہی غیرت مند اور بہادر انسان تھا۔ اس نے دشمنوں کی حرکتوں کو دیکھا اور بہت

غصے میں آیا' فوراً اپنا لشکر تیار کیا اور ناقوس جنگ بجوا دیا۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہونے لگی' مصطفی خاں دیر تک ثابت قدم رہا۔ اس دوران میں حسین نظام شاہ بھی اس کی مدد کو پہنچ گیا۔ اور قطب شاہی لشکر گاہ دشمن کے دست برد سے محفوظ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کا اپنے امراء سے مشورہ

حسین نظام شاہ نے اپنے تمام امیروں اور منصب داروں کو جمع کیا اور ان سے کہا۔ "میں ان توپ خانوں کی وجہ سے رام راج سے جنگ کرنا چاہتا تھا اور قطب شاہ کو عادل شاہ کے مقابلے پر لڑنے کے لیے تیار کیا تھا۔ اب صورت حال بدل گئی ہے' قطب شاہ ایسے عادل شاہی امیر مرتضیٰ خاں کے خوف سے بغیر جنگ کیے ہوئے بھاگ گیا ہے اور تمام توپ خانے دشمن کے قبضے میں آ گئے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں دشمن سے جنگ کرنا مناسب ہے۔"

امراء کی رائے

امیروں نے حسین نظام شاہ کو جواب دیا۔ "موجودہ حالت میں دشمن سے معرکہ آرا ہونا کسی طرح مناسب نہیں ہے اگرچہ اس وقت لڑائی کی گئی تو اس کا نتیجہ کچھ اچھا نہ ہو گا اور خواہ مخواہ جان و مال کا نقصان ہو گا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ فی الحال آپ لڑائی کا ارادہ ترک فرمائیں اور اپنے ملک کو واپس چلیں۔ آئندہ پھر کبھی موقع ملے تو دشمن سے سمجھ لیا جائے گا۔

احمد نگر کو واپسی

اس کے بعد پہلے کی طرح علی عادل' امیر برید اور رام راج لڑائی کرنے کے ارادے سے نظام شاہی لشکر کے قریب آئے۔ نظام شاہ اور قطب شاہ نے اپنے لشکر کو سنبھالا اور احمد نگر کی طرف چلے گئے۔

حسین نظام شاہ کا تعاقب

دشمن نے ان دونوں کا تعاقب کیا' اس وجہ سے نظام شاہی لشکر میں سخت انتشار پھیل گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حسین نظام شاہ کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ سوار نہ رہے۔ خستہ حالی کے باوجود نظام شاہ نے اپنے چتر و علم کو بلند کیے ہوئے بڑے وقار کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کرتا رہا۔ دشمن کے پانچ چھ ہزار سواروں نے اس کو گھیر رکھا تھا' لیکن کسی کی ہمت نہ تھی کہ وہ حسین نظام شاہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا۔

پابندی نماز

حسین نظام شاہ نماز کا بہت پابند تھا اور پانچوں نمازیں وقت پر ادا کرتا۔ دوران سفر میں ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔ بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کا نماز ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ اراکین سلطنت نے حسین نظام سے کہا۔ "موجودہ صورت حال میں گھوڑے سے اتر کر زمین پر نماز ادا کرنا مناسب نہیں ہے' بہتر یہی ہے کہ آپ اسی طرح گھوڑے پر سوار ہو کر اشارے سے نماز پڑھ لیں۔" حسین نظام نے جواب دیا۔ "خدا نہ کرے کہ میں اس انداز میں نماز ادا کروں۔"

اس کے بعد حسین نظام گھوڑے سے اترا اس کی کمر بندھی ہوئی تھی' اس عالم میں اس نے بڑے وقار کے ساتھ نماز ادا کی۔ دشمن کے سپاہی دور کھڑے ہو کر حسین نظام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے رہے۔ نماز پڑھنے کے بعد حسین نظام کو یہ خیال آیا کہ شیعہ مذہب میں کمر باندھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس نے کمر کھولی اور دوبارہ نماز میں مشغول ہو گیا۔

اہل تعاقب کی واپسی

نماز کے بعد بادشاہ نے اپنی کمر باندھی اور دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس تمام وقت میں دشمن کے لشکری خاموش کھڑے رہے۔

انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا۔ "جب ہم ایسے وقت میں جبکہ بادشاہ ہر طرف سے غافل تھا کچھ نہ کر سکے تو آئندہ کی کیا توقع رکھی جائے۔" اس کی بعد دشمن نے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا اور حسین نظام کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھیج کر یہ پیغام دیا۔ "بہادری اور مردانگی آپ کی ذات پر ختم ہے ہم نے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا ہے تاکہ خدانخواستہ ہمارے ہاتھوں سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

جنیر کی روانگی

حسین نظام راستہ طے کرتا ہوا اوسہ کے مقام پر پہنچا' یہاں سے اس نے شہزادہ مرتضیٰ کو اپنے ساتھ لیا اور احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ احمد نگر پہنچ کر اس نے قطب شاہ کو رخصت کر دیا۔ حسین نظام شاہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ رام راج' علی برید' عادل شاہ اور برہان عماد الملک جلد از جلد احمد نگر پہنچنے والے ہیں تو اس نے لشکر کو غلے' لشکر اور آتش بازی کے آلات سے مضبوط و مستحکم کیا اور خو جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

احمد نگر میں دشمن کی آمد

دشمن ایک بھاری جمعیت کے ساتھ احمد نگر پہنچے اور بیجاپور کے ہندوؤں نے مسجدوں اور مکانوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا۔ مسجدوں کی بے انتہا بے حرمتی کی گئی' مسلمانوں کو خوب نقصان پہنچایا گیا۔ الغرض ظلم و ستم کا بازار پوری قوت کے ساتھ گرم کیا گیا۔ عادل شاہ کو یہ سب کچھ دیکھ کر بہت رنج ہوا لیکن وہ ہندوؤں کو منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔

حسین نظام شاہ کا تعاقب

اس نے رام راج سے کہا میرا خیال ہے کہ یہاں کے قلعے کا محاصرہ کرنا خالی از فائدہ ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ حسین نظام شاہ کا تعاقب کریں۔ رام راج کو یہ رائے پسند آئی' اس نے برہان عماد الملک اور علی برید کو رخصت کر دیا۔ اور خود علی عادل کو لے کر حسین نظام شاہ کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی جنیر سے روانگی

حسین نظام کو جب دشمن کے ارادے کی خبر ہوئی تو اس نے بارہ نظام شاہی امراء جن میں رستم خاں حبشی اور ساباجی بھی شامل تھے۔ دشمن کے لشکر کے آگے اور پیچھے کی طرف روانہ کر دیا تاکہ غلہ اور دیگر سامان ضرورت دشمن تک نہ پہنچ سکے۔ اس کے بعد حسین نظام نے تمام سازو سامان کے سات جنیر سے کوچ کیا اور پل ندی کی طرف جو کوہستان میں واقع ہے روانہ ہو گیا۔
شاہی حکم کے مطابق رستم خاں حبشی قصبہ کانور کے قریب پہنچا اور اس نے ان تمام راستوں کو مسدود کر دیا' جن کے ذریعے دشمن کو غلہ اور سامان ضرورت پہنچایا جاتا تھا۔ اسی اثناء میں ایک روز جب کہ علی عادل مع اپنے خالو کے شکار میں مصروف تھا' رستم خاں حبشی نے اس پر حملہ کر دیا' اگرچہ دشمن کی فوج رستم خاں کی فوج سے کئی گناہ زیادہ تھی لیکن رستم خاں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ علی عادل کا خالو اس معرکے میں کام آیا۔ رستم خاں خود بھی مع دو ہزار سپاہیوں کے تلوار کے گھاٹ اتر گیا' جو نظام شاہی لشکر کے سپاہیوں سے بچ گئے وہ بڑی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔

زبردست سیلاب

رستم خاں حبشی کی بہادری اور مردانگی کی وجہ سے علی عادل اور رام راج دونوں ہی کچھ سہم گئے۔ اسی اثناء میں برسات کا موسم آ گیا اور بالآخر دونوں فرمانروا احمد نگر واپس آ گئے۔ رام راج نے نہر سین کے کنارے اپنے خیمے لگائے اور علی عادل' رام راج سے کچھ فاصلے پر قیام پذیر ہوا۔ احمد نگر کے شمال میں زبردست بارش ہوئی اور رات کے وقت شہر میں زبردست سیلاب آ گیا۔

رام راج کے لشکر کی تباہی

اس سیلاب کی وجہ سے رام راج کے لشکر میں بڑی تباہی آئی۔ بیس امیر' تین سو ہاتھی (جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے) اور بارہ ہزار ہندو سوار جو رام راج کے ملازمین خاص تھے۔ اس سیلاب کی نذر ہو گئے' ہاتھیوں اور سواروں کی تعداد سے قارئین کرام گھوڑوں اور پیادوں کی تعداد کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

رام راج کی واپسی

رام راج نے اس واقع کو اپنے حق میں بدشگونی سمجھا اور اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ علی عادل نے نلدرک کے قلعے کو نئے سرے سے بنوایا اور رام راج سے کہا۔ "اگر آپ پسند کریں تو میں قلعے کا نام آپ کے نام پر رکھوں اور اسے آئندہ سے "رام ورک" کہا جائے۔ رام راج نے علی عادل کی تجویز سے اتفاق کیا۔ علی عادل اور رام راج دونوں ساتھ ساتھ روانہ ہوئے اور سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے قصبہ برکی میں جو قطب شاہی سرحد پر واقع ہے' پہنچے۔

رام راج کی ہوس

قصبہ برکی پہنچ کر رام راج کی ہوس نے پاؤں پھیلائے اور اس نے عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے برسات کے بہانے سے برکی میں قیام کیا اور چند پرگنوں پر قبضہ کر کے بیجانگر روانہ ہو گیا۔

مرتضیٰ انجو کی حرکت

علی عادل نے نلدرک کا علاقہ مرتضیٰ انجو کے حوالے کیا اور خود واپس آ گیا۔ مرتضیٰ انجو کبھی کبھی شولاپور پر حملہ کر کے تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا کرتا تھا۔ حسین نظام شاہ نے مرتضیٰ خاں کی اس حرکت کو علی عادل کی خواہشات کا نتیجہ سمجھا اور اس کے دفعیے کے لئے قلعہ شولاپور کو مستحکم کرنے کا ارادہ کیا۔

مرتضیٰ خاں اور نظام شاہیوں میں جنگ

حسین نظام نے قلعہ شولاپور میں غلے کی بارہ ہزار بوریاں شاہ محمد انجو فرہاد اور ادہم خاں حبشی کے ہمراہ روانہ کیں' مرتضیٰ خاں کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے برکی امراء کے ہمراہ دشمن پر حملہ کر دیا۔ شولاپور اور پرندہ کے درمیان فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ جنگ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ سید تقی اور شمشیر خاں نامی دو اشخاص آپس میں لڑ پڑے۔ سید تقی کو گرفتار کر کے ہاتھی پر سوار کر دیا گیا۔ اس کے بعد دونوں طرف سے سپاہی میدان جنگ میں آ گئے۔

نظام شاہیوں کی شکست

نظام شاہی امراء دشمن کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ انہوں نے ایک سو بیس ہاتھیوں کو میدان جنگ ہی میں چھوڑ دیا جن پر دشمن نے قبضہ کر لیا برکی امیروں نے اپنی عادت اور دستور کے مطابق لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ انہوں نے غلے کی بہت سی بوریوں کو آگ لگا دی اور بہت سی بوریاں اپنے قبضے میں کر لیں۔ مرتضیٰ خاں اور شاہ قلی خاں نے ہاتھیوں کو بیجاپور روانہ کر دیا۔

ایک حبشی کا واقعہ

اسی اثناء میں ایک حبشی غلام قیدی نے جسے باندھ کر ہاتھی پر سوار کیا گیا تھا رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ مرتضیٰ خاں نے اس کا شور سن کر اس سے کہا تو کس لیے روتا ہے؟ اگر تجھے روزگار کی فکر ہے تو اس کی پروا نہ کر میں تیری گزر بسر کا انتظام کر دوں گا اور اگر تو اپنے مالک کے

پاس جانا چاہتا ہے تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔" حبشی غلام نے اس کے جواب میں کہا "میں اپنے مالک کے پاس جانا چاہتا ہوں۔" مرتضیٰ خاں نے اسی وقت اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔ وہ حبشی اس وقت دوڑتا ہوا مفرور امراء شاہ محمد وغیرہ کے پاس آیا اور ان سے کہا: "عادل شاہی امراء اس وقت لوٹ مار میں مشغول ہیں اور ہر طرح سے بے خبر اور غافل ہیں۔ مرتضیٰ خاں اس وقت تھوڑے سے سپاہیوں کے ساتھ فلاں جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔ بہتر ہے کہ اسے ہاتھیوں کے بدلے میں گرفتار کر لیا جائے۔

مرتضیٰ خاں کی گرفتاری

محمد باقر نے اسی وقت دو تین ہزار سپاہیوں کو اپنے ساتھ لیا اور مرتضیٰ خاں کے پاس جا پہنچا اور اسے حراست میں لے لیا۔ محمد باقر مرتضیٰ خاں کو اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی شولا پور کو روانگی اور واپسی

حسین نظام شاہ نے ایک بار پھر غلے کی بارہ ہزار بوریاں فراہم کیں اور انہیں اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد قلعہ شولا پور جا پہنچا۔ اور ان بوریوں کو اہل قلعہ کے سپرد کر کے واپس احمد نگر آگیا۔ آنے اور جانے میں اس نے بارہ دن صرف کیے۔

قیدیوں کی رہائی

اس واقعہ کے بعد فریقین کے چند آدمی بیچ میں پڑے اور ان کے واسطے سے یہ طے پایا کہ ہر فریق ایک دوسرے کے قیدیوں کو سرحد پر لے جا کر چھوڑ دیں۔ مرتضیٰ خاں اور شاہ تقی کو سرحد پر لایا گیا ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ایک طرف سے مرتضیٰ خان کو رہا کیا گیا اور دوسری طرف سے شاہ تقی کو۔ اول الذکر بیجاپور کی طرف چلا گیا اور ثانی الذکر احمد نگر کی طرف۔

جنگ سے کنارہ کشی

ان حالات کے بعد حسین نظام شاہ نے معرکہ آرائیوں سے کنارہ کشی اختیار کی اور ملکی انتظامات کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے ملکی اور مالی امور کو قابل اور دانش مند امراء کے سپرد کیا۔

فرماں رواؤں کی باہمی دوستی

"وقائع عادل شاہی" میں رقم ہے کہ تمام ممالک کے صلح پسند لوگوں کی کوششوں سے تینوں فرماں رواؤں نے باہمی اختلافات کو ختم کر دیا اور ایک دوسرے کے بہترین دوست بن گئے۔ حسین نظام شاہ کی بیٹی چاند بی بی کی شادی علی عادل شاہ سے کر دی گئی اور شولا پور کا قلعہ جو تمام جھگڑے کی بنیاد تھا چاند بی بی کے جہیز میں علی عادل کو دے دیا گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیٹی ہدیہ سلطان کا عقد مرتضیٰ نظام سے کر دیا گیا اور ان دونوں خاندانوں نے جو مذہب شیعہ کے پیرو تھے باہمی اتحاد و خلوص اور دوستی کو اپنا شعار بنایا۔

رام راج کی تباہی کی تیاریاں

جیسا کہ علی عادل شاہ کے حالات میں درج کیا جا چکا ہے کہ ۹۷۲ ہجری میں عماد الملک کے علاوہ دکن کے تمام فرماں رواؤں نے رام راج کی تباہی و بربادی کا ارادہ کیا جو اپنے آپ کو بہت بڑا حاکم سمجھتا تھا اور کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ نظام شاہ' قطب شاہ' برید شاہ اور عادل شاہ چاروں بادشاہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور لشکر کو تیار کر کے روانہ ہوئے۔ اور ان لوگوں نے دریائے کشنا کو پار کر کے ہیگلری ندی کے کنارے پر (جو دریائے کشنا سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے) قیام کیا۔

رام راج کا جاہ و جلال

رام راج نے ایک زبردست لشکر تیار کیا جو ستر ہزار سواروں اور نو لاکھ پیادوں پر مشتمل تھا (جن میں بیشتر شاہی توپچی اور تیر انداز تھے) اور مسلمان بادشاہوں کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ مسلمانوں نے جب رام راج کی شان و شوکت دیکھی تو وہ بہت خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر رام راج ان عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں کو واپس کر دے جن پر اس نے قبضہ کر رکھا ہے اور آئندہ کسی قسم کی ہنگامہ خیزی نہ کرے تو اس سے صلح کر لی جائے۔

رام راج کے لشکر کی تیاری

رام راج مسلمانوں کو کمزور اور خستہ حال سمجھتا تھا۔ اس نے دکنی بادشاہوں کی خواہش کی مطلق پروا نہ کی اور اپنے آدمیوں کو ان سے مقابلے پر روانہ کیا۔ تنکنادری پچیس ہزار سواروں دو لاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کے ساتھ علی عادل کے سامنے آیا۔ ایتم راج بیس ہزار سواروں دو لاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کا لشکر لے کر قطب شاہ اور علی برید کے مقابلے کے لیے تیار ہوا۔ خود رام راج پینتیس ہزار سواروں اور گرد و پیش کے دو ہزار راجاؤں پانچ لاکھ پیادوں اور تقریباً ایک ہزار جنگی ہاتھیوں کے ساتھ حسین نظام سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوا۔

لشکر کی ترتیب

رام راج نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عادل شاہ اور قطب شاہ کو گرفتار کر لیا جائے اور ان دونوں کو زندگی بھر کے لیے پابہ زنجیر کر کے قید خانے میں ڈال دیا جائے۔ بعد ازاں اپنے میمنہ اور میسرہ کو حسین شاہ کا سر کاٹ کر لانے کی ہدایت کی۔ اس نے میمنہ پر تمراج کو اور میسرہ پر اپنے دیگر نامی گرامی امیروں کو متعین کیا اور قلب لشکر میں کھڑا ہوا۔

مسلمانوں کا لشکر

مسلمان فرماں رواؤں نے بھی اپنے لشکر کو منظم و مرتب کیا۔ عادل شاہ نے میمنہ کو علی برید اور قطب شاہ نے میسرہ کو سنبھالا۔ حسین نظام شاہ قلب لشکر میں کھڑا ہوا ان فرماں رواؤں نے بارہ اماموں کے علم نصب کر کے نقارہ جنگ بجوایا۔ حسین نظام نے چھ سو اراب توپ زنبورک اور ضرب زن کے اپنے سامنے تین قطاروں میں کھڑے کروائے۔ ان قطاروں کی ترتیب یہ تھی کہ بڑی توپوں کے دو سو اراب سب سے آگے لگائے گئے۔ اس قطار کے پیچھے دو سو اراب ضرب زن (یعنی متوسط درجے کی توپیں) کے لگائے گئے۔ اور تیسری قطار زنبورکوں کی زنبورک ایک خاص نوعیت کی چھوٹی توپ ہوتی ہے جو تفنگ سے بڑی اور ضرب زن سے چھوٹی ہوتی ہے۔

آغاز جنگ

یہ تمام توپیں بارود اور گولوں سے بھر دی گئیں اور ان کی نگرانی کا فرض رومی خاں کے سپرد ہوا جو آتش بازی کے فن میں اپنی مثال آپ تھا۔ اسی اثناء میں حسین نظام کے تیر اندازوں نے رام راج کی فوج کو توپ خانے کے سامنے دھکیل دیا۔ رومی خاں نے فوراً بڑی توپوں کو چلانا شروع کر دیا' اس کے بعد ضرب زنوں سے گولہ باری کی گئی اور پھر زنبورکوں سے اس کارروائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ رام راج کی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔

رام راج اور لشکر کی دل داری

رام راج نے جب مسلمانوں کی یہ مستعدی دیکھی تو وہ محتاط ہو گیا اور فوراً اپنے سنگھاسن سے نیچے اتر پڑا۔ اس نے فوراً زربفت کے شامیانہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ اس شامیانے میں ایک جڑاؤ کرسی پر بیٹھ گیا۔ راجہ نے اپنے دونوں طرف ہون و

پرتاب (سکے) کے ڈھیر لگائے اور بغیر کسی حساب کے اپنے سپاہیوں کو سونا تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ رام راج نے ان سپاہیوں کو مسلمانوں کے مقابلے پر خوب جی کھول کر لڑنے کے لیے ہدایت کی اور یہ وعدہ کیا کہ جو سپاہی بہادری کا شاندار مظاہرہ کرے گا اسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

رام راج کا حملہ

رام راج کے میمنہ اور میسرہ نے ایک دم مسلمانوں پر حملہ کر دیا یہ حملہ ایسا شدید تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ اور میسرہ بھی عادل شاہی اور قطب شاہی لشکر میں انتشار اور سراسیمگی پھیل گئی۔ اور ہر شخص یہ خیال کرنے لگا کہ ہندوؤں کو فتح حاصل ہو گئی۔

دوبارہ گولہ باری

اس صورت حال کے پیش نظر حسین نظام شاہ نے اپنے ساتھیوں کو پیغام دیا: "خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم لوگ ابھی کامیاب و کامران ہوں گے۔ لہٰذا آپ لوگ ثابت قدم رہیں اور دشمن کو مغلوب کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں" رومی خاں نے دوبارہ توپوں میں بارود بھرا اور دشمن پر گولہ باری شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں دشمن کے پانچ چھ ہزار سپاہی اور کچھ گھوڑے ہاتھی وغیرہ مارے گئے۔

ہاتھیوں کی لڑائی

اس دوران میں کشور خاں ساتھ آٹھ ہزار عادل شاہی سواروں کو ساتھ لے کر نظام شاہی ارابوں کے پیچھے سے نکل کر رومی خاں کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت ایک گھمسان کا رن پڑا فریقین ایک دوسرے کی تباہی و بربادی کی جان توڑ کوشش کرنے لگے۔ اتفاق سے حسین نظام شاہ کا ایک ہاتھی جس کا نام "غلام علی" تھا اور جو رومی خاں کے ساتھ تھا اس نے رام راج کے ہاتھی پر حملہ کر دیا اور اس کے پیچھے دوڑا اور رام راج کے شامیانے کے قریب پہنچ کر دشمن کو تلاش کرنے لگا۔ ہاتھیوں کی اس لڑائی سے رام راج بہت پریشان ہوا اور اپنی کرسی سے اٹھا اور اپنے سنگھاسن پر سوار ہو گیا۔

رام راج کی گرفتاری

دونوں ہاتھی لڑتے ہوئے راجہ کے سنگھاسن کے قریب پہنچ گئے۔ وہ مزدور جنہوں نے سنگھاسن کو اٹھا رکھا تھا ڈر گئے' انہوں نے سنگھاسن کو پھینکا اور خود بھاگ نکلے۔ نظام شاہی ہاتھیوں کے مہابت نے سنگھاسن کو حاصل کرنے کی غرض سے اپنے ہاتھی کو اشارہ کیا کہ وہ سنگھاسن کو سونڈ میں لپیٹ لے اسی دوران میں رام راج کے ایک ملازم نے مہابت سے ایسا نہ کرنے کی درخواست کی۔ مہابت سمجھ گیا کہ سنگھاسن پر راجہ سوار ہے لہٰذا اس نے رام راج کو ہاتھی کی سونڈ کے ذریعے اوپر کھینچ لیا اور اسے گرفتار کر کے رومی خاں کے پاس لے آیا۔

رام راج کا قتل

رومی خاں نے فوراً رام راج کو حسین نظام شاہ کے حضور میں پیش کیا۔ حسین نظام نے اسی وقت راجہ کا سر تن سے جدا کر دیا' پھر اس کے سر کو ایک نیزے پر بلند کر کے دشمن کو دکھایا۔ بیجانگر کے سپاہیوں نے جب اپنے حاکم اعلیٰ کا یہ حشر دیکھا تو وہ فوراً میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ رام راج کے بھائی عادل شاہ اور قطب شاہ کے مقابلے سے کنارہ کش ہو کر راجہ کی مدد کے لیے آگے بڑھے تھے۔ انہیں جب راجہ کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے بدحواس ہو کر راہ فرار اختیار کی۔

مسلمانوں کی عظیم الشان فتح

مسلمان بادشاہوں نے مفرور ہندوؤں کا اناکندی کے مقام تک جو بیجانگر سے دس کوس کے فاصلے پر ہے تعاقب کیا۔ صحیح روایت کے

مطابق اس جنگ میں ایک لاکھ ہندو مارے گئے اور بہت سی دولت اور سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مسلمان فرماں رواؤں نے مال غنیمت میں سے صرف ہاتھی خود لیے باقی سب کچھ سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔

بیجانگر کی تباہی

حسین نظام شاہ نے رام راج کے سر میں بھس بھر کر اسے تقال خاں براری کے پاس بھجوا دیا۔ تقال خاں رام راج کا بہی خواہ تھا اور اس کے اشارے سے احمد نگر کے قرب و جوار میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتا رہتا تھا۔ مسلمان فرماں روا بعد میں اناکندی سے بیجانگر گئے اور اس شہر میں تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا کہ اس کتاب کی تصنیف کے زمانے تک (یعنی ۱۰۲۰ ہجری تک اس شہر میں آبادی کا نام و نشان نہیں ہے۔)

مسلمان بادشاہوں کی واپسی

تنکنادری اب مجبور و معذور تھا' اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتا۔ لہٰذا اس نے مسلمانوں کے وہ پرگنے جن پر رام راج نے زبردستی قبضہ کر رکھا تھا ان کو واپس لوٹا دیئے۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوا مسلمانوں سے صلح کر لی اس کے بعد مسلمان فرماں روا اپنے اپنے ملک کو واپس آ گئے۔

حسین نظام شاہ کا انتقال

حسین نظام شاہ بھی احمد نگر پہنچا عیش و عشرت کی زیادتی کی وجہ سے اس کی حالت خراب ہونے لگی وہ سخت بیمار ہوا اور احمد نگر میں آنے کے گیارہ روز بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے پورے گیارہ سال تک احمد نگر پر حکمرانی کی۔

اولاد

حسین نظام نے چار شادیاں کیں۔ جن کے بطن سے چار بیٹیاں اور ۴ بیٹے پیدا ہوئے جب بادشاہ کا انتقال ہوا۔ تو یہ آٹھوں بقید حیات تھے۔ ملکہ خونزہ ہمایوں کے بطن سے دو لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے' جن کے نام یہ ہیں۔

چاند بی بی (جس کی شادی علی عادل سے ہوئی) اور بی بی خدیجہ جو جمال الدین حسین انجو سے بیاہی گئی۔

دوسری بیویوں کے بطن سے دو بیٹے شاہ قاسم اور شاہ منصور اور دو بیٹیاں آقا بی بی (مہ عبدالوہاب بن عبدالعظیم) اور بی بی جمال جس کی شادی ابراہیم قطب شاہ سے ہوئی۔

مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ المشہور بہ دیوانہ

تخت نشینی اور شیعہ مذہب کی ترقی

حسین نظام کے بعد سلطنت احمد نگر کی عنان اقتدار مرتضیٰ نظام شاہ کے ہاتھ آئی۔ اس کے تخت نشین ہوتے ہی سلطنت کی وسعت میں بڑا اضافہ ہوا اس حکمران نے مذہب شیعہ کی ترویج و اشاعت میں اپنے باپ دادا سے زیادہ حصہ لیا۔ سیدوں، شیعہ عالموں اور دیگر مستحقین کے وظیفوں میں بڑا اضافہ کیا گیا۔

خلل دماغ

فتح برار کے بعد مرتضیٰ نظام کی ذہنی حالت معمول پر نہ رہی۔ دماغ میں خلل آ گیا اور خلوت نشین ہو گیا اس زمانے میں دو ایک ملازمین خاص کے علاوہ بادشاہ کے پاس کوئی اور نہ جاتا تھا۔ ملکی و مالی امور کو امراء اور اراکین سلطنت انجام دیتے تھے۔ جب کبھی امیروں کو کوئی مشکل پیش آ جاتی یا کوئی اہم کام پڑ جاتا تو وہ ایک عریضہ لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیتے تھے۔ مرتضیٰ نظام اس عریضے کا کوئی معقول جواب لکھ کر بھیج دیتا تھا۔

امن و اطمینان

دماغی خلل کا یہ عالم تقریباً سولہ سال تک رہا "راقم الحروف مورخ فرشتہ" نے آج تک کسی کتاب میں پڑھا ہے اور نہ کسی کی زبانی سنا ہے کہ کوئی بادشاہ اس انداز سے سولہ سال تک خلوت نشین رہا ہو اور اس کے ملک میں کوئی ہنگامہ نہ ہوا ہو۔

مرتضیٰ شاہ کی والدہ کے اختیارات

راقم الحروف اسی بادشاہ کے عہد حکومت میں جوان ہو کر شاہی گروہ میں داخل ہوا۔ مرتضیٰ نظام جس وقت تخت نشین ہوا وہ زمانہ اس کے شباب کا تھا اس لیے چھ سال تک انتظام حکومت اس کی والدہ کے ہاتھوں رہا۔ ملکہ نے اپنے بھائیوں مسمی تاج خاں اور عین الملک کا نیز ایک خواجہ سرا اعتبار خاں نامی کو امرائے کبار میں شامل کیا اور انہیں ہر طرح کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی بے فکری

ملکہ نے ملا عنایت اللہ کو پیشوائی کے منصب پر سرفراز کیا وہ روزانہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر قاسم بیگ حکیم کے مشورے سے امور سلطنت انجام دیا کرتی تھی۔ مرتضیٰ نظام شاہ کی مصروفیات کھیل کود تک محدود تھیں وہ عربوں اور حبشیوں کے ایک گروہ کے ساتھ بے فکری سے وقت گزارتا تھا اور سلطنت کے کاموں میں قطعاً دخل نہ دیتا تھا۔ ملکہ یعنی مرتضیٰ نظام شاہ کی والدہ کا نام خونزہ ہمایوں تھا۔

علی عادل شاہ کا ارادہ

اسی زمانے میں علی عادل شاہ نے موقع پا کر رائی کندنی کا شہر اور بیجانگر کو فتح کرنے کے لیے عسکری تیاریاں کیں اس کی یہ خواہش تھی کہ رام راج کے بیٹے تمراج کو اس علاقے سے نکال کر نلگنڈہ کا فرماں روا بنا دے اور خود بیجانگر اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لے۔ تاناداری حاکم نلگنڈہ کو جب علی عادل کے اس ارادے کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے مرتضیٰ نظام سے مدد کی درخواست کی

مرتضیٰ نظام شاہ کی روانگی بیجانگر

مرتضیٰ نظام شاہ تنکنا دری کی درخواست منظور کر لی اور ملا عنایت اللہ کے مشورے سے بیجانگر کی طرف روانہ ہو گیا علی عادل شاہ نے اس صورت حال کے پیش نظر اپنا ارادہ ترک کیا نظام شاہ بیجانگر کے قریب پہنچا اور علی عادل جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا انتہائی تندی سے بیجاپور آیا اور نظام شاہ کے مقابلے میں صف آراء ہوا۔

علی عادل شاہ سے صلح

دونوں لشکر اگرچہ ایک دوسرے کے سامنے لڑائی کی غرض سے آئے لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی فریقین کے صلح پسند ارکان بیچ میں پڑے اور انہوں نے کہا: "دو ہم مذہب فرماں رواؤں کو ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرائی کرنا زیب نہیں دیتا۔ مناسب یہی ہے کہ آپس میں صلح کر لی جائے۔" چنانچہ دونوں میں صلح ہو گئی اور نظام شاہی لشکر واپس احمد نگر آگیا۔

برار پر حملہ

اس واقعہ کے ایک سال بعد مرتضیٰ نظام اور علی عادل شاہ نے آپس میں کر تفال خاں سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا اور اس سبب سے کہ تفال خاں نے بیجانگر کے ہنگامے میں ان حکمرانوں کے ساتھ نہ دیا تھا۔ برار پر حملہ کر دیا مرتضیٰ نظام اور علی عادل نے ایلچ پور تک سے تمام علاقے کو تباہ و برباد کیا کشت و خون کا بازار گرم کیا اور یوں تفال خاں سے حسب منشا انتقام لیا اسی زمانے میں برسات کا موسم آیا تفال خاں علی عادل کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سی دولت دے کر اسے راضی کر لیا۔ علی عادل نے برسات کا بہانہ بنایا اور مرتضیٰ شاہ کے ہمراہ واپس آگیا۔

قلعہ کندالہ پر عادل شاہی قبضہ

۹۵۰ھ میں عادل شاہ نے بعض نظام شاہی علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اس نے سب سے پہلے قلعہ کندالہ کو جو قصبہ چاکنہ سے بیس کوس کے فاصلے پر آباد ہے تسخیر کیا اور اس کے بعد کشور خاں کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نظام شاہی سرحد کی طرف بھیجا۔

کشور خاں کا اقتدار

خونزہ ہمایوں کو جب اس واقعہ کو علم ہوا تو اس نے چند دکنی امراء کو کشور خاں کے مقابلے پر روانہ کیا۔ کشور خاں نے ان امیروں کو قصبہ کچ کے قریب شکست دی اور یہ لوگ بحال تباہ احمد نگر واپس آگئے۔ کشور خاں نے سرحد کے باشندوں کو اپنا بنا لیا اور ان سے ربیع و خریف کی فصلوں کا لگان جو تقریباً بیس لاکھ ہون ہوتا ہے حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے اس میدان میں جس میں اسے فتح حاصل ہوئی ایک پختہ قلعہ تعمیر کروایا اور پوری طرح صاحب اقتدار ہو گیا۔

ملکہ کی شکایت

خونزہ ہمایوں نے نظام شاہی سلطنت کا تقریباً نصف حصہ اپنے بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کو جاگیر میں دے رکھا تھا۔ یہ امراء اپنے سپاہیوں کی معقول نگہداشت نہ رکھتے تھے اس وجہ سے کشور خاں کے ہنگامے کو فرد کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ شاہی مصاحبین اس صورت حال سے پریشان ہوئے انہوں نے (شاہ جمال الدین حسین انجو، قاسم بیگ شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں وغیرہ) مرتضیٰ نظام سے خونزہ ہمایوں کی شکایت کی۔

مصاحبوں کی رائے

مرتضیٰ نظام شاہ نے مصاحبین سے کہا "حکومت کے تمام کارندے دربار کے تمام ملازم اور سارے شاگرد پیشہ ملکہ کے طرف دار ہیں۔

ایسی صورت میں اس کے اقتدار سے نجات حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔" مصاحبین نے اس کے جواب میں کہا: "اگر حضور والا اجازت دیں تو ہم فرہاد خاں' اخلاص خاں اور حبشی خاں جیسے نامی گرامی امیروں کو اپنے ساتھ ملا کر ملکہ کے اقتدار سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔" مرتضٰی نظام نے ان لوگوں کو اس کی اجازت دے دی۔

ملکہ کی گرفتاری کا منصوبہ

ان مصاحبوں نے حبشی سرداروں سے سازباز کر کے انہیں اپنا ہم خیال بنا لیا۔ یہ لوگ سلام کے بہانے سے قلعے کے اندر آئے اور بادشاہ کو یہ پیغام دیا کہ اس وقت فلاں فلاں امیر حاضر ہیں۔ اگر اجازت ہو تو خواجہ سراؤں اور لونڈیوں کے ذریعہ سے ملکہ کو گرفتار کر لیا جائے۔" بادشاہ نے اس کی اجازت دے دی۔

افشائے راز

اتفاق سے ملکہ خونزہ ہمایوں نے کسی ضرورت کی وجہ سے مرتضٰی نظام کو حرم کے اندر بلوا بھیجا۔ مرتضٰی نے یہ سمجھا کہ ملکہ کو سازش کی اطلاع ہو گئی ہے وہ اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اپنے آپ کو بحال رکھنے کے مقصد سے اس نے سازش کا بھانڈا پھوڑ دیا اور کہا: "فلاں فلاں امیروں نے سازش کر کے آپ کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔"

شاہ جمال کی گرفتاری

ملکہ نے حقیقت حال سے اطلاع پاتے ہی دشمنوں کے منصوبے کو کچلنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شام کے وقت اس نے پردے کے پیچھے بیٹھ کر شاہ جمال الدین حسین کو بلوایا اور اسے گرفتار کر لیا۔ فرہاد خاں وغیرہ کو جب شاہ جمال کی گرفتاری کا علم ہوا تو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قلعے سے باہر نکل آئے۔ مرتضٰی خاں اور شاہ احمد اپنے پیادوں کے ہمراہ جلد از جلد اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ سید مرتضٰی سبزواری' خواجہ میرک دبیر اصفہانی اور بعض دوسرے غیر ملکی امراء کو بھی اس سازش میں شریک قرار دیا گیا۔ لہٰذا یہ لوگ بھی جلد از جلد قلعہ سے باہر آ گئے۔

غیر ملکی امراء کا فرار

ملکہ نے سپاہیوں کی ایک جماعت کو مرتضٰی خاں کی گرفتاری کے لیے متعین کیا۔ مرتضٰی خاں کو یہ پتہ چلا تو وہ سید مرتضٰی سبزواری دبیر اصفہانی اور دوسرے غیر ملکی امیروں کے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔ فرہاد خاں اور اس کے ساتھی ساری رات کالا چبوترہ کے میدان میں کھڑے رہے۔ ان امیروں نے آدمی بھیج کر اپنے بیوی بچوں اور مال و دولت کو یہیں بلوا لیا اور گجرات کی طرف کوچ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

ملکہ کا پیغام

ملکہ خونزہ ہمایوں نے ان امیروں کو یہ پیغام بھجوایا "تم لوگ جب اس سازش کے بانی نہیں ہو پھر کس لیے اتنے زیادہ خوفزدہ ہو۔ تمہیں چاہیے کہ فوراً اپنے مکانات کو واپس آ جاؤ اور پہلے کی طرح یہاں آ کر رہو۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے اور تمہیں اسی پر عمل کرنا چاہیے۔"

قاسم بیگ کی حبشی امراء سے ملاقات

ان امیروں نے ملکہ کے پیغام کو مصلحت پر محمول کیا اور اپنی جگہ پر مقیم رہے۔ دوسری بار خونزہ ہمایوں نے قاسم بیگ حکیم کو جو فرہاد خاں کا قریبی دوست تھا ان امراء کے پاس روانہ کیا۔ قاسم بیگ نے حبشی امراء کو ملکہ کا پیغام دیا ان امیروں نے جواب دیا "جو کچھ ہوا

ہونے والا ہے اس میں ہم تم سبھی شریک تھے اور ملکہ اس سے بخوبی واقف ہے اس وقت ملکہ یہ چاہتی کہ ہمیں بہلا پھسلا کر اپنا انتقام لے تم بھی اس حقیقت کو سمجھ جاؤ ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ ہمارے ساتھ مل جاؤ۔

حبشی امراء کی گجرات کو روانگی

حبشی امیروں کی بات قاسم بیگ کی سمجھ میں آگئی اور اس نے اپنے بیٹے کمال الدین حسین کو ہمراہ لیا اور حبشیوں کے پاس آگیا۔ اس نے اپنے جمع کردہ جواہرات کا صندوقچہ خفیہ طور پر شاہ طاہر کے بیٹے شاہ رفیع الدین کے پاس بطور امانت رکھوا دیا۔ فرہاد خاں اسی رات تمام لوگوں کے ساتھ گجرات کی طرف چل دیا۔

تعاقب

ملکہ خونزہ ہمایوں نے ان کے تعاقب میں اپنے چند آدمیوں کو بھیجا۔ اخلاص خاں اور حبشی خان واپس احمد نگر آ گئے اور قاسم بیگ اور فرہاد خاں جو زیادہ خوف زدہ تھے جلد از جلد گجرات کی سرحد پر پہنچ گئے۔ اس مقام پر اہل تعاقب نے ان لوگوں کو جالیا اور قاسم بیگ کے سترہ سالہ فرزند کمال الدین کو گرفتار کر لیا۔ نظام شاہی ملازم چونکہ غیر علاقے میں زیادہ دیر نہ رہ سکتے تھے اس لیے جلدی احمد نگر واپس آ گئے۔

کمال الدین کی گرفتاری اور رہائی

ملکہ جب دشمنوں کی طرف سے اچھی طرح مطمئن ہو گئی تو اس نے کمال الدین حسین کو قلعہ وروب میں نظربند کر دیا لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد ملکہ نے اسے رہا کر کے عہدے اور جاگیر سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد ملکہ اقرباء پروری اور اعزہ نوازی میں منہمک ہو گئی اس نے شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں سے اچھے برتاؤ کا وعدہ کر کے انہیں بیجاپور سے طلب کیا اور فرہاد خاں اور قاسم بیگ کو بھی یہی پیغام دیا۔

قسم بیگ کی وفات

فرہاد خاں تو احمد نگر واپس آگیا لیکن قاسم بیگ نے احمد آباد گجرات ہی میں رہنا پسند کیا۔ اس نے ایک معتمد شخص کو شاہ رفیع الدین کی خدمت میں بھیجا اور اپنی امانت طلب کی۔ شاہ صاحب نے وہ سربمہر صندوقچہ اس آدمی کے ہاتھ قاسم بیگ کو بھجوا دیا۔ قاسم بیگ نے صندوقچہ کھولا اس میں سب چیزیں تھی لیکن ایک تھیلی جس میں بہت سے قیمتی اور گراں قدر جواہرات تھے غائب تھی۔ قاسم اس صدمے کی تاب نہ لا سکا اور بیمار پڑ گیا کچھ عرصے تک وہ اس غم میں گھلتا رہا اور آخر کار اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

ملا عنایت اللہ کی نظربندی

ملکہ خونزہ ہمایوں نے جب یہ محسوس کیا کہ کشور خان کا اقتدار زیادہ بڑھتا جا رہا ہے تو وہ بہت پریشان ہوئی۔ اس نے اپنے طور پر یہ سمجھا کہ اس کی اصل وجہ ملا عنایت اللہ ہے اور وہی کشور خاں سے ساز باز کر کے اس کی قوت و اقتدار میں ترقی کا باعث ہے اس خیال کے پیش نظر ملکہ خونزہ ہمایوں نے ملا عنایت اللہ کو قلعہ جوند میں نظربند کر دیا۔

ملکہ کی گرفتاری کی سازش

۹۷۷ ہجری میں خونزہ ہمایوں نے فوج تیار کی اور اپنے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کو ساتھ لے کر کشور خاں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئی۔ جب شاہی لشکر دامن کانور میں پہنچا تو شاہی مصاحبین ملا حسین تبریزی، شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں وغیرہ نے دوبارہ مرتضیٰ نظام شاہ کو ملکہ کی گرفتاری کے لیے اکسایا۔ مرتضیٰ نظام اپنی والدہ کے اقتدار سے سخت عاجز تھا وہ فوراً اس امر کے لیے تیار ہو گیا اور اپنے امراء کے مشورے کے مطابق اس سلسلے میں کوشش کرنے لگا۔

شکار کا ارادہ

مرتضیٰ نظام نے ملکہ خونزہ ہمایوں سے کہا: "میرا جی شکار کھیلنے کو چاہتا ہے اگر اجازت ہو تو کل صبح شکار کے لیے چلا جاؤں۔" ملکہ نے بخوشی اجازت دے دی بادشاہ نے اخلاص خاں' حبشی خاں اور فرہاد خاں سے کہا: "میں کل شکار کے لیے جاؤں گا بیشتر امراء میرے ساتھ چلیں گے بہتر ہے کہ تم بھی میرے ہمراہ چلو۔"

روانگی

دوسرے روز بادشاہ شکار کے لیے روانہ ہوا۔ تاج الدین اور عین الملک کے علاوہ باقی تمام امیر بادشاہ کے ہم رکاب ہوئے۔ ملکہ خونزہ ہمایوں بہت ہی سمجھ دار اور دانش مند خاتون تھی۔ اس نے بادشاہ کے اس طرح امیروں کے ساتھ جانے کے خلاف مصلحت سمجھا لہٰذا اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ سوار ہو کر خود بھی روانہ ہوئی۔

گردش تقدیر

ملکہ کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا اس لیے وہ وقت سے پہلے ہی واپس اپنی قیام گاہ پر آ گئی۔ تمام ملازمین بھی اپنی اپنی رہائش گاہوں میں چلے گئے اور شاہی بارگاہ میں کوئی نہ تھا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے سب سے پہلے حبشی خاں کو جو بہت ہی درشت مزاج کا تھا اپنی والدہ کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا پھر اس کے پیچھے پیچھے اخلاص خاں اور فرہاد خاں کو بھی اپنے خاصہ کے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ان کے علاوہ بعض دیگر امیر بھی روانہ کیے گئے۔

حبشی خاں اور ملکہ کی ملاقات

حبشی خاں ملکہ کے سراپردہ کے قریب پہنچا ملکہ کو اس کے ارادے کی خبر ہو گئی۔ لہٰذا اس نے ترکش خنجر اور تلوار وغیرہ سے اپنے آپ کو آراستہ کیا اور گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ حبشی خاں بھی گھوڑے پر سوار تھا' اسی عالم میں وہ ملکہ کے قریب گیا اور کہا: "بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ بھی دوسری عورتوں کی طرح پردے میں بیٹھ جائیں اور حکومت کے کاموں میں بالکل دخل نہ دیں۔"

ملکہ کی گرفتاری

یہ سن کر خونزہ ہمایوں کو بہت غصہ آیا اور اس نے کہا: "اے غلام تیری یہ ہمت! یہ مجال کہ آج تو اس انداز سے مجھ سے مخاطب ہے۔ حبشی خاں نے ملکہ کا بازو پکڑ کر اسے گھوڑے سے اتارنے کی کوشش کی۔ ملکہ نے اپنا خنجر نکال لیا اور حبشی خاں پر وار کرنا چاہا۔ حبشی خاں نے ملکہ کا ہاتھ پوری قوت کے ساتھ پکڑ کر مروڑا اور خنجر ملکہ کے ہاتھ سے گر گیا اگرچہ عین الملک اور تاج خاں وہاں موجود تھے لیکن انہوں نے اپنی بہن کی کوئی مدد نہ کی اور اپنی جان کی خیر مناتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے۔ حبشی خاں نے بڑے اطمینان کے ساتھ ملکہ کو گرفتار کر کے پالکی میں بٹھا دیا اور مرتضیٰ نظام کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے اپنی ماں کو نگہبانوں کے سپرد کر دیا۔

شاہانہ نوازشیں

اس واقعہ کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے تمام امیروں کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا ملا۔ حسین تبریزی کو "خان خاناں" کا خطاب اور پیشوائی کا منصب عطا کیا گیا۔ قاسم بیگ کے بیٹے کمال الدین حسین کو جو گجرات میں واپس آ گیا تھا اس کے باپ کو نام اور القاب سے نوازا گیا۔ مرتضیٰ خاں کو امرائے کبار کے گروہ میں شامل کیا گیا۔ شاہ احمد کو خطاب دیا گیا۔ اور اعتبار خاں کو جاگیر' گھوڑوں اور ہاتھیوں کا مالک بنا دیا گیا۔

عین الملک اور تاج خاں کا تعاقب

مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنے لشکریوں کی ایک جماعت کو عین الملک اور تاج خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عین الملک سرحد گجرات پر پکڑا گیا اسے گرفتار کر کے احمد نگر لایا گیا' لیکن تاج خاں ہاتھ نہ آیا وہ جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ابراہیم قطب شاہ کے ملک میں داخل ہو گیا اور اہل تعاقب ناکام و نامراد کف افسوس ملتے ہوئے واپس آ گئے۔

کشور خاں کی تباہی

کہا جاتا ہے کہ دام کالو سے مرتضیٰ نظام شاہ احمد نگر واپس آیا۔ ملکہ خونزہ ہمایوں کی گرفتاری کا واقعہ سن کر غریبوں کی ایک جماعت بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئی اور شاہانہ الطاف و کرم سے سرفراز ہوئی۔ مرتضیٰ نظام نے کشور خاں کی تباہی کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس غرض سے قلعہ دارور پر حملہ کر دیا۔ کشور خاں نے ابراہیم قطب شاہ سے مدد طلب کی۔ اس سے پہلے کہ قطب شاہی فوج اس کی مدد کے لیے آتی' کشور خاں مارا گیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔

قلعہ دارور کی فتح کا تفصیلی بیان

قلعہ دارور کی فتح کا واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب و غریب ہے۔ اس لیے اس کی تفصیلی کیفیت قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ "مرتضیٰ نظام شاہ دارور سے ایک کوس کے فاصلے پر دریا کے کنارے مقیم ہوا۔ وہاں اس نے شاہ احمد' مرتضیٰ خاں دوسرے مقربین خاص کے ہمراہ خود کھانا پکانا شروع کیا۔ اسی دوران میں کشور خاں کا ایک آدمی بادشاہ کے پاس آیا اور اسے سربمہر لفافہ بادشاہ نے لفافہ کھولا اور اسے پڑھا۔ خط کی گستاخانہ عبارت پڑھ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ اسی وقت گھوڑے سوار ہو گیا اور کہا: "جب تک میں اس قلعے کو فتح نہ کر لوں گا گھوڑے پر سے نہ اتروں گا۔"

امراء کا مشورہ

بادشاہ نے قلعہ دارور کے قریب پہنچ کر دروازے کی طرف پیش قدمی کی' اس موقع پر خان خاناں' مرتضیٰ خاں اور دوسرے معہ امیروں نے بادشاہ سے گزارش کی کہ "قلعے کو فتح کرنے کا یہ انداز مناسب نہیں ہے۔ ابھی تو آپ کے بدن سے سفر کی گرد بھی علیحدہ نہیں ہوئی اور ایسے مضبوط اور عظیم الشان قلعے کو فتح کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔"

بادشاہ کا دلاورانہ جواب

مرتضیٰ نظام شاہ کے سر پر قلعے کی فتح کا بھوت سوار ہو رہا تھا۔ اس نے امیروں کے مشورے کی کوئی پروا نہ کی اور کہا: "اگر خدا کی مدد شامل حال ہے تو دروازے کے قریب پہنچ کر اس کو توڑ دوں گا اور قلعے کے اندر داخل ہو جاؤں گا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا' لیکن اگر میرا آخری وقت آ چکا ہے تو پھر بھی مجھے اپنی آخری کوشش ضرور کرنی چاہیے' کیونکہ میں قلعے سے علیحدہ ہو کر بھی موت کے ظالم ہاتھوں سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکوں گا۔"

قلعے کی طرف پیش قدمی

امیروں نے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ اپنے ارادے سے باز نہ آئے گا اور قلعے کی تسخیر کے لیے اسی طرح کوشاں رہے گا تو انہوں نے مرتضیٰ نظام سے ہتھیار باندھنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اس سے بھی انکار کر دیا اس پر امراء نے اس سے کہا: "اسلحہ زیب تن کرنا حضرت صلعم کی سنت ہے۔" یہ سن کر بادشاہ ہتھیاروں سے آراستہ ہوا اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر قلعہ کی طرف بڑھا۔

آتش بازی

اسی دوران میں اہل قلعہ نے برجوں پر آتش بازی شروع کر دی- ایک بار میں دو تین ہزار توپیں چلائی جاتی تھیں اور اس طرح ان گنت انسانوں' گھوڑوں اور ہاتھیوں کو موت کے دامن میں پناہ لینی پڑتی تھی- میدان جنگ' میدان حشر کا نمونہ بن گیا' لیکن پھر بھی مرتضیٰ نظام شاہ واپس نہ ہوا- وہ برابر چلتا رہا' یہاں تک کہ اس میں اور قلعہ کی دیوار میں صرف پچاس گز کا فاصلہ رہ گیا-

اہل قلعہ کی خاموشی

اس موقع پر نظام شاہی فوج نے تیز اندازی شروع کر دی اور فریقین میں زبردست جنگ شروع ہو گئی- اس ہنگامے میں دو تین گولیاں بادشاہ کی قریب سے بھی گزریں لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا- اس حالت کے باوجود کسی شخص کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ بادشاہ سے واپسی کی درخواست کرتا- الغرض دونوں طرف سے حریف کو مغلوب کرنے کوشش ہوتی رہی' اچانک اہل قلعہ کا شور ختم ہو گیا سبھی حیران ہوئے کہ آخر یہ خاموشی کیسی ہے؟

کشور کی موت

نظام شاہیوں کو اہل قلعہ کی خاموشی پر بہت تعجب ہوا- کہاں تو ایسا ہنگامہ اور کہاں یہ موت کی سی بے حسی! چند لوگ قلعے کی دیوار کی کھڑکیاں کھول کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے- انہوں نے اندر جا کر دیکھا کہ قلعہ خالی ہے تمام لوگ فرار ہو گئے ہیں- ایک طرف کشور خاں کی لاش پڑی ہوئی ہے- کشور خاں کی موت ایک تیر لگنے سے واقع ہوئی تھی' ان لوگوں نے اس کا سر تن سے جدا کر کے قلعے کے ایک کنگرے پر لٹکا دی- مرتضیٰ نظام دشمن کے سر کو اس عالم میں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور خداوند تعالیٰ کا شکر بجا لایا-

عادل شاہی امیروں کی لشکر کشی

مورخین کا بیان ہے کہ کشور خاں کے قتل کے بعد مشہور و معروف عادل شاہی امیر عین الملک اور نور خاں دس بارہ ہزار سواروں کا ایک لشکر لے کر نظام شاہی علاقے میں داخل ہوئے اور تباہی و بربادی کا بازار گرم کرنے کے لیے احمد نگر کی طرف روانہ ہوئے- مرتضیٰ نظام نے ان امیروں کے مقابلے کے لیے فرہاد خاں اور اخلاص خاں کو پانچ' چھ ہزار سواروں کے ساتھ خواجہ میرک دبیر اصفہانی کی نگرانی میں روانہ کیا- یہ جماعت دشمن کے قریب پہنچ گئی- خواجہ اصفہانی نے امراء کو تو آگے بڑھایا اور خود کمین گاہ میں بیٹھ گیا-

معرکہ جنگ اور دشمن کی شکست

فریقین نے اپنی صفوں کو درست کیا اور دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی- خواجہ اصفہانی نے ایک بڑی عمدہ چال چلی اس نے چالیس شاہی ہاتھی' سبز علم اور لشکر خاصہ کے چار سو سپاہیوں کو میدان جنگ میں دوڑا دیا- اور یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ خود میدان جنگ میں آ گیا ہے- عین الملک اور نور خان اس خبر کو صحیح سمجھے اور حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلے- خواجہ اصفہانی نے ان دونوں کا تعاقب کیا' عین الملک مقتول ہوا اور نور خاں زندہ گرفتار ہوا اسے دارور کے قریب بادشاہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا-

بیجاپور کی فتح کا ارادہ

اسی اثناء میں قطب شاہ نے نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کیے ان دونوں فرماں رواؤں نے آپس میں اتحاد کر کے بیجاپور کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے عادل شاہی حدود میں داخل ہو گئے- عادل شاہ کے میر جملہ شاہ ابو الحسن نے سید میر تقی سبزواری کو مرتضیٰ نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے یہ پیغام دیا- "میں نظام شاہی خاندان کا پرانا بہی خواہ ہوں' میری وفاداری ظاہر ہے اور اس کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ اپنے ناچیز خیالات کا اظہار کر سکوں- اگر آپ اس نمک خوار کو

شرف ملاقات بخشیں تو آپ کی بڑی ذرہ نوازی ہو گی۔"

مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ ابو الحسن کی ملاقات

نظام شاہ نے اس درخواست کا یہ جواب دیا۔ "شاہ ابو الحسن ہمارے پیر زادہ ہیں اگر وہ یہاں تشریف لے آئے ہیں تو ہم تمام معاملات کو ان کے رائے اور مشورے سے طے کریں گے۔ شاہ ابو الحسن نے خان خاناں کے توسط سے واکدری میں مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کی۔ شاہ صاحب نے بہت سے گراں قدر اور نایاب تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے اور کہا آپ کے والد مرحوم نے اس نکتے کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ عادل شاہی خاندان سے دوستی رکھنا خالی از فائدہ نہیں ہے۔ انہوں نے عادل شاہی فرانروا سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے رام راج جیسے عظیم الشان فراں روا کو شکست دی۔ اس وقت اگر کچھ عاقبت نااندیش اور نافہم ملازمین کی وجہ سے کچھ کدورت پیدا ہو گئی ہے تو آپ کی بہادری اور معاملہ فہمی کے پیش نظر یہ سمجھنا چاہیے کہ فوراً زائل ہو جائے گی۔ آپ نے ابراہیم قطب شاہ کی ظاہری دوستی پر بھروسہ کر کے عادل شاہ کی مخالفت پسندی فرمائی ہے، لیکن یہ بات آپ کی فراست فہم سے بعید ہے۔"

قطب شاہ کی منافقت کی کیفیت

اس کے بعد شاہ ابو الحسن نے قطب شاہ کا ایک خط جو عادل شاہ کے نام لکھا تھا اور اس وقت شاہ صاحب کے پاس تھا، مرتضیٰ نظام شاہ کو دکھایا، اس خط میں قطب شاہ نے عادل شاہ سے دوستی اور اور بہی خواہی کے جذبات کا اظہار کیا تھا۔ شاہ صاحب نے مرتضیٰ نظام سے کہا۔ "اگرچہ ظاہری طور پر قطب شاہ آپ کے ساتھ ہے لیکن چوری چھپے اس کے مراسم دوسروں کے ساتھ بھی ہیں۔" اس کے بعد شاہ صاحب نے اپنے بیان کی تائید میں گواہ پیش کئے خان خاناں نے بھی شاہ صاحب کی تائید کی۔

قطب شاہ کا فرار

مرتضیٰ نظام شاہ یہ سب کچھ دیکھ کر بہت حیران ہوا اس نے اسی وقت حکم دیا کہ قطب شاہ کو تنبیہہ کی جائے۔ ابراہیم قطب شاہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی جان بچا کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا اور گولکنڈہ کی طرف چلا گیا۔ نظام شاہیوں نے قطب شاہ کی بارگاہ کو نیست و نابود کر کے اس کا تعاقب کیا اور تمام راستے میں تباہی و غارت گری کا بازار گرم کرتے رہے۔

شہزادہ عبدالقادر کی تجویز

قطب شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ عبدالقادر نے جب دشمن کی یہ چیرہ دستیاں دیکھیں تو اس نے اپنے باپ سے کہا۔ "نظام شاہی لشکر کی چیرہ دستیاں حد سے تجاوز کر گئی ہیں اور وہ اپنی ان ناشائستہ حرکات سے باز نہیں آتے اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک کمین گاہ میں چھپ جاؤں اور تعاقب کرتے ہوئے دشمن پر پیچھے کی طرف سے حملہ کروں۔ میرے نزدیک یہ تجویز بہت ہی مناسب و موزوں ہے آپ کی رائے کیا ہے؟"

شہزادہ عبدالقادر کی موت

قطب شاہ جلد از جلد منزل مقصود پر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور گولکنڈہ پہنچ کر اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ شہزادہ عبدالقادر کی بہادری اور شجاعت کوئی نیا رنگ نہ لائے۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے عبدالقادر کو ایک قلعے میں نظر بند کر دیا۔ کچھ دنوں بعد اسی خوف کی وجہ سے قطب شاہ نے اپنے سعادت مند بیٹے کی زندگی کا پیمانہ لبریز کر دیا۔

شاہ ابو الحسن نے یہ پیغام بری کی خدمت کو بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ اس نے علی عادل کی طرف سے مرتضیٰ نظام شاہ کی دوستی اور برادرانہ مراسم کی استواری کے سلسلے میں گفتگو کی اور اس سے وعدے لیے۔ اس کے بعد مرتضیٰ نظام احمد نگر واپس آ گیا۔

ملا عنایت اللہ کا قتل

ملا عنایت اللہ سے خان خاناں بہت ڈرتا تھا' اسے یہ خوف تھا کہ بادشاہ ملا عنایت اللہ کو دوبارہ پیشوائی کا منصب عطا کرے گا- اس خیال کے پیش نظر خان خاناں نے بادشاہ کو عجیب و غریب خبریں سنا کر اسے ملا عنایت کی طرف سے بدگمان کر دیا- بعد ازاں خان خاناں نے ملا عنایت اللہ کے قتل کا فرمان حاصل کیا اور اس بے چارے کو موت کے دامن میں سلا دیا-

ابراہیم قطب شاہ کی ناراضگی

ملا عنایت اللہ کے قتل کی وجہ سے ایک طرف تمام رعایا خان خاناں سے نفرت کرنے لگی وہاں دوسری طرف ابراہیم قطب شاہ بھی بہت تلملایا- اس نے مرتضیٰ نظام شاہ کو اس مضمون کا خط لکھا:

"مجھے اپنے سراپا لطف و کرم بھائی سے ہرگز ہرگز ایسی توقع نہ تھی کہ فتنہ پردازوں اور شرپسندوں کی باتوں میں آکر میرے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کریں گے- آپ نے میرے ہاتھی گرفتار کر لیے ہیں' مجھے اس کا قطعاً غم نہیں ہے- آپ ان ہاتھیوں کو میری طرف سے ایک حقیر نذرانہ تصور فرمائیے- مجھے حیرت و تعجب تو اس امر پر ہے کہ جب آپ کے دربار میں ایک سے ایک بڑھ کر عالی نسب اور شریف امیر موجود ہیں تو آپ نے استاد نوری جراح کے لڑکے کو کیا دیکھ کر وکیل السلطنت مقرر کیا ہے-"

خان خاناں کی معزولی

مرتضیٰ نظام نے جب ابراہیم قطب شاہ کا خط پڑھا تو اسے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں قطب شاہ علی عادل کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھیوں کی واپسی کے لیے کوئی قدم نہ اٹھائے- مرتضیٰ نظام نے فوراً خان خاناں کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ شاہ جمال الدین کو وکیل السلطنت مقرر کر دیا-

قلعہ ریکندہ پر حملہ

اس دوران میں اہل فرنگ نے بھی فتنہ پردازی شروع کی وہ اپنے قلعہ ریکندہ کے مضبوطی اور استحکام پر بے حد مغرور ہوئے- اور مسلمانوں کو حقیر اور پست جان کر ان کو طرح طرح سے نقصان پہنچانے لگے- مرتضیٰ نظام نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے جمال الدین حسین شاہ' احمد مرتضیٰ خاں اور دوسرے امراء سے مشورہ کرنے کے بعد اسی سال قلعہ ریکندہ پر جو بندر چیول کے قریب واقع ہے حملہ کر دیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا-

محاصرے کی طوالت

اہل فرنگ یعنی عیسائیوں نے اپنی مدافعت میں کوششیں کیں' لیکن محاصرہ دو سال تک قائم رہا اس دوران مسلمانوں اور عیسائیوں میں کبھی کبھار جنگ بھی ہو جایا کرتی تھی ان جنگوں میں زیادہ تر مسلمانوں ہی کا نقصان ہوتا تھا- عیسائیوں کی توپوں اور تفنگوں سے ان گنت مسلمان موت کے منہ میں چلے جاتے تھے' جب گولہ بازی ہوتی تھی تو نظام شاہی لشکر میں قیامت کا سماں نظر آتا تھا' مسلمان ایسے بدحواس اور پریشان ہو جاتے تھے کہ انہیں اپنے مردوں کو دفن کرنے کی مہلت بھی نہ ملتی تھی-

دکنی امیروں کی نادانی

مسلمانوں کے نقصان کی وجہ یہ تھی کہ دکنی امراء اپنی نادانی اور حماقت کی وجہ سے قلعہ کشائی کی کوئی تدبیر نہ کرتے تھے اور اپنا سارا وقت نقب کھودنے میں ضائع کر دیتے تھے' اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ نردبان لگا کر قلعے کے اوپر چڑھا جائے اور پھر اہل قلعہ کو مجبور کر کے انہیں مغلوب کر لیا جائے-

اہل قلعہ کی پریشانی

عیسائی آتش باری کے فن میں مہارت کامل رکھتے تھے' ان کے مقابلے میں مسلمان اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔ روزانہ اہل قلعہ کی طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی رہتی تھی اور اس وجہ سے مسلمانوں کے کشتوں کے پشتے لگ جاتے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر مسلمانوں نے یہ طے کیا کہ اہل قلعہ پر آنے جانے کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں اس تجویز پر جب عمل کیا گیا تو اہل قلعہ سخت پریشان ہوئے اور انہوں نے قلعہ کو خالی کر کے کسی دوسری بندرگاہ میں چلے جانے کا ارادہ کیا۔

عیسائیوں کی تدبیر

عیسائیوں میں سے کچھ لوگوں نے اس تجویز کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ "قلعہ میں جو رقم موجود ہے کیوں نہ اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ اگر اس کے باوجود بھی ہمارا کام نہ چل سکا تو پھر ہم اس قلعے کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے۔ اس تجویز کو سب عیسائیوں نے پسند کیا اور روپیہ دے کر نظام شاہی امیروں سے تعلقات قائم کیے۔

حبشی امراء کی غداری

نظام شاہی امراء جن میں فرہاد خاں اور اخلاص خاں بھی شامل تھے۔ انہوں نے رشوت لے کر اہل قلعہ کو شراب اور دیگر سامان ضرورت پہنچانا شروع کر دیا۔ ان غدار حبشی امیروں نے یہ انتظام کیا کہ ہر رات کو ایک امیر اہل قلعہ کو سامان پہنچاتا رہے۔ یہ لوگ رات کے وقت تو دشمن کے کارندے بن جاتے تھے اور دن کے وقت محض دکھانے کے لیے معرکہ آرائی میں مصروف رہتے تھے۔

عیسائی اپنے معمول کے مطابق آتش بازی سے مسلمانوں کو قتل کرتے رہے لیکن مقصد کسی طرح پورا ہوتا نظر نہ آتا تھا۔

شاہ جمال حسین کی مخالفت

شاہ جمال الدین عہد شباب کی غفلتوں اور بے خبریوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وہ امور سلطنت سے بالکل بے تعلق ہو کر اپنا وقت عیش و عشرت میں صرف کر رہا تھا' اس نے خواجہ میرک کو اپنا وکیل بنا کر تمام ذمہ داریاں اسی کو سونپ دی تھیں۔ مرتضیٰ شاہ محاصرے کی طوالت سے سخت پریشان ہوا۔ اسے شاہ جمال الدین کی غفلت و بے خبری کا بھی افسوس تھا اور اس سلسلے میں خواجہ میرک سے وہ اکثر شاہ جمال کی شکایت کیا کرتا تھا۔

مسلمانوں کی کشتی پر عیسائیوں کا قبضہ

اس اثناء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مسلمانوں کی ایک کشتی کو جو بندر جرون کی طرف سے چیول کی طرف آ رہی تھی عیسائیوں نے اپنے قبضے میں کر لیا' انہوں نے کشتی کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور مسلمانوں کو قید کر لیا۔ ان مسلمان قیدیوں میں رستم خاں اور شمشیر خاں نام کے دو جوان بھی تھے جو شجاعت اور ہمت میں اپنی مثال آپ تھے۔ عیسائیوں نے ان جوانوں کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے برج دبارہ پر کھڑا کر دیا۔

دو قیدی نوجوان

رستم خاں او رشمیشر خاں اگرچہ اپنے ہم مذہبوں کے مقابلے پر لڑنا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن قیدی ہونے کی حیثیت سے انہیں عیسائیوں کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی' وہ برج دبارہ سے کبھی کبھی مسلمانوں پر آتش بازی کرتے رہتے تھے۔ کچھ دنوں تک تو یہ دونوں نوجوان اس جبری خدمت کو سرانجام دیتے رہے لیکن بعد میں انہیں اپنی اس ناشائستہ حرکت پر سخت ندامت ہوئی۔

عیسائیوں کی مجلس مشاورت

ایک روز عیسائیوں نے اپنی مجلس مشاورت منعقد کی اور اس میں یہ خیال ظاہر کیا کہ تمام نظام شاہی امراء ہم سے ملے ہوئے ہیں اور ہماری خیر خواہی کو اپنا مقصد حیات سمجھتے ہیں' لیکن خواجہ میرک دبیر اصفہانی ہمارا سخت دشمن ہے۔ رستم اور شمیشر خاں نے یہ گفتگو سن لی ان دونوں نے اپنے آپ کو قلعے کی دیوار سے نیچے گرا دینے کا فیصلہ کیا تاکہ خواجہ میرک کو اس گفتگو سے آگاہ کیا جا سکے۔

رستم اور شمیشر کی رہائی

ان دونوں نوجوانوں نے خواجہ میرک کے نام ایک خط لکھا اس خط کو ایک پتھر سے باندھ کر خواجہ کے مورچل کی طرف پھینک دیا۔ رات کے وقت ان دونوں نے اپنے آپ کو آزاد کیا اور رسی کے ذریعے سے نیچے' خواجہ میرک کے قیام گاہ کے بالکل سامنے اتر گئے اور اس طرح عیسائیوں کی قید سے چھوٹ گئے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی اصل حقائق سے واقفیت

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب ان نوجوانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے ان دونوں کو اپنے پاس تنہائی میں بلوایا اور اہل قلعہ کے بابت دریافت کیا۔ ان دونوں نے تمام حالات بیان کیے اور کہا۔ "عیسائی بڑے اطمینان کے ساتھ مدافعت کر رہے ہیں ان کے محاصرے کی وجہ سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اس اطمینان کی وجہ ہے کہ ہر رات ان کو ضرورت کی تمام اشیاء مل جاتی ہیں۔ آپ کے حبشی امراء ان سے ملے ہوئے ہیں اور رشوت لے کر ان کو ضرورت کا سامان پہنچاتے رہتے ہیں۔ صبح کے وقت یہ لوگ محض دکھاوے کے لڑائی کرتے ہیں تاکہ کہیں اصل راز نہ فاش ہو جائے۔ یہ تمام امیر سوائے خواجہ میرک دبیر اصفہانی کے عیسائیوں سے ملے ہوئے ہیں۔"

شاہ جمال سے بادشاہ کی ناراضگی

یہ سن کر مرتضیٰ نظام شاہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور وہ سمجھ گیا کہ کون اس کا دوست ہے اور کون دشمن۔ بادشاہ نے خواجہ میرک اصفہانی پر پہلے سے زیادہ نوازشات کیں اور اس کی عزت میں اضافہ کیا' شاہ جمال الدین حسین سے بادشاہ اور زیادہ ناراض ہو گیا۔ شاہ جمال کو جب اس کا علم ہوا تو وہ منصب و کالت سے علیحدگی اختیار کر کے بغیر بادشاہ کی اجازت سے احمد نگر چلا گیا۔

ترک محاصرہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے محاصرے سے دست بردار ہونے کے سلسلے میں خواجہ میرک اصفہانی سے بات چیت کی۔ خواجہ نے کہا۔ "آپ نے جو کچھ فرمائیں وہی مناسب ہے لیکن موجودہ صورت حال میں یہی بہتر ہے کہ محاصرہ ترک کر کے احمد نگر کا رخ کیا جائے۔ وہاں پہنچ کر آپ جو کچھ پسند فرمائیں اسی پر عمل کیا جائے۔

امرائے کبار کی گرفتاری

مرتضیٰ نظام شاہ نے خواجہ میرک اصفہانی کی رائے پر عمل کیا اور قلعہ ریکندہ کا محاصرہ ترک کر کے احمد نگر جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اخلاص خاں' فرہاد خاں اور دوسرے نامی گرامی امراء کو قید کر دیا اور جمال الدین حسین اور اس کی بیوی کو برہان پور کی طرف خارج البلد کر دیا۔

خواجہ میرک کی عزت افزائی

بادشاہ نے خواجہ میرک دبیر اصفہانی کو وکیل السلطنت کے عہدے پر فائز کر کے رستم خاں کے خطاب سے نوازا' نیز جمشید خاں شیرازی وغیرہ کو امیروں کے گروہ میں شامل کیا۔

چنگیز خاں کی قابلیت

چنگیز خاں یعنی خواجہ میرک بہت ہی دانش مند اور معاملہ فہم انسان تھا اس نے ملکی اور مالی انتظامات کے سلسلے میں جانفشانی سے کام لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمد نگر کا شمار بہترین شہروں میں ہونے لگا۔ علی عادل کو چنگیز خاں کی خوش اسلوبی اور قابلیت کا حال معلوم ہوا تو اس نے ابراہیم قطب شاہ سے میل جول پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔

چنگیز خاں کو علی عادل شاہ کے خیالات کا علم ہو گیا اور اس سے پہلے کہ عادل شاہ' قطب شاہ سے ملاقات کرتا' چنگیز خاں نے مرتضیٰ نظام کو اپنے ساتھ لیا اور عادل شاہی علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے انتہائی خوش اسلوبی سے کام لے کر ایسی تدبیر کی کہ عادل شاہ اور قطب شاہ میں ملاقات ہی نہ ہو سکی۔

عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں ملاقات

عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ نے سرحد پر آپس میں ملاقات کی اور باہمی سوچ بچار کے بعد یہ طے کیا گیا کہ:

۱۔ عادل شاہ کرناٹک کے ان شہروں پر قبضہ کر لے جن کی آمدنی برار اور بیدر کے محصول کے برابر ہو۔

۲۔ مرتضیٰ نظام' تفال خاں اور علی برید کے قبضہ سے برار اور بیدر کو نکال کر اپنی سلطنت میں شامل کر لے۔

۳۔ قطب شاہ سے متذکرہ دونوں فرماں روا کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھیں اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔

اس کے بعد دونوں بادشاہ اپنے اپنے ملک روانہ ہوئے اور جنگ کے لیے لشکر فراہم کرنے لگے۔

برار پر لشکر کشی

۹۸۰ء میں نظام شاہ نے برار پر حملہ کیا اور ملاحیدر کاشی کو جو بہت پڑھا لکھا نظام شاہی مقرب تھا' تفال خاں کے پاس قاصد بنا کر بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا "مرحوم عماد الملک میرا ہم مشرب بھائی تھا اور اس کے میرے تعلقات بہت اچھے تھے۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا برہان عماد الملک وارث تخت ہے جب تک برہان نوعمر اور کمسن تھا تم نے تمام ملکی و مالی انتظامات کو اپنے ہاتھ میں رکھا۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور ایسا ہونا ہی چاہیے تھا۔ لیکن اب برہان بالغ ہے اور حکمرانی کے قابل ہے۔ لہٰذا تمھیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اسے ایک مکان میں قید رکھ کر خود تمام سفید و سیاہ کے مالک بنے رہو۔ اس خط کے پہنچتے ہی تم تمام ملکی امور سے علیحدہ ہو جاؤ اور حکومت عماد الملک کے سپرد کر دو ورنہ نتائج کے تمام تر ذمہ داری تم پر ہو گی۔"

شمشیر الملک کی رائے

تفال خاں اس خط کو پڑھ کر بہت خوف زدہ ہوا اس نے اپنے بڑے بیٹے شمشیر الملک سے (جو اپنے آپ کو بہادری اور جواں مردی میں رستم و سفند یار کا استاد سمجھتا تھا) اس بارے میں مشورہ کیا۔ شمشیر الملک نے کہا۔ "مرتضیٰ نظام شاہ نے جو کچھ لکھا ہے' اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود اس ملک پر قابض ہونا چاہتا ہے اور برہان عماد الملک کی ہمدردی محض ایک بہانہ ہے۔

وہ یہ چاہتا ہے کہ اس نوعیت کے خط سے رعایا اور فوج کو ہمارے خلاف اکسائے۔ یہ بہت ہی نازیبا حرکت ہے ہم اپنی قوت اور دولت کے لحاظ سے کسی طرح بھی نظام شاہ سے کم نہیں ہیں اس لیے ہمیں ہمت اور بہادری سے کام لینا چاہیے۔ مرتضیٰ نظام کے اس خط کا جواب قلم کی بجائے تلوار سے لکھنا چاہیے۔

جنگ کی تیاریاں

تفال خاں کے برے دن آ گئے تھے لہٰذا اس نے اپنے بیٹے کی رائے پر عمل کیا اور اس نے ملاحیدر (قاصد مرتضیٰ نظام شاہ) کو ناکام و امراد واپس بھیجا۔ مرتضیٰ نظام کو یہ بات اس وقت معلوم ہوئی...

گیا۔ ادھر شمشیر الملک اپنے باپ کا مقدمہ الجیش بن کر نظام کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

نظام شاہی مقدمہ الجیش کی پسپائی

شمشیر الملک نے مرتضٰی نظام شاہ کے پیشرو لشکر کو غافل و بے خبر دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا' نظام شاہی لشکر حملے کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ گیا۔ چنگیز خاں نے شمشیر الملک کے دفعیے کے لیے دوسرے فوجی افسروں کا تقرر کیا۔ شمشیر نے اپنے باپ سے مدد کی درخواست کی تفال خاں اپنے لشکر کو ساتھ لے کر جلد از جلد بیٹے کے پاس پہنچ گیا۔

چنگیز کی کارروائی

چنگیز خاں کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے خداوند خاں' جمشید خاں' بحری خاں' رستم اور دوسری نامی گرامی امراء کو اپنے مقدمہ الجیش کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ چنگیز خاں نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ خود بھی تین ہزار تیز اندازوں کی جمعیت کے ہمراہ اپنے ساتھیوں کی مدد کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس سلسلے میں اس نے بادشاہ کی اجازت لی نہ ہی اس کو ساتھ لیا۔

معرکہ آرائی

دونوں لشکر آمنے سامنے آئے اور اپنی صفیں درست کرنے لگے جب لڑائی شروع ہو گئی تو عین اس وقت چنگیز خاں بھی میدان میں پہنچ گیا۔ اس نے دشمن پر بہت شدید حملہ کیا۔ اس نے پانچ سو بہادر جوانوں کو ساتھ لے کر دشمن کے قلب لشکر کو تباہ کرنا شروع کیا۔ تو تفال خاں کے علم بردار کے پاؤں پر تلوار کا وار کیا گیا' چنگیز خاں اور اس کے ساتھیوں نے ایسی بہادری کا مظاہرہ کیا کہ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے۔

تفال خاں کی شکست

تفال خاں اور شمشیر الملک نے دشمن کا یہ انداز دیکھا تو مقابلے کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ چنگیز خاں نے برار کے بہت سے بہترین ہاتھی گرفتار کیے اور کامیاب و کامران مرتضٰی نظام شاہ کے پاس آیا۔ اس فتح کے بعد چنگیز خاں کی عزت اور شہرت کا ڈنکا بجنے لگا اور اس کا مرتبہ پہلے سے کئی گناہ بڑھ گیا۔

برار کی رعایا کی اطاعت

اس واقع کے بعد چنگیز خاں نے برار کی رعایا کو مطمئن کرنے اور تسلی دینے کے لیے خطوط لکھے۔ رعایا نے برہان نظام شاہ کی اطاعت و وفاداری کا اقرار کیا۔ تمام چودھری اور قانون گو نظام شاہی دربار میں حاضر ہوئے اور انہیں انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کیا گیا۔ یہ سب لوگ انتہائی خوش و خرم اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے اور مرتضٰی نظام بڑے اطمینان کے ساتھ آگے بڑھا۔

تفال خاں کا تعاقب

تفال خاں اور شمشیر الملک دوبارہ نظام شاہی لشکر کے مقابلے پر نہ آئے اور ایک جنگل میں پناہ گزیں ہو گئے۔ مرتضٰی نظام نے ان کا تعاقب کیا' لیکن وہ ہاتھ نہ آئے اور یونہی جنگلوں میں مارے مارے پھرتے رہے۔ آخر کار وہ دونوں ایک ایسے جنگل میں پہنچے جہاں سے بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔

میر موسیٰ مازندرانی سے ملاقات

عین ممکن تھا کہ مرتضٰی شاہ اپنے دشمن کو مع تمام ساز و سامان کے اپنے قبضے میں کر لیتا کہ اچانک سرراہ مرتضٰی نظام کی میر موسیٰ مازندرانی سے جو ایک مجذوب سید تھے ملاقات ہوئی۔ سید صاحب نے بادشاہ سے کہا۔ "تمہیں بارہ اماموں کی قسم ہے کہ جب تک تم مجھے

بارہ ہزار ہون نہ دے دو یہاں سے ایک قدم آگے نہ بڑھانا۔" بارہ اماموں کا نام سن کر مرتضیٰ نظام نے اپنے ہاتھی کو روک لیا اور سائل سے اس کے حسب و نسب کے بارے میں دریافت کیا۔

بارہ ہزار ہون کا مطالبہ

سائل نے بتایا کہ وہ مجذوب سید صحیح النسب او محب اہل بیت ہے یہ سنتے ہی بادشاہ نے امین الدین نیشاپوری اور چنگیز خاں کو بلا کر یہ حکم دیا کہ سید صاحب کو بارہ ہزار ہون ادا کر دیئے جائیں۔ چنگیز خاں نے جواب میں عرض کیا۔ "خزانہ لشکر کے پیچھے ہے۔" بہتر یہ ہے کہ حضور اس وقت آگے تشریف لے چلیں کیونکہ نقال خاں وغیرہ گرفتار ہونے ہی والے ہیں بعد میں آپ کے حکم کی تعمیل کر دی جائے گی۔"

چنگیز خاں کی درخواست

بادشاہ نے یہ بات سن کر کہا۔ "اگر نقال خاں مجھے برار کے برابر سو ملک بھی دے دے تو میں انہیں بارہ اماموں کے اسمائے گرامی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ چنگیز خاں نے سید صاحب سے کہا ایک طویل مدت اور کثیر محنت کے بعد ہم لوگ اس قابل ہوئے ہیں کہ دشمن کو گرفتار کر کے اس کی فتنہ پردازیوں سے نجات حاصل کریں۔ خدا کے لیے آپ بادشاہ سے یہ کہہ دیجئے کہ روپیہ مجھے وصول ہو گیا ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ منزل پر پہنچ کر یہ رقم آپ کو ادا کر دوں گا۔

سید صاحب کا اصرار

سید صاحب نے کہا۔ "ایک مدت کے بعد تو یہ موقع میرے ہاتھ آیا ہے کہ میری امید بر آئی آئے' اگرچہ میں دیوانہ ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ نقد کو ادھار پر نہ چھوڑنا چاہیے۔" چنگیز خاں نے جلد از جلد بادشاہ اور امراء وغیرہ کے قیمتی گھوڑے یکجا کیے اور سید صاحب سے کہا۔ "آپ ان گھوڑوں کو رہن رکھ لیجے' منزل مقصود پر پہنچ کر میں آپ کو رقم ادا کر دوں گا' تو یہ گھوڑے واپس لے لوں گا۔

دشمن کی موقع شناسی

سید صاحب نے کہا "میں یہ بات بھی ماننے کے لیے تیار نہیں مجھے اسی وقت نقد رقم چاہیے کیونکہ اس کے بعد میری تمہاری ملاقات پھر کبھی نہ ہو گی۔"

چنگیز خاں سید صاحب کے اصرار سے مجبور ہو گیا' اس نے لوگوں سے روپیہ قرض لیا اور بارہ ہزار ہون سید صاحب کو ادا کر کے گلو خلاصی کی۔ اس معاملے کے طے کرنے میں کافی وقت لگا' دشمن نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور جنگل سے نکل کر برہان اسیر کی طرف چلا گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا خط حاکم خاندیش کے نام

مرتضیٰ نظام نے سرحد خاندیش پر قیام کیا اور والئی خاندیش میر محمد شاہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "نقال خاں نظام شاہی فوج سے فرار ہو کر آپ کے ملک کی حدود میں داخل ہو گیا ہے آپ اسے اپنے ہاں ہرگز ہرگز پناہ نہ دیں اور فوراً خارج البلد کر دیں۔ آپ کی راست اور دانائی سے توقع ہے کہ آپ اپنے ملک کو تباہی و بربادی سے محفوظ رکھنے کے لیے میری رائے پر عمل کریں گے۔"

نقال خاں کا خط شہنشاہ اکبر کے نام

میراں محمد شاہ نے مرتضیٰ نظام کا خط پڑھا اور اسے نقال خاں کے پاس بھیج دیا۔ نقال خاں نے وہ خط پڑھا اور ایک دوسرے راستے سے ہو کر برار چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر نقال خاں نے مغل اعظم شہنشاہ اکبر کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ "دکن کے فرماں روا مذہبی

یک جہتی کی وجہ سے آپس میں سیاسی طور پر بھی متحد ہو گئے ہیں اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میرا ملک مجھ سے بہ جبر چھین لیں۔ میں حضور کی بارگاہ کا ایک حقیر ملازم ہوں اور ملک برار آپ کی نذر کرتا ہوں آپ اپنے امراء کو حکم دیں کہ وہ میرے ملک پر قبضہ کر لیں' تاکہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دشمنوں کی نظر بد سے محفوظ رہ سکوں۔"

قلعہ پرتالہ کا محاصرہ

ابھی اس خط کا کوئی جواب بھی نہ آیا تھا کہ تفال خاں اور شمشیر الملک دونوں باپ بیٹوں کو پناہ گزیں ہونا پڑ گیا۔ تفال خاں قلعہ پرتالہ میں (جو پہاڑ پر واقع ہے) اور شمشیر الملک قلعہ کاویل میں قیام پذیر ہوا۔ اس صورت حال نے مرتضیٰ نظام شاہ کو ایک شان دار موقع عطا کیا اس نے قلعہ پرتالہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ نظام شاہی امیروں اور فوجی سرداروں نے بھی قلعے کے محاصرے میں حصہ لیا اور آپس میں مورچل تقسیم کر کے اس علاقے میں قیام کیا۔

شہنشاہ اکبر کا پیغام مرتضیٰ نظام شاہ کے نام

تفال خاں نے شہنشاہ اکبر کو جو خط لکھا تھا وہ اسے گجرات میں ملا۔ اکبر نے مرتضیٰ نظام شاہ کو یہ پیغام دیا "تفال خاں ہمارا بہی خواہ اور طرفدار ہے ملک برار ہماری حکومت میں شامل ہو چکا ہے۔ اب تمہارے لیے یہی مناسب ہے کہ تم برار کو فتح کرنے کا خیال ترک کر دو اور تفال خاں سے برا برتاؤ نہ کرو۔"

شہنشاہ اکبر کے قاصد سے بدسلوکی

مرتضیٰ نظام شاہ نے چنگیز خاں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے اکبر کے قاصد سے اچھا برتاؤ نہ کیا یہ قاصد آگرہ واپس آیا اور اس نے مرتضیٰ نظام کے غرور اور سرکشی کی تفصیل اکبر کے گوش گذار کی۔ اکبر ان دنوں بنگالہ کے ہنگاموں میں گھرا ہوا تھا اس وجہ سے اسے دکن کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی۔ نظام شاہ بڑے اطمینان کے ساتھ قلعہ پرتالہ کو سر کرنے میں مصروف رہا۔

تسخیر قلعہ کی کوشش

تفال خاں نے اپنی مدافعت میں پوری پوری کوشش کی۔ نظام شاہی فوج کی طرف سے اسد خاں اور سکندر خاں جو آتش بازی کے فن کے زبردست ماہر تھے۔ ہر چند قلعے کی دیواروں کو توڑنے کی کوشش کی لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی۔

شہزادہ حسین کی پیدائش

اسی اثناء میں احمد نگر سے شہزادہ حسین کے پیدا ہونے کی خبر آئی۔ چنگیز نے شہزادہ کی تاریخ پیدائش "فیض کامل" سے نکالی۔ شاہی حکم کے مطابق ایک عظیم الشان جشن مسرت کے انعقاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔

احمد نگر واپسی کا ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ کا دل اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے بہت مچلنے لگا تھا' اس کے علاوہ سفر کے تکان کی وجہ سے وہ کچھ پریشان سا ہو رہا تھا۔ ان وجوہ کی بناء پر بادشاہ نے احمد نگر واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اسی زمانے میں صاحب خاں نامی ایک امیر بادشاہ کے مزاج میں بہت دخیل ہو گیا تھا' اس نے بھی احمد نگر واپسی کے لیے اصرار کیا۔

ایک ہندوستانی تاجر

عین ممکن تھا کہ تین سال کی محنت ضائع ہو جاتی اور بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ احمد نگر کو واپس چلا جاتا کہ اتفاق سے افغان نامی ایک تاجر ہندوستان سے چند اعلیٰ درجے کے گھوڑے اور دیگر سامان لے کر آیا۔ اس نے چنگیز خاں سے کہا یہ تمام اشیاء تفال خاں کے لیے لایا

ہوں اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ چیزیں قلعے کے اندر جا کر شہر کے حاکم کے ہاتھ فروخت کر دوں۔"

چنگیز کی ہندوستانی تاجر سے شرط

چنگیز خاں نے اس تاجر سے کہا۔ ایک شرط پر تمہیں قلعے کے اندر جانے کے اجازت دی جا سکتی ہے کہ جب تم واپس آؤ تو نظام شاہی ملازمین کے حلقے میں شامل ہو جاؤ۔ تمہارے چہرے سے فراست اور دانشمندی کے آثار نمایاں ہیں' اگر تم تجارت کو ترک کر کے بادشاہ کے مصاحب بن جاؤ تو یہ بات تمہارے حق میں بہت مفید ثابت ہو گی۔

چنگیز خاں کی تجویز

یہ سن کر تاجر نے کہا اگر ایسا ہو تو اور کیا چاہیے۔ یہ میری بڑی خوش قسمتی ہو گی۔ اس کے بعد چنگیز خاں نے کہا تمہاری قسمت میں لکھا ہوا ہے کہ تم مرتبہ امارت سے سرفراز ہو اس لیے تمہیں نظام شاہ کی بہی خواہی کرنی چاہیے۔ تاجر نے یہ شرط منظور کر لی اس کے بعد چنگیز خاں نے اپنے ایک قابل اعتبار آدمی کو بہت سی رقم دے کر تاجر کے ساتھ کر دیا۔

قلعے کے محافظوں سے ساز باز کا خیال

افغان کے ساتھ اپنا آدمی بھیجنے سے چنگیز خاں کا مقصد یہ تھا کہ یہ شخص بھی تاجروں کے سے لباس میں قلعہ کے اندر چلا جائے اور قلعے کے محافظوں کو روپیہ دے کر مرتضٰی نظام کا طرف دار بنائے۔ اور ان محافظوں کو قلعے کی حفاظت سے دستبردار ہونے پر آمادہ کرے۔ نیز ان کو یہ بھی کہے کہ وہ نظام شاہی ملازمت اختیار کر لیں تو ان کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا جائے گا۔

قلعے میں نظام شاہیوں کا داخلہ

چنگیز خاں کا فرستادہ شخص قلعے کے اندر گیا' اس نے رات ہی رات میں قلعے کے تمام محافظوں سے ساز باز کر کے انھیں چنگیز خاں کے پاس بھجوا دیا اور قلعے میں کوئی محافظ نہیں رہا۔ اس کے بعد اسد خاں رومی اور رومی خاں نے ایک بڑی توپ چلا کر قلعے کی ایک دیوار میں شگاف دیا چونکہ قلعہ کے اندر کوئی ایسا آدمی نہ رہا تھا' جو اس شگاف کو بند کرتا۔ اس لیے چنگیز خاں لشکر خاصہ کے سپاہیوں کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

تفال خاں کا فرار

تفال خاں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ اپنے درباریوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے سے بھاگ نکلا یہ واقعہ ۹۸۲ء ہجری کا ہے۔
چنگیز خاں نے فوراً غریبوں کی ایک جماعت کو سید حسن استر آبادی کی سرکردگی میں تفال خاں کے تعاقب کے لیے روانہ کیا۔

چنگیز خاں کا اعزاز

چنگیز خاں نے قلعے پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد وہ مرتضٰی نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے چنگیز خاں کی بڑی عزت افزائی کی' اسے نقد رقم اور متعدد قیمتی اشیاء کے علاوہ "فاتح ملک برار" کے خطاب سے بھی سرفراز کیا گیا۔

گرفتاریاں

مرتضٰی نظام شاہ نے برہان عماد الملک کو جو اس قلعے میں تفال خاں کا قیدی تھا گرفتار کر لیا۔ اس کے علاوہ تفال خاں کے بیٹوں کو بھی گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا گیا۔ یہ سب لوگ اسی نظربندی کے عالم میں اپنی طبعی موت مر گئے اور دنیا میں کسی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

فتح بیدر کا خیال

مرتضیٰ نظام نے برار کو اپنے امراء میں تقسیم کر کے احمد نگر کی واپسی کا ارادہ کیا۔ چنگیز خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے بادشاہ سے عرض کیا۔ "علی عادل شاہ سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آپ برار اور بیدر دونوں ملکوں کو فتح کریں۔ ان دنوں علی عادل قلعہ پنگاپور کو فتح کرنے میں مشغول ہے اس لیے میری حقیر رائے میں یہی مناسب ہے اور بہتر ہے کہ ہم انہیں دنوں بیدر کو فتح کر لیں۔" مرتضیٰ نظام شاہ نے اس تجویز کو بہت پسند کیا اور بیدر کا رخ کیا۔

محمد شاہ فاروقی کی برار کو روانگی

محمد شاہ فاروقی نے جب یہ دیکھا کہ اب کچھ کرنے کا موقع ہے تو اس نے برہان عماد الملک کی دایہ کے لڑکے کو مرحوم بادشاہ کا (برہان) کا بیٹا مشہور کر کے چھ ہزار سواروں کے لشکر کو ساتھ لیا اور برار کے طرف چل دیا۔ جب وہ برار کے قریب پہنچا تو سات آٹھ ہزار پرانے براری ملازم بھی اس کے ہمراہ ہو لیے اس طرح اس کی قوت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کے نام خطوط

خداوند خاں اور حبشی خاں، محمد شاہ فاروقی کا مقابلہ نہ کر سکے لہٰذا انھوں نے مرتضیٰ نظام کے نام ایک عریضہ روانہ کیا جس میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ "اگر حضور خود اس طرف توجہ فرمائیں تو یہ اقدام محمد شاہ فاروقی کی تنبیہہ کے لیے کافی ہو گا۔" برار کے امیروں نے بھی بادشاہ کے نام اسی قسم کے خطوط روانہ کیے۔

بادشاہ کی برار روانگی

چنگیز خاں جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا جب مرتضیٰ نظام برار پہنچا، اس وقت سید مرتضیٰ سبزواری جعلی عماد الملک کو شکست دے کر میدان جنگ سے بھگا چکا تھا۔ بادشاہ نے روہن گیر کے گھاٹ کو پار کیا، محمد شاہ جو اپنے علاقے میں مقیم تھا یہ صورت حال دیکھ کر قلعہ اسیر میں پناہ گزیں ہو گیا۔

چنگیز خاں قلعہ اسیر کی طرف

مرتضیٰ نظام شاہ نے برہان پور تک سارے علاقے کو تباہ و برباد کیا۔ چنگیز خاں نے قلعہ اسیر کی بڑی تعریفیں سن رکھی تھیں اس کے دل میں قلعے کی سیر کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور بادشاہ سے اجازت لے کر وہ دو ہزار غریب سواروں کے ایک لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ محمد شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے سات آٹھ ہزار سواروں کے ایک لشکر کو حکم دیا کہ چنگیز خاں کو گھیر کر ہلاک کر دیا جائے۔

دشمن سے جنگ اور کامیابی

خاندیش کی فوج نے موقع پا کر چنگیز خاں پر حملہ کر دیا۔ دشمن کی کثرت سے چنگیز خاں بالکل نہ ڈرا اور بڑی جواں مردی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے لگا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں برہان پوری فوج کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا دشمن کے کئی نامی گرامی امیروں کو چنگیز خاں نے گرفتار کر لیا۔

برہان پور کی تباہی

مرتضیٰ نظام شاہ برہان پور سے چنگیز خاں کے پاس آیا۔ نظام شاہی فوج نے صحرا ہی میں خیمے لگا دیے۔ بادشاہ نے امیروں میں مورچل تقسیم کیے۔ نظام شاہیوں نے برہان پور کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور خوب تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا یہ رنگ دیکھ کر محمد شاہ فاروقی بہت پریشان ہوا اس نے بڑی کوششوں کے بعد صلح کی۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور چنگیز خاں کو اس نے بالترتیب چھ لاکھ اور چار لاکھ مظفری (ایک

سکہ) بطور تاوان ادا کر کے ان لوگوں سے نجات حاصل کی۔

میرزا اصفہانی کی آمد

اس کے بعد نظام شاہی لشکر برار کی طرف روانہ ہو گیا اسی زمانے میں قطب شاہ کا حاجب شاہ میرزا اصفہانی مبارک دینے کی لیے مرتضیٰ نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس حاجب کو کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہو گیا کہ مرتضیٰ نظام بیدر کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میرزا اصفہانی نے چنگیز خاں کو کسی لالچ کے دام میں گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا۔ "قطب شاہ کو یہ پوری امید ہے کہ تم مرتضیٰ شاہ کو بیدر کے فتح کرنے سے باز رکھو گے۔ میں دو لاکھ ہون تمہاری نذر کرتا ہوں تاکہ تم اس رقم کو اپنے لشکر پر صرف کر سکو۔"

چنگیز خاں کی خواہش

اس کے جواب میں چنگیز خاں نے کہا۔ "سارا نظام شاہی خزانہ اور دولت میرے قبضے میں ہے۔ اس لیے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی اب میری صرف ایک ہی خواہش رہ گئی ہے کہ امیر برید کو جو میرے راستے کا کانٹا بنا ہوا ہے ٹھکانے لگا دوں تاکہ تمہارے اور ہمارے ملک میں کوئی فاصلہ اور واسطہ نہ رہے اور سب ہم مذہب فرماں روا یان دکن ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کریں تاکہ شہنشاہ دہلی کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔

صاحب خاں سے ساز باز

چنگیز خاں کے اس جواب سے میرزا اصفہانی کو بڑی مایوسی ہوئی اس کے بعد اس نے مرتضیٰ نظام کے مقرب خاص صاحب خاں سے سلسلہ جنبانی کی اور نقد رقم اور جواہرات وغیرہ دے کر اپنا حلیف بنا لیا۔ ایک روز بادہ نوشی کی محفل میں میرزا اصفہانی نے صاحب خاں سے کہا۔ چنگیز خاں چاہتا ہے کہ برار پر قبضہ کر لے اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے' چونکہ نظام شاہی لشکر کا آدھا حصہ اس کا ممنون احسان ہے اس لیے وہ اپنے اس ارادے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو سکتا ہے اس سبب سے چنگیز خاں مرتضیٰ نظام شاہ کو کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنے نہیں دیتا اور جگہ جگہ پھراتا رہتا ہے تاکہ موقع پا کر مطلب براری کرے۔

صاحب خاں اور چنگیز خاں کی مخالفت

صاحب خان نے میرزا اصفہانی کی گفتگو کو حقیقت پر محمول کیا اور وہ چنگیز خاں کے خلاف ہو گیا۔ انھیں دنوں صاحب خاں سے ایک ناشائستہ حرکت سرزد ہوئی' اس نے شراب پی کر بعض امراء کے ساتھ بڑی گستاخی کی۔ اس پر چنگیز خاں نے بادشاہ کے حکم سے اسے سخت تنبیہہ کی' اس وجہ سے صاحب خاں چنگیز خاں کا اور زیادہ دشمن ہو گیا۔ اور اس نے اپنی حریفانہ سرگرمیاں بہت شدید کر دیں۔

بادشاہ سے چنگیز کی شکایتیں

صاحب خان نے چنگیز خاں سے انتقام لینے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب کبھی اسے موقع ملتا وہ بادشاہ سے چنگیز کی برائیاں کرتا اور مرتضیٰ نظام کو اس کے خلاف بھڑکاتا۔ مرتضیٰ نظام صاحب خاں کی باتوں کو قابل اعتبار نہ سمجھتا تھا اس سے ہمیشہ یہی کہا کرتا تھا "چونکہ میں نے تجھے چنگیز خاں کے ہاتھوں سے سزا دلوائی تھی' اس لیے تو اس سے انتقام لینے کی خاطر مجھے اکساتا رہتا ہے اور مجھ سے اس کی برائیاں کرتا ہے۔"

صاحب خاں کی نئی چال

ایک روز مرتضیٰ نظام شاہ شراب پئے ہوئے تھا اور سرور بادہ سے حواس باختہ تھے کہ تنہائی میں صاحب خاں نے اس سے حسب معمول چنگیز خاں کے خلاف باتیں کرنی شروع کر دیں۔ بادشاہ نے اس کے جواب میں وہی بات کہی جو وہ پہلے کہا کرتا تھا۔ اس پر صاحب خاں نے رونا شروع کر دیا اور کہا۔ "اگر میں چنگیز خاں کا دشمن ہوں اور محض اس دشمنی سے اصل حقیقت شاہ میرزا اصفہانی سے دریافت کر

سکتے ہیں جو آپ کا ہم وطن ہے۔"

چنگیز خاں سے بادشاہ کی برگشتگی

مرتضیٰ نظام شاہ نے رات کے وقت شاہ میرزا اصفہانی کو اپنی بارگاہ میں طلب کیا تاکہ کسی کو اس ملاقات کا علم نہ ہو سکے بادشاہ نے میرزا اصفہانی سے اصل حقیقت کے بارے میں استفسار کیا۔ میرزا نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ صاحب خاں کے تمام بیانات کی تصدیق کی یہ سب کچھ کر کے مرتضیٰ نظام شاہ چنگیز خاں سے برگشتہ ہو گیا' لیکن اتنا برگشتہ نہیں کہ بادشاہ فوراً کوئی اہم قدم اٹھاتا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ صاحب خاں اور شاہ میرزا اصفہانی نے مل کوئی سازش کی ہو کچھ روز تک بادشاہ اس سلسلے میں سوچتا رہا آخر کار اس نے چنگیز خاں کا امتحان لینے کا ارادہ کیا۔

چنگیز کا امتحان

ایک روز مرتضیٰ نظام شاہ نے چنگیز خاں سے کہا۔ "میں سفر کی تکالیف اٹھاتے اٹھاتے بہت نڈھال ہو گیا ہوں اس لیے چاہتا ہوں کہ جلد از جلد احمد نگر واپس چلا جاؤں۔" چنگیز خاں جو دشمنوں کی سازش سے بالکل بے خبر تھا اس کے جواب میں عرض کیا "حضور نے اس ملک کو حال ہی میں فتح کیا ہے لہٰذا پانچ چھ ماہ تک تو آپ کو ضرور یہاں قیام کرنا چاہیے تاکہ یہاں کی رعایا کو آپ کی طرف سے بالکل اطمینان ہو جائے۔"

چنگیز نے بادشاہ سے مزید عرض کیا۔ پانچ چھ مہینے قیام کرنے کے بعد حضور تو احمد نگر تشریف لے جائیں' لیکن مجھے یہیں رہنے کی اجازت دے دیں تاکہ میں اس علاقے کا انتظام کر کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔" مرتضیٰ نظام شاہ نے جب چنگیز خاں کے منہ سے یہ الفاظ سنے تو اسے چغل خوروں کی باتوں کا یقین آ گیا اور وہ اس سے واقعی بدگمان ہو گیا۔

چنگیز خاں کے خلاف سازش

چنگیز خاں کو بادشاہ کی بدگمانی کا اندازہ ہو گیا لہٰذا اس نے بیماری کا بہانہ کر کے رخصت لے لی اور کئی روز تک دیوان شاہی میں حاضری نہ دی۔ بادشاہ نے حکیم محمد مصری کو علاج معالجے کے لیے چنگیز خاں کے پاس بھیجا اور حکیم سے یہ کہہ دیا کہ زہریلے شربت کے ذریعے چنگیز خاں کا کام تمام کر دیا جائے۔

عالم نزع میں بادشاہ کے نام خط

چنگیز خاں نے پہلے تو شربت پینے سے انکار کر دیا لیکن بعد میں بادشاہ سے اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لیے یہ زہریلا شربت پی لیا۔ اور جب اس پر نزع کا عالم طاری ہونے لگا تو اس نے بادشاہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "یہ پروردہ نعمت جو زندگی کی ساٹھ منزلیں طے کرنے کے بعد سترویں منزل پر پہنچ چکا ہے۔ آستانہ بوسی کے بعد عرض کرتا ہے' حضور نے میرے لیے جو شربت آب حیواں میں ملا کر ارسال فرمایا تھا اسے اس بوڑھے خادم نے بصد ذوق و شوق سامان لذت کام و دہن بنا لیا ہے۔ اور اب حضور کی وفاداری اور نمک حالی کا نقش دوام اپنے سینے پر لے کر پیوند خاک ہونے جا رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے اب آخری وقت میں خادم کی یہ التماس ہے کہ میری لاش کو کربلا معلی روانہ کر دیا جائے۔ اور جس قدر غریب میری ملازمت میں ہیں انھیں شاہی اسلحہ داروں میں شامل کر لیں۔"

چنگیز خاں کی ہلاکت

چنگیز خاں نے یہ عریضہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا اور پھر اپنے پلنگ پر لیٹ گیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت اس وفادار امیر نے داعی اجل کو لبیک کہا یہ واقعہ ۹۷۳ ہجری کا ہے۔ چنگیز خاں کی وفات سے لوگوں کے دلوں میں عماد الدین محمود اور خواجہ کاواں کی یاد تازہ ہو گئی۔

چنگیز خاں نے اپنے پیچھے جو سامان چھوڑا اس سے شاہ میرزا اصفہانی کے تین چار خط برآمد ہوئے جن سے چنگیز خاں کی نیک نیتی کا اندازہ ہوا۔

بادشاہ کی پشیمانی

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اصل حقیقت سے آگاہی ہوئی تو بہت پشیمان ہوا۔ چنگیز جیسے وفادار اور نمک حلال وزیر کی دائمی مفارقت اس کے لیے سوہان روح بن گئی مگر اب وہ کیا کر سکتا تھا۔ تیر تو کمان سے نکل چکا تھا۔ بادشاہ نے فوراً شاہ میرزا اصفہانی کو شاہی لشکر سے نکل جانے کا حکم کر دیا اور خود واپس احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

نئے تقرر

مرتضیٰ نظام شاہ نے پہلے تو حکیم محمد مصری کو پیشوائی کے عہدے پر سرفراز کیا' لیکن چھ ماہ کے بعد اسے معزول کر کے اس منصب پر قاضی بیگ یزدی کو ۹۸۳ ہجری کے شروع میں مقرر کیا۔ میرزا محمد نظیری اور عین الملک کو وزیر بنایا گیا' سید مرتضیٰ شیرازی کو برار کا سپہ لشکر مقرر کیا گیا اور خداوند خاں جیسے معزز سرداروں کے ساتھ اسے برار روانہ کیا گیا۔

بادشاہ کی ایک اہم تقریر

مرتضیٰ نظام شاہ نے قاضی بیگ اور احمد نگر کے دوسرے نامی گرامی امراء اور اراکین سلطنت کو جمع کر کے کہا آپ لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مجھ میں سلطنت وجہان بانی کی صلاحیت نہیں ہے۔ میں انصاف اور ظلم میں امتیاز کرنے سے قاصر ہوں کئی دفعہ ایسا ہو چکا ہے کہ میں انصاف کرنے کے ارادے سے ظلم کا مرتکب ہو جاتا ہوں۔ اب میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں اور روز محشر تم سے شہادت طلب کروں گا کہ میں نے قاضی بیگ کو جو صحیح النسب سید ہے اپنا وکیل مطلق مقرر کیا ہے تاکہ یہ سید زادہ شریعت اور انصاف کے اصولوں کو پیش نظر رکھ کر رعایا سے اچھا برتاؤ کرے۔

مکمل علیحدگی

اگر کوئی ظالم شخص کسی کمزور و ناتواں مرد سے ایک سوئی بھی ظلم و جبر سے لے گا اور قیامت کے روز مجھ سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا تو میں خداوند باری تعالیٰ کو جواب دوں گا کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ علم نہیں ہے اور مجھے اس کے مواخذہ سے باز رکھا جائے۔ اس کی باز پرس قاضی بیگ سے کی جائے جو میرا وکیل مطلق ہے۔ اگر قاضی بیگ تنہا طور پر یہ خدمت انجام نہ دے تو وہ امین الملک میرزا محمد تقی اور قاسم بیگ کو اپنا شریک کار بنا سکتا ہے۔"

قہرالٰہی کا خوف

میں اس طبیعت کا انسان ہوں کہ ہر دم خدا کے قہر و غضب سے ڈرتا رہتا ہوں میں نے چنگیز خاں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کی وجہ سے بہت زیادہ نادم ہوں۔ اس لیے میں نے یہ عہد کیا ہے کہ بقیہ عمر گوشہ نشینی میں گزار دوں اور دنیا سے بے تعلق ہو کر خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں۔"

گوشہ نشینی

اس تقرر کے بعد مرتضیٰ نظام نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور قلعہ احمد نگر کی اس عمارت میں جو "بغداد" کے نام سے موسوم ہے خلوت نشین ہو گیا۔ صاحب خاں کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو بادشاہ کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی۔ دو تین ماہ کے بعد مرتضیٰ نظام اور زیادہ تنہائی پسند ہو گیا اور اس نے تمام عورتوں کو قلعے سے نکال کر ایک دوسری عمارت میں منتقل کر دیا۔

شاہ قلی کا تقرر

مرتضیٰ نظام نے قلعے کی حفاظت کا کام شاہ قلی کے سپرد کیا جسے شاہ طہماسپ نے برہان نظام کے لیے بھیجا تھا۔ شاہ قلی کو صلابت خاں کا خطاب دے کر امیروں کی صف میں شامل کیا گیا۔ اور اسے حکم دیا گیا کہ بادشاہ کے محل میں سوائے صاحب خاں کے کسی اور کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔

اکبر بادشاہ سرحد مالوہ پر

۹۸۴ ہجری میں جب کہ قاضی بیگ کی وکالت کا زمانہ تھا مغل بادشاہ اکبر سیر و تفریح کرتا ہوا مالوہ کی سرحد پر پہنچا۔ جاسوسوں اور مخبروں نے فوراً اس امر کی اطلاع قاضی بیگ کو دی۔ قاضی بیگ نے اس امر سے متعلق مرتضیٰ نظام کو ایک خط لکھا۔ بادشاہ اس خط کو پڑھتے ہی پالکی پر سوار ہوا اور ایک سو کے قریب سواروں کو ساتھ لے کر جن میں صاحب خاں اور صلابت خاں بھی شامل تھے دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب بادشاہ نہر گنگ کے قریب پہنچا تو اس کے بہی خواہوں کا ایک مختصر سا گروہ اس کے پاس آیا اور کہا "بادشاہوں کے دشمن زیادہ ہوتے ہیں انہیں تنہا سفر کے لیے نہیں نکلنا چاہیے۔ آپ اس وقت ایک بڑے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے جا رہے ہیں اس بے سرو سامانی کے عالم میں آپ کی روانگی مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اسی مقام پر ذرا ٹھہر جائیں اور برار اور احمد نگر کے لشکر کا انتظار کریں۔"

مرتضیٰ نظام شاہ کا اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے چند روز اس جگہ قیام کیا اس دوران میں خاصہ کے لشکر کے پانچ چھ ہزار سوار اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے برار کی فوج کو حاضری کا حکم دیا اور خود اکبر سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ قاضی میرزا محمد نظیری اور دیگر امرائے سلطنت نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ انھوں نے بڑی عاجزی و زاری کے ساتھ مرتضیٰ نظام سے عرض کیا۔

امراء کی درخواست

اکبر جیسے عظیم الشان فرماں روائے دہلی سے جنگ کرنا معمولی بات نہیں ہے اور آپ تو پھر مٹھی بھر فوج کو ہمراہ لے کر جا رہے ہیں۔ ہماری ناچیز رائے میں یہی مناسب ہے کہ حضور فی الحال توقف فرمائیں۔ جب برار کا لشکر اور توپ خانہ آجائے تو پھر مزید قدم اٹھایا جائے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا جواب

مرتضیٰ نظام شاہ نے امراء کو جواب دیا۔ "میرے لیے صبر و تحمل سے کام لینا بہت مشکل ہے میں لشکر خاصہ کے جوانوں کو ساتھ لے کر اکبر بادشاہ پر جلد از جلد حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ فتح اور شکست کا فیصلہ کرنا خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔" بادشاہ کا یہ عجیب و غریب جواب سن کر امراء بہت ہی حیران ہوئے۔

احمد نگر کو واپسی

اسی دوران میں بادشاہ کو اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ اکبر بادشاہ سیر و شکار سے فارغ ہو کر اپنے ملک کو چلا گیا ہے۔ مرتضیٰ نظام شاہ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور دولت آباد واپس آگیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے حوض قتلو کے کنارے قیام کیا اور سید مرتضیٰ اور دوسرے امرائے برار کو انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کر کے واپس جانے کی اجازت دی۔ اور خود احمد نگر چلا آیا اور اس نے پہلے کی طرح حکومت کے تمام امیروں کے سپرد کی اور خود گوشہ نشین ہو گیا۔

صاحب خاں کا اقتدار

اسی زمانے میں صاحب خاں نے بڑا اقتدار حاصل کر لیا اس کے تمام عزیز اور رشتہ دار امراء کے گروہ میں داخل ہو کر صاحبان جاگیر ہو گئے۔ بادشاہ کے مزاج میں وہ پہلے سے کہیں زیادہ دخیل ہو گیا برسات کے دنوں میں وہ تقریباً چار مہینے تک بادشاہ کے ساتھ بالا گھاٹ میں مقیم رہا۔ وہاں مرتضیٰ نظام نے قبروں کی زیارت کی اور مرحوم بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے فقرا و مساکین میں بہت سا مال اور دولت تقسیم کی۔

امام رضاؒ کے آستانے کی زیارت

اس کے بعد بادشاہ نے حضرت امام رضاؒ کے آستانہ مبارک کی زیارت کا ارادہ کیا اور بغیر کسی کو بتائے ہوئے یہاں تک کہ صاحب خاں کو بھی مطلع کیے بغیر ہی فقیرانہ لباس زیب تن کیے ہوئے اپنی قیام گاہ کے پیچھے سے نکل گیا ایک سپاہی جو لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا بادشاہ کو اس طرح جاتے ہوئے دیکھا تو فوراً امراء کو اطلاع دی۔

وضع فقیرانہ

اراکین سلطنت نے پہلے تو سرپردہ شاہی کو دیکھا جب بادشاہ وہاں نہ ملا تو وہ اس کے تعاقب میں دوڑے اور بہت منت سماجت کر کے اسے واپس لائے۔ بادشاہ کی یہ خواہش تھی کہ فقیرانہ لباس ایک ماہ تک پہنے رہے اور تاج و تخت سے کنارہ کش رہے لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔

دنیائے فانی سے نفرت

قاضی بیگ اور میرزا محمد نظیری نے مرتضیٰ نظام سے پوچھا کہ آخر تاج و تخت سے اسے نفرت کیوں ہو گئی ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ۔ ”اس دنیائے فانی سے متنفر ہونے کے اسباب پوری طرح واضح ہیں اس لیے ان کو بتانا کوئی ضروری نہیں البتہ اگر دنیا سے محبت کی جائے تو اس کے اسباب بتانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

احمد نگر کو واپسی

یہ کہہ کر مرتضیٰ نظام شاہ خاموش ہو گیا اسے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ امراء اور اراکین سلطنت اسے کسی طرح بھی دنیا نہ ترک کرنے دیں گے لہٰذا وہ مجبور ہو کر احمد نگر واپس چلا آیا۔ اس نے ”باغ بہشت“ میں جو شہر کے شمال میں واقع ہے قیام کیا۔ قاضی بیگ اور دوسرے اراکین سلطنت نے باغ کے چاروں طرف اپنے خیمے لگوا لیے اور بادشاہ کی حفاظت کرنے لگے۔

صاحب خاں کی بے اعتدالیاں

اس زمانے میں صاحب خاں کی بے اعتدالیاں اپنے شباب پر تھیں وہ شراب پی کر مست ہاتھی پر سوار ہو جاتا شہر کے دو تین ہزار لچوں لفنگوں کو ہمراہ لے کر سارے شہر میں چکر لگاتا اور رعیت کی بے عزتی کرتا رہتا۔ اس کے بھائی جلال خاں اور حبیب خاں اگرچہ اس کو بہت سمجھاتے تھے لیکن وہ اپنی بری عادتوں سے باز نہ آتا تھا۔

میر مہدی کے گھر پر حملہ

ایک دن صاحب خاں نے اپنے ساتھیوں کو میر مہدی سلحدار کے گھر بھیجا کہ اس کی بیٹی کو جبراً اٹھا کر لے آئیں۔ میر مہدی نے جب ان غنڈوں کو آتے دیکھا تو اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور کوٹھے پر چڑھ کر تیر و تفنگ سے ان لوگوں کو بھگا دیا۔ اس کے بعد میر مہدی نے قاضی بیگ اور دیگر امرائے سلطنت سے مدد کی درخواست کی۔ تمام امراء صاحب خاں کی حرکتوں سے واقف تھے اور اسے راہ

راست پر لانے کے خواہاں تھے۔

میر مہدی کا قتل

اسی دوران میں جب صاحب خاں نے دوبارہ اپنے سوار اور پیادے جو تعداد میں تقریباً دو تین ہزار تھے میر مہدی کے گھر روانہ کیے۔ میر مہدی نے حتی الامکان مدافعت کی اور حریف کے تین چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا لیکن بدمعاشوں کے جم غفیر کے مقابلے پر وہ جم نہ سکے۔ اس پر مزید ستم یہ ہوا کہ میر صاحب کے بدطینت بیٹے دشمنوں سے مل گئے اور ان کے لیے مکان کے اندر آنے کا راستہ کھول دیا۔ بدمعاشوں نے میر صاحب کو قتل کر دیا اور ان کی بیٹی کو زبردستی اٹھا کر صاحب خان کے پاس پہنچا دیا۔

سید مرتضیٰ سبزواری کی آمد

اواخر ۹۸۵ ہجری میں بادشاہ کے حکم کے مطابق مرتضیٰ سبزواری برار کے تمام امراء کے ساتھ احمد نگر آئے تاکہ لشکر کا تمام حساب کتاب شاہی بارگاہ میں پیش کریں انھوں نے "بہشت باغ" کے قریب قیام کیا۔

صاحب خاں کی خود سری

صاحب خاں کا اصل نام حسین تھا اس لیے مرتضیٰ شاہ اور اراکین سلطنت اسے اسی نام سے یاد کرتے تھے۔ برار سے سید مرتضیٰ کے ساتھ جو لوگ آئے تھے ان میں ایک شخص کا نام حسین خاں تحت کمان تھا۔ صاحب خاں نے اس شخص کو یہ پیغام دیا کہ فوراً اپنا نام تبدیل کر لو ورنہ سزا دی جائے گی۔

صاحب خاں اور حسین خاں کی لڑائی

حسین خاں نے صاحب خاں کی بات کو قطعاً اہمیت نہ دی اس وجہ سے معاملہ طول کھینچ گیا۔ صاحب خاں نے پانچ چھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر حسین خاں کے احاطے پر حملہ کر دیا۔ حسین خاں نے چند سواروں کو ساتھ لے کر صاحب خان کا مقابلہ کیا لیکن پہلے حملے ہی میں اول الذکر کی قلیل جماعت منتشر ہو گئی۔ حسین خاں بڑا باغیرت اور جوشیلا جوان تھا اس نے اکیلے ہی صاحب خان کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

غریبوں کے قتل کا حکم

حسین خاں نے نشانہ باندھ کر ایک تیر صاحب خاں کی طرف پھینکا یہ تیر صاحب خاں کے ہاتھی کے ماتھے پر لگا ہاتھی چلاتا ہوا بھاگ نکلا اور درختوں کے درمیان ادھر ادھر اچھلنے کودنے لگا۔ صاحب خاں باغ کے اندر چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور کہا "بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے کہ تمام غریبوں کو قتل کر دیا جائے۔ اور ان کے بیوی بچوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا جائے۔

معرکہ آرائی

دکنیوں اور حبشیوں کی تو یہ خواہش تھی ہی کہ غریبوں کو خوب جی کھول کر لوٹا اور مارا جائے۔ متذکرہ بالا حکم سنتے ہی احمد نگر کا ہر چھوٹا بڑا غریبوں کے قتل عام کے لیے تیار ہو گیا۔ اور دکنیوں کے گروہ کے گروہ بہشت باغ کے طرف روانہ ہو گئے۔ قاضی بیگ، سید مرتضیٰ، میر محمد تقی نظیری اور عین الملک نیشا پوری نے خداوند تعالیٰ کی رضا پر صبر کیا۔ ان کے علاوہ بقیہ تمام غریبوں نے صاحب خاں سے معرکہ آرائی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں فریقین آمنے سامنے آئے اور صاحب خاں نے ان کو پسپا کر دیا۔

بادشاہ کو اطلاع

اس وقت مرتضیٰ خاں شاہی باغ میں حمام کے اندر چلے میں بیٹھا ہوا تھا اس نے جو شور و غل سنا تو وہ باغ کے بیرونی دروازے پر آیا

صاحب خاں نے بادشاہ کو آتے دیکھا تو وہ فوراً اس کے پاس آیا اور کہا غریبوں نے بلوہ کر دیا ہے اور آپ کی زندگی کو ختم کرنے کے درپے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ شہزادہ میراں حسین کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔

غریبوں سے جنگ کا حکم

مرتضیٰ نظام شاہ نے صاحب خاں کی بات سنی اور اس کی تصدیق کے لیے باہر آیا وہ اصل حقیقت سے تو بالکل بے خبر تھا۔ اس لیے جب اس نے غریبوں کو مسلح دیکھا تو اسے صاحب خاں کی بات کا یقین آ گیا۔ مرتضیٰ اسی وقت ہاتھی پر سوار ہوا اور دکنی اور حبشی امیروں کو جو صاحب خاں کے حکم سے جمع ہوئے تھے، حکم دیا کہ غریبوں سے جنگ کی جائے۔

غریب امراء کی روانگی

اس صورت حال کے پیش نظر مرتضیٰ خاں اور قاضی بیگ وغیرہ نے غریبوں کو یہ پیغام دیا "اس وقت بادشاہ خود میدان میں آ رہا ہے اس لیے اب لڑائی کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ امر بادشاہ کی وفاداری اور پاس ادب سے بعید ہے۔ غریب امراء چغتائی اور بک خاں اور حسین خاں وغیرہ اسی وقت اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔ انھوں نے دور ہی سے بادشاہ کو بڑے ادب سے سلام کیا اور دوبارہ سوار ہو کر عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

غریبوں کا قتل عام

صاحب خاں اپنے بھائیوں اور دیگر ساتھیوں کو لے کر شہر میں داخل ہوا اور مکانوں اور مختلف جگہوں پر چھپے ہوئے غریبوں کو چن چن کر قتل کرنا شروع کر دیا' ان بے چاروں کی عورتوں بچوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا گیا یہ رنگ دیکھ کر قاضی بیگ اور سید مرتضیٰ نے صلابت خاں سے کہا۔ "اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے جس طرح بھی ہو ہمارا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پہنچاؤ۔"

اراکین سلطنت کا عریضہ

صلابت خاں نے ان لوگوں سے عریضہ لے لیا اور شاہی بارگاہ کی طرف چل دیا۔ صاحب خاں اس وقت وہاں نہ تھا اس لیے صلابت خاں کو اچھا موقع مل گیا اور وہ بادشاہ کو خاصہ پہنچانے کے بہانے سے باغ کے اندر داخل ہو گیا۔ بادشاہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ کر اس نے ذرا اونچی آواز سے بادشاہ کو دعا دی بادشاہ نے اس کی آواز پہچان لی۔

بادشاہ کی اصل حقیقت سے آگاہی

صلابت خاں اس وقت خلاف معمول بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس لیے مرتضیٰ نے یہ سمجھا کہ کوئی غیر معمولی حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے۔ بادشاہ نے حمام کے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر صلابت خاں کو آواز دی۔ صلابت خاں نے اس کے جواب میں امرائے سلطنت و اراکین حکومت کا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور اس کے بعد زبانی تمام حالات بادشاہ کے گوش گزار کیے۔ یہ سب کچھ سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بہت حیران ہوا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ فوراً صاحب خاں کو شہر سے بلا کر لائے اور غریبوں پر ظلم و ستم نہ ہونے دے۔

صلابت خاں کا فرار

صلابت خاں نے فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی اور صاحب خاں کو شاہی بارگاہ میں لے آیا۔ اس سبب سے صاحب خاں' صلابت خاں کا دشمن ہو گیا۔ صاحب خاں قوت و اقتدار میں صلابت خاں سے کہیں آگے تھا اس لیے آخر الذکر کو جان کی تشویش ہوئی اور وہ اس خیال سے ملنگ دوں کے جنگل میں پناہ گزیں ہو گیا۔

صلابت خاں کی عزت افزائی

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے صلابت خاں کو جنگل سے واپس بلا کر اس کی بڑی عزت افزائی کی۔ اور امرائے کبار میں داخل کیا سرنوبت کا منصب عطا کر کے لشکر خاصہ کو اس کی ماتحتی میں دیا۔

قاضی بیگ کی گرفتاری

اسی دروان کچھ اراکین سلطنت نے یہ مشہور کیا کہ قاضی بیگ خائن ہے اس وجہ سے بادشاہ نے اسے گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا۔ قاضی بیگ کے دشمنوں نے بادشاہ کو بتایا کہ قاضی نے شاہی خزانے سے دو لاکھ ہون نقد اور ایک لاکھ کی مالیت کے جواہرات چوری کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے دوسرے ذرائع سے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ بھی کچھ کم نہیں ہے اگر آپ حکم دیں تو قاضی سے یہ رقم فوراً نکلوا سکتے ہیں۔

قاضی بیگ کے بارے میں بادشاہ کی رائے

بادشاہ نے اس کے جواب کہا میں جانتا ہوں کہ قاضی بیگ جو بدیانتی کے قعر مذلت میں گر گیا ہے۔ اور اس نے دنیا کی انتہائی پست اور حقیر چیزوں کے لیے شاہی خزانے میں غبن کا ارتکاب کیا ہے لیکن یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کہ اس سے یہ ساری رقمیں اور اشیاء واپس لی جائیں کیونکہ وہ سید زادہ ہے اور کسی سید زادے سے بہ جبر کچھ واپس لینا ٹھیک نہیں۔ اس نے جو کچھ بددیانتی سے حاصل کیا ہے میں وہ بخوشی اس کو عطا کرتا ہوں۔ اب بہتر یہی ہے کہ قاضی بیگ کو قید خانے سے نکال کر مع بال بچوں اور مال و اسباب کے اسے اس کے وطن روانہ کر دیا جائے۔

صلابت خاں کا اقتدار

فوراً حکم شاہی کی تعمیل کی گئی پیشوائی کے منصب پر اسد خاں ترک کو فائز کیا گیا لیکن یہ منصب اب صرف نام ہی نام کا تھا تمام قوت و اقتدار کا مالک صلابت خاں تھا۔ صاحب خاں کی ذلت و رسوائی اپنے عروج پر تھی لیکن وہ ابھی یہی سمجھتا تھا کہ بادشاہ اس پر پہلے کی طرح مہربان ہے۔ صلابت خاں ذرا سخت گیر انسان تھا اس کی کارروائیوں سے عاجز آ کر صاحب خاں اپنے دو تین ہزار ساتھیوں اور ان گنت ساتھیوں کے ہمراہ احمد نگر سے باہر چلا گیا۔

صاحب خاں بیدر میں

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب صاحب خاں کی روانگی سے تشویش ہوئی۔ اس نے سوچا اگر صاحب خاں کو لانے کے لیے لشکر روانہ کیا گیا اور صاحب خاں نے سرکشی و سرتابی سے کام لیا تو معاملہ بگڑ جائے گا لہٰذا وہ خود ہی پالکی میں سوار ہو کر صاحب خاں کے پیچھے روانہ ہوا۔ صاحب خان کفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد آباد بیدر تک جا پہنچا جب وہ قلعے کے قریب پہنچا تو اہل قلعہ نے دروازے بند کر لیے اور سرداروں پر توپیں چھوڑ دیں۔ اس وجہ سے صاحب خاں کی فوج کا ایک حصہ تباہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور صاحب خاں کی ملاقات

اسی اثناء میں مرتضیٰ نظام بھی صاحب خاں کے پاس پہنچ گیا۔ صاحب خاں نے بادشاہ سے کہا "میں دو شرطوں پر احمد نگر چلنے کو تیار ہوں ایک یہ کہ صلابت خاں کو شاہی بارگاہ سے علیحدہ کر دیا جائے اور دوسرے یہ کہ بیدر کو علی برید کے قبضے سے نکال کر میرے حوالے کر دیا جائے۔

بیدر کا محاصرہ

مرتضیٰ نظام نہیں چاہتا تھا کہ صاحب خاں کی دل شکنی ہو لہٰذا اس نے ان شرطوں کو تسلیم کر لیا۔ بادشاہ نے پہلے تو صلابت خاں کو امور سلطنت سے علیحدہ کر کے اس کی جاگیر (قصبہ بیرٹ) پر روانہ کر دیا۔ اس کے بعد بیدر کا محاصرہ کر لیا۔ علی برید نے عادل شاہ سے مدد کی درخواست کی عادل شاہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور ایک ہزار سوار اس کی مدد کے لیے روانہ کیے۔

نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ شہزادہ برہان جو قلعے میں نظر بند تھا راہ فرار اختیار کر کے احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے قطب شاہ کے سرلشکر میرزا یادگار کندی کو سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بیدر ہی میں چھوڑا اور خود صاحب خاں کے ساتھ احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

کچھ ہی دنوں میں عادل شاہی فوج بیدر میں پہنچ گئی' قطب شاہی سپاہی یونہی ادھر ادھر بہانے کر کے گولکنڈہ کی طرف چلے گئے اور میرزا یادگار محاصرے میں مصروف ہو گیا۔

شہزادہ برہان احمد نگر میں

جب شہزادہ برہان احمد نگر پہنچا تو وہ دس بارہ ہزار لوگ جو صاحب خاں سے سخت بیزار تھے شہزادے کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر مرتضیٰ نظام بہت پریشان ہوا اس نے صلابت خاں اور لشکر خاصہ کے دوسرے امیروں کو جو صاحب خاں کے برتاؤ سے سخت نالاں تھے امن و اطمینان سے رہنے اور کوئی فکر نہ کرنے کا پیغام دیا اور اپنی بارگاہ میں طلب کیا۔

صاحب خاں کی پٹن کو روانگی

یہ سب امراء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صاحب خاں کو جب صلابت خاں کی آمد کی خبر ملی تو بہت آزردہ ہوا اور اس سے پہلے کہ صلابت خاں شہر میں داخل ہوتا۔ صاحب خاں اپنے سپاہیوں اور رشتہ داروں وغیرہ کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے اس بار صاحب خاں کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور احمد نگر پہنچ کر سارے شہر میں گشت لگایا۔

شہزادہ برہان کی شکست اور فرار

دوسرے روز شہزادہ برہان باغ بہشت کے قریب پہنچا۔ مرتضیٰ نظام شاہ ایک ہاتھی پر سوار ہو کر کالا چبوترہ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے اسد خاں اور دوسرے امیروں کو توپ خانے کے ساتھ شہزادے کے مقابلے پر روانہ کیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی شہزادہ برہان مغلوب ہوا اور شکست کھا کر برہان پور کی طرف چلا گیا۔

صاحب خاں کی طلبی

مرتضیٰ نظام شاہ کامیاب و کامران شہر میں داخل ہوا اور پھر خلوت نشین ہو گیا۔ اس نے برار کے سرلشکر سید مرتضیٰ کے نام فرمان روانہ کیا کہ "صاحب خاں کو ہر طرح سے مطمئن کر کے میری بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ اگر وہ یہاں آنے سے انکار کرے تو پھر اسے قتل کر دیا جائے اور اس کے ہاتھی گھوڑے میرے پاس بھجوا دیئے جائیں۔"

صاحب خان کا قلعہ ونجی پر حملہ

صاحب خاص ادھر ادھر گھومتا ہوا عنبر نامی قصبے میں پہنچا اس نے بحری خاں قزلباش کو جو برار کے امراء میں سے تھا اور قلعہ رنجی میں رہتا تھا پیغام دیا کہ وہ اپنی بیٹی صاحب خاں کے ساتھ بیاہ دے۔ بحری خاں نے جواب دیا "مرغ فروش کے بیٹے کی یہ بساط کہ وہ امراء سے

قرابت قریبہ پیدا کرنے کا خواہاں ہے۔" یہ جواب سن کر صاحب خاں سخت غصے میں آیا اور قلعہ رنجی پر حملہ کر دیا۔

بحری خاں کا فرار

بحری خاص کے پاس لشکر زیادہ نہ تھا اس وجہ سے وہ صاحب خاں کا مقابلہ نہ کر سکا اور معرکہ آرائی سے کنارہ کش ہو کر جالنہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور حمید خاں شیرازی کے مشورے کے مطابق اس نے اپنی گلو خلاصی کے لیے ایک عریضہ روانہ کیا۔

صاحب خاں کے خلاف کارروائی

سید مرتضیٰ کو بادشاہ کا متذکرہ بالا فرمان مل چکا تھا اس نے خداوند خاں اور دوسرے چند امیروں کو اس کام پر متعین کیا کہ وہ صاحب خاں کو سمجھا کر احمد نگر لے آئیں۔ سید مرتضیٰ نے خداوند خاں سے چوری چھپے یہ بھی کہا کہ "صاحب خاں کی فتنہ پروازیوں کی وجہ سے ہر شخص جان بلب ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم کسی نہ کسی ترکیب سے اس کا کام تمام کر دو تاکہ خلق خدا مطمئن ہو جائے۔ خداوند خاں بھی اس سے آملے اور یہ سب لوگ صاحب خاں کی طرف روانہ ہوئے۔

صاحب خاں سے امیروں کی ملاقات

صاحب خاں کا برا وقت آ چکا تھا اس لیے اس نے متذکرہ بالا امراء کی آمد کو کوئی اہمیت نہ دی اور جس جگہ ٹھہرا ہوا تھا وہیں ٹھہرا رہا۔ یہ لوگ اس کی قیام گاہ کے قریب پہنچے اور سرپردہ کے باہر کھڑے ہو کر از راہ مذاق کہا "ہم لوگ بادشاہ کے حکم کے مطابق یہاں آئے ہیں اگر اجازت ہو تو سلام کے لیے حاضر ہوں۔" صاحب خاں اس وقت شراب پی رہا تھا اس نے امیروں کو اندر اپنے پاس بلا لیا۔

صاحب خاں کا قتل

یہ سب امیر چونکہ مسلح تھے اس لیے ان کو دیکھ کر صاحب خاں بہت پریشان ہوا اس پریشانی کو چھپانے کے لیے فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بڑے تپاک کے ساتھ ان امیروں سے ملنے لگا۔ باری باری وہ تمام امیروں سے بغل گیر ہوا۔ جب خداوند خاں کی باری آئی تو اس نے صاحب خاں کے جسم کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کے پہلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اس پر خداوند خاں نے ایک چال چلی اور کہا "صاحب خاں میرا گلا گھونٹ رہا ہے" یہ بات غلط تھی لیکن چونکہ خداوند خاں کو اپنا مقصد حاصل کرنا تھا اس لیے اسے یہ بات کہنی پڑی۔ اس نے صاحب خاں کو زمین پر دے مارا اور پھر اپنا خنجر نکال کر اس کا کام تمام کر دیا۔ صاحب خاں کے بھائیوں اور رشتہ داروں وغیرہ نے جب یہ عالم دیکھا تو فوراً راہ فرار اختیار کی۔

بادشاہ کے نام سید مرتضیٰ کا عریضہ

خداوند خاں اس بدکار کا کام تمام کرنے کے بعد سید مرتضیٰ کے پاس آیا اور اسے تمام روداد سنائی۔ سید مرتضیٰ نے بادشاہ کے نام ایک عریضہ ارسال کیا اور اس میں تحریر کیا کہ میں نے حضور والا کے حکم کے مطابق چند امراء کو صاحب خاں کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ اسے احمد نگر روانہ کر دیں مگر صاحب خاں نے کوتاہ اندیشی اور کج فہمی سے کام لیا اور ان امیروں سے معرکہ آرائی کی۔ آخر اس ہنگامے میں وہ مارا گیا چونکہ تمام احمد نگر کی رعایا صاحب خان سے نالاں تھی اس لیے یہ خبر سن کر سبھی کو خوشی ہوئی۔ لوگوں نے بادشاہ کو بھی اچھی طرح سمجھا بجھا دیا لہٰذا اس نے صاحب خاں کے قتل کے سلسلے میں کسی سے بازپرس نہ کی۔

اس واقع کے بعد صلابت خاں بغیر کسی روک ٹوک کے سلطنت کے ملکی و مالی امور کو انجام دینے لگا۔ چند سال اس نے بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بسر کیے اس دوران دو تین مرتبہ اکبر بادشاہ کا قاصد احمد نگر آیا اور خوش و خرم واپس گیا۔

صلابت خاں کی خوش انتظامی

صلابت خاں نے ملک کا انتظام ایسا عمدہ کیا تھا کہ تجار بغیر کسی خوف و خطر کے سفر کیا کرتے تھے۔ مرہٹواری میں سلطان محمد علاوہ الدین کے بعد صلابت خاں سے زیادہ کسی شخص نے رعایا کی فلاح و بہبود اور ملک کی خوش حالی کے لیے کام نہ کیا۔ اس نے خواجہ نعمت اللہ طہرانی اور خواجہ عنایت اللہ جیسے معزز لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ممالک محروسہ میں گشت لگاتے رہیں اور چوروں اور ڈاکوؤں وغیرہ کے دفعیے کی ہر ممکن تدبیر کریں۔ اس سلسلہ میں یہ اجازت دی گئی کہ اگر کوئی شخص حقیر سے حقیر شے کو چرانے کا بھی مرتکب ہوا ہو تو قتل کر دیا جائے۔

عمارات کی تعمیر کا شوق

صلابت خاں نے شہر میں باغات لگوانے اور عمارات کی تعمیر کی طرف بھی بہت توجہ کی۔ اس کے عہد کی بنوائی ہوئی عمارتوں میں "فرح بخش" بہت مشہور ہے۔ اس عمارت کی تعمیر اصل میں چنگیز خاں کے عہد میں شروع ہوئی تھی اور نعمت خاں سمنانی کی نگرانی میں ۹۰۲ء ہجری میں تکمیل ہوئی۔ ایک بار بادشاہ اس باغ اور عمارت کی سیر کے لیے آیا اسے یہ باغ اور عمارت پسند نہ آئی اس نے نعمت خاں سمنانی کو باغ کی نگرانی سے علیحدہ کر کے صلابت خاں کو یہ عمارت از سرنو بنانے کا حکم دیا۔

"فرح بخش" کی تعمیر نو

اس عمارت پر بہت رقم صرف ہوئی تھی لیکن نظام شاہ کے حکم کے مطابق اسے مسمار کر کے از سرنو تعمیر کروایا گیا۔ صلابت خاں نے انتہائی توجہ اور مستعدی سے اپنی نگرانی میں اس عمارت کو بنوایا۔ احمد مرتضیٰ خاں انجو نے اس عمارت کی تعریف میں چند بہترین اشعار نظم کیے۔ ۹۹۱ ہجری میں اس عمارت سے ملحقہ باغ مکمل ہو گیا' اس کی تکمیل پر ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا گیا۔ ملک کے معززین کو اس جشن میں مدعو کیا گیا اور انھیں انعام و اکرام سے نوازا۔ ملا ملک قمی نے اس موقع پر بادشاہ کی شان میں ایک قصیدہ کہا جو زبان زد خاص و عام ہے۔

عادل شاہی علاقوں پر قبضے کا خیال

۹۸۹ہجری میں علی عادل شاہ کے قتل کا حادثہ بھی وقوع پذیر ہوا اور اس کا بھتیجا ابراہیم عادل نو سال کی عمر میں تاج و تخت کا مالک ہوا۔ صلابت خاں نے سوچا کہ عادل شاہی علاقوں کو فتح کرنا اب آسان ہے لہٰذا اسنے نظام شاہ سے بعض عادل شاہی خطوں پر قبضہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے اجازت دے دی اس نے اپنے چرکسی غلام بہزاد الملک کو سپہ سالار مقرر کیا اور امیرالامراء سید مرتضیٰ کو مع ایک زبردست لشکر کے بہزاد الملک کے ساتھ روانہ کیا' بہزاد نے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اس مہم کو سر کرنے کے لیے سفر کا آغاز کیا۔

فریقین کا آمنا سامنا

نظام شاہی لشکر جب شاہ ورک کے قریب پہنچا تو عادل شاہی امراء مقابلے کے خیال سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوئے۔ دونوں لشکر پورے ایک مہینے تک ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے' آخر کار عادل شاہیوں کو یہ اطلاع مل گئی کہ مرتضیٰ خاں بہزاد الملک کی سپہ سالاری سے خوش نہیں ہے۔ اس لیے وہ معرکہ آرائی میں بہزاد کی مدد سے گریز کرے گا۔

عادل شاہیوں کا حملہ

عادل شاہی امیروں نے اپنے لشکر کو درست کیا اور رات گئے اپنی قیام گاہ سے باہر نکلے' اس وقت تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی تھی۔

اور نظام شاہی لشکر غفلت و بے خبری کے نشے میں سرشار تھا۔ عادل شاہیوں نے جنگ کا نقارہ بجوایا' موسم کی خوش گواری کو دیکھتے ہوئے بہزاد الملک نے شراب کی محفل گرم کر رکھی تھی۔ اس نے جونہی نقارے کی آواز سنی وہ خوفزدہ ہو کر باہر نکل آیا' اس سے پہلے کہ لشکر اور سردار ان لشکر اس کے گرد جمع ہوتے دشمن نے اس پر حملہ کر دیا۔ دشمن نے بہزاد الملک کے ایک سو پچاس ہاتھی گرفتار کر لیے اور نظام شاہی سپاہیوں کو خوب پامال و برباد کیا۔

سید مرتضیٰ کا خط صلابت خاں کے نام

سید مرتضیٰ' بہزاد الملک سے کچھ فاصلے پر ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے اس دوری کو بہانہ بنا کر بہزاد کی کچھ مدد نہ کی اور صلابت خاں کو اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "بہزاد الملک نے جنگ شروع کرنے میں بڑی عجلت سے کام لیا ہے۔ اس نے بہی خواہوں کا قطعاً انتظار نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا خیر کوئی بات نہیں میں عنقریب اس شکست کا بدلہ لوں گا۔

سید مرتضیٰ کی سپہ سالاری

صلابت خاں نے سید مرتضیٰ کو سپہ سالاری کے عہدے پر فائز کر دیا' سید مرتضیٰ اس عزت افزائی سے بہت خوش ہوا اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس اسی اثناء میں ابراہیم قطب شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا محمد قلی قطب شاہ تخت نشین ہوا۔

قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ

اس واقعے سے قطب شاہی لشکر جو نظام شاہیوں کی مدد کے لیے آیا ہوا تھا شکستہ دل ہو کر علیحدہ ہو گیا۔ سید مرتضیٰ نے شاہ میرزا اصفہانی سے جو قطب شاہ کا وکیل السلطنت تھا' بات چیت کر کے محمد قلی قطب شاہ کو طلب کر لیا اور اس طرح قطب شاہیوں کی مدد سے قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ کر لیا' سید مرتضیٰ اس قلعے کے لیے پانچ چھ ماہ تک دشمن سے لڑتا رہا۔

محمد آقا ترکمان کی ثابت قدمی

خداوند خاں اور بہری خاں نے اس زمانے میں اپنی مردانگی کے جواہر خوب خوب دکھائے اور ان کی بہادری کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی۔ قلعہ شاہ ورک کے تھانیدار محمد آقا ترکمان کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی' لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی اور آقا ترکمان حسب معمول اپنے محاذ پر ڈٹا رہا۔

بیجاپور کی فتح کا خیال

روزانہ قطب شاہ اور نظام شاہ کے ان گنت سپاہی معرکہ آرائی میں کام آتے تھے۔ یہ عالم دیکھ کر یہ دونوں فرماں روا محاصرے کی طوالت سے پریشان ہوئے۔ انھوں نے آپس میں طے کیا کہ شاہ ورک کی بجائے بیجاپور کا محاصرہ کرنا چاہیے۔ جب دارالسلطنت کو فتح کر لیا جائے گا تو پھر دوسرے علاقوں پر قبضہ کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

بیجاپور کا محاصرہ اور ناکامی

نظام شاہ اور قطب شاہ بیجاپور کی طرف چل دیئے۔ بیجاپور ان دنوں عادل شاہی امراء کی باہمی چپقلشوں کی وجہ سے انتشار اور ابتری کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس وجہ سے کسی نے بھی دشمن کے دفعیے کی کوشش نہ کی' اتحادیوں نے بڑے اطمینان کے ساتھ بیجاپور کا محاصرہ کر لیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے یہ محاصرہ ایک مدت تک قائم رہا لیکن "اتحادیوں" کو کامیابی نہ ہوئی آخر کار نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں نے اپنے اپنے علاقے کا رخ کیا۔

شہزادہ حسین کی شادی کی بات چیت

۹۲۲ ہجری میں صلابت خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے حکم سے قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی نظیری وغیرہ امراء کو بیجاپور روانہ کیا تاکہ یہ لوگ ابراہیم عادل شاہ سے مل کر اس کی بہن اور شہزادہ حسین کی شادی کے لیے سلسلہ جنبانی کریں۔

جمشید خاں کو بیجاپور جانے کا حکم

اسی دوران میں جمشید خاں سے یہ کہا گیا کہ وہ مع اپنی فوج کے قاسم بیگ کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہو جائے۔ جمشید خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "میں سید مرتضیٰ کی ماتحتی میں ہوں لہٰذا میں اس سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھا سکتا ہوں۔ جمشید خاں نے سید مرتضیٰ سے مشورہ کیا۔ سید نے کہا "نظام مرتضیٰ شاہ نے مجھ سے کہہ رکھا ہے کہ جو فرمان اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہ ہو۔ وہ واجب التعمیل نہیں ہے' چونکہ یہ فرمان بھی بادشاہ کا لکھا ہوا نہیں ہے' اس لیے اس پر عمل کرنا مناسب نہیں سمجھتا اور تمہیں بیجاپور جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

سید مرتضیٰ اور صلابت خاں کے اختلافات

جمشید خاں نے صلابت خاں کو بتایا کہ وہ تعمیل حکم سے مجبور ہے' صلابت خاں اور سید مرتضیٰ میں اختلافات بڑھتے رہے اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسی سال سید مرتضیٰ بڑی تزک و احتشام کے ساتھ صلابت خاں کی سرزنش کے لیے احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ صلابت خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ مدافعت کے لیے مستعد ہوا اور مرتضیٰ نظام شاہ کو باغ بہشت سے نکال کر باغ فرح بخش میں لے آیا۔

نئی دوستی

بادشاہ کو "بغداد" نامی عمارت میں ٹھہرایا گیا اور ایک خوش شکل اور جمال پیکر شخص فتحی شاہ کو جو چوسر اور شطرنج میں بڑا ماہر تھا۔ بادشاہ کا مصاحب مقرر کیا گیا' بادشاہ اس شخص سے بہت متاثر ہوا اور اس کے ساتھ ایسا بے تکلف ہو گیا کہ اسے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا لیا۔

صلابت خاں اور سید مرتضیٰ میں جنگ

اسی اثناء میں سید مرتضیٰ ایک زبردست فوج لے کر احمد نگر کے پاس پہنچا اور چتوڑ کے قریب قیام پذیر ہوا۔ صلابت خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کو سمجھا بجھا کر دشمن سے مقابلہ کرنے کی اجازت لی۔ صلابت نے شہزادہ میراں حسین کو ساتھ لے کر جنگ کی۔ سید مرتضیٰ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا' وہ اپنے ہاتھی گھوڑے اور تمام مال و اسباب میدان جنگ ہی میں چھوڑ کر برار کی طرف بھاگ گیا' مگر اس کے لیے برار میں قیام کرنا بھی مشکل ہو گیا' کیونکہ صلابت خاں اس کے تعاقب میں بہت سرگرم تھا۔ آخر کار سید مرتضیٰ برہان کے راستے دکن سے باہر چلا گیا اور مغل بادشاہ اکبر کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کو معزول اور صلابت خاں کو قتل کرنے کی کوشش

اسی سال کچھ فتنہ پردازوں نے شہزادہ برہان کو فقیروں کے لباس میں احمد نگر لانے کا ارادہ کیا تاکہ مرتضیٰ نظام کو معزول کر کے شہزادے کو تخت نشین کیا جائے' یہ فتنہ پرواز سب سے پہلے صلابت خاں کو قتل کرنا چاہتے تھے' تاکہ وہ دیگر اقدامات میں آسانی پیدا ہو جائے جس روز دشمنوں نے صلابت خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا' اسی دن صلابت کو اس کی اطلاع پہنچ گئی اور برہان شاہ جس طرح فقیرانہ لباس میں آیا تھا' ویسے ہی لوٹ گیا اور کوکن کی طرف بھاگ گیا' کوکن میں قیام کرنا چونکہ اس کے لیے خطرے کا سبب تھا' اس لیے وہ بھی سید مرتضیٰ کی طرح اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

میراں حسین کی شادی

سید قاسم اور میرزا محمد تقی جس کام کے لیے بیجاپور روانہ ہوئے تھے۔ وہ پورا ہوا اور عادل شاہ کی بہن کو شہزادہ میراں حسین کے ساتھ بیاہ کر وہ احمد نگر میں لے آئے۔

بادشاہ اکبر کا تسخیر دکن کا ارادہ

اسی سال بادشاہ اکبر نے دکن کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اس نے مالوہ کے حاکم خاں اعظم کو جو اس کا رضاعی بھائی تھا سپہ سالار مقرر کیا اور سید مرتضٰی اور برہان شاہ وغیرہ کے ساتھ دکن کی طرف روانہ کیا اس لشکر نے نظام شاہی علاقے کی طرف پیش قدمی کی۔

چاند بی بی کی احمد نگر میں آمد

اسی دوران علی عادل شاہ کی بیوی' چاند بی بی سلطان اپنے بھائی مرتضٰی نظام شاہ سے ملاقات کرنے کے لیے احمد نگر میں آئی۔ صلابت خاں نے عادل شاہ کے وکیل السلطنت دلاور خاں کو پیغام دیا کہ حسین نظام شاہ نے قلعہ شولاپور چاند بی بی کے جہیز میں علی عادل کو دیا تھا۔ اب علی عادل کا انتقال ہو چکا ہے اور چاند بی بی بیوہ ہو گئی ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ متذکرہ قلعہ ہمیں واپس کر دو۔

قلعہ شولاپور کی واپسی کا مطالبہ

دلاور خاں نے صلابت خاں کی بات ماننے سے انکار کر دیا جس کا ثانی الذکر کو بہت زیادہ افسوس ہوا' اس نے عادل شاہ کی بہن اور شہزادہ میراں حسین کو دولت آباد بھجوا دیا' اور یہ حکم صادر کیا کہ قلعہ شولاپور کی واپسی کے بعد جشن عقد منعقد کیا جائے' اگر قلعہ واپس نہ ملے تو یہ جشن موقوف کر دیا جائے۔

میرزا نظیری سپہ سالار کے عہدے پر

اکبری لشکر کی خبر جب احمد نگر پہنچی تو صلابت خاں نے بہادری اور جوان ہمتی سے کام لیتے ہوئے میرزا محمد تقی نظیری کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ میرزا نظیری برہان پور گیا اور راجہ علی خاں سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے اسے نظام شاہی بہی خواہوں میں شامل کر لیا۔

مقابلے کی تیاریوں

عزیز کوکہ کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں کے پاس بھیجا اور اسے نظام شاہیوں کی مدد کرنے کرنے سے منع کیا نیز اپنا مددگار بنانے کے خواہش کا اظہار کیا۔ اس کوشش کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور فتح اللہ شیرازی ناکام و نامراد واپس آگیا اس میں اور شہاب الدین میں بہت زیادہ مخالفت تھی۔ میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں' خاں اعظم کے مقابلے پر آئے اور اکبری علاقے میں داخل ہو کر مالوہ اور دکن کے ایک سرحدی مقام "بھنڈیہ" میں قیام پذیر ہوئے۔

عزیز کوکہ کی واپسی

چند روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر ڈٹے رہے' لیکن کسی نے لڑائی کی پہل نہ کی۔ آخر عزیز کوکہ نے جنگ کے خیال کو ترک کیا۔ اور راتوں رات یہاں سے کوچ کر کے اجنبی اور غیر معروف راستے سے ایلچ پور اور بالا پور میں داخل ہو گیا اور شہروں کو تباہ و برباد کرنے میں مصروف ہوا۔

معاملے کا خاتمہ

میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں کو جب عزیز کوکہ کی روانگی کی اطلاع ملی تو انھوں نے اس کا تعاقب کیا' اس صورت حال کے پیش نظر خاں اعظم اس علاقے میں قیام نہ کر سکا اور ندربار کی طرف واپس مالوہ چلا گیا۔ راجہ علی خاں نے برہان پور اور میرزا محمد تقی نے احمد نگر کا

راستہ لیا۔ اکبر بادشاہ کو دوسری بہت سی مہمات درپیش تھیں دوسرے دکنی فرمان روا قوت و شوکت کے لحاظ سے کچھ ایسے گئے گزرے نہ تھے' اس لیے اکبر نے دکن کے معاملے میں خاموشی اختیار کر لی۔

فتحی شاہ کا اقتدار

ان دنوں فتحی شاہ نے مرتضیٰ نظام کے مزاج میں بہت دخل حاصل کر لیا اور اس پر پوری طرح حاوی ہو گیا۔ اس نے بادشاہ سے چند علاقے بھی بطور جاگیر کے حاصل کر لیے۔ فتحی شاہ جب کبھی جواہرات یا نقد رقم کی خواہش کرتا بادشاہ کے حکم سے فوراً شاہی خزانے سے یہ رقم اسے ادا کر دی جاتی۔ الغرض فتحی شاہ کا اقتدار روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔

مالاؤں کا قصہ

ایک بار فتحی شاہ نے دو مرصع تسبیح جو مروارید اور لعل و یاقوت کی تھیں اور رام راج سے حاصل کی گئی تھیں۔ مرتضیٰ نظام شاہ سے مانگیں بادشاہ کے نزدیک دنیاوی دولت کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ لہٰذا اس نے فوراً صلابت خاں کو یہ حکم دیا کہ یہ مالائیں فتحی شاہ کے حوالے کر دی جائیں۔ صلابت خاں نے بادشاہ سے معذرت طلب کی اور مالائیں دینے سے انکار کر دیا۔

نقلی مالائیں

باشادہ نے دوبارہ حکم صادر کیا اس بار صلابت خاں نے امراء اور اراکین سلطنت کے مشورے سے یہ کیا کہ متذکرہ مالائیں تو خزانے ہی میں رہنے دیں لیکن ان سے ملتی جلتی دو اور مالائیں فتحی شاہ کو دے دیں۔ چند روز کے بعد فتحی شاہ کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی اور اس نے سارا معاملہ بادشاہ کے گوش گزار کیا یہ سن کر بادشاہ بہت غصے میں آیا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ شاہی خزانے کے تمام جواہرات کو صندوقوں سے نکال کر فلاں محل میں آراستہ کیا جائے تاکہ ان کا معائنہ کیا جا سکے۔

جواہرات کا معائنہ

صلابت خاں سمجھ گیا کہ اس حکم سے بادشاہ کا مقصد کیا ہے اس نے متذکرہ بالا مالاؤں اور بعض دیگر بیش قیمت اور نایاب جواہرت کو تو چھپا لیا اور بقیہ تمام جواہرات بادشاہ کے حسب خواہش ایک محل میں آراستہ کر دیئے۔ بادشاہ معائنے کے لیے آیا تو اس نے تمام لوگوں کو علیحدہ کر دیا اور فتحی شاہ کو ساتھ لے کر محل کے اندر داخل ہوا۔

جواہرات نذر آتش

مرتضیٰ نظام شاہ نے جب دیکھا کہ متنازع فیہ مالائیں اور بہت سے دیگر جواہرات موجود نہیں ہیں تو اس نے تمام موجود جواہرات کو اعلیٰ قسم کے کپڑوں میں لپیٹ کر فرش پر رکھا اور انہیں آگ لگا دی اور خود محل سے باہر چلا آیا۔ جو امراء ان جواہرات کی حفاظت پر مامور تھے بادشاہ کے جانے کے بعد وہ محل کے اندر گئے تو انہیں سوائے آگ کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ انہوں نے جلد از جلد آگ بجھائی اور جواہرات اور مرصع آلات اس آگ سے نکال لیے نقصان زیادہ نہ ہوا تھا سوائے مروارید کے باقی تمام اشیاء آگ سے محفوظ رہیں۔

بادشاہ کا لقب "دیوانہ"

بادشاہ کی اس عجیب و غریب حرکت پر لوگوں کو سخت تعجب ہوا اور انہوں نے اس واقعے کو بادشاہ کے پاگل پن سے تعبیر کیا اس واقعے کے بعد خاص و عام میں بادشاہ "دیوانہ" کے لقب سے مشہور ہو گیا۔

شہزادہ میراں حسین کے قتل کا ارادہ

کچھ فتنہ پردازوں اور نامعتبر لوگوں نے بادشاہ سے ایک بار کہا کہ اراکین سلطنت نے یہ طے کیا ہے کہ "آپ کو بادشاہت سے معزول

کر کے شہزادہ میراں حسین کو تخت نشین کیا جائے۔" یہ بات سن کر مرتضیٰ نظام کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ اپنے بیٹے کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ بادشاہ نے شہزادہ میراں حسین کو گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی لیکن صلابت خاں نے کچھ ایسا انتظام کر دیا کہ میراں حسین اپنے باپ کے ہاتھ نہ آسکا۔

ابراہیم عادل سرحد نظام شاہی پر

اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ دلاور خاں کے مشورے سے ایک زبردست لشکر لے کر نظام شاہی سرحد پر آیا اور یہ پیغام دیا۔ "ہم شولاپور کو واپس نہیں کر سکتے۔" اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے صلابت خاں کے ہنگاموں سے مشتعل ہو کر قلعہ اوسہ کا محاصرہ کر لیا۔

صلابت خاں سے خفگی

مرتضیٰ نظام نے ان تمام واقعات کا سبب صلابت خاں کی کج فہمی اور عاقبت نااندیشی کو قرار دیا۔ بادشاہ صلابت خاں سے سخت ناراض ہو گیا اور اسے بلا کر پوچھا۔ "تو نمک حرام ہے یا نمک حلال؟" اس نے جواب دیا۔ میں حضور کا ایک ادنیٰ خیر خواہ غلام ہوں۔ نظام شاہ نے کہا۔ "تیری بے اعتدالیوں اور نافرمانیوں کو وجہ سے میں بہت تنگ آگیا ہوں لیکن میں پھر بھی تجھے گرفتار نہیں کر سکتا۔"

قید کے لیے قلعے کا تعین

اس پر صلابت خاں نے بادشاہ سے گذارش کی حضور بس اتنا کریں کہ قید کے لیے قلعہ کا تعین کر دیں میں خود اپنے آپ کو پابہ زنجیر کر کے اسی قلعے میں قید ہو جاؤں گا۔ اس کے جواب میں مرتضیٰ نظام نے صلابت خاں کو قید کے لیے قلعہ وندراج پور تجویز کیا۔

صلابت خاں کی نظربندی

صلابت خاں اپنے مکان پر پہنچا اور فوراً بادشاہ کی خواہش کی تکمیل میں مصروف ہو گیا۔ اس نے اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں، پالکی میں سوار ہوا اور اپنے عزیزوں وغیرہ سے کہا۔ "مجھے قلعہ وندراج پور میں نظر بند کر دو۔ اس کے عزیزوں ہمدردوں اور بہی خواہوں نے جن میں راقم الحروف مورخ فرشتہ بھی شامل تھا اس کو بہت منع کیا مگر اس نے کسی کی بات نہ مانی۔

قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی کا تقرر

صلابت خاں کی نظربندی کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے وکالت اور وزارت کے عہدے بالترتیب قاسم بیگ حکیم اور میرزا محمد تقی کو عنایت کیے۔ اور ان امیروں کو حکم دیا کہ جس طرح بن پڑے عادل شاہ سے صلح کر لی جائے ان امراء نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور عادل شاہ نظام شاہی سرحد سے روانہ ہو گیا۔

جشن مسرت

عادل شاہ کی بہن کو اب تک اس کے شوہر شہزادہ میراں حسین کے حوالے نہ کیا گیا تھا۔ اس واقعے کے بعد ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا گیا اور دلہن شہزادے کے سپرد کر دی گئی۔

بیٹے کے قتل کا دوبارہ ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے ایک بار پھر شہزادہ میراں حسین کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور قاسم بیگ حکیم اور محمد تقی سے کہا۔ "میں اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے تڑپ رہا ہوں اس لیے جلد از جلد شہزادے کو میرے حضور پیش کرو۔" یہ دونوں امیر بادشاہ کی زبان سے یہ کلمات سن کر بے حد خوش ہوئے انہوں نے شہزادے کو قلعے سے باہر نکالا اور بذریعہ پالکی بادشاہ کے پاس روانہ کر دیا۔

آتش زدگی

مرتضٰی نظام شاہ پہلے تو بیٹے سے بڑی محبت اور مہربانی سے پیش آیا اور اسے بغداد نامی عمارت کے قریب ایک حجرے میں ٹھہرایا، مگر دوسرے روز اس نے شہزادے کو توشک اور لحاف میں لپیٹ کر حجرے کو نذر آتش کر دیا اور دروازہ باہر کی طرف سے بند کر دیا۔

شہزادے کا بچ نکلنا

شہزادہ بصد مشکل توشک اور لحاف سے باہر نکلا اس نے جب کمرے میں چاروں طرف دھواں ہی دھواں دیکھا تو پریشان ہو کر چیخنے لگا۔ فتحی شاہ نے یہ آوازیں سنیں، تو اسے شہزادے پر رحم آگیا اور حجرے کا دروازہ کھول کر شہزادے کو باہر نکالا اور قاسم بیگ حکیم اور محمد تقی کے حوالے کر دیا۔

فتحی خاں سے باز پرس

ان امراء نے شہزادے کو چوری چھپے دولت آباد روانہ کر دیا۔ دو تین دن کے بعد مرتضٰی نظام شاہ حجرے میں آیا اسے توقع تھی کہ کمرے میں سے شہزادے کی ہڈیاں ملیں گی لیکن اسے اس قسم کی کوئی شے نظر نہ آئی تو اس نے فتحی خاں سے رجوع کیا اور اس سے باز پرس کی۔ فتحی شاہ نے جواب دیا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہزادے کی ہڈیاں بھی جل کر خاک ہو گئی ہیں بادشاہ کو یقین نہ آیا اور اس نے ذرا سختی کے ساتھ فتحی خاں سے حقیقت حال دریافت کی۔ فتحی شاہ نے خوفزدہ ہو کر بتا دیا کہ میں نے شہزادے کو قاسم بیگ اور محمد تقی کے حوالے کر دیا ہے۔

قاسم بیگ اور محمد تقی کی گرفتاری

بادشاہ نے ان دونوں امیروں کو طلب کیا اور قلعے کے دروازے کے قریب ان سے دریافت کیا کہ شہزادہ میراں حسین کہاں ہے۔ ان امیروں نے ملکی مصالح کا خیال رکھتے ہوئے اس واقعے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ نظام شاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے ان دونوں امیروں کو قید کر دیا اور امور سلطنت کی انجام دہی کا کام میرزا محمد صادق کے سپرد کر دیا۔

سلطان حسین شیرازی کا تقرر

شہزادے کے قتل کے سلسلے میں میرزا محمد صادق نے بھی بادشاہ کا ساتھ نہ دیا۔ اس وجہ سے نوروز کے بعد مرتضٰی نظام شاہ نے اسے بھی قید کر دیا اور سلطان حسین شیرازی کو (جو احمد نگر میں پیدا ہوا تھا) پیشوائی کے منصب پر سرفراز کیا اور "میرزا خان" کے خطاب سے نوازا۔

سلطان حسین کا پیغام دلاور خاں کے نام

سلطان حسین بادشاہ کی نیت سے اچھی طرح آگاہ تھا، اس نے نقد و جواہرات دے کر فتحی شاہ اور دوسرے مقربین کو اپنا ہمراز بنایا اور ایک شخص کو بیجاپور روانہ کیا تاکہ وہ دلاور خاں سے ملاقات کرے اور یہ پیغام دے کہ "مرتضٰی نظام شاہ بالکل پاگل ہو گیا ہے اور اپنے بیٹے کی جان لینے کا خواہاں ہے اگر تم میری مدد کرو اور سرحد پر آؤ تو میں مرتضٰی نظام کو ٹھکانے لگا کر میراں حسین کو تخت پر بٹھا دوں۔"

میرزا خاں کا تقرر

دلاور خاں نے سلطان حسین شیرازی کی درخواست قبول کر لی اور عادل شاہ کو ساتھ لے کر سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ میرزا خاں نے فتحی شاہ کے توسط سے عرض کیا کہ عادل شاہ ایک زبردست لشکر لے کر احمد نگر کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ بادشاہ نے عادل شاہیوں کے دفعیے کے لیے میرزا خاں کو مقرر کیا۔

میرزا خاں کا دانورہ میں قیام

میرزا خاں نے ملک کے تمام امراء کو نظر بند کر دیا کیونکہ اس کے نزدیک عادل شاہیوں کی آمد انہیں کی سازشوں کا نتیجہ تھی۔ ان امراء کی جگہوں پر میرزا نے اپنے ہمدردوں اور بہی خواہوں کو مقرر کیا اور ایک بھاری جمعیت لے کر دشمن کے مقابلے کے لیے نکلا۔ احمد نگر سے نکل کر وہ دانورہ کے قریب مقیم ہوا۔

مورخ فرشتہ نظام شاہی لشکر میں

میرزا خاں کے قیام کی وجہ سے مرتضیٰ نظام شاہ کو تشویش ہوئی اور اس نے راقم الحروف مورخ فرشتہ کو اصل حقیقت دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا۔ میرزا خاں یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میں بادشاہ کا وفادار ملازم ہوں اور تمام حالات سے واقف ہو کر بادشاہ سے سب کچھ بلاکم و کاست بیان کر دوں گا۔ لہٰذا میری آمد کی وجہ سے میرزا خاں بہت پریشان ہوا۔

بادشاہ کا نیا فرمان

اس نے فتحی شاہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی اور اس نے کہا۔ "اگر تم برہان نظام شاہ سے یہ فرمان حاصل کر لو کہ میں خود لشکر میں جا کر امراء کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اکساؤں گا تو میں تمہیں اس کے معاوضے میں بارہ ہزار ہون دوں گا۔" فتحی شاہ نے لالچ میں آکر بادشاہ سے اس مضمون کا فرمان لکھوا لیا۔ میرزا خان بہت خوش ہوا اور اس نے حسب وعدہ فتحی شاہ کو مذکورہ بالا رقم بھجوا دی۔

مورخ فرشتہ کا فرار اور اس کا تعاقب

راقم الحروف مورخ فرشتہ ابھی لشکر ہی میں تھا کہ میرزا خاں بھی پہنچ گیا۔ اس نے مجھے گرفتار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا تاکہ لشکر کے بارے میں کوئی خبر بادشاہ تک نہ پہنچ سکے' میرے ایک دوست کو جب میرزا خاں کے اس ارادے کا علم ہوا تو اس نے مجھے مطلع کر دیا میں اسی شام لشکر سے بھاگ گیا۔ میرزا خاں نے اپنے لشکریوں کی ایک جماعت میرے تعاقب میں روانہ کی میں نے اپنی مشعلیں بجھا دیں' رات کے اندھیرے میں دشمن مجھے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ جب صبح ہوئی تو میں منزل مقصود پر پہنچ گیا اور شاہی بارگاہ پر حاضری دی۔

مورخ فرشتہ بارگاہ شاہی میں

میں نے لشکر سراپردہ کے قریب کھڑے ہو کر بادشاہ کو میرزا خاں اور لشکر کے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ فتحی شاہ بھی اس وقت موجود تھا اس نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور میرے بیانات کی تکذیب کی اور کہا۔ "تم نے جو کچھ بیان کیا وہ کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ میرزا خاں بادشاہ سے کبھی غداری نہیں کر سکتا۔" میں نے اس کے جواب میں کہا۔ میری میرزا خاں سے کوئی دشمنی تو ہے نہیں' جو میں اس پر جھوٹا الزام لگاؤں' مجھے جو حالات معلوم ہوئے میں نے یہ بلاکم و کاست بیان کر دیے۔ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی میرا جھوٹ اور سچ سبھی پر ظاہر ہو جائے گا۔

مورخ فرشتہ کے بیان کی تصدیق

ابھی ہم لوگ اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ سرکاری مخبروں نے اطلاع دی کہ میرزا خاں تمام امیروں کے ہمراہ دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا ہے اور اس کا یہ ارادہ ہے کہ شہزادہ میراں حسین کو رہا کر کے تخت پر بٹھایا جائے اور بعد ازاں احمد نگر کی طرف آئے۔ یہ خبر سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بہت پریشان ہوا اور اس نے راقم الحروف سے مشورہ کیا۔

مورخ فرشتہ کی رائے ------ پہلا طریقہ

میں نے بادشاہ سے عرض کیا۔ اس وقت جو مسئلہ درپیش ہے اس کو دو طریقوں سے حل کیا جا سکتا ہے۔ اول تو یہ ہے کہ حضور اس خلوت گزینی کو ترک فرمائیں اور سوار ہوں' لشکر خاصہ اور دو تین ہزار اسلحدار جو اسوقت موجود ہیں انہیں ساتھ لے کر پٹن کا قصد فرمائیں

اور میرزا خاں کو راستے ہی میں گرفتار کریں۔ اس کے بعد تمام امراء اور سرداران لشکر خودبخود ہی حضور کے گرد جمع ہو جائیں گے۔

بادشاہ کی ناسازی طبیعت

یہ سن کر مرتضیٰ نظام شاہ نے کہا چند دنوں کی بات ہے کہ فلاں خواجہ سرا میرے لیے کھانا لایا تھا۔ میں نے یہ کھانا کھایا اس کے بعد فوراً بعد ہی میرے پیٹ میں درد ہونے لگا اور متلی ہونے لگی چند خونی دست بھی آئے' ابھی تک میری آنتوں میں درد ہو رہا ہے اور میں اس قابل نہیں ہوں کہ سواری کر سکوں۔ میرا خیال ہے کہ میرزا خاں نے متذکرہ خواجہ سرا سے سازباز کر کے مجھے زہر کھلوا دیا ہے۔

دوسرا طریقہ

بادشاہ کے اس بیان کے بعد میں نے عرض کیا۔ "اس مسئلے کا حل کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ صلابت خاں کو رہا کر دیا جائے۔ اسے مع دوسرے قیدیوں کے وندراج پور سے شاہی بارگاہ میں طلب کیا جائے۔ اس کے بعد شکار کے بہانے سے پالکی میں جنیر کی طرف روانہ ہوں اور اثنائے راہ میں صلابت خاں سے ملاقات کریں۔ مجھے امید ہے کہ صلابت خاں کی حضور سے ملاقات کی خبر سن کر تمام امراء اور سرداران لشکر شہزادہ میراں حسین اور میرزا حسین سے الگ ہو کر آپ کے پاس جمع ہو جائیں گے۔

امراء کی طلبی حکم

بادشاہ نے میرے اس مشورے کو پسند کیا اور اسی وقت صلابت خاں' قاسم بیگ اور محمد تقی نظیری اور حکیم محمد مصری کی طلبی کے فرامین جاری کیے اور خود بھی سفر کا ارادہ کیا۔ جب بادشاہ روانہ ہونے لگا تو نمک حرام دوں فطرت اور غدار فتحی شاہ نے بادشاہ کے قدموں میں اپنا سر ڈال دیا اور واویلا شروع کر دیا۔ "حضور جس وقت احمد نگر سے باہر نکلیں گے تو لشکر خاصہ کے سپاہی آپ کو گرفتار کر کے شہزادہ میراں حسین کے سپرد کر دیں گے۔

مورخ فرشتہ سے بادشاہ کی ملاقات

مرتضیٰ نظام شاہ کو فتحی شاہ کی بات کا یقین آ گیا اس کے بعد بادشاہ نے راقم الحروف کو (جو ان دنوں دربار کا محافظ تھا) اپنے حضور طلب فرمایا اور بات چیت کی۔ میں نے اس کے سراپا پر ایک نظر ڈالی' اس کا رنگ گندمی تھا' بڑی بڑی آنکھیں تھیں اور قد خاصا لمبا تھا' اس کی شخصیت دیکھنے والے کو بہت متاثر اور مرعوب کرتی تھی۔ نظام شاہ کو فارسی شاعری سے بہت لگاؤ تھا اور وہ اچھے خاصے شعر کہہ لیتا تھا۔

قلعے میں قیام کا فیصلہ

بادشاہ نے مجھ سے فرمایا۔ "فتحی شاہ نے مجھ سے یہ باتیں بیان کی ہیں بہتر یہی ہے کہ ہم اس قلعے میں مقیم رہیں اور صلابت خاں کی آمد کا انتظار کریں۔" مجھے مجبوراً بادشاہ کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا۔ جب تمام لوگوں کو بادشاہ کے ارادے کی خبر ہوئی تو وہ بہت مایوس ہوئے' وہ تمام جو بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے تھے' ایک ایک کر کے دولت آباد کی طرف جانے لگے۔

احمد نگر میں میرزا خاں کی آمد

میرزا خاں کو صلابت کی آمد کی تو اطلاع مل ہی چکی تھی اس لیے اس نے جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں اور جلد از جلد احمد نگر پہنچ گیا۔ میرزا خاں نے صلابت کی آمد تک کے عرصے کے لیے قلعے کا دروازہ بند کر کے حصار کی حفاظت کرنے کا ارادہ کیا تمام اہالیان قلعہ قلعے سے باہر نکل کر میرزا خاں سے مل گئے۔ قلعے میں سوائے فتحی شاہ' اس کی کنیز "سبزہ" اور چند پردہ داروں کے کوئی اور نہ رہا۔ میں نے بھی موقع و محل کی مناسبت سے قلعے کی محافظت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

قتل و غارت گری

اسی اثناء میں شہزادہ میراں حسین اور میرزا خاں ننگی تلواریں لے کر تیس اور چالیس بدمعاشوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد یہ لوگ عمارت بغداد میں جہاں بادشاہ رہتا تھا داخل ہو گئے اور قتل و غارت گری شروع کر دی شہزادہ میراں حسین نے راقم الحروف کو بھی پہچان لیا' لیکن ہم مکتبی کا خیال کر کے مجھے قتل نہ کیا اور اپنے ساتھ عمارت کے اوپر لے گیا۔

شہزادے کی باپ سے گستاخی

شہزادے نے اپنے باپ' مرتضیٰ نظام کے ساتھ بڑی بے ادبی کی اور انتہائی بے مروتی سے پیش آیا' بادشاہ حیرت کی نگاہوں سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتا رہا۔ شہزادے نے اپنی تلوار بادشاہ کے پیٹ پر رکھ دی اور کہا جی چاہتا ہے کہ تلوار کو تیرے پیٹ میں اتنے زور سے بھونک دوں کہ پیٹھ کے دوسری طرف نکل آئے۔ نظام شاہ نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا: "اے مردود! اے عاق شدہ بیٹے! تیرا باپ اب چند روز کا مہمان ہے تو اگر اس پر رحم کرے تو ٹھیک ہے ورنہ جو تیرے جی میں آئے کر لے۔"

میراں نظام شاہ کا سفاکانہ حکم

شہزادہ عمارت بغداد سے نیچے اتر آیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ ان دنوں سخت بیمار تھا اور موت کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ میراں حسین نے اس حالت میں بھی اس پر رحم نہ کھایا اور حکم دیا کہ بادشاہ کو حمام میں لے جایا جائے۔ حمام کا دروازہ بند کر کے گلخن میں انتہائی تیز آگ روشن کی جائے۔ حمام کے تمام سوراخ بند کر دیئے جائیں اور اس تک پانی کی ایک بوند بھی نہ پہنچنے دی جائے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال

شہزادے کے حکم کی تعمیل کی گئی اور مرتضیٰ نظام شاہ نے ۱۸ رجب المرجب ۹۹۶ہجری کی صبح کو سفر آخرت اختیار کیا۔ شیعہ عالموں نے اپنے مشرب کے مطابق بادشاہ کی تجہیز و تکفین کی اور امانت کے طور پر اسے روضہ باغ میں دفن کر دیا۔ برہان نظام شاہ ثانی نے بعد کو یہ لاش کربلائے معلی روانہ کر دی تاکہ بزرگوں کے پہلو بہ پہلو دفن کی جا سکے۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے چوبیس سال پانچ ماہ تک حکمرانی کے فرائض انجام دیئے۔

میراں حسین بن مرتضیٰ نظام شاہ

میرزا خاں کا اقتدار

میرزا خاں کے مشورے پر عمل کر کے میراں حسین نے اپنے باپ مرتضیٰ نظام کو حمام میں بند کر کے ہلاک کیا اور خود تخت نشین ہوا۔ اس نے میرزا خاں کو تمام سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ میرزا خاں نے یہ ارادہ کیا کہ دلاور خان کی پیروی کرتے ہوئے سولہ سالہ میراں حسین کو خلوت گزیں کر کے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے۔

میراں حسین کی بری عادتیں

میراں حسین شرپسند' شکی مزاج اور کینہ پرور تھا اس وجہ سے میرزا خاں کو اپنی آرزو پوری کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ بادشاہ نے اپنے دایہ زادوں اور دوسرے دوستوں کو اپنے امیروں میں شامل کیا اور شب و روز عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ رات کے وقت مست و سرشار ہو کر بدمعاشوں اور کمینوں کے ہمراہ شہر میں گشت لگایا کرتا تھا اور جو شخص بھی سامنے آ جاتا تھا اسے تیز و تفنگ سے ہلاک کر ڈالتا تھا۔

میرزا خاں کی گرفتاری

بدمعاشوں کے ایک گروہ نے ایک بار بادشاہ سے کہا "میرزا خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے بھائی شہزادہ قاسم کو قلعہ جنیر سے آزاد کر دیا ہے اور خفیہ طور پر اسے اپنے مکان میں ٹھہرایا ہے تاکہ موقع پا کر آپ کو معزول کر دیا جائے اور قاسم کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔" یہ سن کر بادشاہ بہت پریشان ہوا لہٰذا اس نے فوراً میرزا خاں کو گرفتار کر لیا۔

رہائی اور عزت افزائی

دوسرے دن بادشاہ کو معلوم ہوا کہ میرزا قاسم کے بارے میں جو کچھ اسے بتایا گیا تھا وہ بالکل غلط ہے۔ بادشاہ نے میرزا خاں کو رہا کر کے اسے اس کے منصب پر بحال کیا اور اس کی پہلے سے بھی زیادہ عزت افزائی کی۔ میرزا خاں نے بے بنیاد توہمات کو دور کرنے کے لیے بادشاہ سے کہا۔ "یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ سلطنت کے وارثوں کا وجود ہمیشہ مصیبت کا باعث ہوتا ہے اس لیے میری حقیر رائے یہ ہے کہ شاہ قاسم کو مع اس کے بال بچوں کے قتل کر دیا جائے۔"

شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کا قتل

بادشاہ نے میرزا خاں کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اسی وقت شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور اسی دن شاہی خاندان کے پندرہ افراد کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

میرزا خاں کی شکائتیں

اب میرزا خاں کا اقتدار پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا۔ بادشاہ کے رضاعی بھائی آنکس خاں اور طاہر خاں کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ ہر وقت بادشاہ سے میرزا خاں کی شکائتیں کرنے لگے۔ میراں حسین بھی اپنے بھائیوں کی شکائتوں سے متاثر ہوا۔ کبھی وہ کہتا تھا۔ "میں میرزا خاں کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچلوا دوں گا۔ کبھی کہتا میں اسے گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

میرزا کے قتل کی سازش

میرزا خاں تک بھی یہ تمام باتیں پہنچیں اور اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ نے اس کے متعلق کن کن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے میراں حسین کو معزول کرنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ میرزا حسین کی نیت بھانپ گیا۔ ۹۹۷ ہجری میں ۱۲ جمادی الاول کو آنکس خاں کے گھر میں ایک دعوت منعقد ہوئی جس میں بادشاہ نے شرکت کی اور میرزا خاں کو بھی مدعو کیا گیا تاکہ اس کا کام تمام کیا جا سکے۔ میرزا حسین نے بیماری کا بہانہ کیا اور دعوت میں نہ گیا۔ اس کی جگہ آقا میر شیروانی کو (جو اس کا رازدار تھا اور جسے بادشاہ بھی اپنا وفادار سمجھتا تھا) آنکس خاں کے مکان پر روانہ کیا۔

آقا شیروانی

آقا میر شیروانی جس وقت آنکس خاں کے گھر پہنچا' بادشاہ کھانے سے فارغ ہو چکا تھا۔ صاحب خانہ نے نووارد کے لیے ایک علیحدہ دسترخوان بچھوایا' آقا میر نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور میرزا خاں کی ہدایت کے مطابق قے کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور مکان سے باہر نکل آیا۔ میرزا خاں نے بادشاہ سے درخواست کی۔ "آقا میر شیروانی ایک عالی مرتبت شاہی امیر ہیں مناسب ہو گا اگر قلعہ احمد نگر کے باہر کسی اچھے مکان میں رہائش کی اجازت دی جائے۔ حضور کی توجہ سے یہ امیر صحت یاب ہو سکتا ہے۔ اگر بار خاطر نہ ہو تو شاہی حکیموں کو حکم دیا جائے کہ آقا میر کا علاج کریں۔

بیماری کا بہانہ

آنکس خاں کے مکان سے آ کر قلعہ کے باہر بادشاہ ایک باغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرزا خاں بادشاہ کے پاس آیا اور عرض کیا۔ "اس وقت آقا میر کی حالت تشویش ناک ہے۔ اگر حضور اس کی سابقہ خدمات کا خیال کرتے ہوئے عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے چلیں تو یہ امر حضور کی ذرہ نوازی سے کچھ بعید نہ ہو گا۔" بادشاہ اس وقت شراب کے نشے میں تھا اس نے میرزا خاں کی درخواست قبول کر لی اور مع دو تین ملازموں کے میرزا کے ساتھ قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

میراں حسین کی گرفتاری

قلعے میں اس وقت جو لوگ تھے وہ تمام کے تمام میرزا خاں کے حلیف اور بہی خواہ تھے۔ میرزا نے قلعے کا دروازہ بند کر کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور میر طاہر نیشا پوری کو قلعہ لہاکر کی طرف روانہ کر دیا تاکہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ کے بیٹے کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔ میرزا خاں یہ چاہتا تھا کہ برہان کے بیٹوں میں سے کسی ایک کو جو سب سے زیادہ قابل اور ذہین ہو تخت نشین کیا جائے۔

شہزادہ اسمٰعیل کی تخت نشینی

میر طاہر دوسرے روز برہان کے دو بیٹوں ابراہیم اور اسمٰعیل کو لے کر احمد نگر واپس آ گیا۔ میرزا نے قاسم بیگ اور محمد تقی اور دوسرے تمام غریب امراء کو جو اپنے اپنے گھروں میں مقیم تھے اور حالات سے بالکل بے خبر تھے بہ جبر شہر سے قلعہ میں طلب کیا۔ ایک مجلس منعقد کی گئی اور شہزادہ اسمٰعیل کو جو ابراہیم سے چھوٹا تھا اور جس کی عمر صرف نو سال تھی تخت نشین کیا گیا۔

جمال خاں مہدوی کا ہنگامہ

اسی اثناء میں قلعے کے باہر شور و غل کی آوازیں آنے لگیں۔ میرزا خاں نے چند اشخاص کو اس شور کا سبب دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ ان لوگوں نے واپس آ کر بتایا۔ یک صدی منصب دار جمال خاں مہدوی مع دوسرے منصب داروں کے ساتھ قلعے کے دروازے پر کھڑا ہوا ہے اس کا کہنا ہے کہ کئی دن سے ہم نے اپنے بادشاہ میراں حسین کو نہیں دیکھا یا تو ہمیں بادشاہ کی صورت دکھائی جائے یا ہمیں

اس کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے۔

جمال خاں کی منادی

میرزا خاں نے نہایت متکبرانہ انداز سے کہا۔ "میراں حسین اس قابل نہیں ہے کہ اسے بادشاہ بنایا جائے اب ہم سب کا بادشاہ شہزادہ اسمٰعیل ہے وہ ابھی باہر آکر تم سب کا سلام قبول کرے گا۔" یہ سن کر جمال خاں بہت بگڑا اس نے سارے شہر میں منادی کرا دی کہ میرزا خاں اور دوسرے غریب امراء قلعے کے اندر جمع ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے میراں حسین کو قید کر لیا ہے اور کسی دوسرے شخص کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہم سب کو اپنی آزادی کی حفاظت کرنی چاہیے اور غریبوں کے اقتدار اور تسلط سے چھٹکارا پانا چاہیے۔ ورنہ یاد رکھو کہ اہل دکن کے بیوی بچے غریبوں کے لونڈی اور غلام ہو جائیں گے۔"

اہل دکن کا اشتعال

اہل دکن نے جب یہ منادی سنی تو وہ فوراً مسلح ہو گئے دکنی باشندوں کے غول کے غول قلعے کی طرف روانہ ہوئے اور تھوڑی سی دیر میں پانچ چھ ہزار افراد کا مجمع ہو گیا۔ بدمعاشوں کا ایک گروہ بھی جمال خاں کے ساتھ ہو لیا۔ تمام حبشیوں نے قلعے پر حملہ کر دیا۔

جمال خاں کا قلعے پر دھاوا

میرزا خاں کی بدقسمتی کا دور آ گیا تھا اس لیے جمال خاں پچیس ہزار افراد کو ساتھ لے کر قلعے کے پاس آیا میرزا خاں نے عاقبت نااندیشی اور نادانی سے کام لیتے ہوئے سپاہیوں کی ایک جماعت جمال خاں کے مقابلے پر بھیجی۔ میرزا نے اپنے ماموں محمد سعید اور کشور خاں کو ایک سو پچاس غریب زادوں' سات غریبوں بیس دکنیوں اور "غلام علی" نامی ایک ہاتھی کے ہمراہ جمال خاں کی مدافعت کے لیے روانہ کیا۔

معرکہ آرائی

کشور خاں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ مختصر سی فوج جمال خاں کے لشکر جرار کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی' لیکن وہ مجبوراً قلعے سے باہر نکلا اور دشمن پر زبردست حملہ کیا۔ بہت سے غریب زادے مارے گئے اور پندرہ افراد زخمی ہو کر قلعے کے اندر واپس آ گئے۔ میرزا خاں نے غریبوں کو (جن پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے سب کچھ کیا تھا) اس طرح پریشان دیکھا تو کہا۔ "دکنیوں کا یہ تمام شور شرابہ محض میراں حسین کی وجہ سے ہے لہٰذا اس کو فوراً قتل کر دینا چاہیے تاکہ یہ ہنگامہ ختم ہو جائے۔

میراں حسین کا قتل

میرزا خاں نے اسمٰعیل خاں نامی ایک غریب زادے کو اشارہ کیا' اس نے فوراً میراں حسین کا سر تن سے جدا کر دیا۔ یہ کٹا ہوا سر قلعہ کے دروازے پر برج کے اوپر لٹکا دیا گیا۔ اسمٰعیل خاں نے بلند آواز میں دکنیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم لوگوں کا شور شرابہ میراں حسین کے لیے تھا اس کا سر حاضر ہے اب تم لوگوں کو چاہیے کہ اسمٰعیل بن برہان شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لو اور اس کی اطاعت و وفاداری کا عہد کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔"

جمال خاں کی تقریر

بعض دکنی امراء نے واپس چلے جانے کا ارادہ کر لیا' لیکن جمال خاں نے انہیں اس ارادے سے باز رکھا اور کہا "ہمیں میراں حسین کے قتل کا انتقام لینا چاہیے اور غریب زادوں کو اس جرم کی پاداش میں تہہ تیغ کرنا چاہیے۔ اسمٰعیل بن برہان کے عہد حکومت میں ہمیں باقتدار ہو کر رہنا چاہیے۔ غریبوں کا دست نگر ہو کر رہنا ہماری شان کے خلاف ہے۔"

اہل قلعہ کے نام پیغام

دکنیوں نے جمال خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور اسے اپنا سردار بنا کر قلعے کے محاصرے میں مصروف ہو گئے۔ جمال خاں نے عام لوگوں کی دلدہی کے واسطے اپنے چند آدمیوں کو قلعے کے دروازے کے پاس بھیجا اور اہل قلعہ کو یہ پیغام دیا۔ "عام لوگوں کو یہ رائے ہے کہ یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے اگر تم اس سر کو زمین پر پھینک دو تو دکنی اور حبشی اسے قریب سے دیکھ کر تمہاری بات کا یقین کر لیں گے اور معرکہ آرائی کا ارادہ ترک کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں گے۔"

تجاہل عارفانہ

میراں خاں نے بلوائیوں کی بات کا یقین کر لیا اور میراں حسین کا سر نیچے پھینک دیا۔ جمال خاں اور یاقوت خاں حبشی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ سر میراں حسین ہی کا ہے لیکن انہوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لے کر کہا۔ "یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے۔" اس کے بعد انہوں نے اس سر کو چادر میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔

آتش زدگی

اسی دوران میں قلعے کے قریب سے ایک سو بیل گھاس اور چارے سے لدے ہوئے گزرے۔ جمال خاں کے حکم سے ان بیلوں کو گرفتار کر لیا گیا اور قلعے کے دروازے کے قریب کھڑا کر کے ان کو آگ لگا دی گئی۔ چاروں طرف آگ پھیل گئی اور قلعے کے دروازے جل کر خاک ہو گئے۔ چاروں طرف انگارے ہی انگارے تھے نہ کوئی قلعے کے اندر جا سکتا تھا اور نہ کوئی باہر آ سکتا تھا۔

میرزا خاں کا فرار

جب رات دو گھڑی کے قریب گزر گئی تو آگ کی شدت کم ہوئی۔ میرزا خان' بالی خان' امین الملک نیشاپوری اور دوسرے امراء اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ سوار ہو کر قلعے کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ ان سب لوگوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں ان میں سے بعض تو شہر ہی میں اور بعض مضافات شہر میں دکنیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ میرزا خاں جنیر کی طرف روانہ ہو گیا اور چند روز تک اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔

غریبوں کا قتل

دکنی اور حبشی قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا' ان لوگوں نے قاسم بیگ' سید شریف گیلانی' اعتماد شوستری اور خواجہ عبدالسلام کے علاوہ باقی تمام غریبوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ تقریباً تین سو کے قریب مارے گئے ان میں میرزا محمد تقی نظیری' میرزا محمد صادق' میر عزیز الدین استر آبادی اور ملا نجم الدین شوستری جیسے یگانہ روزگار اور بے مثل اشخاص بھی تھے۔ میرزا صادق ذکی و فہیم انسان تھا وہ اعلیٰ درجے کا منشی اور شاعر تھا۔

لاشوں کی بے حرمتی

جب صبح ہوئی تو چاروں طرف غریبوں کی لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں۔ جمال خاں نے حکم دیا کہ ان لاشوں کو جنگل میں پھینک دیا جائے اور اگر ان کے وارث تجہیز و تکفین کرنا چاہیں تو انہیں منع کر دیا جائے۔ جمال خاں نے میراں حسین کو باغ روضہ میں دفن کر کے اسمٰعیل شاہ کو تخت پر بٹھایا اور ایک بار پھر غریبوں کو قتل کرنے اور ان کے مکانات کو لوٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔

غریبوں پر مزید مظالم

دکنیوں اور حبشیوں نے خوب جی کھول کر غریبوں پر مظالم ڈھائے۔ ان کو بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کیا اور ان کے اہل و عیال

کی آبروریزی کی' ان کے مکانات کو نذر آتش کیا گیا' معززین کو مجرموں کی طرح سزائیں دی گئیں۔ الغرض ظلم و ستم کا کوئی ایسا انداز نہ تھا جسے ان بے چاروں پر آزمایا نہ گیا ہو۔

میرزا خاں کی گرفتاری اور قتل

اس حادثے کے چوتھے روز میرزا خاں کو جنیر کے قریب گرفتار کر لیا گیا۔ جمال خاں کے حکم کے مطابق پہلے تو اسے گدھے پر سوار کر کے چاروں طرف گھمایا گیا اور بعد میں اس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

جمشید خاں شیرازی وغیرہ کا قتل

جمشید خاں شیرازی اس کے بھائیوں سید حسین اور سید محمد اور اس کے بیٹے سید مرتضیٰ کو بھی مجرم گردانا گیا۔ ان پر یہ جرم لگایا گیا کہ وہ میرزا خاں کے بہی خواہ تھے۔ اس جرم کی پاداش میں انہیں سزائے موت دی گئی اور ان کی لاشوں کو توپ کے منہ پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔

مصیبت کا خاتمہ

تقریباً ایک ہفتے تک شہر اور قصبوں میں غریبوں کو قتل کیا گیا ایک ہزار کے قریب غربا قتل ہوئے اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا اسی دوران میں فرہاد خان حبشی اپنی جاگیر سے واپس احمد نگر آیا اس نے لچوں' لفنگوں اور بدمعاشوں وغیرہ کی سرزنش کر کے اس فتنے کا دروازہ بند کر دیا اور اس طرح ان غریبوں نے جو اپنے دکنی اور حبشی دوستوں کے گھروں میں چھپے ہوئے تھے مصیبت سے نجات پائی۔

میراں حسین کی مدت حکومت

میراں حسین کی مدت حکومت دو ماہ تین دن ہے۔ تاریخی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ شیرویہ نے اپنے باپ پرویز کو ہلاک کیا لیکن وہ خود بھی ایک سال کے اندر ہی اندر مارا گیا۔ اسی طرح عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے اپنے باپ متوکل باللہ کو قتل کرنے میں ترکوں کا ساتھ دیا اور خود سال بھر بھی تخت پر نہ بیٹھا۔

برا انجام

میرزا عبداللطیف بن میرزا الغ بیگ بن میرزا شاہ رخ بن امیر تیمور نے بھی اپنے باپ کو دھوکا دیا اور الغ بیگ جیسے فاضل دانش مند اور یگانہ عصر کو تلوار کے گھاٹ اتارا مگر اس کا اپنا حشر بھی کچھ اچھا نہ ہوا۔ اور وہ چھ ماہ کی قلیل مدت تک بھی حکمرانی نہ کر سکا۔ بالکل ایسا ہی واقعہ میراں حسین کے ساتھ پیش آیا۔ اوپر کی مثالوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس نے اپنے باپ کی جان لے کر حکومت حاصل کی' اس کی اپنی جان پر بھی بن گئی۔ میراں حسین نے اپنے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو قتل کیا اور خود ایک سال تک بھی حکومت نہ کر سکا اور مارا گیا۔

اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

برہان نظام شاہ اور اس کے بیٹے

مرتضیٰ نظام شاہ کے حالات میں بیان کیا جاچکا ہے کہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ "کھاکر" کے قلعے میں قید تھا۔ اس نے اس خیال سے کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال ہو گیا ہے یا وہ پاگل ہو گیا ہے۔ احمد نگر پر لشکر کشی کی' لیکن وہ شکست کھاکر شہنشاہ اکبر کے پاس چلا گیا۔ برہان کے دو بیٹے تھے' ابراہیم اور اسمٰعیل ابراہیم یہ ایک حبشی عورت کے بطن سے تھا اسی وجہ سی اس کا رنگ کالا اور صورت غیر دلکش تھی اسمٰعیل کی ماں کوکن کے امیر کی بیٹی تھی اور وہ صورت و شکل کے لحاظ سے بھائی کے برعکس تھا اس کی شکل کافی جاذب توجہ تھی۔ صلابت خاں نے ان دونوں بھائیوں کو "کھاکر" کے قلعے میں قید کر دیا تھا۔

اسمٰعیل کی تخت نشینی

جب میرزا خاں نے میراں حسین کو معزول کیا اس وقت نظام شاہی خاندان میں ابراہیم اور اسمٰعیل کے علاوہ کوئی وارث تاج و تخت موجود نہ تھا۔ میرزا خاں نے قلعہ "کھاکر" سے ان ملازموں کو طلب کیا' اگرچہ ابراہیم بڑا تھا لیکن میرزا خاں نے بادشاہت کے لیے اسمٰعیل کو موزوں پایا اور اسی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

مہدوی مذہب اور اسمٰعیل

جمال خاں جب برسراقتدار آیا تو اس نے بھی اسمٰعیل شاہ کی بادشاہت کو تسلیم کیا۔ جمال خاں کا تعلق مہدوی فرقے سے تھا اس نے بادشاہ کی کمسنی اور نو عمری سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنا ہم عقیدہ بنا لیا اور بارہ اماموں کے نام خطبے سے نکال دیئے۔ قارئین اچھی طرح جانتے ہیں کہ مہدویہ فرقہ سید محمد جونپوری سے نسبت رکھتا ہے جنھوں نے ۹۶۰ھ میں اپنے مہدی ہونے کا دعوی کیا تھا۔ سید صاحب میں حضرت امام مہدی آخر الزماں کی چند خصوصیات پائی جاتی تھیں اس وجہ سے اکثرلوگ ان کے دعوی پر یقین لے آئے۔ سید صاحب کے حالات زندگی مشہور و معروف ہیں اس لیے راقم الحروف مورخ فرشتہ ان سے قطع نظر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہے۔

مہدویوں کی جاں نثاری

اسمٰعیل شاہ کے عہد حکومت میں سارے ہندوستان سے مہدوی فرقہ کے لوگ احمد نگر چلے آئے اور بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ لوگ اسمٰعیل کے بڑے وفادار اور جاں نثار تھے اور اسے اپنے فرقے کا خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسمٰعیل کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں صلابت خاں نے جو برار کی سرحد پر مقید تھا۔ میراں حسین کے قتل کی خبر سنی اور رہائی حاصل کرکے وہاں سے نکل پڑا۔

صلابت خاں اور دلاور خاں کا عزم احمد نگر

برار کے امیر مہدوی فرقہ کے اقتدار کی وجہ سی بہت ناخوش تھے۔ ان امیروں نے صلابت خاں کا ساتھ دیا اور اس کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہو گئے۔ دوسری طرف دلاور خاں نے بھی ابراہیم عادل شاہ سے اجازت لے کر احمد نگر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور بیجاپور سے روانہ ہو گیا۔ جمال خاں نے اپنے فرقے کے لوگوں کی قوت پر بھروسہ کرکے صلابت خاں اور دلاور خاں دونوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔

صلابت خاں اور جمال خاں میں جنگ

جمال خاں پہلے تو بادشاہ کو ہمراہ لے کر صلابت خان کے مقابلے کے لیے نکلا۔ پٹن کے قریب فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ بہت زبردست

جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں جمال خاں کو فتح ہوئی۔ صلابت خاں شکست کھا کر برہان پور اسیر کی طرف بھاگ گیا۔

عادل شاہیوں سے صلح

اس کے بعد جمال خاں نے عادل شاہی لشکر کے مقابلے کا ارادہ کیا' قصبہ آشٹی کے قریب فریقین ایک دوسرے کے مقابل ہوئے پندرہ روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی رہیں' لیکن جنگ کی ابتداء کسی کی طرف سے نہ ہوئی بالآخر کچھ لوگ بیچ میں پڑے اور صلح ہو گئی اور یہ طے پایا کہ جمال خاں میراں حسین کی پالکی اور ستر ہزار ہون عادل شاہیوں کے سپرد کر دے۔ جمال خاں نے یہ شرط پوری کر دی اور احمد نگر روانہ ہو گیا۔

غریبوں کا خروج

جمال خاں نے عید الفطر کے دن تقریباً تین سو (۳۰۰) غریبوں کو (جو فرہاد خاں کی کوششوں سے ابھی تک بچے ہوئے تھے) احمد نگر سے نکال دیا اور یہ بیچارے بیجاپور کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان خستہ حالوں کی کیفیت دلاور خاں نے ابراہیم عادل سے بیان کی اور اس نے انہیں شاہی ملازمین کے گروہ میں شامل کر لیا۔ اب تک یہ سب بیچارے بیجاپور ہی میں ہیں۔

مورخ فرشتہ بیجاپور میں

راقم الحروف مورخ فرشتہ بھی غریبوں کے گروہ کے ساتھ ۱۹ صفر ۹۹۸ھ کو احمد نگر سے بیجاپور آ گیا۔ دلاور کے توسط سے بادشاہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور مجھے شاہی ملازمین میں داخل کر لیا گیا۔ تاحال اسی عالی مرتبت بادشاہ کی بارگاہ سے وابستہ ہوں۔

صلابت خاں کا انتقال

اسی زمانے میں صلابت خاں کی عمر ستر سال ہو چکی تھی وہ زندگی کی آخری منزل پر تھا اس صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے اسمٰعیل نظام شاہ سے اس نے جمال خاں کے واسطے ایک قول نامہ حاصل کیا اور برہان پور اسیر سے احمد نگر آ گیا۔ صلابت خاں نے کوئی منصب قبول نہ کیا اور اپنے آباد کیے ہوئے قصبے پنکاپور میں قیام پذیر ہوا اور آخری وقت تک وہیں رہا۔ اسی سال یعنی ۹۹۸ ہجری میں اس نے داعی اجل کو لبیک کہا اور خود اپنے تعمیر کردہ مزار میں مدفون ہوا۔ صلابت خاں کی یادگار اس کا لڑکا مرتضیٰ قلی موجود ہے جو آج کل مرتضیٰ شاہ بن شاہ علی کی بارگاہ میں ملازم ہے۔

برہان شاہ کو اکبر کا مشورہ

جب اکبر بادشاہ نے اسمٰعیل نظام شاہ کی تخت نشینی کی خبر سنی تو اس نے برہان شاہ کو اس کی جاگیر ملک نیگش سے (جو کابل اور سندھ کے درمیان واقع ہے) اپنے پاس بلوایا اور کہا۔ "(احمد نگر کے حقیقی وارث تمہیں ہو' اس لیے میں یہ ملک تم کو عطا کرتا ہوں۔ اس ملک کو فتح کرنے کے لیے جتنا لشکر بھی درکار ہو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو جاؤ اور اپنے بیٹے کو معزول کر کے عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لو"۔

برہان شاہ کو جواب

برہان نے بادشاہ سے کہا۔ "اہل دکن جب شاہی لشکر کو میرے ساتھ دیکھیں گے تو وہ طرح طرح کے توہمات میں مبتلا ہو جائیں گے اور میرے ساتھ بری طرح پیش آئیں گے۔ اگر حضور کا حکم ہو تو میں اکیلا ہی دکن کی طرف جاؤں اور نرمی اور ملائمت سے اہل دکن کو اپنا بہی خواہ بنا کر اپنے موروثی ملک پر قبضہ کروں۔ بادشاہ نے برہان کی اس رائے کو پسند کیا۔

دکن کو روانگی

اکبر بادشاہ نے پرگنہ ہنڈیا برہان شاہ کو بطور جاگیر کے عنایت کی' حاکم اسیر راجہ علی خاں کے نام اس مضمون کا ایک فرمان بھیجا کہ برہان شاہ کی مدد میں کوتاہی نہ کی جائے۔ برہان شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دکن کی سرحد پر پہنچا اور قصبہ ہنڈیا میں قیام پذیر ہوا۔ اس نے نظام شاہی علاقے کے زمینداروں اور سرداروں کو قول نامے روانہ کیے اور انہیں اپنی اطاعت کی ترغیب دی۔ ان زمین داروں نے برہان شاہ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور اس کے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

برہان شاہ اور جہانگیر خاں حبشی کا معرکہ

برہان شاہ نے گنتی کے چند سوار ساتھ لیے اور کندوانہ کے راستے سے برار میں داخل ہو گیا۔ جہانگیر خاں حبشی (جو ایک سرحدی امیر تھا) نے وعدہ خلافی کی اور لڑائی کا ارادہ کیا فریقین ایک دوسرے سے معرکہ آراء ہوئے برہان شاہ کو شکست ہوئی' چغتائی خاں نامی ایک امیر مارا گیا' برہان شاہ بحال تباہ واپس ہنڈیا آ گیا۔

فراہمی لشکر

برہان شاہ دن رات احمد نگر پر قبضہ کرنے کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ آخر کار یہ وقت آیا کہ راجہ علی خاں اور ابراہیم عادل شاہ اس کی مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ برہان ہنڈیا سے برار چلا گیا اور لشکر جمع کرنے لگا۔ جمال خاں کو جب اطلاع ملی تو اس نے دس ہزار مہدویوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا۔

مہدویوں کا فیصلہ

مہدویوں نے یہ طے کیا کہ سید امجد الملک مہدوی براری امیروں کو ساتھ لے کر برہان اور راجہ علی خاں کا مقابلہ کرے اور جمال خاں عادل شاہیوں کے سامنے آئے۔ اس فیصلے کے مطابق جمال خاں نے اسمٰعیل شاہ کو ساتھ لیا اور عادل شاہ کو مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

عادل شاہی لشکر کو شکست

دارے سنگ نامی قصبے میں فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ مہدویوں نے شجاعت و بہادری کا بڑا شاندار مظاہرہ کیا۔ عادل شاہی لشکر کو شکست ہوئی اور جمال خاں نے تین سو عادل شاہی ہاتھیوں کو اپنے قبضے میں کیا۔

جمال خاں کی برار کو روانگی

اس واقعے کے چوتھے روز یہ اطلاع ملی کہ عادل شاہ اور راجہ علی خاں کی کوششوں سے براری امیروں نے برہان شاہ کی اطاعت کر لی ہے۔ اور سرحد پر اس سے ملاقات کی یہ خبر سنتے ہی جمال خاں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ برار کی طرف روانہ ہو گیا۔

عادل شاہ کی کارروائی

راجہ علی خاں کے مشورے کے مطابق عادل شاہ نے جمال خاں کا تعاقب کیا اور برگی امیروں کو یہ حکم دیا کہ نظام شاہی لشکر پر چاروں طرف سے چھاپے مارے جائیں اور غلہ اور سامان ضرورت اس کے پاس نہ پہنچنے دیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی تو جمال خاں کے بہت سے ساتھی اس سے علیحدہ ہو کر برہان سے مل گئے۔

مہدوی لشکر کی پریشانی

جمال خاں اپنے مہدوی جان نثاروں کی وفاداری اور خلوص پر اعتماد کر کے بڑی شان و شوکت کے ساتھ راستہ طے کرتا ہوا رونگیر گھاٹ پر پہنچا۔ برہان شاہ کے آدمیوں نے گھاٹ کا راستہ مسدود کر رکھا تھا۔ جمال شاہ ایک دوسرے راستے سے جو بہت ہی مشکل اور

پیچیدہ تھا۔ برہان شاہ کی طرف بڑھا اس راستے میں پانی بہت کم تھا اور ہوا انتہائی گرم تھی اس وجہ سے جمال خاں کے سپاہیوں کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور منزل کے تعین میں خاصی زحمت اٹھانا پڑی۔

پانی کی نایابی

اسی اثناء میں یہ معلوم ہوا کہ تین کوس کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جہاں پانی بکثرت ہے۔ جمال خاں فوراً اس مقام کی طرف روانہ ہوا' لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی برہان شاہ اور علی خاں نے اس مقام کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ جمال خاں کے لشکریوں کی حالت بہت خراب ہو گئی اور انہوں نے راستے کے ایک جنگل میں قیام کیا۔

پانی کی فراہمی

یہ سپاہی پانی کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑنے لگے ان کو اطلاع ملی کہ قریب ہی ایک نخلستان ہے اور وہاں پانی بکثرت ہے یہ لوگ بھاگے بھاگے وہاں گئے تھوڑا سا پانی ہاتھ لگا جو جانوروں اور انسانوں کی پیاس بجھانے کے کام آیا۔

فریقین کا آمنا سامنا

جمال خاں نے اسی دن معرکہ کارزار گرم کر کے معاملے کو ختم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور برہان شاہ اور راجہ علی خاں کے مقابلے کے لیے ۱۳ رجب ۹۹۹ ہجری کو روانہ ہو گیا۔ اگرچہ فریقین کی فوجوں میں کافی فاصلہ حائل تھا لیکن مہدویوں نے کسی نہ کسی طرح یہ فاصلہ طے کر ہی لیا۔ جمال خاں اپنے ہم عقیدہ بھائیوں کی قوت پر نازاں ہو کر دشمن کے مقابلے پر آ گیا۔

اسمٰعیل نظام کا فرار

دونوں لشکروں میں زبردست لڑائی ہوئی۔ مہدویوں کی فوج نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اور دشمن کو پسپا کر دیا' قریب تھا کہ مہدویوں کو فتح حاصل ہوتی کہ اچانک ایک گولی جمال خاں کے ماتھے پر لگی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ یہ صورت حال دیکھ کر یاقوت خاں' خداوند خاں حبشی اور خواجہ میر سہیل نے میدان جنگ میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اسمٰعیل نظام کو لے کر بھاگ گئے۔

برہان نظام شاہ کی فتح

برہان شاہ نے فراریوں کا تعاقب کیا' یاقوت خاں اور خداوند خاں حبشی کو اس نے گرفتار کر لیا اور ان دونوں کے سر تن سے جدا کر دیئے' سہیل خواجہ سرا نے اسمٰعیل نظام کو ایک قصبے میں چھوڑا اور خود بیجاپور کی طرف بھاگ گیا۔ برہان شاہ کے امراء نے سہیل کا پیچھا چھوڑ دیا اور اسمٰعیل نظام کو اس کے باپ کے پاس لے آئے۔ برہان شاہ بہت ہی خوش ہوا اور اس نے راجہ علی خاں کو جس نے اس کی بہت مدد کی تھی چند ہاتھی بطور تحفہ نذر کیے۔ اس کے بعد برہان احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسمٰعیل شاہ نے دو سال تک حکمرانی کی۔

برہان نظام شاہ بن حسین نظام شاہ

ایام اسیری

برہان نظام شاہ اپنے بھائی نظام مرتضٰی کے عہد حکومت میں "لہاکر" میں قید تھا۔ اس کی جاگیر بہت تھی اس وجہ سے اس کی زندگی بڑی اچھی طرح گزرتی رہی۔ مرتضٰی نظام کے زمانے میں صاحب خاں کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے تمام امراء اور سرداران لشکر بادشاہ سے بہت ناخوش تھے۔ جب مرتضٰی، صاحب خاں کے پیچھے پیچھے بیدر روانہ ہوا تو امراء نے موقع پا کر برہان شاہ کو لکھا۔ "آپ کا بھائی بالکل دیوانہ ہے اور وہ بادشاہت کے قابل نہیں رہا اگر آپ قلعے سے نکل کر یہاں آئیں تو ہم سب آپ کا ساتھ دیں گے اور آپ کا ہر طرح سے ساتھ دیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے۔"

برہان نظام شاہ احمد نگر میں

برہان شاہ نے قلعے کے حاکم سے ساز باز کی اور باہر نکل آیا جب وہ جنیر کے قریب پہنچا تو اس کے گرد پانچ چھ ہزار سپاہی جمع ہو گئے اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا گیا۔ مرتضٰی نظام کو اس واقعے کی جب اطلاع ملی تو وہ بیدر میں تھا، فوراً احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضٰی نظام کی آمد سے ایک روز قبل برہان شاہ احمد نگر پہنچ گیا۔ اسی روز عصر کے وقت اس نے ہاتھی پر سوار ہو کر سارے شہر کا چکر لگایا تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ مرتضٰی نظام زندہ نہیں ہے۔

مرتضٰی نظام کی آمد

مرتضٰی نظام بھی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد نگر پہنچا۔ نعمت خاں چاشنی گیر کے بازار میں پہنچ کر زین خاں سمنانی دوا فروش کی دکان پر اپنا ہاتھی کھڑا کیا اور دکان دار سے پوچھا۔ "تمہاری دکان پر کیا کیا اشیاء موجود ہیں؟" بادشاہ نے استفسار کیا "کیا تمہارے پاس دیوانگی و جنون کے دور کرنے کی بھی کوئی دوا ہے؟ اس کے جواب میں دوا فروش بولا۔ "میرے پاس ہر طرح کے جلاب کی دوائیں موجود ہیں۔"

دوا فروش سے گفتگو

اس پر بادشاہ نے کہا۔ "خدا ہی جانتا ہے کہ میں مجنون و دیوانہ ہوں یا فقیروں کی طرح خلوت گزیں ہو کر حکمرانی کرنے کا خواہاں ہوں یا میرے بھائی کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے جو اس نے اپنے آپ کو اس مصیبت میں گرفتار کر لیا ہے" زین خاں نے کہا۔ "حضور بڑے اطمینان کے ساتھ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہیں۔ برہان شاہ پاگل ہے کہ جس نے نمک حرامی کر کے آپ جیسے مہربان اور سراپا لطف و کرم بھائی کے خلاف یہ ناشائستہ حرکت کی ہے۔ مرتضٰی نظام دوا فروش کی گفتگو سے بہت خوش ہوا اور اسے ایک ہزار ہون انعام میں دے کر وہاں سے روانہ ہوا۔

برہان نظام شاہ سے اس کے ساتھیوں کی علیحدگی

مرتضٰی نظام شاہ پورے آٹھ برس کے بعد رعایا کے سامنے آیا تھا اس نے اپنے اکثر و بیشتر ملازموں اور خدمت گزاروں کو پہچانا اور ان سے بات چیت کی وہ شہر کے مختلف بازاروں کا چکر لگاتا ہوا قلعے میں آ گیا۔ دوسرے دن برہان شاہ باغ ہشت بہشت میں مقیم ہوا۔ مرتضٰی نظام کی خبر سارے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اس لیے برہان شاہ کے اکثر ساتھی اس سے علیحدہ ہو گئے۔

جنگ میں برہان نظام شاہ کو شکست اور فرار

دوسرے دن بھی مرتضیٰ نظام شاہ ہاتھی پر سوار ہو کر قلعے سے باہر میدان میں آیا۔ تقریباً دس ہزار سوار اس کے چتر کے نیچے جمع ہو گئے۔ بادشاہ خود تو "کالا چبوترہ" کے قریب کھڑا ہوا اور صلابت خاں کو سپہ سالار مقرر کر کے توپ خانے اور ہاتھیوں کے ہمراہ برہان شاہ کے مقابلے میں روانہ کیا۔ باغ ہشت بہشت کے قریب زبردست جنگ ہوئی اور برہان شاہ شکست کھا کر بیجاپور کی طرف بھاگ گیا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر میں دوبارہ آمد

دو سال کے بعد برہان شاہ اپنے بعض امیروں کی درخواست پر درویشانہ لباس میں احمد نگر آیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر طے کیا کہ فلاں روز جب کہ صلابت خاں دیوان خانے میں بیٹھا ہوا ملکی معاملات کا فیصلہ کر رہا ہو تو پانچ سو (۵۰۰) سوار ایک دم اس پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر ڈالیں۔ اور مرتضیٰ نظام شاہ کو جو پاگل ہو گیا ہے قتل کر کے برہان شاہ کی حکومت کا اعلان کر دیں۔"

واپسی

صلابت خاں پر ان کی سازش کا راز کھل گیا ان تمام سازشیوں کو گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد صلابت خاں نے برہان شاہ کو ڈھونڈھنا شروع کیا مگر وہ اس کے ہاتھ نہ آیا کیونکہ برہان فقیرانہ لباس میں ادھر ادھر گھومتا تھا اور اس عالم میں اسے پہچاننا بہت مشکل تھا۔ احمد نگر سے وہ گجرات چلا گیا اور قطب الدین محمد خاں غزنوی کے ہاں قیام پذیر ہوا اس کے کچھ دنوں بعد وہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

برہان----اکبر بادشاہ کی خدمت میں

برہان شروع میں سرحدی امیر تھا' لیکن بعد میں جب اسے خاں اعظم کوکہ کے ساتھ دکن روانہ کیا گیا تو اسے ایک ہزاری منصب دار بنا دیا گیا تھا۔ خاں اعظم نے بالاپور پہنچ کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا' لیکن مقصد پھر بھی پورا نہ ہوا اور وہ نامراد واپس آیا۔ بعد میں اکبر بادشاہ نے برہان شاہ کو صادق محمد خاں کے ساتھ دریائے سندھ اور کابل کے درمیانی علاقے کے افغانوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا اور قصبہ بنگش کا جاگیردار مقرر کیا۔

دکن کو واپسی اور حکمرانی

برہان شاہ کا بیٹا جب احمد نگر کا حکمران ہوا تو اکبر بادشاہ نے برہان کو بنگش سے بلا کر دکن کی طرف روانہ کیا' جیسا کہ سطور بالا میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ وہ اپنی عمر کے آخری حصے میں احمد نگر کے تاج و تخت کا مالک بن گیا۔

مہدوی مذہب کی بیخ کنی

برہان شاہ کے بیٹے کے عہد میں مہدوی مذہب نے بہت زور پکڑا تھا' سارے ملک میں اس مذہب کے پرستار موجود تھے' لیکن برہان نے اس عقیدے کو بالکل نیست و نابود کر دیا۔ اس نے حکم دیا کہ مہدوی مذہب کے ماننے والے جہاں کہیں بھی نظر آئیں انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس اقدام کا یہ نتیجہ نکلا کہ کچھ عرصے میں یہ مذہب احمد نگر سے بالکل ختم ہو گیا۔

شیعہ مذہب کا رواج

برہان شاہ نے حسب سابق شیعہ مذہب کو رواج دیا اور اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کئے گئے۔ وہ غریب امراء جو میرزا خاں کی وجہ سے ملک سے فرار ہو گئے تھے دوبارہ احمد نگر آئے۔ اور یہ شہر ایک دفعہ اہل کمال کا مرکز بن گیا۔

عادل شاہ کا پیغام

دلاور حبشی جو عادل شاہ کے خوف کی وجہ سے احمد آباد بیدر چلا گیا تھا۔ برہان شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے منصب و جاگیر سے سرفراز کیا گیا۔ عادل شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو بہت آزردہ ہوا اس نے برہان نظام شاہ کو پیغام بھیجا۔ "دوستانہ مراسم کا یہ تقاضہ ہے کہ آپ دوست دشمن میں امتیاز کریں اور میرے دوستوں کو اپنا دوست اور میرے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھیں' آپ ہر معاملے میں میرا ساتھ دیں تاکہ باہمی رفاقت اور زیادہ مستحکم ہو۔ مجھے انتہائی تعجب ہے کہ جناب والا نے میرے ایک نمک حرام ملازم کو آپ نے نہ صرف منصب و جاگیر ہی بخشی بلکہ اسے ایک ممتاز عہدہ پر تعین بھی کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان تعلقات کا خیال رکھیں گے جو میرے اور آپ کے درمیان چلے آرہے ہیں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے گے جو میری دل شکنی کا باعث ہو۔

پیغام کا نازیبا جواب

یہ پیغام سن کر برہان شاہ بہت غصے میں آیا اسے واقعی دوست اور دشمن میں امتیاز نہ رہا اور اس پیغام کے جواب میں نازیبا اور سخت باتیں کیں۔ یہ جواب پاکر عادل شاہ بھی محتاط ہو گیا اور برہان شاہ کی دشمنی پر کمر باندھ لی۔

ہاتھیوں کی واپسی کا مطالبہ

عادل شاہ نے ملا عنایت اللہ جہری کو احمد نگر بھیجا اور برہان شاہ کو پیغام دیا۔ وہ تین سو (۳۰۰) ہاتھی جو دلاور خاں کی ناتجربہ کاری اور حماقت کی وجہ سے آپ نے قبضے میں کر رکھے ہیں واپس کر دیجئے۔ اگر آپ نے اس سلسلے میں تاخیر کی تو آپ کو زبردست نقصان اٹھانا پڑے گا۔

عادل شاہی علاقے پر لشکر کشی

برہان شاہ کو جب یہ پیغام ملا تو وہ اور زیادہ غصے میں آیا اور اس نے فوراً لشکر کی فراہمی کا حکم دیا اور اپنے امیروں کو ساتھ لے کر عادل شاہی علاقے میں داخل ہو گیا۔ عادل شاہ برہان کو ایک ذرہ بے مقدار سے زیادہ نہ سمجھتا تھا لہٰذا اس نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور بیجاپور ہی میں مقیم رہا۔ برہان نے دریائے بیورہ کے کنارے منگسرہ نامی مقام پر قیام کیا۔ دلاور خان اور دوسرے امراء کے مشورے سے اس نے فی الحال آگے قدم بڑھانا مناسب نہ سمجھا۔

بلند عزائم

برہان شاہ نے یہ ارادہ کیا کہ دریائے بیور کے پار ایک قلعہ تعمیر کروائے اور اس مقام تک تمام عادل شاہی علاقہ اپنے قبضے میں کر کے نو تعمیر شدہ قلعے کو سرحد قرار دے اور بعد ازاں رفتہ رفتہ شولاپور اور شاہ ورک پر بھی قبضہ کرے۔

نئے قلعے کی تعمیر کا کام

گرمیوں کا زمانہ تھا برہان شاہ نے تجربہ کار معماروں اور کاریگروں کو دریائے بیورہ (جو ان دنوں پایاب تھا) کے پار اتارا اور ایک ایسی جگہ پر قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروایا' جہاں پرانے زمانے میں ایک قلعہ موجود تھا' لیکن اب امتداد زمانہ کے ہاتھوں مسمار ہو چکا تھا۔ اس کے کھنڈرات ابھی تک باقی تھے' شاہی معماروں نے بڑی مستعدی سے کام شروع کیا اور قلعے کو جلد از جلد تیار کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

برسات کا موسم

عادل شاہ نے مصلحتاً بیجاپور سے کوئی فوج نظام شاہی لشکر کی سرکوبی کے لیے روانہ نہ کی لہٰذا یہ لوگ بڑے اطمینان کے ساتھ قلعے کی

تعمیر میں مصروف رہے- کچھ دنوں بعد برسات کا موسم آگیا اور یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں دریا کا پانی چڑھ کر قلعے اور لشکر کے درمیان حائل نہ ہو جائے اور اس سے فائدہ اٹھا کر عادل شاہی فوج قلعے پر قبضہ نہ کر لے- برہان شاہ نے نامکمل قلعے پر دروازے لگائے اور حصار کو توپوں وغیرہ سے مستحکم کیا اور برسات کے دوران قلعے کو مکمل کرنے کا ارادہ کر لیا-

دلاور خاں کی خام خیالی

اسی اثناء میں دلاور خاں نے سوچا جب تک میرے جیسا فہیم اور دانش مند امیر بیجاپور میں نہ پہنچے گا عادل شاہ کو نظام شاہیوں کے ہنگامے سے نجات نہ ملے گی- اس خیال کے پیش نظر دلاور خاں نے عادل شاہ سے قول نامے کی درخواست کی تاکہ پورے اطمینان کے ساتھ وہ بیجاپور جائے اور پہلے کی طرح سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے-

دلاور کی بیجاپور کو روانگی

عادل شاہ تو یہی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح دلاور خاں اس کے ہاتھ لگ جائے لہٰذا اس نے فوراً قولنامہ روانہ کر دیا- برہان شاہ نے دلاور کو بہت روکا مدلل انداز سے سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور بیجاپور روانہ ہو گیا-

عادل شاہی لشکر کی روانگی

دلاور خاں یونہی بیجاپور پہنچا اسے گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا گیا- اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے دشمن کی طرف توجہ کی اور رومی خاں اور الیاس خاں جیسے نامی گرامی امیروں کو نظام شاہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا- ان امیروں نے قلعہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور برکی امراء کو پانچ چھ ہزار کے لشکر کے ساتھ دریا کے پار اتارا- اور حکم دیا کہ تباہی و بربادی کا بازار ایسا گرم کیا جائے کہ نظام شاہیوں کے لیے اطمینان کا سانس لینا بھی دشوار ہو جائے-

برہان نظام شاہ کا اقدام

عادل شاہیوں نے دشمن کو بہت پریشان کیا' برہان شاہ یہ صورت حال دیکھ کر بہت غصے میں آیا- اس کو اپنے امیروں پر قطعاً بھروسہ نہ تھا رات کے وقت وہ دشمن کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا اور صبح ہوتے ہی وہاں پہنچ گیا- عادل شاہیوں نے جب دشمن کی فوج کو دیکھا تو وہ اس جگہ سے کوچ کر گئی اور دریا کو پار کر کے الیاس خاں اور رومی خاں سے جا ملے اور اپنے لشکر کو منظم کرنے لگے-

دریا میں طغیانی

اتفاق سے اسی وقت دریا میں زبردست طغیانی آ گئی اور برہان شاہ اس وجہ سے دریا کو پار نہ کر سکا- اس نے دریا کے اس کنارے سے دوسرے کنارے پر کھڑے ہوئے دشمن پر توپوں کے ذریعے گولہ باری کی' لیکن اس کو کوئی نتیجہ نہ نکلا اور وہ واپس اپنی جگہ پر آ گیا-

برکی امراء کی یورش

برکی امیروں نے دوبارہ دریا کو پار کر کے نظام شاہیوں کو پریشان کرنا شروع کیا- آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی غلے اور چارے کی کمی کی وجہ سے برہان شاہ کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہو گئے- برہان نے نو تعمیر قلعے کو اسد خاں ترک کے حوالے کیا بہادر اور جوان ہمت سپاہیوں کے ایک گروہ کو قلعے کے اندر چھوڑا اور خود یہاں سے کوچ کر کے نظام شاہی حدود میں آ گیا تاکہ غلہ اور دیگر سامان ضرورت باآسانی حاصل کیا جا سکے-

عادل شاہیوں کے حوصلے

اب رومی خاں اور الیاس خاں کو تگ و دو کا اچھا خاصا موقع ہاتھ میں آ گیا انہوں نے دریا کو پار کر کے دشمن کو نقصان پہنچانا شروع کر

دیا- برہان شاہ بہت پریشان ہوا اس نے برار کے امیر الامراء نور خاں کو جو بہادری میں اپنی مثال آپ تھا کئی دوسرے امیروں کے ہمراہ عادل شاہی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا-

نظام شاہیوں کی شکست

لشکر سے دو تین کوس کے فاصلے پر نور خاں اور عادل شاہیوں میں معرکہ آرائی ہوئی- اعتماد خاں شوستری نے نیزہ مار کر نور خاں کو ہلاک کر دیا اور اس طرح نظام شاہیوں کو زبردست شکست ہوئی- عادل شاہیوں نے دشمن کے ڈیڑھ سو ہاتھی اپنے قبضے میں کر لیے-

امراء کا ارادہ

اس واقعے سے برہان شاہ کی بڑی ذلت ہوئی اور خود اس کے امیر اس کے خلاف ہو گئے- دکن کے نامی گرامی امراء کامل خاں اور اس کے بھائیوں وغیرہ نے برہان کو معزول کر کے اس کے لڑکے اسمٰعیل کو تخت پر بٹھانے کا فیصلہ کر لیا- برہان شاہ کو امیروں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی- اس نے کامل خاں وغیرہ کو سخت سزا دی-

یوسف خواجہ سرا کا خطرناک ارادہ

اس واقعہ کے بعد اہل دکن بادشاہ کے زیادہ مخالف ہو گئے ایک مقرب شاہی یوسف خواجہ سرا نے جو حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھا اس نے رات کے وقت بادشاہ کو قتل کر کے اس کے بیٹے اسمٰعیل کو تخت پر بٹھانے کا ارادہ کیا- برہان شاہ کو اس کی اطلاع ہو گی' لیکن اسے یقین نہیں آیا کہ یوسف اس کے بارے میں ایسا بھی سوچ سکتا ہے-

بادشاہ کی چشم پوشی

ایک رات بادشاہ نیند کے بہانے خواب گاہ میں گیا- یوسف سرا بھی خنجر ہاتھ میں لے کر خیمے میں آ گیا- برہان شاہ نے اس کو دیکھ لیا اور چھلانگ لگا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا- یوسف سے بادشاہ کو بڑی محبت تھی لہٰذا اس نے اسے کچھ نہ کہا بلکہ اس واقعے سے ایسی چشم پوشی کی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو-

صلح کی کوشش

محمد قلی قطب شاہ اور راجہ علی خاں نے جب حالات کو بگڑتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے معتبر امیروں مصطفٰے خاں استرآبادی اور عبدالسلام توفی کو بیجاپور روانہ کیا اور ابراہیم عادل شاہ سے صلح کی کوشش کی- عادل شاہ نے صلح کرنے سے انکار کر دیا اور تین مہینے تک یہ معاملہ یونہی رہا- آخر جب قطب شاہ اور علی خاں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو اس شرط پر صلح قبول کی کہ برہان شاہ اپنا نو تعمیر قلعہ اپنے ہی ہاتھوں سے مسمار کر کے واپس چلا جائے-

صلح کی شرط کے ایفاء کا اقرار

خواجہ عبدلسلام توفی نے یہ شرط پوری کرنے کا وعدہ کیا اور عادل شاہ سے کہا- "یہ مناسب ہو گا کہ حضور اپنے کسی معتبر امیر کو ہماری ساتھ کر دیں تاکہ اس کی موجودگی میں یہ شرط پوری کی جائے- عادل شاہ نے شاہ نواز خاں شیرازی کو (جس کا تذکرہ عادل شاہی حالات میں آ چکا ہے) برہان شاہ کے پاس روانہ کیا-

برہان نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

شاہ نواز خاں نظام شاہی لشکر میں پہنچا' برہان شاہ کے امیروں نے اس کا استقبال کیا اور اسے بادشاہ کے پاس لے گئے- برہان شاہ نے شاہ نواز کی موجودگی میں نو تعمیر قلعہ مسمار کیا اور اسے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا- اس کے بعد برہان شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا

ہوا جلد از جلد احمد نگر پہنچ گیا۔

ریکندہ پر لشکر کشی

۱۰۰۱ ہجری میں برہان شاہ نے ریکندہ کے عیسائیوں کی سرزنش کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے امراء کی ایک جماعت کو بندر چیول روانہ کیا۔ برہان شاہ نے حکم دیا کہ دریا کے کنارے جو پہاڑ ہے اس پر ایک قلعہ تعمیر کیا جائے قلعہ کا رخ اس طرف ہو جدھر سے عیسائیوں کی کشتیاں قلعہ ریکندہ کی طرف جاتی ہیں۔ قلعے کو توپوں وغیرہ سے خوب اچھی طرح مستحکم کیا جائے تاکہ عیسائیوں کو سامان ضرورت نہ پہنچ سکے۔

قلعہ کھوالہ کی تعمیر

بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور قلعہ تیار ہو گیا۔ اس قلعے کا نام "کھوالہ" رکھا گیا۔ عیسائیوں نے دن کے وقت اپنی آمد و رفت کو موقوف کر دیا اور رات کے وقت قلعے کے سامنے سے گزرنے لگے۔ انہوں نے دوسری بندرگاہوں سے جو عیسائیوں کے قبضے میں تھیں مدد کی درخواست کی۔ عیسائیوں نے ریکندہ کے اپنے ہم مذہبوں کا ساتھ دیا اور دوبارہ مسلمانوں پر شب خون مارا۔ ہر مرتبہ دو دو، تین تین ہزار دکنی مسلمان مارے گئے۔

قلعہ کھوالہ کے لیے مزید لشکر

برہان شاہ دل میں دکنی لشکریوں کے قتل سے بہت خوش تھا، لیکن ظاہری طور پر اس واقعے پر افسوس کا اظہار کیا۔ بادشاہ نے فرہاد خاں اور شجاعت خاں حبشی کو دوسرے دکنی امراء کے ساتھ (جن سے وہ آزردہ خاطر تھا) مع دس ہزار سپاہیوں کے قلعہ کھوالہ کی طرف روانہ کیا۔

روبسائی اور دمن پر لشکر کشی

روبسائی اور دمن کی بندرگاہیں گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہیں۔ ان بندرگاہوں سے ریکندہ والوں کو بہت مدد ملی تھی۔ اس لیے برہان نظام شاہ نے بہادر گیلانی کو دوسرے کئی غریب امراء کے ساتھ ان بندرگاہوں کی طرف روانہ کر دیا۔ بہادر گیلانی ۱۷ شوال ۱۰۰۱ ہجری کو منزل مقصود پر پہنچا۔ عیسائیوں اور فرنگیوں کی ایک بڑی تعداد نے بہادر گیلانی کا مقابلہ کیا۔

فرنگیوں اور نصرانیوں کا قتل

دکنی اور حبشی امراء نے جو کھوالہ کی مہم پر نامزد کیے گئے تھے، بڑی جرات اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور فرنگیوں کو منہ کی کھانی پڑی تقریباً ایک سو فرنگی اور دو سو نصرانی لڑائی میں کام آئے۔

عظیم الشان جشن مسرت

برہان شاہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا اس نے آئینہ خانہ کی عمارت میں جو عمارت بغداد کے بالکل ساتھ ہی تعمیر کروائی گئی تھی ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا۔ اس موقعہ پر ہر شخص کو یہ اجازت تھی کہ اسے جس چیز کی خواہش ہو بلا جھجک طلب کرے۔ شراب اور کئی طرح کے لذیذ حلوے اور معجونیں مجلس میں لائی گئیں۔ مے خواروں نے جام انڈیلنے شروع کیے اور جو پینے کے عادی نہ تھے، شربتوں وغیرہ سے جی بہلایا اس کے بعد گانے بجانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔

خان خاناں کی مالوہ پر لشکر کشی

۱۰۰۱ ہجری میں برہان شاہ کو اطلاع ملی کہ بادشاہ اکبر نے بیرم خاں کے بیٹے خان خاناں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ مالوہ کی مہم پر اور

میرزا شاہ رخ بادشاہ بدخشاں اور شہباز خاں کو سلطان پور ندرباد کی طرف روانہ کیا ہے۔ برہان شاہ نے اس خیال کے پیش نظر کہ کہیں خان خاناں برار پر حملہ نہ کر دے' عماد خاں کو راجہ علی خاں کے پاس روانہ کیا اور اس بارے میں مشورہ کیا۔

ایک زبردست حادثہ

اسی دوران میں بندرگاہ چیول میں ایک زبردست حادثہ پیش آیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ قلعہ کھوالہ کی تعمیر کے بعد فرہاد خاں' اسد خاں' تاج خاں اور نصیر الملک جیسے نامی گرامی امراء قلعے کی حفاظت اور دشمن کی مدافعت کی پوری پوری کوشش کرتے رہے۔ انہوں نے عیسائیوں کے تمام آنے جانے کے راستے مسدود کر رکھے تھے قریب تھا کہ یہ عیسائی پریشان ہو کر اس علاقے سے چلے جاتے کہ برہان شاہ نفسانی خواہشات میں مبتلا ہوا اور اس نے حکم دیا کہ ہر خوبصورت عورت چاہے وہ کنواری ہو یا وہ شادی شدہ اس کے محل میں داخل کی جائے۔

برہان نظام شاہ کی بوالہوسی

بادشاہ کا یہ حکم سن کر تمام رعایا پریشان ہو گئی۔ برہان شاہ کو کسی نے بتایا کہ شجاعت خاں کی بیوی بہت ہی خوبصورت ہے' فوراً وہ عورت شاہی محل میں بلائی گئی۔ شجاعت خاں نے اپنی بیوی کو بادشاہ کے پاس بھیجنے سے انکار کر دیا۔ برہان نے فوراً شجاعت خاں کو گرفتار کر کے ایک قلعے میں قید کر دیا اور اس کی بیوی کو اپنے محل میں منگوا لیا۔

شجاعت خاں کی خودکشی

برہان شاہ کو یہ عورت پسند نہ آئی اور اسے ہاتھ لگائے بغیر ہی اس نے واپس کر دیا۔ ادھر شجاعت خاں جو قلعے میں قید تھا بیوی کی جدائی کی تاب نہ لا سکا اور اس نے اپنے پیٹ میں خنجر بھونک کر خودکشی کر لی' اس واقعہ سے اہل دکن بہت متاثر ہوئے۔

کھوالہ کے امیروں کا ارادہ

جو امراء قلعہ کھوالہ کی حفاظت پر متعین تھے وہ بھی بہت آزردہ خاطر ہوئے اور انہوں نے قلعے کی حفاظت جی لگا کر نہ کی۔ ان امیروں نے طے کیا کہ احمد نگر روانہ ہو جائیں اور برہان شاہ کو مسند شاہی سے الگ کرنے کی کوشش کریں۔

فرنگیوں کی لشکر کشی

فرنگیوں کو نظام شاہی امیروں کے ارادے کی خبر ہو گئی۔ انہوں نے سپاہیوں سے بھری ہوئی ساٹھ کشتیاں مختلف بندرگاہوں سے منگوائیں اور رات کے اندھیرے میں قلعہ کھوالہ سے گزر کر ریکندہ پہنچ گئے۔ ۱۶ ذی الحجہ کی صبح کو چار ہزار فرنگیوں نے قلعہ کھوالہ پر لشکر کشی کی۔ قلعے کے باہر تاج اور رانی رائے ایک مختصر سی جماعت کے ہمراہ مقیم تھے۔ انہوں نے جو دشمن کو آتے دیکھا تو گھبرا کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔

مسلمانوں کا قتل

فرنگیوں نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ چونکہ فرہاد خاں بادشاہ سے ناراضگی کی وجہ سے پہلے کی طرح قلعے کی حفاظت نہ کرتا تھا۔ اس لیے نگہبانوں نے اندھیرے کی وجہ سے قلعے کے دروازے کھلے رہنے دیئے تھے۔ عیسائیوں نے جو مسلمانوں کے تعاقب میں بھاگے چلے آ رہے تھے نگہبانوں کو دروازے بند کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور تاج خان وغیرہ کے پیچھے پیچھے قلعے کے اندر چلے آئے اور مسلمانوں کے قتل میں مصروف ہو گئے۔

فرہاد خاں اور اسد خاں نے اہل قلعہ کی فریاد سنی اور نیند سے بیدار ہوئے۔ اگرچہ قلعے میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے دوگنی تھی' لیکن وہ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ حیران و پریشان کھڑے رہے اور دشمنوں کے ہاتھوں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے رہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دس بارہ ہزار مسلمانوں کی لاشیں قلعے میں نظر آنے لگیں۔

شکست یا حقیقی فتح

فرنگیوں نے قلعے کو توڑ کر تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ فرہاد خاں کے علاوہ جو زخمی تھا تمام زندہ مسلمانوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان قیدیوں میں سے تمام امراء کو چن چن کر قتل کر ڈالا گیا۔ برہان شاہ کو یہ تمام واقعات معلوم ہوئے اور اس نے شکست کو حقیقی فتح سے تعبیر کیا۔

غریبوں پر التفات

اس واقعہ کے بعد برہان شاہ غریبوں کی طرف متوجہ ہوا۔ مرتضٰی خاں' عبدالسلام عرب' احمد بیگ قزلباش' خاں خلیفہ' عرب اوزبک بہادر وغیرہ کو امراء کے گروہ میں داخل کیا گیا۔ بادشاہ نے ان امیروں کو چیول روانہ کر کے عیسائیوں کے فتنے کو فرو کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کی نوبت نہ آسکی۔

عادل شاہ کے بھائی کی مدد

ہوا یہ کہ اچانک عادل شاہ کا بھائی جو قلعہ بلگون میں نظر بند تھا' کسی نہ کسی طرح آزادی حاصل کر کے برہان شاہ سے طالب اعانت ہوا اس نے وعدہ کیا کہ بیجاپور پر قبضہ کرنے کے بعد نو لاکھ ہون' دو سو ہاتھی اور قلعہ شولاپور برہان شاہ کو دے گا۔ برہان شاہ نے لالچ میں آکر بندر چیول کی مہم کو ملتوی کیا اور عادل شاہ کے بھائی کی مدد کے لیے تیاری کرنے لگا۔

بیماری

۱۰۰۳ ہجری میں برہان شاہ احمد نگر سے بلگوان کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ پرندہ کے قریب پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ عادل شاہ کا بھائی ایک معرکے میں مارا گیا ہے۔ برہان شاہ پریشان و خستہ حال واپس احمد نگر آیا۔ اس امر کا بادشاہ کو بہت افسوس ہوا یہاں تک کہ اس کی صحت خراب ہو گئی اور وہ صاحب فراش ہو گیا۔

عادل شاہ کا ہنگامہ

عادل شاہ کو پتہ چل گیا کہ برہان شاہ نے اس کے بھائی اسمٰعیل کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس وجہ سے اس نے سرحدی امیروں کو حکم دے دیا کہ وہ نظام شاہی مملکت میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں۔ برہان شاہ نے کرناٹک کے راجہ تنکناوری سے دوستی بڑھائی اور اس کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ ایک طرف تو تنکناوری عادل شاہی علاقے پر حملہ کرے اور قلعہ بینکاپور پر قبضہ ہو جائے اور دوسری طرف سے برہان شاہ حملہ آور ہو کر قلعہ شولاپور کو قبضے میں کر لے۔

نظام شاہی لشکر کی روانگی

برہان شاہ نے مرتضٰی انجو کو سپہ سالار مقرر کیا اور اسے اخلاص خاں اور دوسرے تمام غریب امیروں کے ساتھ یکم جمادی الاول ۱۰۰۳ ہجری کو روانہ کیا۔ مرتضٰی انجو نے دس بارہ ہزار سوار ساتھ لیے اور برکی امیروں کا مقابلہ کرنے اور عادل شاہی علاقے کو تباہ و برباد کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے مرتضٰی انجو سے کہا میں بھی صحت یاب ہونے کے بعد براری امراء کے ساتھ اس طرف آؤں گا۔

ازبک بہادر کا قتل

مرتضٰی انجو اپنے لشکر کو لے کر قلعے کے قریب پہنچا۔ اس نے ازبک بہادر کو کچھ فوج کے ساتھ برکی امیروں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا' فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں ازبک بہادر مارا گیا اور نظام شاہی لشکر کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

بادشاہ کی لاعلاج بیماری

بادشاہ کو جب اس شکست کی اطلاع ملی تو وہ زیادہ آزردہ خاطر ہوا پہلے ہی وہ بیمار تھا اور اب اس منحوس خبر نے اسے اس حد تک کمزور

کر دیا کہ حکیموں نے جواب دے دیا۔ خونی اسہال اور تپ محرقہ نے بادشاہ کو بالکل نڈھال کر دیا اور وہ صاحب فراش ہو گیا۔

ابراہیم کا ولی عہد مقرر ہونا

برہان شاہ نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ ابراہیم کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ برہان اپنے چھوٹے بیٹے اسمٰعیل سے اس وجہ سے ناراض تھا کہ وہ مہدوی مذہب کو سخت ناپسند کرتا تھا۔ اخلاص خاں کی یہ خواہش تھی کہ شہزادہ اسمٰعیل ولی عہد مقرر ہو لہٰذا جب اسے ابراہیم کی ولی عہدی کی خبر ملی تو اسے بہت افسوس ہوا۔

اخلاص خاں کا ہنگامہ

اخلاص خاں نے مرتضٰی انجو کے لشکر میں یہ افواہ پھیلا دی کہ برہان شاہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اس نے جمال خاں کی تقلید میں یہ حکم دیا کہ غریبوں کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا جائے۔ مرتضٰی خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے بھی قتل و غارت کی ٹھانی۔ بعض غریب امراء احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے اور جلد از جلد برہان شاہ کے پاس پہنچ گئے۔

عبدالسلام عرب کا قتل

بہادر شاہ گیلانی نے افواہوں کو سچ سمجھا اور اسے برہان شاہ کی موت کا یقین آ گیا اور وہ چند غریبوں کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہو گیا۔ شیخ عبدالسلام عرب کو دکنیوں کی دوستی پر بہت اعتماد تھا۔ اس لیے وہ لشکر میں مقیم رہا۔ دکنیوں نے دوستی کو بالائے طاق رکھا اور اس کے جانی دشمن ہو گئے۔ ان ظالموں نے عبدالسلام عرب اور اس کے متعلقین کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اخلاص کی احمد نگر کو روانگی

اخلاص نے غریبوں کو اچھی طرح پامال کیا اور اس کے بعد تمام حبشی اور دکنی امراء کو ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا تاکہ برہان شاہ کو ٹھکانے لگائے۔ برہان شاہ نے اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کو اخلاص خاں کے پاس بھیجا اور ہر ممکن طریقے سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی' لیکن اس کے دل و دماغ پر ایسے پردے پڑے تھے کہ اس کی سمجھ میں خاک نہ آیا۔

بادشاہ کا قلعے سے باہر آنا

بادشاہ مجبور ہو گیا' بیماری اور ناتوانی کے باوجود پالکی میں سوار ہوا۔ قلعہ سے باہر نکل کر اس نے چتر و آفتاب اور دیگر لوازمات حکمرانی شہزادہ ابراہیم کو عنایت کیے۔ اس روز برہان نظام شاہ نے اپنی والدہ کے بنوائے ہوئے محل "ہمایوں پور" میں قیام کیا۔

اخلاص خاں کی شکست

دوسری روز اخلاص خاں نے غداری اور نمک حرامی کا بھرپور مظاہرہ کیا اور لشکر لے کر اپنے آقا کے سامنے آیا' فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ اخلاص پر نمک حرامی کا وبال نازل ہوا اور وہ شکست کھا کر پرندہ کی طرف بھاگ گیا۔

برہان شاہ کی وفات

اس معرکے میں بادشاہ کو بہت مصائب اٹھانے پڑے۔ اس وجہ سے اس کی صحت اور زیادہ خراب ہو گئی دوسرے ہی روز ۱۸ شعبان ۱۰۰۳ ہجری کو برہان شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

برہان شاہ کی مدت حکومت چار سال سولہ دن ہے۔ مشہور شاعر مولانا ظہوری نے اپنی زندہ جاوید نظم "ساقی نامہ" کو اسی بادشاہ کے نام سے معنون کیا ہے۔ یہ نظم فن شاعری میں ایک خاص مقام رکھتی ہے اور اس میں چار ہزار اشعار ہیں۔

ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

میاں منجوی کا تقرر

برہان شاہ کے انتقال کے بعد ابراہیم نظام تخت نشین ہوا۔ برہان شاہ کی وصیت کے مطابق میاں منجوی دکنی کو جو برہان نظام شاہ کے اتابک تھے وکیل السلطنت مقرر کیا گیا۔ اخلاص خاں نے اگرچہ برہان شاہ سے لڑائی کر کے بڑی نمک حرامی اور غداری کا ثبوت دیا تھا لیکن جب ابراہیم تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنے آدمی بھیج کر اپنے قصور کی معافی چاہی اور قول نامے کا خواستگار ہوا۔

میاں منجوی اور ابراہیم نظام دونوں ہی اخلاص خاں سے بہت خائف تھے' ان دونوں نے فوراً اخلاص خان کا قصور معاف کیا اور قول نامہ بھیجوا دیا۔ اخلاص خاں احمد نگر آیا اور یہاں اس نے حبشیوں کے ایک گروہ کو اپنے بہی خواہوں میں داخل کر لیا۔

طوائف الملوکی

ان دنوں احمد نگر میں دو نمایاں گروہ تھے ایک تو منجوی خاں کے بہی خواہوں اور ہمدردوں کا گروہ تھا اور دوسرا اخلاص خاں کی اطاعت فرماں برداری کو زندگی کا مقصد سمجھتا تھا۔ یہ دونوں گروہ ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ اور بے نیاز رہتے تھے اس انتشار اور وائف الملوکی کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطنت کی تمام آب و تاب جاتی رہی۔ ہر شخص اپنے آپ میں مست رہنے لگا کسی کو کسی کا خیال نہ رہا۔

عادل شاہی سفیر سے بے ادبی

احمد نگر کے مختلف الخیال گروہ کبھی تو اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا اردہ کرتے اور کبھی ابراہیم نظام سے معرکہ آرا ہونے کی سوچتے۔ نظام شاہیوں نے عادل شاہ کے سفیر میر صفوی سے جو عالی نسب سید تھا بڑا برا سلوک کیا اور اس سے انتہائی ناشائستہ انداز سے پیش آئے اور برا بھلا کہا۔ عادل شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے نظام شاہی خاندان کی بہتری کے خیال سے ان غیر مہذب دکنیوں کو راہ راست پر لانا ضروری سمجھا اور بیجاپور سے شاہ ورک کی طرف روانہ ہوا۔

عادل شاہ کی آمد اور امراء کی رائے

اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کی یہ رائے تھی کہ لشکر جمع کر کے سرحد پر عادل شاہ کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ میاں منجوی کو یہ رائے پسند نہ آئی اور کہا کہ ہماری فوج ترتیب و تنظیم کے لحاظ سے ناکارہ ہے اور پھر ہمارے پاس کافی سامان جنگ میں بھی نہیں ہے امراء کی یہ حالت ہے کہ پوری طرح بادشاہ کے مطیع و فرماں بردار بھی نہیں' لہٰذا اس وقت ہمیں اپنے کچھ آدمیوں کو تحفے تحائف دے کہ عادل شاہ کی خدمت میں بھیجنا چاہیے اور اس سے صلح کر لینی چاہیے۔ اس کے بعد ہمیں ملکی و مالی انتظامات کی طرف توجہ کرنی چاہیے تاکہ اکبر بادشاہ سے معرکہ آرائی کی جاسکے۔

نظام شاہ کی شاہ ورک کو روانگی

اخلاص خاں بہت نا سمجھ اور کوتاہ اندیش تھا وہ اپنی رائے پر اڑا رہا اور منجوی خاں کی ایک نہ مانی۔ ابراہیم نظام شاہ بھی اس کا طرف دار تھا اس لیے منجوی خاں نے خاموشی ہی کو بہتر سمجھا۔ ابراہیم نظام اور اخلاص خاں نے لشکر تیار کیا اور شاہ ورک کی طرف روانہ ہوئے۔

میاں منجوی کی رائے

جب نظام شاہی لشکر سرحد پر پہنچا تو میاں منجوی نے ایک بار پھر ان لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور

کہا۔ "عادل شاہ اپنے ملک میں بیٹھا ہوا ہے' اس کی فوج یا اس نے خود ہمیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا۔ اس لیے یہ امر کسی طرح مناسب نہیں کہ جنگ کا آغاز ہماری طرف سے ہو۔ صلح کے دروازے اب بھی کھلے ہوئے ہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ نرمی اور دوستی کو اپنا شعار بنایا جائے۔ اور جنگ سے کنارہ کشی کی جائے۔

ابراہیم نظام شاہ عادل شاہی سرحد پر

ابراہیم شراب کے نشے میں دھت تھا اسے اچھائی اور برائی میں کوئی تمیز نہ تھی' اس نے جب اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کو جنگ کرنے کے حق میں دیکھا تو منجوی خاں کی تجویز رد کر دی۔ جب ابراہیم نظام شاہ نے عادل شاہی سرحد میں قدم رکھا تو حمید خاں حبشی نے جو عادل شاہ کی طرف سے سرحد کا محافظ تھا۔ مدافعت کی تیاری کی۔

میاں منجوی کا پیغام حمید خاں کے نام

میاں منجوی زمانہ دیدہ اور تجربہ کار امیر تھا' اس نے جو یہ حالات دیکھے تو حمید خاں کو پیغام دیا۔ "ہمارا بادشاہ جوانی کے نشے میں سرشار ہے اور ابھی ناتجربہ کار ہے' اس کے مقربین انتہائی دوں فطرت 'کینہ پرور ہیں' اس پر طرفہ ستم یہ ہے کہ بادشاہ شراب میں ڈوبا رہتا ہے اور ہوش و حواس ٹھکانے پر نہیں' اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ آج کے دن معرکہ آرائی سے باز رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ اس دوران میں موقع پا کر بادشاہ کو حالات کے نشیب و فراز سے آگاہ کر کے واپس لے جائیں۔"

حمید خاں کی جنگ سے کنارہ کشی

میاں منجوی نے حمید خاں سے استدعا کرتے ہوئے اسے عادل شاہ کی قسم بھی دی تاکہ وہ فوراً یہ درخواست منظور کرے۔ حمید خاں نے یہ استدعا قبول کر لی اور ابراہیم نظام کے سامنے سے ہٹ گیا اور اس کے سیدھے ہاتھ کی طرف ایک کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔

ابراہیم نظام شاہ کی کج فہمی

ابراہیم نظام شاہ کو اصل حقیقت کی خبر نہ تھی اس نے جب حمید خاں کو مقابلے پر نہ پایا تو سمجھا کہ دشمن خائف ہو کر بھاگ گیا ہے۔ لہٰذا وہ سارا دن اسی میدان میں کھڑا رہا۔ رات ہوئی تو میاں منجوی اور اس کے ساتھیوں نے ایک مرتبہ پھر بادشاہ کو سمجھانے کی کوشش کی' مگر بادشاہ نے ایک نہ مانی اور دوسرے روز معرکہ آرائی کے لیے صفیں درست کرنی شروع کر دیں۔

معرکہ آرائی

حمید خاں حبشی کو جب اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو اس نے بھی جلد از جلد اپنے لشکر کو تیار کیا اور میدان جنگ میں آ گیا۔ طرفین کے سپاہیوں کی مجموعی تعداد تقریباً پچاس ہزار تھی ان میں زبردست جنگ ہوئی۔ اتفاق سے عادل شاہی میسرہ کو نظام شاہی میمنہ نے شکست دی اور تین کوس تک اس کا تعاقب کیا۔

خوش فہمیاں

دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ مگن تھے اور اپنے آپ کو فاتح سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے میں مشغول رہے۔ ابراہیم نظام شاہ میدان جنگ میں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ جو تعداد میں ایک سو سے کچھ زیادہ تھے رہ گئے' اس کے پاس چند ہاتھی بھی تھے سہیل خاں' خواجہ سرا مقصود خاں ترک شحنہ پیل ایک ہزار سواروں اور ستر ہاتھیوں کو لے کر ابراہیم نظام شاہ کے قریب آئے۔

مخلص ساتھیوں کا مشورہ

ابراہیم نظام کو اس کے مخلص ساتھیوں نے بہت سمجھایا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے اس لیے لڑائی سے الگ رہنا ہی بہتر ہے لیکن

ابراہیم نے جو حسب معمول شراب کے نشے میں تھا- اس طرف توجہ نہ کی اور ہاتھیوں کو آگے بڑھا کر ننگی تلوار لیے ہوئے دشمن کی طرف بڑھا-

ابراہیم نظام شاہ کا قتل

پہلے ہی حملے میں ایک عادل شاہی سوار نے ابراہیم پر نیزے سے حملہ کیا اور وہ زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا- زمین پر گرتے ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی- سہیل خاں نے اس کی لاش بذریعہ پالکی احمد نگر روانہ کر دی اور اس کے ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا-

نظام شاہی امراء کا فرار

وہ نظام شاہی امراء جو عادل شاہیوں کے تعاقب میں گئے تھے بہت سامال غنیمت لے کر لوٹے انہیں جب ابرہیم نظام کے قتل کی خبر ملی تو فوراً ادھر ادھر بھاگ گئے- دوسرے روز سہیل خاں نے نظام شاہی توپ خانے کو اپنے قبضہ میں کیا اور عادل شاہ کے پاس بھجوا دیا-

احمد شاہ کی تخت نشینی

میاں منجوی سب سے پہلے احمد نگر پہنچا اور اس نے احمد نامی ایک بارہ سالہ لڑکے کو جو نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا- دولت آباد سے بلا کر تخت نشین کیا اور ابراہیم نظام کے شیر خوار بیٹے کو جنیر کے قلعہ جوند میں قید کر دیا-

ابراہیم نظام شاہ نے دو دن کم چار مہینے حکمرانی کی-

احمد شاہ بن شاہ طاہر

تخت نشینی کے مشورے

اخلاص خاں اور دوسرے ارا کین سلطنت کی باہمی چپقلش کی وجہ سے ابراہیم نظام کا شیر خوار بیٹا نظر بند کر دیا گیا۔ میاں منجوی نے جلد از جلد احمد نگر پہنچ کر قلعے اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ اخلاص خاں اور دوسرے امرائے سلطنت نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور نئے فرماں روا کے انتخاب کے بارے میں گفتگو کی۔

میاں منجوی کی رائے

لشکر کے سرداروں نے چاند سلطان کو بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ کی جانب مائل پایا۔ میاں منجوی اور بعض دوسرے دکنی سرداروں کی یہ رائے تھی کہ بہادر شاہ بہت کم سن ہے اور اس کی عمر صرف ایک سال سات مہینے ہے۔ اس لیے وہ بادشاہت کے قابل نہیں، لشکر کے سرداروں کو میاں منجوی کی بات معقول نظر آئی' لہٰذا وہ اس کے طرف دار ہو گئے اور چاند سلطان کی مخالفت کرنے لگے۔

احمد شاہ کی تخت نشینی

ان عسکری سرداروں نے آپس میں بات چیت کر کے خواجہ نظام استر آبادی کو جسے نظام شاہی بارگاہ سے "میر سامان" کا خطاب ملا ہوا تھا۔ قلعہ جنیر روانہ کیا' خواجہ نظام وہاں سے احمد شاہ بن طاہر شاہ کو ساتھ لے کر احمد نگر آیا۔ عیدالاضحیٰ کے روز ۱۰۰۳ ہجری میں احمد شاہ کو تخت پر بٹھا دیا گیا اور ملک کے بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کیا گیا۔

شہزادہ بہادر کی نظر بندی

امیروں نے آپس میں عہدے اور منصب تقسیم کر لیے اور بہادر شاہ کو جو چاند سلطان کی آغوش عاطفت میں پروان چڑھ رہا تھا زبردستی قلعہ جوند میں نظر بند کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ احمد شاہ' نظام شاہی خاندان سے نہیں ہے' اخلاص خاں اور دوسرے امراء کو اپنی حرکت پر بہت ندامت ہوئی اور وہ احمد شاہ کو معزول کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

حسین نظام شاہ کے بھائی

برہان نظام شاہ کے انتقال کے بعد حسین نظام شاہ تخت پر بیٹھا تھا۔ حسین نظام شاہ کے حقیقی بھائیوں سلطان محمد خدا بندہ' شاہ علی' محمد باقر عبدالقادر اور شاہ حیدر نے اپنے موروثی ملک میں رہنے کو اپنے لیے باعث نقصان خیال کیا اور یہ چاروں ہندوستان کے کسی نہ کسی حصے میں چلے گئے۔

شاہ طاہر

ایک عرصے کے بعد مرتضیٰ نظام کے عہد حکومت میں شاہ طاہر نامی ایک شخص حیدر آباد میں آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ "سلطان محمد خدا بندہ نے فلاں تاریخ کو ملک تلنگانہ میں سفر آخرت اختیار کیا ہے اور میں اس کا صلبی بیٹا ہوں۔ حوادث روزگار اور طرح طرح کی پریشانیوں کی وجہ سے میں اپنے موروثی ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔

تحقیق حق

مرتضیٰ نظام شاہ کے امیروں خاص طور پر صلابت خاں نے اس معاملے میں تحقیق کی لیکن چونکہ ایک زمانہ گزر چکا تھا لہٰذا شاہ طاہر کے

بیان کا سچا یا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہو سکا- امراء نے ذرا احتیاط اور دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے شاہ طاہر کو ایک قلعے میں نظر بند کر دیا اور چند ایسے افراد کو جو سلطان محمد خدابندہ کو بڑی اچھی طرح جانتے تھے- برہان شاہ ثانی کے پاس روانہ کیا جو ان دنوں اکبر بادشاہ کے پاس آگرے میں مقیم تھا-

برہان شاہ ثانی کے نام پیغام

نظام شاہی امیروں نے برہان شاہ کو یہ پیغام دیا "اس حلیے کا ایک آدمی جو اپنا نام شاہ طاہر بتاتا ہے احمد نگر میں ہمارے پاس آباد ہے اس کا دعویٰ ہے کہ وہ سلطان محمد خدابندہ کا بیٹا ہے' چونکہ شہزادہ سلطان محمد کی زندگی کا بیشتر حصہ اس علاقے میں بسر ہوا ہے اس لیے یقین ہے کہ آپ کو شہزادے کے حالات سے اطلاع ہو گی- اگر آپ اس سلسلے میں کچھ بتا سکیں تو ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔"

برہان شاہ ثانی کا جواب

برہان شاہ ثانی نے اس پیغام کا یہ جواب دیا- "شہزادہ سلطان محمد خدابندہ کا انتقال میرے ہی مکان پر ہوا تھا اور اس کے تمام متعلقین' عورتیں اور مرد میرے ہی گھر میں مقیم ہیں اگر کوئی شخص آپ کو سلطان محمد کا بیٹا بتاتا ہے تو وہ بالکل جھوٹا ہے۔"

شاہ طاہر کی نظر بندی اور وفات

صلابت خاں وغیرہ اصل حقیقت سے واقف ہو گئے' مگر وہ عام لوگوں کو اس امر کا یقین نہ دلا سکے کہ شاہ طاہر جھوٹا ہے- لہٰذا انہوں نے اس شخص کو قلعے میں نظر بند کر دیا تاکہ وہ اسی قید کے عالم ہی میں وفات پا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا- شاہ طاہر نے دوران اسیری میں انتقال کیا اور احمد نامی ایک لڑکا یادگار چھوڑا یہی وہ لڑکا ہے جسے میاں منجوی نے شاہی خاندان کا رکن سمجھ کر تخت پر بٹھا دیا-

امراء کی باہمی چپقلش

قصہ مختصر یہ کہ اس معاملے میں اخلاص خاں اور دوسرے حبشی امیر میاں منجوی سے بدظن ہو گئے- ماہ ذی الحجہ کے آخر میں کالا چبوترہ کے پاس فریقین میں جنگ ہوئی- میاں منجوی نے احمد شاہ کو برج کے اوپر بٹھایا اور چتر شاہی اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا-

معرکہ آرائی

میاں منجوی نے میاں حسن کو سات سو (۷۰۰) سواروں کے ساتھ حبشیوں کے مقابلے پر بھیجا- دونوں گروہوں میں زبردست لڑائی ہوئی اسی دوران میں توپ کا ایک گولہ احمد شاہ کے چتر کو لگا اور سارے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا-

قلعے کا محاصرہ

میاں حسن نے جب یہ دیکھا کہ حبشیوں کا پلہ بھاری ہے تو وہ میدان جنگ سے فرار ہو گئے اور قلعے میں واپس آیا- رفتہ رفتہ حبشیوں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا' نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور آپس میں مورچل تقسیم کر کے اہل قلعہ کی آمدورفت کے راستے بند کر دیئے-

حبشی امراء کے اقدامات

اخلاص خان اور دوسرے امراء نے ایک معتبر شخص کو دولت آباد کے حاکم کے پاس بھیجا تاکہ آہنگ خاں اور حبشی خاں کو جو برہان شاہ کے زمانے سے قید ہیں- احمد نگر لایا جائے حاکم دولت آباد نے ان امیروں کو روانہ کر دیا- قلعہ جوند کے تھانیدار مسمی نصیر نے میاں منجوی کی اجازت کے بغیر بہادر شاہ کو اخلاص خاں وغیرہ کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا- لہٰذا حبشی امیروں نے ایک اور چال چلی اور ایک مجہول النسب لڑکے کو نظام شاہی خاندان کا فرد قرار دے کر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا- اس طرح

حبشی امیروں نے دس بارہ ہزار سوار اپنے گرد جمع کر لیے۔

شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت

میاں منجوی اس صورت حال سے گھبرا گیا اس نے اکبر بادشاہ کے بیٹے شہزادہ مراد کے نام ایک خط لکھا (جو ان دنوں گجرات میں تھا) اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ شہزادہ مراد پہلے ہی اپنے باپ سے دکن کو فتح کرنے کی اجازت حاصل کر چکا تھا لہٰذا اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور لشکر کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوا۔

حبشیوں میں پھوٹ

میاں منجوی کا خط گجرات پہنچنے سے پہلے ہی حبشیوں امیروں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ عہدوں اور منصبوں کے لیے ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ دکنی امیروں نے جب یہ طوفان بدتمیزی دیکھا تو وہ حبشیوں سے علیحدہ ہو گئے اور مع اپنے لشکریوں کے قلعے کے اندر جا کر میاں منجوی سے مل گئے۔

حبشیوں کی شکست

اس غیبی امداد سے میاں منجوی بہت خوش ہوا۔ ۲۵ محرم ۱۰۰۴ ہجری کو وہ قلعے سے باہر نکلا اور نماز گاہ کے قریب حبشیوں سے معرکہ آراء ہوا۔ حبشیوں کو شکست ہوئی۔ میاں منجوی نے دشمن کے "بادشاہ" کو مع اس کے چند مقربین خاص کے گرفتار کر لیا۔

شہزادہ مراد کی آمد

اس نئی صورت حال کے پیش نظر میاں منجوی بڑا پریشان ہوا کیونکہ ایک طرف تو دشمن پر غالب آکر وہ اپنا مقصد پورا کر چکا تھا۔ اور دوسری طرف شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت دے چکا تھا حالانکہ اب شہزادے کے آنے کی قطعاً ضرورت نہ رہی تھی۔ میاں منجوی ابھی اس خیال میں تھا کہ میرزا عبدالرحیم خان خاناں اور ماکھو خاندیش راجہ علی خاں بھی شہزادہ مراد سے آملے اور یہ سب لوگ تیس ہزار مغلوں، افغانوں اور راجپوتوں کا لشکر لے کر احمد نگر پہنچ گئے۔

میاں منجوی کی پریشانی

میاں منجوی ان لوگوں کی آمد کی وجہ سے بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے قلعے کی حفاظت کا انتظام کر کے اپنے ایک بہی خواہ انصار خاں کو محافظ مقرر کیا۔ چاند بی بی سلطان نے منجوی کا ساتھ نہ دیا لہٰذا میاں منجوی نے اسے قلعے ہی میں چھوڑا اور خود لشکر کی فراہمی کی اور عادل شاہ اور قطب شاہ سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

چاند بی بی کا عزم

میاں منجوی احمد شاہ کو ساتھ لے کر قلعہ اوسہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ چاند بی بی نے سوچا کہ قلعے کا محافظ انصار خاں، میاں منجوی کا آدمی ہے لہٰذا وہ کہیں دھوکہ نہ دے اور قلعے کو دشمن کے سپرد نہ کر دے لہٰذا اس نے دشمن کی مدافعت خود کرنے کا ارادہ کیا۔

بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا خطبہ

چاند بی بی نے مرتضیٰ نظام شاہ کے دایہ زادہ میاں محب اللہ کے بیٹے محمد خاں کو انصار کے قتل کے لیے متعین کیا۔ محمد خاں نے بڑی بہادری اور شجاعت سے کام لے کر اسی روز انصار خاں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا غائبانہ خطبہ پڑھوا دیا۔ انصار خاں اپنے ساتھ شمشیر خاں (جس کے بیٹے بہادری میں اپنی مثال آپ تھے) اور افضل کو لے کر قلعے میں واپس آگیا۔

معرکہ آرائی

۲۳ جمادی الآخر ۱۰۰۴ ہجری کو شہزادہ مراد ایک زبردست لشکر کے ہمراہ احمد نگر میں داخل ہوا اور نماز گاہ کے قریب قیام پذیر ہوا۔ مراد کے سپاہیوں کی ایک جماعت نے دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے قدم بڑھایا اور کالے چبوترے کا رخ کیا۔ ادھر اہل قلعہ بھی چاند بی بی کے حکم کے مطابق مستعد ہوئے اور دشمن کے مقابلے پر آئے۔ اہل قلعے نے چند توپیں سر کر کے دشمن کو منتشر کر دیا اسی میں شام ہو گئی۔ شہزادہ مراد نے باغ ہشت بہشت میں قیام کیا اور اس کا لشکر تمام رات جاگ کر اپنی حفاظت کرتا رہا۔

رعایا کی دلجوئی

شہزادہ مراد نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو برہان آباد (جو برہان نظام کا بسایا ہوا ہے) کی طرف روانہ کیا۔ اہل شہر کی دلجوئی کی گئی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔ اس سے رعایا نے مغلوں پر پورا پورا بھروسہ کیا۔

قلعے کا محاصرہ

دوسرے روز شہزادہ مراد' میرزا شاہ رخ' شہباز خاں' محمد صادق' سید مرتضیٰ' سبزواری اور راجہ علی خاں وغیرہ قلعے کے گرد جمع ہوئے' ان لوگوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

لوٹ مار

۲۷ جمادی الاخر کو شہباز خاں جو ظلم و ستم کرنے میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا' شکار کے بہانے سے سوار ہوا اور اس نے امیر و غریب سبھی کو لوٹ لینے کا حکم دیا' تھوڑی سی دیر میں احمد نگر کے تمام مکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ شہباز خاں عقیدے کا سنی تھا' لہٰذا اس نے شیعوں کی مذہبی عمارتوں کو بھی لوٹا۔ "لنگر خانہ دروازہ امام" نامی مشہور عمارت بھی لوٹی گئی اور اس میں بسنے والوں کو قتل کر دیا گیا۔

رعایا کی جلاوطنی

شہزادہ مراد اور خان خاناں کو جب اس واقع کی خبر ہوئی تو انہوں نے شہباز خاں کو بہت برا بھلا کہا اور اہل شہر کو اطمینان دلانے کے لیے لوٹ مار کرنے والوں کی ایک جماعت کو تلوار کی گھاٹ اتار دیا۔ احمد نگر کے باشندے اب بھلا کیا مطمئن ہوتے وہ بالکل تباہ اور خستہ حال تھے۔ انہوں نے احمد نگر میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور جس کا منہ جدھر اٹھا ادھر کو روانہ ہو گیا۔

نظام شاہی امراء کے مختلف گروہ

اس زمانے میں نظام شاہی امراء تین گروہوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ اور ہر گروہ دوسرے گروہ سے بے تعلق تھا' ایک گروہ تو میاں نجو کا تھا جو احمد شاہ کو اپنا حکمران کہتا تھا اور عادل شاہی سرحد کے قریب قیام پذیر تھا۔ دوسرا گروہ اخلاص خاں کے بہی خواہوں کا تھا جو موتی نام کے ایک مجہول النسب لڑکے کو بادشاہ بنائے بیٹھا تھا۔ تیسرا گروہ آہنگ خاں حبشی کا تھا یہ گروہ بھی عادل شاہی سرحد کے قریب مقیم تھا اور ستر سالہ شہزادے شاہ علی بن برہان شاہ اول کو بادشاہ تسلیم کرتا تھا۔

اخلاص خاں کی آمد

اخلاص خاں نے بڑی جوانمردی کا ثبوت دیا اور دولت آباد سے دس ہزار سواروں کا زبردست لشکر لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ خان خاناں نے دولت خاں لودھی کو پانچ چھ ہزار تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ جن کی قوت پر اسے پورا بھروسہ تھا اخلاص خاں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔

دکنیوں کی شکست

دولت خاں لودھی اور اخلاص خاں میں دریائے گنگا کے کنارے جنگ ہوئی۔ دکنیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور مغل کامیاب و کامران ہوئے اور دکنیوں کا تعاقب کیا گیا اور انہیں سخت نقصان پہنچایا گیا۔

پٹن کی تباہی

اس کے بعد مغلوں کا لشکر پٹن پہنچا اس جگہ تباہی و غارت گری کا بازار ایسا گرم کیا گیا کہ یہاں کہ شہریوں کے پاس تن ڈھانکنے کے لیے کپڑا تک نہ رہا۔

چاند بی بی کا پیغام آہنگ خاں کے نام

چاند بی بی بہادر شاہ کی نظربندی اور احمد شاہ کی تخت نشینی کی وجہ سے میاں منجوی سے سخت ناراض تھی۔ اس نے آہنگ خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ تم جلد از جلد بہادر سواروں کا ایک لشکر لے کر قلعہ احمد نگر کی حفاظت کے لیے آ جاؤ۔ یہ پیغام ملتے ہی آہنگ خاں سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو اس نے ایک مخبر کو شہر میں روانہ کیا تاکہ وہ قلعہ میں داخل ہونے کا راستہ معلوم کر کے آئے۔ مخبر گیا اور تمام حالات سے باخبر ہو کر آیا۔

آہنگ خاں احمد نگر میں

اس نے بتایا: "حصار کی مشرقی طرف دشمن کے خیمے موجود نہیں ہیں اور دشمن حصار کی اس جانب سے بالکل غافل و بے پروا ہیں۔" یہ سن کر آہنگ خاں رات کے وقت قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے شہزادہ اسی روز حصار کے معائنے کے لیے مشرقی جانب آیا تھا اور خان خاناں کو اس حصے کی حفاظت کا حکم دے چکا تھا۔ اس حکم کی تعمیل میں خان خاناں باغ ہشت بہشت سے کوچ کر کے اسی جگہ آ گیا تھا۔

مغلوں پر حملہ

آہنگ خاں کو اس نئی صورت حال کو قطعاً خبر نہ تھی وہ تین ہزار لشکریوں اور ایک ہزار توپچیوں کو ساتھ لے کر اندھیری رات میں اس جگہ پہنچا اور دشمن کو غافل پا کر اس پر حملہ کر دیا۔ خان خاناں دو سو سواروں کو ساتھ لے کر عبادت خانہ کے کوٹھے پر چڑھ گیا اور حریف پر تیر پھینکنے لگا۔ دولت خاں لودھی کو جب اس واردات کا علم ہوا تو وہ چار سو سپاہیوں کے ہمراہ خان خاناں کی مدد کے لیے پہنچ گیا۔

جنگ و جدال

دونوں طرف کے بہادر خوب جی کھول کر داد شجاعت دینے لگے۔ اتنے میں دولت خاں کا بیٹا پیر خاں بھی اپنے چھ سو (۶۰۰) سواروں کے ہمراہ موقع پر پہنچ گیا' اور لڑائی میں شریک ہوا۔ اب آہنگ خاں کے لیے میدان جنگ میں ٹھہرنا دشوار ہو گیا۔ لہٰذا وہ شاہ علی کے بیٹے اور دوسرے دکنی بہادروں کے ساتھ (جو چار ۴۰۰۰ کی تعداد میں تھے) خان خاناں کے خیموں سے نکل کر قلعے کی طرف روانہ ہو گیا۔

شاہ علی کی واپسی

شاہ علی جو بہت ہی کمزور اور نحیف تھا اس نے قلعے میں جانے سے انکار کر دیا اور بقیہ لشکر کے ساتھ جس طرف سے آیا تھا ادھر کو روانہ ہو گیا۔ دولت خاں لودھی نے شاہ علی کا تعاقب کیا اور تقریباً نو سو افراد کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔

عادل شاہی امداد

احمد نگر کی تباہی و بربادی اور مغلوں کے غلبے کی خبریں بیجاپور پہنچیں اور چاند بی بی کے خطوط امداد کی درخواست سے متعلق عادل شاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ نے نظام شاہیوں کی مدد کا ارادہ کر لیا اور سہیل خاں خواجہ سرا کو جو شجاعت و بہادری میں یگانہ روزگار تھا' پچیس ہزار

سواروں کے ساتھ شاہ ورک کی طرف روانہ کیا۔

دکنی لشکر کا جمع ہونا

میاں منجوی' احمد شاہ اور دوسرے امیروں کو ساتھ لے کر سہیل خاں خواجہ سرا کے ساتھ جا ملا۔ محمد قلی قطب شاہ کی طرف سے مہدی قلی سلطان ترکمان بھی تلنگانہ کے پانچ چھ ہزار سپاہی لے کر آگیا اور سہیل خاں کے لشکر کے قریب ہی خیمہ زن ہوا۔

مغلوں کے مشورے

مغلوں کو دکنی لشکر کے جمع ہونے کی اطلاع ملی۔ شہزادہ مراد اور خانخاناں ایک دوسرے سے کبیدہ خاطر تھے۔ شہزادے نے میاں محمد صادق اور دوسرے امیروں سے مشورہ کیا۔ امیروں نے بہت بحث مباحثے کے بعد آپس میں متفق ہو کر کہا "اس سے پہلے کہ دکنی لشکر یہاں پہنچے ہمیں یہیں قیام کرنا چاہیے اور نقبیں کھودنے اور حصار کی دیوار کو مسمار کرنے کی کوشش میں مصروف رہنا چاہیے قلعے کو سر کرنا بہت ہی ضروری ہے۔"

نقب کی تیاری

شہزادے کو یہ رائے بہت پسند آئی اور اس نے اس کام کو پورا کرنے کا حکم دیا' مغلوں نے بڑی احتیاط اور کمال کے ساتھ نقبیں کھودیں اور اہل قلعہ کے آنے جانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ تجربہ کار اور مشاق کاریگروں نے شہزادے کے مورچل سے لے کر حصار تک پانچ نقبیں تیار کیں اور ان نقبوں کو قلعے تک پہنچا کر حصار کی دیواریں کھوکھلی کر دیں۔ رجب کی پہلی تاریخ کو ان نقبوں کو بارود وغیرہ سے پر کر دیا گیا۔

اہل قلعہ کی آگاہی

مغلوں نے نماز جمعہ کے بعد ان نقبوں میں آگ لگا دینے اور دشمن کو نذر آتش کر دینے کا ارادہ کیا۔ خواجہ محمد خاں شیرازی جو مغلوں کے لشکر میں تھا اس کو اہل قلعہ کی حالت پر بہت ترس آیا۔ وہ اندھیری رات میں اہل قلعہ کے پاس گیا اور انہیں تمام حالات سے باخبر کیا۔

حفاظتی اقدامات

خواجہ محمد شیرازی نے اہل قلعہ کو یہ بھی بتا دیا کہ مغلوں نے کن کن مقامات پر نقبیں کھودی ہیں۔ نظام شاہیوں نے خواجہ شیرازی کا شکریہ ادا کیا اور چاند بی بی کے حکم سے زمین کھودنے اور شیرازی کے بتائے ہوئے حصہ دیوار میں شگاف کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اہل قلعہ نے جمعہ کی نماز کے وقت تک دو نقبوں کا سراغ لگا لیا اور ان کی تمام بارود نکال لی اور دوسری نقبوں کی تلاش میں مصروف رہے۔

مغلوں کا ارادہ

شہزادہ مراد اور محمد صادق خاں کی یہ خواہش تھی کہ اس قلعہ کی فتح کا سہرا خان خاناں کے سر نہ بندھے اس لیے انہوں نے خان خاناں کو بتائے بغیر ہی قلعہ کے گرد مسلح فوج متعین کر دی۔ مغلوں کا یہ ارادہ تھا کہ جونہی دیوار میں شگاف پیدا ہو وہ قلعے کے اندر داخل ہو جائیں۔ شہزادے کے حکم سے تمام فوجی سردار جنگ کے لیے تیار ہو کر قلعے کے قریب آ گئے۔ خان خاناں کو ان حالات سے بے خبر رکھا گیا اور اسے شہزادے نے طلب نہ کیا۔

قلعے کی دیوار گرانا

شہزادہ مراد نے نقب میں آگ لگانے کا حکم دیا۔ اہل قلعہ سب سے بڑی نقب کو کھود کر اس کا بارود نکال رہے تھے۔ اسی دوران میں مغلوں نے اس نقب کو آگ لگا دی۔ قلعے کی دیوار ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑنے لگی' تقریباً پچاس گز دیوار ٹوٹ گئی اور وہ تمام لوگ جو نقب

کے قریب کام کر رہے تھے۔ پتھروں اور مٹی کے نیچے آ کر ہلاک ہو گئے۔ چاروں طرف ایک کہرام بپا ہو گیا۔ مرتضیٰ خاں بن شاہ علی آہنگ خاں، شمشیر خاں اور محمد خاں وغیرہ دور سے کھڑے ہو کر یہ ہنگامہ دیکھ رہے تھے وہ ایسے پریشان اور حواس باختہ ہوئے کہ ادھر ادھر جا چھپے۔ الغرض قیامت کا سا عالم نظر آنے لگا اور قلعے کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ رہا۔

چاند بی بی کا پردے سے باہر آنا

جرات مند اور باحوصلہ ملکہ چاند بی بی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ وہ بہادر خاتون مسلح ہو کر پردے سے باہر آئی اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس جگہ جا پہنچی جہاں دیوار میں شگاف ہوا تھا۔ اس وقت مرتضیٰ خاں، آہنگ خاں اور شمشیر خاں وغیرہ بھی باہر آئے اور ملکہ کے پاس پہنچ گئے۔

معرکہ آرائی

شہزادہ مراد، محمد صادق اور دوسرے مغل سردار اس انتظار میں تھے کہ دوسری نقبوں کو بھی آگ لگے اور وہ اپنا کام شروع کریں۔ وہ اسی انتظار میں رہے اور اہل قلعہ نے موقع پا کر توپوں، بندوقوں، ضرب زنوں اور آتش بازی کے دوسرے آلات سے اس شگاف کو مستحکم کر دیا۔ جب مغل امراء دوسری نقبوں کی آتش زدگی سے بالکل مایوس ہو گئے تو انہوں نے اس شگاف پر حملہ کر دیا جو پہلی نقب کے پھٹنے سے پیدا ہوا تھا۔ اس موقع پر اہل قلعہ اور مغلوں میں زبردست لڑائی ہوئی۔

آتش بازی

بہادر و جری چاند بی بی اہل قلعہ کی ہمت افزائی کرتی رہی اور وہ مغلوں پر آگ کی بارش کرتے رہے۔ اہل قلعہ ایک ایک وقت میں دو دو، تین تین ہزار ضرب زنوں سے آتش بازی کرتے تھے۔ مغلوں کے لشکر کے بہت سے بہادر اس معرکے میں کام آئے اور ان کی لاشوں سے خندق پٹ گیا۔

چاند بی بی کی بہادری

مغل دن کے دو بجے سے لے کر شام کے وقت تک جنگ کرتے رہے، لیکن کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ شہزادہ مراد، محمد صادق اور دیگر امراء اپنے خیموں میں واپس چلے گئے۔ مغلوں کا لشکر کا ہر چھوٹا بڑا چاند بی بی کی تعریف کرنے لگا سب اس کی شجاعت و دلیری کے قائل ہو گئے۔ ہر شخص اس کی بلند ہمتی کا قائل ہو گیا اور اسی روز سے "چاند بی بی" چاند سلطان کے لقب سے یاد کی جانے لگی۔

قلعے کے شگاف کی تعمیر

رات ہوئی تو چاند بی بی نے حسب سابق گھوڑے پر سوار ہو کر ماہر اور مستعد کاریگروں اور معماروں کو حکم دیا کہ وہ حصار کی دیوار کے شگاف کو دو یا تین گز کے قریب پر کریں۔ اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ملکہ نے دکن کے ان سرداروں کے نام خطوط روانہ کیے جو سہیل خاں وغیرہ کے ساتھ بیٹر کے قریب پہنچ چکے تھے۔

دکنی امراء کے نام

چاند بی بی نے سہیل خاں اور دوسرے سرداروں کو دشمن کے غلبے، اہل قلعہ کی کمزوری اور غلے کی گرانی وغیرہ سے آگاہ کیا۔ جس شخص کے ہاتھ یہ خطوط روانہ کیے گئے تھے اتفاق سے اسے مغلوں نے گرفتار کر لیا اور خان خاناں اور محمد صادق کی خدمت میں اسے پیش کیا۔ ان لوگوں نے سہیل خاں کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا "ہم ایک عرصے سے تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں تاکہ یہ ہنگامہ ختم ہو۔ جہاں تک ہو سکے جلد از جلد یہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔ مغلوں نے یہ خط بھی قاصد کو دے دیا اور وہ چاند بی بی کے خطوں کے ساتھ اس خط کو بھی لے کر روانہ ہو گیا۔

سہیل خاں کا عزم احمد نگر

سہیل خاں کو جس وقت یہ خطوط ملے وہ اسی وقت اپنی قیام گاہ سے نکل پڑا اور بڑی برق رفتاری کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مانک دون کے راستے سے احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مغلوں کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہو چکے تھے چارہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے گھوڑے بہت ہی کمزور ہوتے جا رہے تھے۔ انہیں جب سہیل خاں کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس وقت بہتر یہی ہے کہ چاند بی بی سے اس شرط پر صلح کر لی جائے کہ برار کا علاقہ مغلوں کو دے دیا جائے اور باقی تمام ملک پر بدستور نظام شاہیوں کا قبضہ رہے۔

صلح

شہزادہ مراد کی طرف سے سید مرتضیٰ کو جو نظام شاہی بارگاہ کا بہت پرانا نمک خوار تھا متعین کیا گیا۔ چاند بی بی نے جب دشمن کی پریشانیوں اور خستہ حالی کا اندازہ کیا تو اس نے پہلے تو صلح سے انکار کر دیا' لیکن آخر اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ موجودہ حالات میں جنگ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ ملکہ اور اہل قلعہ محاصرے کی وجہ سے سخت تکالیف میں مبتلا تھے اس لیے چاند بی بی نے مذکورہ بالا شرط پر مغلوں سے صلح کر لی۔

مغلوں کی واپسی

ماہ شعبان کے شروع میں شہزادہ مراد اور خان خاناں دولت آباد اور کوتل چتوڑ کے راستے سے برار کی طرف روانہ ہو گئے۔ دو تین روز کے بعد سہیل خاں' عادل شاہی سر لشکر اور محمد قلی سلطان' میاں منجوی کے ہمراہ احمد نگر آیا۔ میاں منجوی نے حسب سابق احمد شاہ کو احمد نگر کے تخت پر بٹھانے کا ارادہ کیا۔

بہادر شاہ کی تخت نشینی

آہنگ خاں نے احمد شاہ کو قلعے سے باہر نکال دیا اور میاں منجوی کو قلعے میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی۔ اس کے بعد آہنگ خاں نے قلعہ جوند کے محافظ کے پاس اپنے چند آدمیوں کو روانہ کیا اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ مقتول کو احمد نگر میں طلب کیا۔ قلعے میں بہادر شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا گیا۔

عادل شاہ کا پیغام میاں منجوی کے نام

میاں منجوی نے بہادر شاہ کی تخت نشینی کی مخالفت کی عین ممکن تھا کہ فتنہ و فساد کی آگ ایک بار پھر بھڑک اٹھتی کہ ناگاہ ابراہیم عادل شاہ نے اپنے مشہور امیر مرتضیٰ خان دکنی کی نگرانی میں چار ہزار سواروں کو احمد نگر بھیجا اور میاں منجوی کو پیغام دیا۔ "اس فتنہ انگیز زمانے میں جنگ و جدال کا اردہ کرنا ملک کی تباہی کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ تم سب معاملات کو فی الحال اٹھا رکھو اور جلد از جلد سہیل خاں کے ساتھ بیجاپور پہنچو تاکہ باہمی غور و فکر اور تحقیق حال کے بعد کوئی قدم اٹھایا جائے۔

احمد شاہ بیجاپور میں

میاں منجوی دانش مند امیر تھا اس نے عادل شاہی حکم کی تعمیل کی اور مصطفیٰ خاں کے ساتھ جلد از جلد بیجاپور پہنچا۔ ابراہیم عادل کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ احمد شاہ نظام شاہی نسل سے نہیں ہے اس نے احمد شاہ کو اپنے امراء کے گروہ میں داخل کر کے ملک کے ایک عمدہ حصے کا جاگیردار مقرر کیا۔ اسی طرح میاں منجوی اور اس کے بیٹے میاں حسین کو بھی امیروں کی صف میں شامل کیا گیا اور جاگیروں سے نوازا گیا۔

احمد شاہ کی مدت حکومت صرف آٹھ (۸) ماہ ہے۔

بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ ثانی

محمد خاں کا اقتدار

قارئین کرام پر واضح ہو کہ چاند بی بی کی کوششوں ہی سے بہادر شاہ احمد نگر کے تخت پر جلوہ افروز ہوا اور اس کا دایہ زادہ محمد خاں پیشوائی کے منصب پر فائز ہوا۔ محمد خاں نے کچھ ہی عرصے میں زمانہ کے دستور کے مطابق اپنے رشتہ داروں اور بہی خواہوں کو اعلیٰ عہدوں پر مقرر کر کے انہیں قوی بنایا اور پھر ان کی مدد سے اپنے اقتدار و قوت میں اضافہ کر کے خود مختارانہ انداز سے کام کرنے لگا۔

نامی گرامی امراء کی گرفتاری

محمد خاں نے حسن تدبیر سے کام لے کر آہنگ خاں اور شمشیر خاں جیسے نامی گرامی امراء کو نظر بند کر دیا۔ دوسرے امراء نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ اپنے بچاؤ کی خاطر ادھر ادھر بھاگ گئے۔

عادل شاہ کے نام چاند بی بی کا پیغام

چاند بی بی یہ حالت دیکھ کر بہت پریشان ہوئی۔ اس نے عادل شاہ سے مدد طلب کی اور اسے یہ پیغام دیا۔ ''اس پر آشوب زمانے میں جب کہ ایک طاقت ور دشمن ہماری تباہی و بربادی کے لیے مستعد ہے ہمارے ملک کے امراء' عاقبت نا اندیشی کا ثبوت دے رہے ہیں اور ہر لحہ ایک نیا ہنگامہ پیدا کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے اس طرف توجہ فرما کر ان بدطینت امراء کی سرزنش نہ کی تو ملک کا باقی حصہ بھی مغلوں کے قبضے میں چلا جائے گا۔

سہیل خاں کی آمد

عادل شاہ نے دوسری بار چاند بی بی کی مدد کا ارادہ کیا اور اپنے سپہ سالار سہیل خاں کو حکم دیا کہ احمد نگر جائے اور چاند بی بی کی خواہش کے مطابق عمل کرے۔ ۱۰۰۵ھ میں سہیل خاں احمد نگر پہنچا محمد خاں قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا اور سہیل خاں نے چاند بی بی کے مشورے کے مطابق قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے پورے چار مہینے تک محاصرہ جاری رکھا۔

محمد خاں کی گرفتاری اور آہنگ خاں کا تقرر

محمد خاں نے خان خاناں کے نام ایک عریضہ لکھا اور اس سے مدد طلب کی۔ اہل قلعہ کو جب اس کی اس حرکت کا علم ہوا تو انہوں نے محمد خاں کو گرفتار کر کے چاند بی بی کی خدمت میں پیش کیا۔ چاند بی بی نے آہنگ خاں کو منصب پیشوائی پر فائز کیا اور سہیل خاں کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے واپسی کی اجازت دی۔

مغلوں کا قصبہ پاتری پر قبضہ

سہیل خاں احمد نگر سے روانہ ہوا اور دریائے گنگا کے کنارے راجہ پور کے نواح میں پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ مغلوں نے وعدے کی خلاف ورزی کر کے قصبہ پاتری کو بھی جو برار میں شامل نہیں ہے اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ سہیل خاں اسی جگہ ٹھہر گیا اور اس نے عادل شاہ کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں یہ تمام حالات درج کیے۔

چاند بی بی کا اصرار

چاند بی بی اور آہنگ خاں کو بھی مغلوں کی اس حرکت کا علم ہوا انہوں نے اپنے قاصد بیجاپور روانہ کیے اور عادل شاہ سے اصرار کیا کہ

وہ قصبہ پاتری سے مغلوں کو نکال کر باہر کرے۔ عادل شاہ نے حسب سابق اس بار بھی سہیل خاں ہی کو مغلوں سے معرکہ آرائی کرنے کا حکم دیا۔

دکن کے مختلف لشکروں کا اجتماع

قطب شاہ نے بھی عادل شاہ کی تقلید کی اور لشکر تلنگانہ کو مہدی قلی سلطان کی نگرانی میں سہیل خاں کے پاس بھجوا دیا۔ احمد نگر سے بھی ساٹھ ہزار سواروں کا ایک لشکر جرار برار کی طرف روانہ ہوا۔ سہیل خاں نے قصبہ سون پت میں پہنچ کر قیام کیا اور لشکر کی تربیت و تنظیم کی طرف توجہ کی۔

خان خاناں کی تیاری

مغلوں کا سپہ سالار خان خاناں ان دنوں جالنہ میں تھا۔ اسے جب دکنیوں کے لشکر کی کثرت کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھی اپنے لشکر کو حاضری کا حکم دیا اور خود شہزادہ مراد کے پاس شاہ پور پہنچا اور شہزادے کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔

دکنی لشکریوں کے مقابلے کے لیے روانگی

خان خاناں یہ چاہتا تھا کہ اس فتح کا سہرا اس کے سر بندھے لہٰذا اس نے شہزادہ مراد اور محمد صادق کو وہیں شاہ پور ہی میں چھوڑا اور خود تمام اکبری امیروں اور راجہ علی خان برہان پوری کو ہمراہ لے کر بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ دکنیوں کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

فریقین کا آمنا سامنا

خان خاناں نے دریائے گنگا کے کنارے دکنیوں کی فوج کے سامنے خیمے لگائے اور اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوائی' تقریباً پندرہ روز تک خان خاناں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی لیکن جب اسے دکنیوں کے لشکر کی حقیقت معلوم ہو گئی اور وہ ان تمام قواعد جنگ سے آگاہ ہو گیا تو اس نے ۱۸ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو صبح کے وقت اپنا لشکر درست کیا اور اسی روز عصر کے وقت فریقین لڑنے کے لیے ایک دوسرے کے سامنے آئے۔

معرکہ آرائی

سہیل خاں کے مقابلے پر راجہ علی خاں اور راجہ جگناتھ راجپوت چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر آئے۔ سہیل نے ان سب کو آتش بازی کے آلات سے ہلاک کر دیا۔ قطب شاہی اور نظام شاہی لشکر خان خاناں کا مقابلہ نہ کر سکے اور میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ سہیل خاں نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ دشمن کی فوج کے دوسرے حصے سے معرکہ آراء ہوا اور شام کے وقت حریف کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کر دیا۔

مغلوں کا فرار

سہیل خاں نے بہادری اور شجاعت کا ناقابل فراموش مظاہرہ کیا اور دشمن کی تباہی و بربادی کی پوری کوشش کی۔ مغل یہ صورت حال دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے اور میدان جنگ سے بھاگ کر شہزادہ مراد کے پاس شاہ پور میں پناہ گزیں ہوئے۔

شہزادہ مراد کی روانگی

صادق محمد خان حفاظت کے خیال سے شہزادہ مراد کو دکن کی حدود سے باہر نکال لے گیا' لیکن خان خاناں باوجود اپنے لشکر کے انتشار اور پراگندگی کے اسی جگہ ایک قلیل جماعت کے ساتھ مقیم رہا۔

دکنیوں کی لوٹ مار

دکنیوں نے اس معرکہ آرائی کو اپنی فتح سے تعبیر کیا اور لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور اس مال کو محفوظ رکھنے کے لیے ادھر ادھر چلے گئے۔ میدان جنگ میں سہیل خاں اور لشکر خاصہ کی ایک جماعت کے سوا کوئی اور نہ رہا۔

ایک عجیب اتفاق

یہ عجیب اتفاق تھا کہ خان خاناں اور سہیل خاں ایک دوسرے سے بہت کم فاصلے پر تھے لیکن دونوں ہی کو ایک دوسرے کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ ایک پہر رات تک کا وقت اسی لاعلمی میں گزر گیا۔ اس وقت دونوں سردار صورت حال سے واقف ہوئے اور اپنی اپنی حفاظت کی کوشش کرنے لگے۔

جنگ اور خان خاناں کی فتح

صبح ہوئی تو فریقین ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے۔ خانخاناں یہ چاہتا تھا کہ وہ فی الحال سہیل خاں سے صلح کرلے اور جنگ قائی کے ساتھ روانہ ہو جائے، لیکن سہیل خاں اپنے ساتھیوں کے مشورے سے جنگ کرنے پر تلا رہا۔ آخر خان خاناں نے مجبور ہو کر لڑائی شروع کی فریقین بڑی جان بازی سے لڑے۔ خان خاناں کو فتح ہوئی اور سہیل خاں شاہ ورک کی طرف فرار ہو گیا۔

کاویل و پرنالہ کا محاصرہ

قطب شاہ اور نظام شاہی امراء بحال خستہ احمد نگر اور حیدر آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ اس عظیم الشان فتح کے بعد خان خاناں نے قصبہ جالند میں قیام کیا اور برابر کے مستحکم ترین قلعوں کاویل اور پرنالہ کے محاصرے کے لیے اپنے لشکر کے ایک حصے کو متعین کیا۔

مراد کا پیغام خان خاناں کے نام

محمد صادق (جو پنج ہزاری امیر تھا) کے کہنے پر شہزادہ مراد نے خان خاناں کو یہ پیغام دیا "اب موقع ہے اور وقت مناسب حال ہے۔ ہم اگر اب احمد نگر پر حملہ کر دیں تو باسانی دشمن کو مغلوب کر سکتے ہیں اور اس طرح تمام نظام شاہی مملکت پر ہمارا قبضہ ہو سکتا ہے۔

جواب

خان خاناں نے شہزادہ مراد کو جواب دیا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ہمارا برار ہی میں قیام کرنا مناسب ہوگا۔ اس سال ہمیں یہیں رہ کر اس علاقے کے قلعوں کو سر کرنا چاہیے جب یہ ملک پوری طرح ہمارے قبضے میں آ جائے تو اس کے بعد دوسرے ملکوں کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

خان خاناں کی دکن سے روانگی

شہزادہ مراد نے خان خاناں کی اس رائے کو پسند نہ کیا۔ مراد اور محمد صادق دونوں نے اکبر بادشاہ سے خان خاناں کی شکایت کی اور اس کے خلاف کئی خطوط بادشاہ کی خدمت میں ارسال کیے۔ (اس قضیئے کا تفصیلی بیان اکبر بادشاہ کے ضمن میں آ چکا ہے) ان خطوں سے بادشاہ متاثر ہوا اور اس نے خان خاناں کو اپنے پاس بلا لیا اور اس کی جگہ شیخ ابوالفضل کو دکن کا سپہ سالار مقرر کیا۔ ۱۰۰۶ھ میں خان خاناں دکن سے روانہ ہو گیا۔

آہنگ خاں کے خطرناک ارادے

اس اثناء میں آہنگ خاں نے چاند بی بی سے اور زیادہ دشمنی کا اظہار کیا اور یہ طے کیا کہ بہادر شاہ کو اپنے قبضے میں کر کے چاند بی بی کو کسی قلعے میں نظر بند کر دیا جائے اور تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے۔ چاند بی بی کو آہنگ خاں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی لہٰذا اس

نے بہادر شاہ کی حفاظت اور زیادہ توجہ سے کرنی شروع کر دی۔

قلعہ احمد نگر کا محاصرہ

چاند بی بی نے آہنگ خاں کو قلعے میں آنے جانے سے منع کر دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ قلعے کے باہر دیوان داری کیا کرے۔ چند روز تک تو آہنگ خاں نے چاند بی بی کے اس حکم کی تعمیل کی' لیکن بعد میں وہ سرکشی پر اتر آیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا' فریقین میں اکثر اوقات لڑائی بھی ہوتی رہتی تھی۔

آہنگ خاں کا بیٹر پر لشکر کشی کا ارادہ

عادل شاہ نے اپنے امیروں کو احمد نگر بھیج کر اس خانہ جنگی کو ختم کروانے کی کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا روز بروز آہنگ خاں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا اس نے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اس نے دیکھا کہ خان خاناں دکن سے چلا گیا ہے اور دریائے گنگا زوروں پر ہے اس لیے اگر قصبہ بیٹر پر لشکر کشی کی جائے تو شہزادہ اس شہر کی حفاظت کے لیے نہ آ سکے گا۔

حاکم بیٹر سے معرکہ

یہ سوچ کر آہنگ خاں بیٹر کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ اس شہر کو اکبری امیروں کے قبضے سے نکال لے۔ بیٹر کے حاکم شیر خواجہ نے شہر سے چھ کوس کے فاصلے پر آہنگ خاں کا مقابلہ کیا۔ آہنگ خاں کا پلہ بھاری رہا اور شیر خواجہ زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گیا اور مصیبتوں اور مشکلوں کا سامنا کرتا ہوا قلعہ بیٹر میں پہنچ کر قلعہ بند ہو گیا۔

اکبر کے نام شیر خواجہ کا عریضہ

شیر خواجہ نے اکبر بادشاہ کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں دکنیوں کے غلبے اور شیخ ابوالفضل کی بے خبری و غفلت کی شکایت کی یہ خط پڑھ کر اکبر کو یقین آ گیا کہ دکن کی سپہ سالاری کے لیے خان خاناں سے زیادہ موزوں شخص کوئی اور نہیں ہے۔ اکبر نے خان خاناں کا قصور معاف کر کے اسے دوبارہ بحال کرنے کا ارادہ کر لیا۔

شہزادہ مراد کا انتقال

اسی زمانے میں شراب نوشی کی کثرت اور جوانی کی دوسری بدکاریوں کی وجہ سے شہزادہ مراد نے اپنے آباد کیے ہوئے شہ شاہ پور میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اکبر نے اپنے چھوٹے شہزادہ دانیال کو خان خاناں کے ساتھ روانہ کیا۔

اکبر کی دکن میں آمد

شہزادہ دانیال ابھی دکن کی سرحد پر بھی نہ پہنچا تھا کہ شیخ ابوالفضل اور سید یوسف خاں کی درخواست پر خود اکبر ۱۰۰۸ ہجری میں آگرہ سے دکن کی طرف روانہ ہوا۔ اکبر کو جب یہ معلوم ہوا ہے کہ چاند بی بی اور آہنگ خاں میں ٹھنی ہوئی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ تو اکبر نے خود قلعہ اسیر کا محاصرہ کر لیا اور شہزادہ دانیال اور خان خاناں کو احمد نگر کی طرف روانہ کیا۔

آہنگ خاں کی جنیر کو روانگی

آہنگ خاں پندرہ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ قلعے کے باہر ٹھہرا ہوا تھا اس نے دھنا گھاٹ پر قبضہ کر کے مغلوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ شہزادہ دانیال اور دوسرے امراء اس کے ارادے سے مطلع ہو کر ایک جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ مغلوں کے اس اقدام سے آہنگ خاں بہت خوفزدہ ہوا اور اس نے جنگ کرنے یا احمد نگر پہنچ کر چاند بی بی اور بہادر شاہ سے مدد طلب کرنے کی بجائے اپنے تمام

سامان میں آگ لگا دی اور خود جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

قلعہ احمد نگر کا محاصرہ

شہزادہ دانیال اور دوسرے مغل امیروں نے بغیر کسی مزاحمت اور زیادہ محنت کے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا۔ امراء نے آپس میں مورچل تقسیم کیے' دانیال' خان خاناں اور سید یوسف وغیرہ کے مورچل کی طرف سے نقب کھودنے کا کام شروع ہو گیا۔ جب قلعہ فتح ہونے کے قریب آیا تو چاند بی بی نے جیتہ خاں خواجہ سرا سے کہا آہنگ خاں اور دوسرے امیروں کی سرکشی اور ہنگامہ خیزی کا یہ نتیجہ ہے کہ اکبر بادشاہ بذات خود دکن کی طرف آیا ہے' ظاہر ہے کہ چند دنوں میں یہ قلعہ فتح کر لیا جائے گا۔

چاند بی بی اور جیتہ خاں میں گفتگو

جیتہ خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "اب تک جو کچھ ہوا اس کا غم کرنا بیکار ہے اس وقت کیا کیا جائے؟ آپ جو فرمائیں گی اسی پر عمل کیا جائے گا۔" چاند بی بی نے کہا میری یہ رائے ہے کہ ہمیں قلعہ شہزادہ دانیال کے سپرد کر کے اپنی عزت اور جان کو بچانا چاہیے۔ اس کے بعد جنیر کی راہ لینی چاہیے اور وہاں پہنچ کر خداوند تعالیٰ سے مدد کا انتظار کرنا چاہیے۔

چاند بی بی کا قتل

چاند بی بی کی زبان سے یہ کلمات سن کر جیتہ خاں نے تمام اہل قلعہ کو جمع کیا اور ان سے بلند آواز سے کہا "چاند بی بی نے اکبری امراء سے ساز باز کر کے قلعہ شہزادہ دانیال کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" اہل دکن یہ سنتے ہی برافروختہ ہو گئے اور بغیر کچھ سوچے سمجھے حرم سرا میں داخل ہو گئے اور انہوں نے چاند بی بی کو بڑی بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔

مغلوں کا قلعے میں داخلہ

مغل لشکریوں نے نقب تیار کر لی اور اس میں بارود بھر کر قلعہ کی دیوار گرا دی۔ مغلوں نے قلعہ کے اندر داخل ہو کر تمام دکنیوں کو جن میں بچے بھی تھے بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی تھے بہادر شاہ کے علاوہ سب کو گرفتار کر لیا۔ جیتہ خاں بھی اسی ہنگامے میں ہلاک ہو گیا۔

قلعہ احمد نگر پر مغلوں کا قبضہ

شہزادہ دانیال نے تمام جواہرات اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ قلعہ اس نے اپنے قابل اعتبار امیروں کے سپرد کر کے اور خود بہادر شاہ کو اکبر بادشاہ کے پاس برہان پور بھجوا دیا۔

قلعہ اسیر کی فتح

اسی دوران میں مغلوں نے قلعہ اسیر بھی فتح کر لیا۔ اکبر نے خاندیش اور دکن علاقے شہزادہ دانیال کے حوالے کیے (جیسا کہ ابراہیم شاہ کے حالات بیان کیا جا چکا ہے) اور خود آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

بہادر شاہ کی نظربندی

نظام شاہی امیروں نے اس واقعہ کے بعد مرتضیٰ شاہ ولد شاہ علی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور کچھ دنوں کے لیے پرندہ کو پایہ تخت قرار دیا۔ بہادر نظام شاہ آج تک گوالیار کے قلعے میں نظر بند ہے تین سال اور چند مہینوں تک حکومت کی۔

مرتضیٰ نظام شاہ بن شاہ علی برہان شاہ اول

دو مقتدر امراء

اکبر بادشاہ جب برہان پور سے آگرہ روانہ ہو گیا تو نظام شاہی ملازمین میں سے دو اشخاص نے بڑا نام پیدا کیا اگرچہ یہ دونوں اصحاب جاہ وچشم نہ تھے' لیکن اپنی صلاحیتوں اور بلند ہمتی کی وجہ سے نامی گرامی امراء میں شمار ہونے لگے۔ انہیں دونوں کے حسن تدبیر کی وجہ سے نظام شاہی سلطنت مغلوں کی یلغار اور سیلاب فتوحات سے محفوظ رہی۔

عنبر حبشی

ان میں ایک تو عنبر حبشی تھا اس نے تلنگانہ کی سرحد سے لے کر بیڑ سے ایک کوس کے فاصلے تک کا علاقہ اور احمد نگر کے جنوب میں شہر سے چار کوس کے فاصلے سے لے کر دولت آباد سے بیس کوس کے فاصلے تک کا علاقہ مع بندر چیول کے اپنے قبضے میں کر رکھا تھا۔

راجو دکنی

دوسرے مقتدر امیر کا نام راجو دکنی تھا اس نے دولت آباد اور اس کے شمال میں گجرات کی سرحد اور دولت آباد کے جنوب میں احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کیا ہوا تھا۔

راجو اور عنبر کی دشمنی

یہ دونوں امیر موقع و محل کی مناسبت سے اور وقتی مصالح کے پیش نظر حسب ضرورت مرتضیٰ نظام شاہ کی اطاعت کرتے تھے۔ ان دونوں نے قلعہ اوسہ کو مع چند قصبوں کے بادشاہ کے اخراجات کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ عنبر حبشی اور راجو دکنی آپس میں ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے کیونکہ دونوں کی یہ خواہش تھی کہ فریق مخالف کو مغلوب کر کے اس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا جائے۔

ملک عنبر کی تلنگانہ کو روانگی

خان خاناں کو ان دونوں امیروں کی باہمی دشمنی کا راز معلوم ہو گیا اور اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عنبر حبشی کے چند مقبوضہ قصبوں پر قبضہ کر لیا جائے جو تلنگانہ میں واقع ہیں۔ عنبر کو خان خاناں کے اس حکم کی خبر پہنچی اور وہ متذکرہ قصبوں کی حفاظت کے لیے ۱۰۱۰ھ میں سات آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر تلنگانہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

عنبر حبشی اور ایرج مرزا میں جنگ

عنبر نے مغلوں کی فوجی چھاؤنیاں تباہ و برباد کر کے اپنے علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ خان خاناں نے اپنے مشہور و معروف اور بہادر بیٹے میرزا ایرج کو پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ عنبر کے مقابلے پر روانہ کیا نانڈیر کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ میرزا ایرج نے اپنی شہرت و نیک نامی کے لیے اور عنبر نے اپنی حفاظت کی خاطر اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا۔ دونوں نے پوری طاقت سے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور زبردست جنگ شروع ہو گئی۔

عنبر حبشی کا زخمی ہونا

دونوں طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے لیکن آخر اکبری اقبال نے اپنا کام کیا اور عنبر حبشی کو ایک کاری زخم لگا وہ عین میدان جنگ میں اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ حبشیوں اور دکنیوں کی ایک جماعت نے جو ہر طرح عنبر کی مطیع و فرماں بردار تھی اپنے زخم خوردہ امیر

کو اٹھالیا اور میدان جنگ سے لے کر بھاگ گئی۔

دوبارہ جنگ کی تیاری

جب عنبر حبشی کا زخم بھر گیا اور وہ جنگ کرنے کے قابل ہو گیا تو اس نے دوبارہ لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ خان خاناں عنبر کی بہادری اور شجاعت کو اچھی طرح آزما چکا تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ عنبر نے تازہ دم ہو کر دوبارہ جنگ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو خان خاناں نے صلح کرنے میں ہی عافیت دیکھی

صلح

خان خاناں نے عنبر کو صلح کا پیغام دیا وقتی مصالح کے پیش نظر عنبر خان خاناں کا پیغام' منظور کر لیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو راجو دکنی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ خان خاناں اور عنبر کی ملاقات ہوئی اور اپنے اپنے علاقوں کو متعین کیا اس کے بعد دونوں امیر اپنی قیام گاہوں میں واپس آ گئے۔ اس دن کے بعد دونوں امیروں میں کبھی کوئی تنازعہ نہ ہوا۔ کسی نے عہد شکنی نہیں کی اور عنبر خاں خان خاناں سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔

عنبر اور مرتضیٰ نظام شاہ میں دشمنی

اسی زمانے میں کئی دکنی امیروں پتنگ رائے کول' فرہاد خان مولد اور ملک صندل خواجہ سرا وغیرہ عنبر حبشی کا ساتھ چھوڑ کر مرتضیٰ نظام شاہ سے مل گئے اور اسے ملک عنبر کے خلاف بھڑکایا۔ ان امیروں نے عنبر حبشی سے جنگ کرنے کے لیے قلعہ اوسہ کے نواح میں ایک میدان کا انتخاب کیا۔

بادشاہ کی شکست

عنبر اپنے لشکر کو ہمراہ لے کر اوسہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر سے بادشاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ مقابلے پر آیا فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ عنبر نے حسب معمول جرات و بہادری کا مظاہرہ کر کے مرتضیٰ نظام کو شکست دی۔ پتنگ رائے کول کو عنبر نے گرفتار کر کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔ نظام شاہ اور اس کے طرف دار امیروں فرہاد خاں اور ملک صندل وغیرہ نے گردش حالات سے تنگ آ کر عنبر سے صلح کر لی۔

قلعہ پرندہ کی فتح کا خیال

عنبر قلعہ پرندہ پر قبضہ کرنے کا خواہاں تھا اس مقصد سے بادشاہ کو ساتھ لے کر ۱۰۱۲ ہجری میں پرندہ کی طرف کوچ کیا۔ حاکم قلعہ منجھن خاں نے جو تقریباً بیس سال سے پرندہ پر حکومت کر رہا تھا نظام شاہ کو پیغام دیا۔ "آپ میرے مالک ہیں اور آپ کی اس حیثیت کے پیش نظر میں آپ کا شاہانہ استقبال کروں گا اور قلعے میں ٹھہراؤں گا' لیکن مجھے عنبر پر قطعاً اعتبار نہیں ہے کیونکہ اس نے خان خاناں سے ملاقات کر کے اس کی غلامی کر لی ہے اس لیے میں اس کو قلعے میں قدم نہ رکھنے دوں گا۔

عنبر کی وضاحت

اس کے جواب میں عنبر نے منجھن خاں کو مطلع کیا کہ "چونکہ پتنگ رائے' فرہاد اور ملک صندل کی طرف سے قطعاً مطمئن نہ تھا اس لیے میں نے مجبوراً خان خاناں سے ملاقات کی' اگرچہ ظاہری طور پر میں اکبر بادشاہ کا بہی خواہ ہوں لیکن حقیقت میں میری تمام ہمدردیاں نظام شاہ کے ساتھ ہیں اور میں اسی کا مطیع اور اس کا فرماں بردار ہوں' میری خواہش ہے کہ بادشاہ کے تمام دشمنوں سے ملک کو خالی کر دوں۔"

نظام شاہ کی گرفتاری

منجن خاں نے ملک عنبر کی بات کا اعتبار نہ کیا اور سلسلہ گفتگو آگے نہ بڑھایا۔ عنبر کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں نظام شاہ قلعے میں داخل ہو کر پناہ گزیں نہ ہو جائے اور اس طرح منجھن خاں کی قوت میں اضافہ نہ ہو جائے۔ اس اندیشے کے پیش نظر عنبر نے نظام شاہ کو گرفتار کر کے پاسبانوں کے سپرد کر دیا۔

منجھن خاں کی مدافعت

بادشاہ کی نظربندی کی وجہ سے فرہاد خاں اور ملک صندل بہت آزردہ خاطر ہوئے اور قلعے کے قریب پہنچ گئے۔ منجھن خاں نے پورے ایک مہینے تک دشمن کی مدافعت کی۔ منجھن خاں کا بیٹا سونا خاں کچھ ایسے کردار کا نہ تھا اس نے نازک موقعے پر بھی سخت بے اعتدالی کی اور اہل لشکر کی عورتوں اور بچوں کی عصمت دری میں مشغول ہو گیا۔ لشکری اس سے بہت مشتعل ہوئے اور انہوں نے سونا خاں کو قتل کر دیا۔

منجھن خاں کا فرار

اس واقعے کے بعد منجھن خاں نے قلعے میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اکیلا ہی فرار ہو گیا۔ فرہاد خاں اور ملک صندل کے ساتھ وہ عادل شاہی دربار میں پناہ گزیں ہوا اور مع اپنے ساتھیوں کے عادل شاہ کے دائرہ ملازمین میں داخل ہو گیا۔

قلعہ پرندہ پر قبضہ

اہل قلعہ نے منجھن خاں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چند مہینوں تک تو دشمن کی مدافعت کی، لیکن آخر کار عنبر حبشی نے انہیں اپنی وحد تدبیر سے پھنسا لیا۔ عنبر نے قلعے پر قبضہ کر کے نظام شاہ کو رہا کر دیا اور اسے وہیں چھوڑ کر خود آگے کی طرف روانہ ہو گیا۔

راجو دکنی کے نام دانیال کا پیغام

محرم ۱۰۱۳ ہجری میں شہزادہ دانیال، عادل شاہ کی بیٹی کی پالکی کا استقبال کرنے کے لیے برہان پور سے روانہ ہوا اور کرناٹک اور دولت آباد کے راستے احمد نگر کا رخ کیا۔ دانیال نے اپنے چند آدمیوں کو راجو دکنی کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "عنبر حبشی کی طرح تم بھی بادشاہ اکبر کی اطاعت کرو اور میری خدمت میں حاضری دو، تاکہ تمہارا ملک بادشاہ کی طرف سے تمہیں جاگیر میں عطا کر دیا جائے۔

راجو اور دانیال میں معرکہ

راجو کو شہزادے کی بات کا یقین نہ آیا، اس وجہ سے دانیال بہت غصے میں آیا اور اس نے راجو کو تباہ و برباد کرنے کی ٹھانی۔ راجو نے بھی جرات اور ہمت سے کام لیا اور آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر دانیال کے مقابلے پر روانہ ہوا۔ راجو اور دانیال میں باقاعدہ جنگ نہ ہوئی لیکن راجو نے مختلف تدبیروں سے مغل فوج کو بہت پریشان کیا اور اتنا نقصان پہنچایا کہ دانیال نے گھبرا کر خان خاناں سے جو جالنہ میں مقیم تھا مدد کی درخواست کی۔

راجو کا فرار

خان خاناں پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ جلد از جلد دانیال کے پاس پہنچ گیا۔ راجو کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے مغلوں کے خلاف اپنی کارروائیوں کو بند کیا اور اپنے ملک کے ایک دور دراز گوشہ میں جا چھپا۔ شہزادہ دانیال اور خان خاناں عادل شاہ کی بیٹی کی پالکی کو لے کر احمد نگر آئے، دریائے گنگا کے کنارے پٹن کے قریب عظیم جشن عروسی منعقد کیا گیا۔ اس کے بعد خان خاناں تو اسی جگہ مقیم رہا اور شہزادہ برہان پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

عنبر اور راجو کی لڑائیاں

اسی دوران میں نظام شاہ نے راجو سے عنبر کی شکایت کی کہ وہ جائز و ناجائز ہر طریقے سے بادشاہ کو دباتا ہے- راجو نے قلعہ پرندہ میں پہنچ کر بادشاہ سے ملاقات کی اور عنبر کے دفیعے کا وعدہ کیا- عنبر اور راجو میں کئی بار لڑائی ہوئی اور ہر بار راجو ہی کامیاب ہوا- اس صورت حال سے عنبر بہت پریشان ہوا اور اس نے خان خاناں سے مدد کی درخواست کی-

خان خاناں نے عنبر کی درخواست منظور کر لی اور اس کی مدد کے لیے حاکم بیٹر میرزا حسین بیگ کو دو تین ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا- عنبر نے اس لشکر کی مدد سے راجو کو شکست دے کر دولت آباد کی طرف بھگا دیا-

دانیال کی وفات

شہزادہ مراد کی طرح دکن کی حکومت شہزادہ دانیال کو بھی راس نہیں آئی اور اس نے برہان پور میں داعی اجل کو لبیک کہا- یہ خبر سن کر خان خاناں برہان پور چلا گیا- عنبر نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور لشکر جمع کر کے دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا اور راجو پر حملہ کر دیا-

خان خاناں دولت آباد میں

راجو عنبر کا مقابلہ نہ کر سکا اور اس نے خان خاناں سے مدد کی درخواست کی- خان خاناں بعض وجوہ کی بناء پر برہان پور میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھتا تھا- اس نے راجو کے پیغام کے بہانہ بنایا اور دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا- خان خاناں' راجو اور عنبر کے درمیان آ گیا اور اس نے چھ ماہ تک کسی فریق کو دوسرے پر حملہ کرنے کا موقع نہ دیا-

عنبر اور راجو میں صلح

عنبر اس صورت حال سے پریشان ہو گیا اور اس نے مجبور ہو کر راجو کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھایا دونوں میں صلح ہو گئی- اور عنبر قلعہ پرندہ کی طرف روانہ ہو گیا' خان خاناں نے جالنہ کی راہ لی-

عنبر کا ارادہ

ملک عنبر کا خیال تھا کہ راجو کی لشکر کشی کا سبب مرتضیٰ نظام شاہ ہے اور اسی کے اشارے پر راجو نے یہ سارا ہنگامہ کیا ہے- اس وجہ سے عنبر نے نظام شاہ کو معزول کر کے کسی اور نظام شاہی فرد کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا- لیکن ابراہیم عادل شاہ عنبر کی تجویز سے متفق نہ ہوا لہٰذا یہ ارادہ عمل میں نہ آ سکا-

بادشاہ اور عنبر میں صلح

۱۰۱۶ ہجری میں عادل شاہ کے کہنے پر عنبر نے نظام شاہ کی اطاعت و وفاداری کا دم بھرا اور اس طرح بادشاہ اور عنبر کے اچھے تعلقات قائم ہو گئے- اس کے بعد نظام شاہ اور دیگر امراء دس بارہ ہزار سواروں کے لشکر کے ہمراہ جنیر کے طرف روانہ ہوئے- بادشاہ نے کچھ عرصے تک اس جگہ پر قیام کیا-

راجو کی گرفتاری

راجو عنبر کے خوف کی وجہ سے جنیر نہیں آیا اس لیے بادشاہ نے چند ہندو اور مسلمانوں امراء کو اس کی تنبیہہ کے لیے روانہ کیا- راجو کو بڑی مشکلوں کے بعد گرفتار کر لیا گیا اور اس کے مقبوضہ علاقے نظام شاہ کے قبضے میں آ گئے- اس کے بعد عنبر تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا-

نظام شاہی حکومت کی موجودہ حالت

اس وقت جب کہ یہ کتاب لکھی جا رہی ہے نظام شاہی تاج و تخت کا مالک مرتضیٰ نظام شاہ ہے۔ اور عنبر حبشی کے ہاتھ تمام قوت ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ نظام شاہی خاندان رفتہ رفتہ زوال پذیر ہوتا جا رہا ہے اور دہلی کے بادشاہ باقی ماندہ ملک پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں آئندہ کیا ہو گا؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر اس قدر کہ جو خدا چاہے گا وہی ہو گا۔